المکرمة النبویة

فی

الفتاویٰ المصطفویة

شہزادۂ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، مفتی اعظم ہند

تصنیف: حضرت علامہ مصطفےٰ رضا قادری نوری علیہ الرحمہ

متوفّٰی (۱۴۰۲ھ/1981ء)

تقدیم

از فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی
بانی مرکز تربیت افتاء اوجھا گنج ضلع بستی (یوپی)

بسمہ تعالٰی والصلوٰۃ والسلام علٰی رسولہ الاعلٰی

نائب سید المرسلین، سند المتقین، تاجدار اہلسنت، آفتاب رشد و ہدایت، واقف اسرار شریعت، دانائے رموز طریقت، امام الفقہاء، مخدوم العلماء، قطب عالم حضور مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ محمد مصطفٰے رضا قادری برکاتی نوری علیہ الرحمۃ والرضوان جن کے فتاوٰی کا مجموعہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ وہ دنیائے اسلام میں اگرچہ مفتی اعظم ہند کے نام سے مشہور ہیں لیکن وہ صرف مفتی اعظم ہند نہیں تھے بلکہ اپنے زمانہ کے مفتی اعظم اسلام تھے اس لئے کہ آپ کے افتاء اور تفقہ فی الدین کی عظمت صرف ہندوستان تک محدود نہ تھی بلکہ عرب، افریقہ اور انگلینڈ و امریکہ وغیرہ بہت سے باہری ملکوں میں بھی تسلیم کی جاتی تھی۔

افتاء لفظ افتاء کا لغوی معنی ہے سوال کا جواب دینا۔ اسی معنی کے اعتبار سے قرآن مجید میں بادشاہ مصر کا یہ قول منقول ہے یٰٓاَیُّہَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ۔ یعنی اے درباریو! میرے خواب کا جواب دو۔[1]

اور اصطلاح میں افتاء کا معنی ہے حکم مسئلہ اور شرعی فیصلہ بتانا۔ حضرت سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں الافتاء بیان حکم المسئلۃ حکم مسئلہ کے بیان کرنے کو افتاء کہتے ہیں۔[2] اور حضرت علامہ شامی قدس سرہ السامی لکھتے ہیں الافتاء فانہ افادۃ الحکم الشرعی۔ یعنی شرعی فیصلے سے آگاہ کرنے کو افتاء کہتے ہیں۔[3]

افتاء کی اہمیت و عظمت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ خدائے عزوجل نے قرآن مجید میں افتاء کی نسبت خود اپنی جانب فرمائی ہے۔ ارشاد ہے یَسْتَفْتُوْنَکَ قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلٰلَۃِ۔ اے محبوب تم سے فتوٰی پوچھتے ہیں۔ تم فرمادو کہ اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتوٰی دیتا ہے۔[4]

خداوند قدوس نے سب سے پہلے افتاء کے منصب سے اپنے پیغمبر اعظم حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سرفراز فرمایا۔ آپ کے وصال فرمانے کے بعد صحابہ کرام میں سے جو لوگ اس منصب پر فائز ہوئے ان میں

[1] سورہ یوسف آیت ۴۳۔ [2] التعریفات ص [illegible]۔ [3] رد المحتار جلد اول ص [illegible]۔ [4] سورہ نساء آخری آیت

جن چند مشہور حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ [1]

پھر صحابۂ کرام کے بعد تابعین کے دور میں حضرت علقمہ بن قیس نخعی، حضرت سعید بن المسیب، حضرت ابراہیم بن یزید نخعی، حضرت حماد بن مسلم اور حضرت نعمان بن ثابت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسمائے مبارکہ سرِ فہرست ہیں جو افتاء کے عظیم منصب پر فائز ہوئے۔ لیکن ان میں حضرت امام اعظم ہی نے فن کی صورت میں افتاء کا آغاز فرمایا اور آپ ہی نے سب سے پہلے تدوینِ فقہ کا کام کیا اور افتاء کے قواعد و ضوابط بھی مقرر فرمائے

اور جب تبع تابعین کا دور آیا تو افتاء کی ذمہ داری ان کے سر آئی۔ اس زمانہ میں جن حضرات نے اس فریضہ کو انجام دیا ان میں سے مخصوص لوگوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ حضرت امام مالک، حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت امام شافعی، حضرت امام ابویوسف اور حضرت امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضرت امام اعظم کے مقرر کردہ اصول و قواعد سے مسائل و احکام کے استنباط کو آپ کے شاگرد حضرت امام ابویوسف ہی نے فروغ دیا اور امام اعظم کے اصولِ فقہ پر سب سے پہلے آپ ہی نے کتابیں لکھیں پھر مذہب حنفی حضرت امام محمد نے اسے تنقیح و تہذیب کے بعد تمام و درجۂ کمال پر پہونچا دیا کہ پھر اس میں کسی اضافہ کی حاجت نہ رہی۔ [2]

صحابۂ کرام سے تبع تابعین تک مذکورہ حضرات جو منصبِ افتاء پر فائز ہوئے سب مجتہد اور مفتی مطلق تھے۔ پھر حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد کوئی مفتی مطلق نہیں ہوا سب مفتی منتسب ہوئے مگر خدائے عز و جل نے ان کو بھی حسبِ درجہ ایک طرح کی اجتہادی قوت سے سرفراز فرمایا اس لئے کہ اس کے بغیر وہ نئے نئے مسائل کو حل ہی نہیں کر سکتے۔ حضرت علامہ شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں۔ التحقیق ان المفتی فی الوقائع لابد له من ضرب اجتهاد ومعرفة باحوال الناس۔ یعنی نو پید مسائل کو حل کرنے کے لئے مفتی کو ایک طرح کے اجتہاد سے متصف اور لوگوں کے احوال سے باخبر ہونا ضروری ہے۔ [3]

دشواری افتاء

چونکہ افتاء کے لئے مفتی کا اجتہاد کی ایک گونہ صلاحیت سے متصف ہونا لازمی ہے اس لئے یہ کام تمام دینی خدمات میں بہت زیادہ دشوار ہے۔ ترتیب یوں ہے کہ ان میں سب

[1] مقدمہ بہار شریعت ص۳۰ [illegible] — [2] رد المحتار جلد اول ص [illegible] — [3] شامی جلد اول ص [illegible] — [4] رد المحتار جلد [illegible]

زیادہ آسان ہے تحریر، اس سے مشکل ہے تدریس، اور تدریس سے مشکل ہے تصنیف و تالیف، اور اس سے بھی مشکل ہے افتاء ـــــ کیونکہ فتوی معلوم کرنے والے عبادات اور معاملات وغیرہ کے بہت سے نو پیدا امور سے متعلق زندگی کے ہر طرح کے سوالات کرتے رہتے ہیں اور مفتی کو ان کے جوابات دینے پڑتے ہیں۔ اسی لئے اس میں جدید اور عصری ذہانت و فطانت، معاملہ فہمی اور تبحر علمی کے ساتھ ایک طرح کی قوت اجتہادی بھی ضروری ہے شارح بخاری فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی تحریر فرماتے ہیں ـــــ

فتوی دینا ساری دینی خدمات میں سب سے اہم، سب سے مشکل اور سب سے پیچیدہ کام ہے۔ اور ایسا کام جس کی کوئی انتہا نہیں۔ فقہائے کرام نے اگرچہ ہم پر احسان فرماتے ہوئے لاکھوں جزئیات کی تصریح فرما دی پھر بھی حوادث محدود نہیں۔ آئے دن سیکڑوں واقعات ایسے ہوتے رہتے ہیں کہ جس کے بارے میں کوئی جزئیہ کسی کتاب میں نہیں ملتا ہے، اس وقت ہوتا ہے کہ ایک فقیہ اپنی بالغ نظری، نکتہ سنجی و فقہ دانی کی بدولت جزئیہ کا صحیح حکم اخذ کر لیتا ہے۔ مگر یہ کام کتنا مشکل ہے اسے بتایا نہیں جا سکتا جس کے سر پڑتی ہے وہی جانتا ہے لیکن آج کل لوگ اس فن کو بہت آسان سمجھنے لگے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے دار الافتاء کا بورڈ لگا کر کسی کو مفتی بنا کے بٹھائے ہوئے ہیں جن میں سے اکثر کے فتاوے دیکھ کر بے انتہا افسوس ہوتا ہے کہ وہ غلط فتوے لکھ کر مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ اور خود آسمان و زمین کے ملائکہ کی لعنت کے مستحق ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: من افتی بغیر علم لعنته ملائكة السماء والارض یعنی جو بغیر علم کے فتوی دے۔ اس پر آسمان و زمین کے ملائکہ کی لعنت ہے۔[1]

عالم اور خود مدرسے والے یہ سمجھتے ہیں کہ درس نظامیہ کا ہر وہ فارغ التحصیل جس کی کچھ صلاحیت ہو وہ فتوی دے سکتا ہے۔ حالانکہ درسی کتابیں پڑھنے سے علم الفتوی حاصل نہیں ہوتا مگر جس پر اللہ تعالی کا خاص فضل ہو جائے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں ـــــ

آج کل درسی کتابیں پڑھنے پڑھانے سے آدمی فقہ کے دروازہ میں بھی داخل نہیں ہوتا[2] ـــــ اور تحریر فرماتے ہیں کہ علم الفتوی پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ مدتہا طبیب حاذق کا مطب نہ کیا ہو[3]

سرکار مفتی اعظم ہند قبلہ قدس سرہ نے اس گھر میں آنکھ کھولی جو تقریباً ڈیڑھ سو سال سے فقہ اور فتاوی کا عظیم مرکز رہا کہ آپ کے والد گرامی اعلیٰ حضرت کے جد امجد امام العلماء حضرت علامہ مفتی رضا علی خاں بریلوی قدس سرہ (متوفی ۱۲۸۲ھ) ـــــ اور آپ کے جد امجد امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی نقی علی خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالی

انوار مفتی اعظم ص۲۵۳ ـ [1] کنز العمال جلد ۱۰ ص۱۱۱ ـ [2] فتاوی رضویہ جلد ۳ ص۵۷۹ ـ [3] فتاوی رضویہ جلد ۹ نصف اول ص۱۳۴

علیہ (متوفی ۱۲۹۷ھ) نے صرف یہی نہیں کہ فتویٰ نویسی کا گرانقدر فریضہ انجام دیا بلکہ اپنے اپنے زمانے کے مفتیان کرام و علمائے عظام سے اپنی علمی صلاحیت اور فقہی بصیرت کا لوہا منوا کر مرجع فتاویٰ رہے۔

اور آپ کے والد ماجد اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی (متوفی ۱۳۴۰ھ) نے ۱۳ ہی برس کی عمر میں پہلا فتویٰ رضاعت کا لکھا اور پھر ایسے فاضلانہ و محققانہ عربی، فارسی اور خاص کر اردو میں بے شمار فتاوے لکھے کہ علمائے عرب و عجم کو حیرت میں ڈال دیا۔ انھوں نے امام احمد رضا کو دل کھول کر خراج عقیدت پیش کیا اور آپ کو چودھویں صدی کا مجدد قرار دیا۔ اعلیٰ حضرت کی تصنیف لطیف العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ کی بارہ ضخیم جلدیں اور بہت سی کتابیں و رسالے آپ کی فقہی مہارت و بصیرت پر گواہ ہیں۔

اور حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ پر اللہ و رسول جل عظمتہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاص فضل و کرم رہا اور پیر و مرشد سید المشائخ حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمۃ والرضوان (متوفی ۱۳۲۴ھ) کی خصوصی دعائیں رہیں جن کی برکت سے آپ نے ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں فراغت کے سال ہی اٹھارہ برس کی عمر میں کسی کتاب کی مدد کے بغیر پہلا فتویٰ تحریر کر دیا۔ اور وہ اتنا اہم تھا کہ جس کو لکھنے کے لئے ملک العلماء حضرت علامہ مفتی ظفر الدین صاحب بہاری فتاوی رضویہ دیکھ رہے تھے۔

اور پھر اس فتویٰ میں نہ ایک لفظ بڑھانے کی ضرورت تھی اور نہ گھٹانے کی۔ اسی لئے اصلاح کی خاطر جب اس فتویٰ کو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ اسے دیکھ کر بے انتہا مسرور ہوئے تحسین فرمائی۔ آپ کو انعام دیا۔ فتویٰ لکھنے کی عام اجازت دی اور آپ کے نام کی مہر بنوا کر عنایت فرمائی۔

فقیہ عصر شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی اس فتویٰ کے متعلق فرماتے ہیں ـــ یہ عجیب اتفاق ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے بھی پہلا فتویٰ رضاعت ہی کا لکھا تھا۔ اور ان کے آئینہ جمال و کمال مفتی اعظم نے بھی پہلا مسئلہ رضاعت ہی کا لکھا اور خاص بات یہ ہے کہ اس پہلے فتوے پر اعلیٰ حضرت نے نہ ایک لفظ گھٹایا اور نہ ایک لفظ بڑھایا۔ کوئی اصلاح نہ کی۔ یہ پہلا فتویٰ ہی حضرت مفتی اعظم ہند نے ایسا صحیح اور مکمل لکھا کہ اس میں کہیں انگلی رکھنے کی جگہ نہ تھی ـــ ع آغاز جب یہ ہے تو انجام کیا ہوگا

اور تحریر فرماتے ہیں کہ ذہین سے ذہین طلبہ برسہا برس تک مشاقی کرنے اور ماہر فن مفتی سے اصلاح لینے کے بعد اس پر قادر ہوتے ہیں کہ وہ ایک مکمل فتویٰ لکھیں۔ مگر جو بات دیگر ذہین و فطین اور ذکی طلبہ کو برسہا برس میں تنقید، اصلاح اور مہارت کے بعد حاصل ہوتی ہے وہ حضرت مفتی اعظم کو پہلے ہی دن حاصل تھی۔

اور حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ رضوی دار الافتاء میں اس موقع پر پہونچے تھے جبکہ اس سے پہلے ملک العلماء حضرت علامہ مفتی ظفر الدین بہاری اور حضرت علامہ مفتی سید عبد الرشید عظیم آبادی رضاعت کے اس مسئلہ پر تبادلۂ خیالات کر چکے تھے اور بات یہاں تک پہونچی تھی کہ ملک العلماء فتاویٰ رضویہ سے روشنی حاصل کر رہے تھے۔ اس وقت حضرت مفتی اعظم ہند کسی کتاب کی مدد کے بغیر فتویٰ لکھ کر رضوی دار الافتاء کے مفتیان کرام پر سبقت لے گئے تھے لہ — یہ اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ آپ روز اول ہی مفتی اعظم اور فقیہ اعظم تھے۔

تفقہ فی الدین

احکام شرعیہ کے علم حاصل کرنے کو تفقہ فی الدین کہتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ نے اس کے بارے میں یوں حکم فرمایا ہے۔

فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ لیتفقہوا فی الدین ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم۔ — کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں، اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں لہ

اور خدائے عزوجل یہ عظیم نعمت اسی کو بخشتا ہے جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین — اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے تفقہ فی الدین عطا فرماتا ہے۔ لہ

خداوند قدوس نے حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ قدس سرہٗ کو اس نعمت عظمیٰ سے بھرپور سرفراز فرمایا تھا بلکہ بقول حضرت علامہ نظامی الہ آبادی آپ کے خمیر آپ کے ضمیر اور آپ کی سرشت و فطرت کو تفقہ فی الدین کے سانچے میں ڈھال کر اسی فطرت پر آپ کو پیدا فرمایا تھا لہ — اس تحریر تقدیم میں آپ کے تفقہ فی الدین کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

انجکشن سے روزہ ٹوٹنے نہ ٹوٹنے کا مسئلہ جب پہلی بار مفتیان کرام کے سامنے آیا تو بیشتر حضرات متردد رہے۔ کچھ حضرات نے یہ فتویٰ دیا کہ — روزہ کی حالت میں انجکشن لگوانے سے روزہ فاسد ہو جائے گا کیوں کہ انجکشن کی سیال دوائیں معدہ میں بھی پہونچتی ہیں۔ اور خارج سے کسی چیز کا معدہ میں پہونچنا مفسد روزہ ہے۔ اھ

اور کچھ حضرات نے یہ فتویٰ صادر فرمایا کہ — گوشت میں انجکشن لگوانے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا ہاں رگ میں لگوایا جائے تو فاسد ہو جائے گا کیوں کہ دوائیں گوشت سے معدہ میں نہیں پہونچتی ہیں۔ اور رگ سے

لہ مفتی اعظم اور ان کے خلفاء ص۸۲ ۔ لہ سورۂ توبہ آیت ۱۲۲ ۔ لہ بخاری جلد ۱ ص۱۶ ۔ لہ مفتی اعظم ہند نمبر استقامت ص

پہونچ جاتی ہیں ۱۰ھ ـــــ لیکن مفتی اعظم ہند نے ارشاد فرمایا۔

انجکشن گوشت میں لگایا جائے خواہ رگ میں کسی بھی صورت میں اس کی دوائیں معدہ تک منفذ کے ذریعہ نہیں پہونچتی ہیں۔ بلکہ مسامات کے ذریعہ پہونچتی ہیں۔ اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ جیسے ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے میں اس کی تری مسامات کے ذریعہ بسا اوقات معدہ تک پہونچ جاتی ہے اور روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے۔ آنکھوں میں دوا ڈالنے سرمہ لگانے سے اس کا ذائقہ حلق میں محسوس اور رنگ تھوک میں دکھائی دے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا ۱۰ھ ع

اور جب پہلے پہل لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ نکلی آواز پر اقتدا کا مسئلہ درپیش ہوا تو بعض عالموں نے اسے حقیقۃً اور حکماً ہر طرح امام کی عین آواز سمجھ کر اقتدا کو جائز ٹھہرایا ـــــ مگر حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ قدس سرہٗ نے حقیقۃً اور حکماً ہر لحاظ سے لاؤڈ اسپیکر کی آواز کو متکلم کی آواز کا غیر قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ـــــ "لاؤڈ اسپیکر کی آواز امام کی آواز نہیں۔ مماثل آواز امام ہے۔ اور نماز میں غیر کی اتباع کرنا یہ مفسد ہے۔" (التفصیل الانور ص۲۳)

اور ایک دوسرے فتوی میں تحریر فرماتے ہیں ـــــ اعتبار متکلم کی اس آواز کا ہے جو اس کے دہن سے نکلی اور فضائی ہوا متحرک کرتی ہوئی بے کسی اور قوت دافعہ کے کان تک پہنچی ۱ھ اس کی وہی آواز جو کسی قاسر سے ٹکرا کر سکون پا گئی۔ اور اب اس قاسر کے تحرک کی قوت سے جو متحرک ہو کر پہنچی اس آواز کا اعتبار نہیں ـــــ جیسے گنبد سے ٹکرا کر جو آواز پلٹتی ہے۔ یا کنویں کی پلٹی ہوئی آواز یا صحرا کی صدائے بازگشت نامعتبر ہے۔ آیت سجدہ پلٹی ہوئی آواز سے جسے مسموع ہو اس پر سجدہ اسی لئے واجب نہیں ہوتا کہ اب یہ تو پلٹی ہوئی آواز ہے۔ یہ اگرچہ دہن قاری سے نکلی ہوئی ہے مگر قاسر سے ٹکرانے سے یہ اس حیثیت کی نہ رہی۔ اب قاسر کی ٹکر کی قوت سے کان تک پہنچی ہے ـــــ یہ نہیں ہے کہ بجلی کی قوت سے فضا کی ہوا سے قاسر جہاں تک دفع ہو گئی ہے بے کسی اور قاسر سے ٹکراتے ہوئے بے اس قاسر کی قوت دفع کے شامل ہوئے محض بجلی کے اس فعل سے کان تک پہنچی ہے (التفصیل الانور ص۲۵)

اور جب چاند پر پہلا قدم رکھنے کے لئے روس و امریکہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی جدوجہد کر رہے تھے تو چاند کو خدائی درجہ دینے اور اس کی عبادت و بندگی کرنے والوں کے ساتھ ساتھ بعض علمائے کرام بھی اسے روس و امریکہ کا جنون و بکواس کہہ رہے تھے ان کا استدلال یہ تھا کہ ـــــ

ع ماخوذ از پیام رضا مفتی اعظم ہند نمبر مضمون حضرت مفتی شریف الحق مظفر

چاند آسمان کے اندر ہے اور آسمان تک کسی غیر مسلم کا پہونچنا محال شرعی ہے اس لئے روس یا امریکہ کے چاند پر پہونچنے میں کامیاب ہو جانے کا خیال اسلامی اصول کے خلاف ہے ـــــ اور بیشتر علمائے کرام گو مگو کی کیفیت سے دوچار خاموش تھے لیکن مفتی اعظم نے فرمایا۔

جب چاند کی طرف نگاہ اٹھائی جاتی ہے تو وہ آسمان کے نیچے دکھائی دیتا ہے ـــــ صحابی رسول رئیس المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفسیر کے مطابق بھی سورج چاند اور سارے بھی زمین و آسمان کے درمیان مسخر ہیں جیسا کہ تفسیر مدارک میں ہے عن ابن عباس ان الشمس والقمر والنجوم کلہا مسخرات بین السماء والارض ـــــ الغرض مشاہدہ اور روایات دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ چاند آسمان کے نیچے ہے اور جب آسمان کے نیچے ہے تو چاند پر پہونچنے سے آسمان پر پہونچنا کہاں لازم آتا ہے کہ چاند پر پہونچنا محال شرعی ہو جائے۔ ہمارے نزدیک انسان کا چاند تک پہونچنا ممکن ہے اور اگر کسی مشینی ذریعے سے انسان چاند تک پہونچ جائے تو اس سے اسلام کا کوئی اصول مجروح نہیں ہوگا۔

اور اسی زمانہ میں جبکہ امریکہ والوں کے چاند پر جانے کا چرچا تھا ایک روز حضرت علامہ قاضی شمس الدین صاحب جونپوری اور حضرت علامہ سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی علیہما الرحمۃ اور دوسرے علماء حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر تھے۔ چاند سورج وغیرہ کی باتیں چل رہی تھیں۔ حضرت نے فرمایا زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں۔ اور چاند و سورج چلتے ہیں۔

اس پر علامہ میرٹھی صاحب نے فرمایا کہ قرآن مجید میں ہے وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا یعنی سورج اپنے مستقر میں چل رہا ہے ـــــ تجری سے معلوم ہوتا ہے کہ چلتا ہے اور مستقر لہا سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک جگہ ٹھہرا ہوا ہے ـــــ تو چلتے رہنا اور ایک قرارگاہ میں ٹھہرا رہنا یہ دونوں باتیں کیسے صحیح ہوں گی۔

اس پر حضرت نے فوراً جواب دیا کہ ـــــ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا گیا وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ ـــــ تو کیا وہ زمین کے ایک حصہ پر ٹھہرے رہتے تھے؟ چلتے نہیں تھے ـــــ اپنے مستقر میں رہنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی جائے رفتار سے ـــــ اپنی منزل سے باہر نہیں ہوتا ـــــ چلتا ہے مگر اپنے دائرۂ حرکت میں ہے ـــــ اس پر حضرت میرٹھی صاحب خاموش ہو گئے ؎

مذکورہ بالا واقعات اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ قدس سرہٗ بے شک تفقہ فی الدین کی فطرت پر پیدا کئے گئے تھے۔

؎ ماخوذ از پیغام رضا مفتی اعظم ہند نمبر ؎ [illegible]

؎ ماخوذ از مفتی اعظم ہند، تصنیف ڈاکٹر عبد النعیم صاحب عزیزی

تطبیق اقوال فقہائے کرام کے اقوال جو بظاہر ایک دوسرے کے خلاف معلوم ہوتے ہوں ان کے درمیان موافقت ثابت کرنے کو تطبیق کہتے ہیں جو تفقہ فی الدین کا ایک اہم شعبہ ہے
حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ کی ذات گرامی بھی اس خصوصیت میں ممتاز و یکتا تھی یہاں اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔

بہار شریعت حصہ دوم ص۳۱ میں ہے ـــــ اگر بے وضو شخص کا ہاتھ یا انگلی یا پورا یا ناخن یا بدن کا کوئی ٹکڑا جو وضو میں دھویا جاتا ہو قصداً یا بلا قصد دہ در دہ سے کم پانی میں بے دھوئے ہوئے پڑ جائے تو وہ پانی وضو اور غسل کے لائق نہ رہا۔

ہاتھ ڈالنے سے پانی مستعمل ہو جائے گا کسی نے بہار شریعت کے اس مسئلہ کو غلط قرار دیا اور اپنے دعوی کے ثبوت میں فتاوی قاضی خاں مع عالمگیری جلد اول ص۱۵ کی اس عبارت کو پیش کیا ـــــ المحدث او الجنب اذا ادخل یدہ فی الاناء للاغتراف ولیس علیہا نجاسۃ لا یفسد الماء وکذا اذا وقع الکوز فی الحب وادخل یدہ فی الحب الی المرفق لاخراج الکوز لا یصیر الماء مستعملا اھ۔

حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ سے جب اس کے متعلق سوال کیا گیا تو اس کی تطبیق میں آپ نے جو تحریر فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ..... بہار شریعت کا مطلب یہ ہے کہ بے ضرورت دہ در دہ سے کم ٹھہرے ہوئے پانی میں ہاتھ ڈال دے گا تو وہ مستعمل ہو جائے گا ـــــ اور فتاوی قاضی خاں کا مطلب یہ ہے کہ اگر ضرورت سے ڈالے گا تو مستعمل نہ ہوگا۔ لہذا دونوں کتابوں کا مسئلہ صحیح ہے۔ ایک دوسرے کے خلاف نہیں ـــــ جواب کی پوری تفصیل دلائل کے ساتھ اس مجموعۂ فتاوی کے ص۱۳۶ پر ملاحظہ ہو۔

دیوبندی فتوے کا رد کسی شخص نے دیوبندی مفتیوں سے پوچھا کہ جب سود مطلقاً حرام ہے تو اس ملک کے اندر بینک میں اپنا روپیہ رکھے ہوئے پر منافع لینا کیسا ہے؟ ـــــ

دیوبندیوں کے مشہور مولانا انور شاہ کشمیری نے جواب دیا کہ ـــــ جس ملک میں عملداری مسلمانوں کی نہ ہو اور فیصلہ مقدمات کا شریعت پر نہ ہو اس ملک کو حنفی مذہب میں دار الحرب کہتے ہیں۔ اور یہ دار الحرب قانون شرعیہ سے امام ابوحنیفہ کے نزدیک خارج ہے۔ دار الحرب میں مسلم اگر غیر مسلم سے سود لے تو حنفی مذہب میں جائز ہے ـــــ لوگوں سے کہتے ہیں کہ بینک میں سے سود لے لو اور غریبوں پر صدقہ کر دو تاکہ پادریوں کے مشن پر خرچ نہ ہو۔

اور مدرسہ امینیہ دہلی کے مفتی حبیب المرسلین نے جواب لکھا کہ —— ہند کے علاقہ میں سود کا لینا مطلق، جائز ہے مگر غیر مسلم کی بینک میں سود کی رقم چھوڑنی نہیں چاہیے بلکہ ان سے لے کر ایسے محتاجوں پر صرف کرنی چاہیے کہ جن کا ذریعہ بظاہر کچھ بھی نہ ہو اور ظن غالب یہ بات ثابت ہو کہ اگر یہ مال محتاج نہیں کھائیں گے تو ان کی جان تلف ہوگی۔

حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ قدس سرہ سے ان جوابات کے متعلق دریافت کیا گیا آپ نے جواب کا رد فرمایا اس کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔ پہلے نے حنفی مذہب میں بعض جگہ سود کو حلال بتایا حالانکہ وہ حرام قطعی ہے کہیں بھی حلال نہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مطلقاً حرام فرمایا۔ ارشاد ہے حَرَّمَ الرِّبٰوا ؎۱

اور لطف کی بات یہ ہے کہ ہندوستان کو دار الحرب قرار دے کر مسلم کا غیر مسلم کو روپیہ دے کر اس سے نفع لینا جسے سود کہا حنفیوں کے نزدیک جائز بتا کر کہا کہ لے اور اپنے صرف میں نہ لائے غریبوں کو دے دے —— سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ان کے نزدیک سود لینا جائز ہے تو اس کا اپنے اوپر خرچ کرنا کس نے حرام کر دیا اور پھر جب وہ سود ہے تو اس کا لینا ایسا ہی ہے جیسے شراب اپنے پینے کے لئے نہ لے دوسروں کو پلانے کے لئے لے تو ان کے نزدیک جائز مگر جب کہ مفت ملے —— یعنی کوئی کافر اپنی خوشی سے کسی مسلمان کو شراب دے تو ان کے نزدیک اس کو چھوڑنا نہیں چاہیے بلکہ اسے لے لے خود نہ پیے ان غریب مسلمانوں کو پلا دے جو کافروں کی بھٹی سے خرید کر پیتے ہیں اور اپنا پیسہ کافروں کو دیتے ہیں۔ یا یوں کہیے کہ دیسی بھٹی سے خریدتے ہوں جس کا روپیہ کسی مشن کے لئے ہو یا مشن ہی کی تجارتی شراب کی دوکان سے —— لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم —— اور دوسرے کا جواب بھی محض بیہودہ ہے اور اس پر بھی وہی مواخذات ہیں جو پہلے شخص کے جوابات پر ہیں بلکہ اس سے زائد ہیں۔

حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کی اس تحریر سے ان کے تبحر علمی کی گہرائی کا پتہ چلتا ہے اور دیوبندی مسلک کے یہ مشہور مولوی آپ کی جلالت علمی کے سامنے طالب علم معلوم ہوتے ہیں —— تفصیلی جواب مزید معلومات کے ساتھ اس کتاب کے ص۲۳ پر ملاحظہ ہو۔

سنی فتویٰ کا رد

کسی نے سنی مدرسے کے مفتی سے سوال کیا کہ زید نے اپنی منکوحہ سے کہا کہ تو میرے نکاح سے باہر ہے میری بیوی نہیں رہی اور نہ میرے کام کی ہے۔ پھر اس کو گھر سے نکال دیا دو سال سے وہ اپنے میکہ میں ہے۔ تو ایسی صورت میں اس کی زوجہ نکاح میں رہی یا نہیں

؎۱ پ۳ سورۂ بقرہ آیت ۲۷۵

—— سنی مفتی نے جاہلوں کی تصدیقات سے فتویٰ لکھا کہ زید کی زوجہ کو طلاق ہوگئی۔ اور تین حیض گذرنے سے غیر حاملہ کی عدت گذر جاتی ہے۔ دوبارہ نکاح بغیر حلالہ ہو سکتا ہے۔

جب یہ فتویٰ حضرت مفتی اعظم ہند کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے تحریر فرمایا کہ سوال اگرچہ بہت گول مول تھا مگر سوال دیکھتے ہی یہ خیال ہوا کہ شوہر نے یہ الفاظ بطور انشاء نہیں کہے ہوں گے بلکہ اخبار۔ سائل سے واقعہ کی تفصیل پوچھی تو یہی معلوم ہوا کہ اس نے یہ اس لئے کہے تھے کہ عورت اس کی بے اجازت چلی گئی تھی۔ جاہلوں میں یہ غلط بات مشہور ہے کہ اگر عورت بے اجازت شوہر گھر سے قدم نکالے تو وہ نکاح سے باہر ہو جاتی ہے۔ شوہر نے اس باطل بات پر وہ کہا نہ یہ کہ اسے طلاق دینا مقصود تھا اور اس وقت طلاق دینے کے لیے یہ لفظ کہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں اصلاً طلاق نہ ہوگی۔

اور اگر یہ واقعہ نہ بھی ہوتا بلکہ بطور خود اس نے یہ الفاظ کہے ہوتے جب بھی علی الاطلاق حکم طلاق صحیح نہیں ہو تا کہ یہ کنایات ہیں اور کنایہ محتاج نیت ..... تو علی الاطلاق حکم طلاق یقیناً محض باطل — پھر حضرت نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں فقہائے کرام کی عبارتوں کو پیش فرمایا۔

حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ کے اس فتویٰ میں بھی آپ کی وسعت نظر و شان فقاہت کا جلوہ نظر آتا ہے اور ساتھ ہی یہ واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ فقہائے کرام کا یہ قول بالکل صحیح ہے من لم یعرف اهل زمانه فهو جاهل۔ یعنی جو اپنے زمانہ والوں کے احوال و اقوال کو نہ پہچانے وہ جاہل ہے — یہ فتویٰ دلائل و براہین کے ساتھ اس مجموعے کے صفحہ [illegible] پر طبع ہے۔

ایمرجنسی دور کا ایک یادگار فتویٰ

۹۶-۱۳۹۷ھ مطابق ۷۷-۱۹۷۶ء ایمرجنسی کے دور میں جب حکومت نے نسبندی کا جبری قانون نافذ کیا تو لوگوں کو پکڑ پکڑ کر زبردستی ان کی نسبندی کی جانے لگی اور گورنمنٹ کے ملازمین کو سخت تاکید کی گئی کہ خود نسبندی کراؤ اور پانچ دس آدمیوں کو پکڑ کر بھی لاؤ ورنہ تنخواہ روک دی جائے گی اور یا تو ملازمت سے نکال دیے جاؤ گے حکومت کے اس ظلم و زیادتی کے سبب پورے ملک میں کھلبلی مچ گئی۔ کانگریسی مفتی جو پہلے گھمنڈ اور [illegible] کے اشارۂ ابرو پر ہر کام کرتے رہے۔ انھوں نے حکومت سے سودا کر لیا اور نسبندی کے جائز ہونے کا فتویٰ دے دیا۔

حکومت نے اس فتویٰ کو ذریعہ بنا کر نسبندی میں اور شدت پیدا کر دی۔ گاؤں اور دیہات میں گھوم

گھوم گھوم کر نسبندی کی جانے لگی۔ جب نسبندی ٹیم کی گاڑی گاؤں میں پہونچ جاتی تو لوگ گھر چھوڑ کر بھاگ جاتے اور کھیتوں اور جنگلوں میں جا کر چھپ جاتے ـــــ علمائے حق نے جب اس پر احتجاج کیا تو حکومت سخت برہم ہو گئی اور ان میں سے بعض کو جیل میں ڈال دیا اور دوسرے علماء کی سخت نگرانی کی جانے لگی۔

ایسے وقت میں پاسبان شریعت مجاہد اہلسنت حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان حکومت کے مقابل کلمۂ حق کہنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور بڑی بے باکی سے کام لیتے ہوئے فتویٰ جاری کر دیا کہ ـــــ نسبندی حرام ہے ـــــ اور کئی وجوہ سے حرام ہے ـــــ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز کو بدلنا حرام ـــــ بے وجہ شرعی کسی نس یا عضو کا کاٹنا بھی حرام ـــــ دوسرے کے سامنے ستر غلیظ کھولنا بھی حرام ـــــ اور انسان کا خصی ہونا یا کرنا بھی حرام۔

پھر آپ نے حکومت کے خلاف لکھے گئے اس فتویٰ کو سائیکلو اسٹائل کرا کے پورے ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دیا۔ حکومت آپ کے فتویٰ کے مقابل بے بس ہو کر رہ گئی تو اس نے ضلع کلکٹر کے ذریعہ مسلح فورس کے ساتھ حق گوئی کے اس سالار اعظم کی گرفتاری کے لئے ہدایتیں جاری کر دیں۔

لیکن ایک صوبائی وزیر اور سابق اسپیکر یوپی نے مرکزی حکومت کو صورت حال سے آگاہ کیا اور کہا کہ اگر مفتی اعظم کے ہاتھوں میں ہتھکڑی پڑ گئی تو ان کے ماننے والوں کی ایک بہت بڑی تعداد سڑکوں پر نکل آئے گی اور پورا ہندوستان خون میں ڈوب جائے گا۔ اس طرح حضرت کی گرفتاری کا منصوبہ خاک میں مل گیا ـــــ نسبندی کے رد کا یہ اہم فتویٰ قرآن و حدیث اور تفسیر کے حوالوں سے مزین اس مجموعۂ فتاویٰ کے ص [illegible] پر ملاحظہ

چند اور اہم فتاوے

اس مجموعۂ فتاویٰ میں حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے بہت سے اہم فتاوے ایسے ہیں جو آپ کے تبحر علمی اور فقیہانہ بالغ نظری پر شاہد عدل ہیں۔ ہم ان میں سے یہاں چند فتاوے کی نشاندہی کرتے ہیں جن کے مطالعہ سے ہر شخص کو یہ فیصلہ ہوگا کہ حضور مفتی اعظم ہند واقعی حضرت محدث بریلوی کے صحیح جانشین اور ان کے علم کے مظہر اتم واکمل تھے۔

ایک سوال میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب سے انکار کرنے والے کی یہ دلیل پیش کی گئی کہ بحر الرائق جلد ۳ ص ۹۴ میں ہے ـــــ فی الحلیۃ وفی الخلاصۃ تزوج بشہادۃ اللہ ورسولہ لا ینعقد ویکفر لاعتقادہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعلم الغیب۔

حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے پہلے علم غیب کے ثبوت میں نو آیتیں اور گیارہ حدیثیں پیش کیں اس

کے بعد فرمایا کہ مسئلہ تو صرف اتنا تھا کہ شہادت خدا و رسول سے نکاح کرے تو یہ نکاح منعقد نہ ہوگا کہ شرط انعقاد نکاح گواہوں کا رہنا ہے حدیث میں ہے لا نکاح الا بشہود۔ اس میں جاہل نے اتنا اور اضافہ کیا کہ وہ مسلمان شخص کافر ہو جائے گا۔ ظاہر تو یہ ہے کہ یہ بعض جاہل معتزلی ہوگا اس نے اپنے مذہب کا پیوند بھی میں جوڑ دیا۔ پھر یہ تاویل علم ذاتی بعض حنفیہ نے بھی اپنی تصانیف میں نقل کر لیا۔

اس کے بعد حضرت مفتی اعظم قبلہ نے اس قول کا ضعیف ہونا فقہائے کرام کے اقوال سے ثابت کیا پھر ردالمحتار، مضمرات، خزانۃ الروایات اور معدن الحقائق کی عبارتوں کو پیش فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ شخص کافر نہ ہوگا اس لئے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علم غیب جانتے ہیں۔ اس طرح اور بھی بہت سے ائمہ کرام کے اقوال سے مسئلہ مذکور کو منقح فرمایا ـــــ یہ فتویٰ صفحہ ۱۰ سے صفحہ ۱۲ تک پھیلا ہوا ہے جو بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

اور حضرت کی خدمت میں یہ سوال پیش ہوا کہ جس نے عشا فرض جماعت سے نہیں پڑھی مگر تراویح باجماعت پڑھی۔ وہ وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وتر کی جماعت میں وہ شامل ہو جائے اگرچہ فرضوں میں شامل نہیں ہوا کیونکہ وتر کی جماعت تراویح کی جماعت کے تابع ہے اس واسطے وتر کی جماعت نہ چھوڑے (صغیری)

حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ قدس سرہ کے جواب کا ابتدائی حصہ ملاحظہ ہو ـــــ جس نے فرض باجماعت نہ پڑھے ہوں وہ وتر کی جماعت میں شامل نہ ہو کہ اس نے جماعت نہیں مگر تنہا کہ وہاں یہی نقل ہے۔ وتر کی جماعت رمضان ہی میں یا بہ تبعیت فرض ہے۔ یا بہ تبعیت رمضان۔ یا بہ تبعیت تراویح۔ اور مشہور یہی ہے کہ بہ تبعیت جماعت فرض یا بہ تبعیت جماعت تراویح ہے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ جس نے فرض جماعت سے پڑھے وہ تراویح بھی باجماعت پڑھے یا نہ پڑھے۔ اگرچہ صحیح یہی ہے کہ وہ تراویح بجماعت پڑھ سکتا ہے۔ جماعت فرض کے تابع ہے جب تو ظاہر ہے کہ اگر فرض بجماعت نہ پڑھے ہوں تو وتر بجماعت نہیں پڑھ سکتا اور بہ تبعیت رمضان ہے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ رمضان میں وتر جماعت ہی سے پڑھے بلکہ یہ کہ رمضان میں جماعت سے پڑھ سکتے ہیں۔ بہر صورت جماعت ہی سے پڑھنا اس سے کہاں نکلتا ہے۔ یونہی اگر بہ تبعیت جماعت تراویح ٹھہرائیں جب بھی ـــــ اور میں کہتا ہوں تبعیت فرض سے جماعت وتر بھی ہو نہیں نکلتی۔ رمضان کے تابع ہو تو اس کے یہی معنی ہیں کہ رمضان ہی میں وتر کی جماعت بہ تبعیت عشا یا بہ تبعیت تراویح

ہوگی۔ یہ نہیں کہ رمضان میں اس دن جماعت علی الاستقلال ہے فلہٰذا ملحق بہ احد ـــــ یہ علمی فتوای ٹھوس حوالوں کے ساتھ ص ۱۳۸ سے ص ۱۵۱ تک ۱۳ صفحات پر مشتمل ہے جو تحقیقات کا بحر ذخار ہے۔

حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی ولادت باسعادت ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء میں جمعہ کے دن بوقت صبح صادق ہوئی ـــــ اور ۹۲ سال کی عمر میں ۱۴ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ/ ۱۲ نومبر ۱۹۸۱ء کو رات میں ایک بج کر چالیس منٹ پر وصال ہوا ـــــ آپ کے حالات ص ۲۸ سے ص ۳۲ تک تعارف مصنف کے تحت ملاحظہ ہوں۔

تصنیفات و ترتیبات

حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ درس و تدریس اور ہدایت و ارشاد وغیرہ طرح طرح کی مصروفیات کے باوجود مختلف موضوعات پر تصنیفات و تالیفات کا ایک بے بہا خزانہ چھوڑ گئے ہیں۔ جو آپ کے بے پناہ علم و فضل، ذہانت و طباعی اور علمی عبقریت پر شاہد عدل ہیں۔ ان کے متعلق مولانا افتخار احمد مصباحی رقم طراز ہیں ـــــ وہ حضرت مفتی اعظم ہند ایک عظیم محقق و مصنف بھی ہیں۔ ان کی تحریر میں ان کے والد جلیل امام احمد رضا قدس سرہ کے اسلوب کی جھلک اور شوخی صاف نظر آتی ہے۔ تحقیق کا کمال بھی نظر آتا ہے اور تدقیق کا جمال بھی ـــــ فتاوی کے جزئیات پر عبور کا جلوہ بھی نظر آتا ہے اور علامہ شامی کے تفقہ کا انداز بھی ـــــ تصانیف میں امام غزالی کی تحقیق اور امام رازی کی تدقیق اور امام سیوطی کی تلاش و جستجو کی جلوہ گری نظر آتی ہے[۱]۔

حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کی جن تصنیفات و حواشی کا اب تک علم ہو سکا وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) فتاوی مصطفویہ اس کتاب کا پورا تاریخی نام ہے «الکیمۃ النبویۃ فی الفتاوی المصطفویۃ» (۱۳۲۹ھ) ـــــ یہ پہلے چھوٹے چھوٹے تین حصوں میں طبع ہوا تھا۔ اس کا پہلا حصہ ایمان و اعتقاد کے بارے میں بغیر فہرست مضامین ایک رسالہ سمیت ۲۰۰ فتاوی کا مجموعہ تھا جو ۱۴۴ صفحات پر مشتمل تھا ـــــ اور دوسرے حصہ میں بھی بغیر فہرست نماز اور احکام مسجد سے متعلق ۷۲ فتاوی کے

[۱] جہان مفتی اعظم [illegible] سے مفتی اعظم اور ان کے خلفاء ص ۔ ۔ مولانا مفتی اعظم ص ۲۱ ـــــ ایضاً ص

تھے جو ۱۲۴ صفحات پر پھیلے ہوئے تھے ـــــ اور اس کے تیسرے حصہ کا آغاز بھی طہارت و نجاست کے بقیہ مسائل سے ہوا تھا۔ اور پھر ابواب فقہ کی ترتیب پر جنائز، زکوٰۃ، روزہ، حج، نکاح و طلاق، بیوع اور وقف، اجارہ و غصب اور حظر و اباحت وغیرہ کے مسائل پر مشتمل فہرست مضامین کے ساتھ کل ۳۵۳ فتاویٰ کا گنجینہ تھا ـــ یعنی پہلے تین حصوں میں کل ۸۷۰ فتاوے تھے ـــــ اور اب یہ مجموعہ فتاویٰ مکمل فہرست کے ساتھ تین رسائل اور ۴۰۰ مسائل پر مشتمل ہے۔

جناب قربان علی صاحب حامدی بیسل پوری کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے کے تین حصوں میں ۱۳۲۹ھ سے ۱۳۵۹ھ تک کے فتاوے ہیں[1] لیکن مابعد کے کچھ فتاوے بھی اس میں شامل ہیں جیسے کہ حصہ سوم ص۸۱ کا وہ فتویٰ کہ جس میں حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے دیہات میں بنام جمعہ دو رکعت پڑھنے والوں کو ظہر فرض باجماعت پڑھنے کا حکم فرمایا ہے ـــــ اس لئے کہ اس فتویٰ کے سوال میں حضرت مفتی افضل حسین صاحب مونگیری علیہ الرحمہ کے بریلی دارالافتاء سے لکھے گئے فتویٰ کا ذکر ہے اور وہ ان دنوں بریلی شریف موجود ہی نہیں تھے۔

حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے فتاوے بے شمار قرآنی دلائل، احادیث شریفہ کے بے بہا شواہد اور فقہائے عظام و ائمہ کرام کی عبارتوں کے حوالہ جات سے مالامال ہیں۔ بعض فتاویٰ میں حضرت نے سیر حاصل بحث فرما کر کلام کو انتہا تک پہونچا دیا ہے۔ اور کچھ فتاوے اگرچہ مختصر ہیں مگر وہ بھی بہت جامع ہیں جو آپ کے فقہی تبحر پر شاہد عدل ہیں۔

(۲) اشد العذاب علی عابد الخناس (۱۳۲۹ھ) ـــــ مولوی قاسم نانوتوی (جن کو دارالعلوم دیوبند کا بانی جھوٹ مشہور کیا گیا ہے[2]) اس رسالہ میں ان کی تصنیف "تحذیر الناس" کا رد بلیغ ہے۔

(۳) وقعات السنان فی حلق المسماۃ بسط البنان (۱۳۳۰ھ) ـــــ یہ کتاب ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں مولوی اشرف علی تھانوی کی تصنیف بسط البنان اور مولوی قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس پر بھرپور تنقید کی گئی ہے۔ پھر اس کے اندر تھانوی صاحب اور ان کے ہم خیال لوگوں سے ۱۳۲ سوالات کئے گئے ہیں۔ جو بذریعہ رجسٹری تھانوی صاحب کے پاس بھیجے گئے۔ جن کے جوابات سے وہ پوری زندگی عاجز رہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ان کی پوری جماعت قیامت تک عاجز رہے گی۔

(۴) الرمح الدیانی علی راس الوسواس الشیطانی (۱۳۳۱ھ) ـــــ یہ رسالہ گویا حسام الحرمین کا خلاصہ

[1] مرتب فتاویٰ مصطفویہ حصہ سوم ص [illegible] ۔ [2] ملاحظہ ہو ڈاکٹر [illegible] کی تصنیف "دارالعلوم دیوبند کا بانی کون" [illegible]

دیکھا ہے۔ اس میں تفسیر نعمانی کے مؤلف پر حکم کفر وارتداد ہے۔ اعلیٰ حضرت اور حضرت صدر الشریعہ علیہما الرحمۃ والرضوان وغیرہما کی اس کتاب پر تصدیقات ہیں۔

۵ التکرمہ علی مراٰۃ کلکتہ (۱۳۳۲ھ) ــــ یہ رسالہ مسئلہ اذان سے متعلق ہے جو ۸ صفحات پر مشتمل ہے اس میں حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ نے بیان فرمایا ہے کہ اذان حدود مسجد یا فنائے مسجد میں ہو۔ داخل مسجد مکروہ و ممنوع ہے۔ یہی ائمہ کرام کی تصریحات ہیں۔ اور یہی حدیث شریف سے ثابت ہے۔ حدود مسجد میں مسجد کی دیواریں لکھیں العدود داخل ہیں۔ اس رسالہ میں حضرت نے ائمہ علام کی دس تصریحات پیش کی ہیں اور ان کی روشنی میں اذان سے متعلق علمائے کلکتہ کے شبہہ کو دور فرمایا ہے۔

۶ صلیم الدیان لتقطیع حبالۃ الشیطان (۱۳۳۲ھ) ــــ مولوی عبد الغفار خاں رام پوری نے اپنی کتاب انتصار المجتہدین میں مسئلہ اذان سے متعلق سوکتابوں کا جھوٹا نام دے کر مسلمانوں کو دھوکا و فریب میں ڈالا تھا۔ یہ رسالہ اسی کتاب کا پہلا رد ہے۔ حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ نے اس میں مسئلہ اذان کو اپنی تحقیق و تدقیق سے ثابت کیا اور مولوی مذکور کے جھوٹ سے مسلمانوں کو آگاہ فرمایا۔

۷ سیف القہار علی عبد الکفار (۱۳۳۲ھ) ــــ یہ کتاب انتصار المجتہدین کا دوسرا رد ہے۔ مولوی عبد الغفار خاں رام پوری نے بریلی شریف کے ایک مطبوعہ فتاویٰ پر کمال نا فہمی کی۔ اس رسالہ میں اس کی پردہ دری کی گئی ہے۔

۸ نفی العار من معائب المولوی عبد الغفار (۱۳۳۲ھ) ــــ یہ رسالہ ۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں جمعہ کی اذان ثانی سے متعلق مولوی عبد الغفار خاں رام پوری کی تیسری تحریر کا حضرت مفتی اعظم قدس سرہ نے مدلل رد فرمایا ہے جس میں قاضی عطاء اللہ صاحب بنگل پوری اور مولوی سید ظہیر حسن صاحب الہ آبادی کی تحریریں بھی کچھ شامل ہیں۔

۹ مقتل کذب وکید (۱۳۳۲ھ) ــــ یہ رسالہ ۲۷ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس میں بھی مسئلہ اذان کے متعلق مولوی عبد الغفار رام پوری کی تحریر کا رد ہے۔

۱۰ مقتل اکذب واجہل (۱۳۳۲ھ) ــــ یہ رسالہ بھی مسئلہ اذان سے متعلق ہے جو ۲۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان نے مولوی عبد الغفار خاں رام پوری کی پانچویں تحریر کا رد فرمایا ہے۔ اور مولوی صاحب رام پوری کی اس تحریر کو پہلی تحریروں سے بھی زیادہ اکذب واجہل ہونا

اظہر من الشمس کردیا ہے۔

(۱۱) ادخال السنان الی الحنک الحلقی بسط البنان (۱۳۳۲ھ) ــــ یہ کتاب ۸۸ صفحات پر مشتمل ہے جو حفظ الایمان کی کفری عبارت کی صفائی میں لکھے گئے رسالہ بسط البنان کا دوسرا رد و جواب ہے۔ اس کے متعلق خود حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں ــــ اس میں تھانوی صاحب سے ایک سو ساٹھ قاہر سوال نہیں بلکہ سوالیہ پر ایک سو ساٹھ جبال ہیں۔ چھ سال ہوئے کہ تھانوی صاحب کے یہاں رجسٹری شدہ گیا ہے اور آج تک بحمداللہ لاجواب ہے۔

(۱۲) وقایۃ اہل السنۃ عن مکر دیوبند والفتنۃ (۱۳۳۲ھ) ــــ یہ رسالہ ۸۲ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ جمعہ میں اذان ثانی کے متعلق کسی کانپوری دیوبندی نے ایک کتاب لکھی تھی۔ اس میں اس کی جہالتوں اور سفاہتوں کا دو حصوں میں رد ہے ــــ پہلے حصہ میں حضرت مفتی اعظم قدس سرہ نے اپنے سنی بھائیوں سے گزارش کی ہے کہ وہ ہر بددین گمراہ سے دور رہیں اور ان کو اپنا دینی دشمن سمجھیں۔

(۱۳) الہی ضرب بہ اہل الحرب (۱۳۳۲ھ) ــــ یہ رد کا دوسرا حصہ ہے جو وقایۃ اہل السنۃ کے ساتھ ہے اور اس کے [illegible] سے شروع ہوتا ہے۔ اس میں حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ قدس سرہ نے دیوبندیوں پر قہر کی بارش کی ہے اور کانپوری مجیب کا بھرپور رد بلیغ فرمایا ہے۔

(۱۴) الموت الاحمر علی کل انجس الاکفر (۱۳۳۷ھ) ــــ بقول نائب مفتی اعظم ہند شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی اس کا دوسرا نام "جستار دیدہ دیوبند بجواری دیوبندہ" ہے۔[1] ــــ یہ کتاب ۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں دیوبند کے مسلک پر بھرپور تنقید و تبصرہ کیا گیا ہے اور حق کی حقانیت کو خوب واضح کیا گیا ہے۔ اور مذہب دیوبندیہ پر ٹھوس اعتراضات اور مضبوط سوالات کیے گئے ہیں۔ اس کے اندر کل باسٹھ سوالات و مواخذات ہیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کی تفسیقی تکفیری بحثیں بھی نہایت تحقیق سے پیش کی گئی ہیں۔

(۱۵) الملفوظ چار حصے (۱۳۳۸ھ) ــــ یہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ عنہ ربہ القوی کے علوم و معارف کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہے جو ان کے ارشادات و ہدایات اور کلمات طیبات پر مشتمل ہے۔ یہ اعلیٰ حضرت کی تصنیف نہیں بلکہ ان کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے علم و حکمت کے جواہر پارے ہیں جنہیں حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ نے جمع فرما کر شائع کیا۔

[1] انوار مفتی اعظم ص

(١٦) القول العجیب فی جواز التثویب (١٣٣٩ھ) ـــ یہ رسالہ اذان کے بعد صلاۃ وسلام پکارنے کے متعلق چند فتاوے کا مجموعہ ہے۔ جو حجم کے اعتبار سے تو بہت چھوٹا ہے کہ صرف ١٢ صفحات پر مشتمل ہے لیکن مفاہیم ومعانی کے لحاظ سے نہایت ہی جامع ہے۔

(١٧) الطاری الداری لہفوات عبد الباری (١٣٣٩ھ) ـــ یہ کتاب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی اور مولانا عبد الباری فرنگی محلی لکھنوی کے درمیان ہونے والی جملہ مراسلت کا مجموعہ ہے۔ اعلیٰ حضرت نے مولانا موصوف کے غلط نظریۂ سیاست کے متعلق ٢٢ خطوط لکھے اور انھوں نے جواب میں ٢١ ـــ حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ نے ان سارے خطوط کو اس کتاب میں جمع فرما کر ١٣٣٩ھ/١٩٢١ء میں حسنی پریس بریلی شریف سے تین حصوں میں شائع کیا ـــ اور ١٤٢٠ھ/١٩٩٩ء میں شاہ پیر محمد احمد صاحب قادری کی ترتیب جدید اور ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نقشبندی کی تحقیقات وتعلیقات کے ساتھ لاہور سے ایک جلد میں طبع ہوئی جو ٣٦٩ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔

(١٨) طرق الہدیٰ والارشاد الی احکام الامارۃ والجہاد (١٣٤١ھ) ـــ اس رسالہ میں جہاد، خلافت، ترک موالات، نان کوآپریشن اور قربانی گاؤ وغیرہ کے متعلق چھ سوالات کے جوابات ہیں۔ اس میں مصنف نے ساتھ کتاب تذکرۃ الرشید کے وہ حصے بھی جو انگریزوں کی تعریف اور مسلمانوں کی توہین میں لکھے گئے ہیں درج ہیں ـــ اور اس پر حضرت علامہ ابو الاشرف محمد شرف الدین اشرف المہاکسی کا ایمان افروز ١٣ صفحات پر مشتمل پیش لفظ ہے ـــ آخر میں حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی صاحب اعظمی، حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی، شیر بیشۂ اہلسنت حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب لکھنوی، حضرت مولانا مفتی سید اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی مارہروی اور حضرت مولانا حسنین رضا قادری نوری بریلوی وغیرہ جلیل القدر مفتیان کرام وعلماے عظام علیہم الرحمۃ والرضوان کی تصدیقات ہیں ـــ یہ رسالہ اس مجموعۂ فتاویٰ کے ص٣٥٥ سے ص٤٦٢ تک پھیلا ہوا ہے۔

(١٩) فصل الخلافۃ ـــ یہ رسالہ ١٣٤١ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اس کا لقب سوراج در سوراج ہے۔ اس رسالہ میں مسئلہ خلافت اور ترکوں کے ہاتھوں ختم خلافت پر بحث کی گئی ہے۔

(٢٠) حجۃ واہرہ بوجوب الحجۃ الحاضرۃ (١٣٤٢ھ) ـــ یہ رسالہ ٢٠ صفحات پر مشتمل ہے۔ بعض لیڈروں نے حج بیت اللہ سے روکنے کی کوشش کی تھی جس کی وجہ انھوں نے یہ بتائی تھی کہ شریف مکہ ظالم ہے اور اس

کے مقام پر واسطے جیسے ہیں۔ اور اس وقت علمائے حج کی ممانعت فرمائی تھی۔ لہٰذا اس وقت بھی اس کی ممانعت ہونی چاہئے ـــــ حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ نے اس رسالہ میں اس کا رد بلیغ فرمایا۔ اور حج فرض ہونے کے بعد فوراً اس کی ادائگی واجب ہے۔ اس کو واضح دلائل سے ثابت فرمایا۔

(۲۱) القسورۃ علی ادوار الحمر الکفرۃ (۱۳۴۳ھ) ـــــ اس کا تقیی نام سفر کی دریت کفر ہے۔ جس سے ۱۹۲۵ء کا عدد نکلتا ہے ـــــ اور عرفی نام "سیف ایبار علی کفر زمیندار" ہے ـــــ اس میں حضرت مفتی اعظم قبلہ قدس سرہٗ نے اخبار زمیندار میں شائع ہونے والے مندرجہ ذیل تین کفری اشعار کا رد بلیغ فرمایا ہے۔

یہی کچھ ہے اس پیندا کا چلا نہیں تب ایو	مگر ہم اس بت کا فر کو رام کر لیں گے
بجائے کعبہ خدا آج کل ہے لندن میں	وہیں پہنچ کے ہم اس سے کلام کر لیں گے
جو مولوی منہ لگا تو مالوی ہی سہی	خدا خدا نہ سہی رام رام کر لیں گے

اس رسالہ پر تمہید حضرت مولانا سید ابو البرکات سید احمد رضوی صدر انجمن حزب الاحناف لاہور کی ہے۔ جو بڑی اہمیت کی حامل ہے ـــــ اس فتویٰ پر حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی صاحب اعظمی حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی حضرت شیر بیشۂ سنت مولانا محمد حشمت علی صاحب لکھنوی اور حضرت مولانا مفتی تقدس علی صاحب رضوی بریلوی وغیرہ ۱۹ اکابر اہلسنت کی تصدیقات ہیں ـــــ اور حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ کی تائید میں حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب صدر المدرسین شمس العلوم بدایوں حضرت مولانا مفتی اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی سجادہ نشین آستانہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ حضرت مولانا مفتی عبد الکریم صاحب درس السنوی المفتی منفی کراچی اور حضرت مولانا مفتی محمد ریحان حسین صاحب مدرس ارشاد العلوم رام پور کے فتاوے بھی علمائے اہلسنت کی تصدیقات کے ساتھ آخر میں شامل ہیں ـــــ

ـــــ یہ رسالہ اس مجموعۂ فتاوی میں ص۱۸۹ سے ص۲۳۶ تک پھیلا ہوا ہے۔

(۲۲) سامانِ بخشش (۱۳۴۷ھ) عرف گلستانِ نعت نوری (۱۳۵۴ھ) ـــــ یہ حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ قدس سرہٗ کا نعتیہ دیوان ہے۔ جو ۲۲۴ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس میں حمد باری تعالیٰ اور نعت و مناقب کے ساتھ غزل و رباعیات بھی ہیں۔ آپ کی شاعری میں جگہ جگہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ عنہ ربہ القوی کی شاعری کا بھرپور عکس نظر آتا ہے ـــــ یہ دیوان ۱۳۴۷ھ سے ۱۳۵۴ھ کے درمیان مکمل ہوا اس لئے حضرت نے دونوں سنوں کے حساب سے اس کا دو نام رکھا۔

(٢٣) طرد الشیطان (عمدۃ البیان) ـــــ اس کے متعلق جناب ڈاکٹر عبد النعیم صاحب عزیزی رقم طراز ہیں کہ نجدی حکومت نے (حاجیوں پر) جو ٹیکس لگایا تھا اس کے رد میں حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ نے یہ رسالہ تحریر فرمایا۔

(٢٤) مسائل سماع ـــــ یہ رسالہ ٢٢ صفحات پر چھپا ہوا ہے جس میں محفل سماع و سرود، راگ و رقص اور مزامیر و معازف سے متعلق پہلا جواب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی نے نہایت جامع اور مفصل طور پر تحریر فرمایا ہے جو ١٩ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور دوسرا جواب حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا ہے جو ٣ صفحات پر چھپا ہوا ہے۔

(٢٥) مسلک مرادآباد پر معترضانہ ریمارک ـــــ حضرت مولانا سید شاہد علی صاحب رام پوری رقم طراز ہیں کہ صولت لائبریری رام پور کی فہرست مطبوعات اردو (مناظرہ و فرق) کے ص ٣٢ سطر ١١ میں اس کتاب کو حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ کی تصنیف تحریر کیا ہے۔ اندراج ٢٩٠ ہے۔ مگر کتاب طلب کرنے پر نہ مل سکی۔

(٢٦) نہایۃ السنان (١٣٣٢ھ) ـــــ یہ مولوی اشرف علی تھانوی کے رسالہ بسط البنان کا تیسرا رد ہے۔ ادخال السنان کے آخر میں ٹائٹل پر اس رسالہ کا اعلان ہے۔

(٢٧) شفاء العی فی جواب سوال بمبئی ـــــ اس رسالہ میں۔ کیا تنہا آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ پر عمل ممکن ہے؟ اور کیا اجماع امت و قیاس مجتہدین اصول مذہب سے ہیں؟ اگر ہیں تو ان کے منکرین کا حکم کیا ہے؟ اور کیا کتب فقہ کے احکام کی تعمیل کے بغیر اسلام کامل ہو سکتا ہے؟ اور کیا اہل قرآن و اہل حدیث اہل سنت و جماعت سے ہیں؟ اس طرح کے بمبئی سے آئے ہوئے چند سوالوں کے ایک استفتاء کا جواب ہے۔ جو اس مجموعۂ فتاویٰ کے ص ٥٣ سے ص ٨٣ تک چھپا ہوا ہے۔

(٢٨) الکاوی فی العاوی والغاوی ١٣٣٠ھ (٢٩) القثم القاصم للداسم القاسم ١٣٣٠ھ (٣٠) نور الفرقان بین جند الالٰہ و احزاب الشیطان ١٣٣٠ھ (٣١) تنویر الحجہ بالتواء الحجہ (٣٢) وہابیہ کی تقیہ بازی (٣٣) الحجۃ الباہرہ (٣٤) نور العرفان (٣٥) داڑھی کا مسئلہ۔

یہ آٹھ رسالے حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصنیفات میں شمار کئے گئے ہیں مگر راقم الحروف کو ان کے متعلق کچھ تعارف حاصل نہ ہو سکا۔

حواشی

(۳۶) کشف ضلال دیوبند (حواشی وتکمیلات الاستمداد۔ ۱۳۳۷ھ) ـــــ یہ کتاب ۱۸۲ صفحات میں ہے جو کہ ۱۴۰ اشعار پر مشتمل اردو میں ایک قصیدہ ہے جسے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی نے نظم فرمایا ہے ـــــ ان اشعار پر حواشی اور ان کی شرح حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے تحریر فرمایا ہے۔

(۳۷) حاشیہ فتاوی رضویہ جلد اول ـــــ حضرت مولانا مفتی محمد اعظم صاحب رضوی شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف کی روایت کے مطابق یہ حاشیہ حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان ہی کا تحریر فرمودہ ہے۔

(۳۸) حاشیہ فتاوی رضویہ جلد پنجم ـــــ یہ ترتیب جدید کے لحاظ سے ہے۔ اور سابق ترتیب کے اعتبار سے یہ جلد چہارم کا حاشیہ ہے اس لئے کہ موجودہ جلد پنجم کے صفحہ ۳ پر اول تحریر ہے۔ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ کی ۱۲ مجلدات سے کتاب النکاح کا حصہ چہارم تصحیح واضافہ فوائد از فقیر ابو البرکات محی الدین جیلانی آل الرحمن محمد مصطفےٰ رضا قادری برکاتی نوری رضوی نورہ اللہ بالنور الصوری والمعنوی وحقق املہ اصلح عملہ۔

نوٹ۔ بعض لوگوں نے فتاوی رضویہ جلد دوم کی ترتیب حضرت مفتی اعظم کی طرف منسوب کی ہے مگر وہ صحیح نہیں۔ شارح بخاری فقیہ عصر حضرت مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی تحریر فرماتے ہیں ـــــ کسی نے فتاوی رضویہ جلد دوم کی ترتیب بھی حضرت مفتی اعظم ہند کی طرف منسوب کر دی جبکہ یہ کام حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کا ہے۔ حضرت صدر الشریعہ نے خود مجھ سے بیان فرمایا کہ جب میں اجمیر جانے لگا تو جو کاغذ مطبع اہلسنت میں موجود تھا میں نے جلدی جلدی فتاوی رضویہ جلد دوم کو مرتب کیا اور چھپوا دیا۔ عجلت میں نہ فہرست بنا سکا اور نہ فوائد لکھ سکا۔ تکمیل رہ گیا جسے حضرت جیلانی میاں نے چھپوا کر اس کے ساتھ لگوا دیا۔

(۳۹) حاشیہ تفسیر احمدی ـــــ (۴۰) حاشیہ فتاوی عزیزیہ ـــــ بقول حضرت مفتی محمد اعظم صاحب رضوی شیخ الحدیث منظر اسلام یہ دونوں حاشیے رضوی دار الافتاء بریلی میں قلمی موجود ہیں۔

نوٹ۔ تصنیفات وحواشی کے یہ تعارف کتاب مفتی اعظم ہند وان کے خلفا اور انوار مفتی اعظم سے

ماخوذ ہیں۔ انوار مفتی اعظم ص ۲۷۶

ماخوذ ہیں۔

محترم جناب قربان علی صاحب حامدی بیسل پوری اور جناب مولانا ڈاکٹر فیضان علی صاحب کی کوشش سے جب فتاویٰ مصطفویہ حصہ اول و دوم مکتبۃ الرضا بیسل پور ضلع پیلی بھیت سے پہلی بار طبع ہو کر منظر عام پر آئے تو انہیں دیکھ کر بے انتہا افسوس اور بے پایاں رنج ہوا کہ حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے خلفاء اور ان کے مریدین و معتقدین نے ان کی جواہر پاروں کے ساتھ کتنی بے اعتنائی اور بے پرواہی سے کام لیا ہے ورنہ یہ فتاوے اتنی خراب کتابت، غیر معیاری طباعت اور معمولی کاغذ پر نہ طبع ہوتے۔ انہیں دیکھ کر بھی حضور کے مالدار مریدوں کو غیرت نہیں آئی یہاں تک کہ تیسرا حصہ بھی پہلے دو حصوں کی طرح انہیں مجبوراً خراب ہی چھپوانا پڑا۔ جنہیں کسی کو دکھاتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے کہ یہ حضور مفتی اعظم ہند کے فتاوے ہیں۔

اس لئے میری بہت دنوں سے تمنا تھی کہ حضرت کے فتاوے ان کی شان کے لائق اچھی کتابت اور معیاری طباعت کے ساتھ عمدہ کاغذ پر طبع ہو جائیں۔ اس سلسلے میں ہم نے کئی لوگوں سے کوششیں کیں یہاں تک کہ حضرت مفتی اعظم قبلہ کے ایسے مالدار مریدوں پر بھی ڈورا ڈالا جو اپنے آپ کو حضرت کا بہت بڑا شیدائی و فدائی ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن ان میں کوئی بھی فتاوی مصطفویہ چھپوانے کے لئے تیار نہ ہوا۔

یہ بہت بڑے افسوس کی بات ہے کہ حضرت مفتی اعظم قبلہ کے عرس میں کھانے پینے اور اسٹیج کی سجاوٹ وغیرہ پر چالیس پچاس ہزار بلکہ لاکھ دو لاکھ تک خرچ کر دینا ان کے مریدین کے لئے کوئی بڑی بات نہیں۔ لیکن جب حضرت کی کوئی تصنیف چھپوانے کے لئے ان سے کہا جاتا ہے تو یہ بات ان کے حلق سے نہیں اترتی۔

فتاوی مصطفویہ کو اچھے طور پر چھپوانے کے لئے رضا اکیڈمی ممبئی کے فعال و متحرک سکریٹری جناب الحاج محمد سعید صاحب نوری سے بھی ہم نے کہا مگر جب ان کی طرف سے بھی خاموشی رہی تو ہمیں سخت حیرت ہوئی کہ وہ رضا اکیڈمی کی طرف سے بہت سی کتابیں چھپوا کر مفت بھی تقسیم کرتے رہتے ہیں تو اپنے پیر و مرشد کے فتاوے چھپوانے کے لئے کیوں نہیں تیار ہوئے۔ یہاں تک کہ مجھے ان سے ایک طرح کا ملال ہو گیا۔

پھر جب ۲ شوال ۱۴۲۰ھ ۲۰۰۰ء کو رضا اکیڈمی کی جانب سے امام احمد رضا ایوارڈ لینے کے لئے ہم ممبئی گئے تو فتاوی مصطفویہ نہ چھپوانے کی وجہ ان سے دریافت کی۔ انہوں نے کہا کہ فلاں مفتی صاحب کا مشورہ ہے کہ اس کتاب کی ساری عربی عبارتوں کا اردو ترجمہ ہو جائے اس کے بعد طبع ہو۔ ہم نے کہا جس

طرح فتاوی رضویہ کی ساری جلدیں پہلے اپنی اصل حالت پر چھپ گئیں اور اب وہ عربی عبارتوں کے اردو ترجمہ کے ساتھ طبع ہو رہی ہیں۔ اسی طرح اصل فتاوی مصطفویہ آپ ترتیب جدید کے ساتھ الگ چھپوا دیں۔ پھر بعد میں ان کی عربی عبارتوں کا ترجمہ ہوتا رہے گا۔

بحمدہ تعالیٰ یہ بات ان کی سمجھ میں آ گئی۔ انھوں نے کہا اس کے چھپوانے پر تو ہم پیسے خرچ کر سکتے ہیں لیکن ہم کوئی علمی کام نہیں کر سکتے۔ اس کے جواب میں ہم نے کہا کہ ترتیب جدید اور اس کی کتابت کی تصحیح وغیرہ کا سارا کام مرکز تربیت افتا اوجھاگنج سے فی سبیل اللہ ہو جائے گا۔

واپسی میں اس کے تینوں حصے وہ ہمیں اسٹیشن پر دے گئے۔ وطن پہنچ کر دار الافتا امجدیہ کے بہت ضروری کاموں سے فارغ ہو کر کتابت کی غلطیاں صحیح کرنے کے لئے ہم نے اس کو بغور پڑھنا شروع کر دیا۔ ۷ ذوالقعدہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۶ مارچ ۱۹۹۸ء بروز جمعہ دن میں ۱۰ بجے اس کا کچھ مطالعہ کرنے کے بعد ہم سو رہے تھے تو خواب دیکھا کہ حضور مفتی اعظم قبلہ قدس سرہ دار الافتا امجدیہ اوجھاگنج میں تشریف لائے ہیں اور بہت خوش ہیں۔

جب خواب سے بیدار ہوئے تو اس کی مسرت افزا کیفیت سے ہم شرابور تھے۔ خواب کی تعبیر بالکل ظاہر ہے کہ حضرت ہمارے اس کام سے بہت مسرور ہیں اور وہ بھی چاہتے ہیں کہ ہمارے فتاوے نئی آن بان کے ساتھ طبع ہو جائیں۔

اس مبارک خواب نے ہمارے کام میں تیزی پیدا کر دی۔ کتابت پرانے انداز کی تھی ہم نے جدید طرز کے طور پر جگہ جگہ اس میں پیرا بندی کی۔ عزیزم مولانا مفتی محمد ابرار احمد امجدی نے ہماری نگرانی میں تخریج ترتیب سے اس کو آراستہ کیا۔ اور آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، اقوال فقہا اور افکار ائمہ کو بڑی محنت و جانفشانی کے ساتھ حوالوں سے مزین کیا۔ اس کام کے لئے علیمیہ لائبریری جمدا شاہی کا دو بار انھیں سفر بھی کرنا پڑا۔ ہم نے اس کی فہرست تیار کی اور کاتب کا مکان چونکہ اوجھاگنج سے دور ہے اس لئے بار بار وہاں جانے آنے کی دشواریوں اور طرح طرح کی پریشانیوں سے گزرنے کے بعد اس کی کتابت مکمل ہوئی۔ پھر الحاج محمد سعید صاحب نوری کے اہتمام اور رضا اکیڈمی بمبئی کے خرچ سے طبع ہو کر یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں آئی۔

کتابت مکمل ہونے کے بعد جو فتاوے موصول ہوئے وہ ضمیمہ کے تحت اس مجموعہ میں شامل

کئے گئے ہیں اور عبادیات کے صفحات اصل کتاب سے الگ کر دیئے گئے ہیں تاکہ ضرورت پر ان میں بآسانی حذف و اضافہ کیا جاسکے ــــــ پرانی طباعت اور نئی کتابت کے اغلاط کی تصحیح کے لئے پوری کتاب تین بار پڑھی گئی۔ پھر بھی اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو تو آگاہ کیا جائے۔ آئندہ اڈیشن میں اسے صحیح کر دیا جائے گا۔

جناب صوفی قربان علی صاحب حامدی اور جناب مولانا ڈاکٹر فیضان علی صاحب بیسل پوری کی جن کی کوششوں سے حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ کے کچھ فتاوے کتابی شکل میں شائع ہوئے۔ اور وہ تمام حضرات کہ جنھوں نے فتاویٰ مصطفویہ کی ترتیب قدیم و جدید میں کسی طرح کا بھی تعاون پیش کیا۔ خدائے عزوجل ان سب کو اجر جزیل و جزائے جلیل سے سرفراز فرمائے۔ اور رضا اکیڈمی بمبئی کے بانی الحاج محمد سعید صاحب نوری اور اس کے جملہ اراکین و معاونین کی ساری دینی و ملی خدمات کو شرف قبول عطا فرمائے اور انھیں حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی ساری تصنیفات کو زیادہ سے زیادہ شائع کرنے کی توفیق رفیق بخشے۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین۔

جلال الدین احمد امجدی
۲۳ر ذوالحجہ سنہ ۱۴۲۰ھ
۲۹ر مارچ سنہ ۲۰۰۰ء

تعارفِ مصنّف

از حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خاں صاحب رضوی
صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولادت مرجع العلماء والفقہاء سیدی حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب قدس نور اللہ مرقدہٗ کی ولادت باسعادت ۲۲ ذوالحجہ ۱۳۱۰ھ بروز جمعہ صبح صادق کے وقت بریلی شریف میں ہوئی۔

پیدائشی نام محمد عرف مصطفےٰ رضا ہے۔ مرشد برحق حضرت شاہ ابو الحسین نوری قدس سرہٗ نے آلِ الرحمٰن ابو البرکات نام تجویز فرمایا اور چھ ماہ کی عمر میں بریلی شریف تشریف لاکر جملہ سلاسل عالیہ کی اجازت و خلافت عطا فرمائی اور امام احمد رضا قدس سرہٗ کو یہ بشارت عظمیٰ سنائی کہ یہ بچہ دین و ملت کی بڑی خدمت کرے گا اور مخلوقِ خدا کو اس کی ذات سے بہت فیض پہونچے گا۔ یہ بچہ ولی ہے۔

حصولِ علم سنِ شعور کی منزل طے کرنے کے بعد آپ کی تعلیم کا باقاعدہ آغاز ہوا اور آپ نے جملہ علوم و فنون اپنے والد ماجد سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ، برادر اکبر حجۃ الاسلام حضرت علامہ شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان، استاذ الاساتذہ علامہ شاہ رحم الٰہی منگلوری، شیخ العلماء علامہ شاہ سید بشیر احمد علی گڑھی، شمس العلماء علامہ ظہور الحسین فاروقی رامپوری سے حاصل کئے اور ۱۸ سال کی عمر میں تقریباً چالیس علوم و فنون حاصل کرکے سندِ فراغت حاصل کی۔

تدریس فراغت کے بعد جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف ہی میں مسندِ درس و تدریس کو رونق بخشی۔ تقریباً تیس سال تک علم و حکمت کے دریا بہائے۔ برصغیر پاک و ہند کی اکثر درسگاہیں آپ کے تلامذہ و مستفیدین سے مالامال ہیں۔

تلامذہ

بعض مشہور تلامذہ کرام کے اسماء اس طرح ہیں جو بجائے خود استاذ الاساتذہ شمار کئے جاتے ہیں۔
(۱) شیر بیشۂ اہلسنت حضرت علامہ محمد حشمت علی خاں صاحب قبلہ قدس سرہٗ (۲) محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان (۳) فقیہ عصر مولانا مفتی محمد اعجاز ولی خاں صاحب بریلی شریف علیہ الرحمۃ والرضوان (۴) فقیہ عصر شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی دامت برکاتہم۔

مستفیدین اور درس افتاء کے تلامذہ کی فہرست نہایت طویل ہے جن کے احاطہ کی اس مختصر میں گنجائش نہیں، صرف اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ آسمان افتاء کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکنے والے مفتیان عظام اسی عبقری شخصیت کے خوان کرم کے خوشہ چیں رہے ہیں جس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند کو افتاء جیسے وسیع و عظیم فن میں ایسا تبحر اور ید طولیٰ حاصل تھا کہ ان کے دامن فضل و کرم سے وابستہ ہو کر ذرے ماہتاب بن گئے۔

درس افتاء

فن افتاء کی مثالی تعلیم کا نمونہ خود تلامذہ کی زبانی سنئے۔ نائب مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں۔

میں گیارہ سال تین ماہ خدمت میں رہا۔ اس مدت میں چوبیس ہزار مسائل لکھے جن میں کم از کم دس ہزار وہ ہیں جن پر حضور مفتی اعظم کی تصحیح و تصدیق ہے۔ میں گھسا پٹا نہیں، بہت سوچ سمجھ کر جانچ تول کر مسئلہ لکھتا مگر واہ رے مفتی اعظم اگر ذرا بھی غلطی ہے یا کوئی پہلو باقی رہ گیا ہے یا تعبیر غیر مناسب ہے یا سوال کے ماحول کے **مطابق جواب نہیں ہوا یا کہیں سے کسی فتنے کا اندیشہ ہے تو فوراً اس پر تنبیہ فرما دیتے۔**
اصلاح و تنقید آسان ہے مگر اصلاح دشوار ہے مگر سرکار مفتی اعظم کا ذہن اور علم ایسا جوان تھا کہ تنقید کے بعد فوراً اصلاح فرما دیتے اور ایسی اصلاح کہ پھر قلم توڑ کر رہ جانا پڑتا، بارہا ایسا ہوتا کہ حکم کی تائید میں کوئی عبارت نہ ملتی تو میں اپنی صواب دید سے حکم لکھ دیتا۔ کبھی دوسری کتابوں کی عبارت سے تائید لاتا مگر مفتی اعظم ان کتابوں کی عبارتیں جو دارالافتاء میں نہیں تھیں زبانی لکھوا دیتے، میں حیران رہ جاتا کہ اس عمر میں کسی کتاب کا مطالعہ کرتے نہیں دیکھا، یہ عبارتیں زبانی کیسے یاد ہیں۔
مفتی محمد مطیع الرحمن صاحب پورنوی رقمطراز ہیں۔

آپ درس افتاء میں محض نفس حکم سے آگاہ نہیں فرماتے بلکہ اس کے ماحول اور ما علیہ کے تمام نشیب و فراز ذہن نشین کراتے، پہلے آیات و احادیث سے استدلال فرماتے پھر اصول فقہ سے اس کی تائید دکھاتے اور پھر قواعد کلیہ کی روشنی میں اس کا جائزہ لے کر کتب فقہ سے جزئیات پیش فرماتے پھر مزید طلبہ ان کے لئے فتاویٰ رضویہ سے

امام احمد رضا کا ارشاد نقل فرماتے۔ وغیرہ وغیرہ

یہ اقتباس آپ کی شانِ تفقاہت اور کمالِ تبحر کا بین ثبوت اور اس بات کا روشن بیان ہے کہ آپ مفتی ہی نہیں بلکہ مفتی ساز اور فقیہ ہی نہیں بلکہ فقیہ النفس تھے۔

مجاہدانہ زندگی آپ کی ۹۲ سالہ حیات مبارکہ میں زندگی کے مختلف موڑ آئے کبھی شدھی تحریک کا قلع قمع کرنے کے لئے جماعت رضائے مصطفے کی صدارت فرمائی اور باطل پرستوں سے نبرد آزمائی کے لئے سر سے کفن باندھ کر میدان کارزار میں کود پڑے۔ لاکھوں انسانوں کو کلمہ پڑھایا اور بے شمار مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت فرمائی۔ قیام پاکستان کے نعرے اور خلافت کمیٹی کی آوازیں بھی آپ کے دور میں اٹھیں اور ہزاروں شخصیات اس سے متاثر ہوئیں۔ نس بندی کا طوفان بالخیر آپ کے آخری دور میں رونما ہوا اور بڑے بڑے ثابت قدم متزلزل ہو گئے لیکن ہر دور میں آپ استقامت فی الدین کا جبل عظیم بن کر ان حوادث زمانہ کا مقابلہ خندہ پیشانی سے فرماتے رہے۔

وصال ۱۴ محرم ۱۴۰۲ھ کا دن گذار کر شب کو ایک بج کر چالیس منٹ پر واصل بحق ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

فتویٰ نویسی کی مدت آپ کے خاندان کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ تقریباً ڈیڑھ سو سال سے فتویٰ نویسی کا گراں قدر فریضہ انجام دے رہا ہے۔ ۱۲۴۶ھ میں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے جد امجد امام العلماء حضرت مفتی رضا علی خان صاحب قدس سرہ نے بریلی کی سرزمین پر مسند افتاء کی بنیاد رکھی۔ پھر اعلیٰ حضرت کے والد ماجد حضرت علامہ مفتی نقی علی خان صاحب قدس سرہ نے یہ فریضہ انجام دیا اور متحدہ پاک و ہند کے جلیل القدر علماء میں آپ کو سرفہرست مقام حاصل تھا۔ ان کے بعد امام احمد رضا قدس سرہ نے تقریباً نصف صدی تک علوم و معارف کے دریا بہائے اور فضل و کمال کے ایسے جوہر دکھائے کہ علماء ہند ہی نہیں بلکہ فقہائے حرمین طیبین سے بھی خراج تحسین وصول کیا اور سب نے بالاتفاق چودہویں صدی کا مجدد اعظم تسلیم کیا۔

آپ کے وصال اقدس کے بعد آپ کے فرزند اکبر حجۃ الاسلام نے اس منصب کو زینت بخشی اور پھر [illegible] حضور مفتی اعظم کو یہ عہدہ تفویض ہوا جس کا آغاز خود امام احمد رضا کی حیات طیبہ ہی میں ہو چکا تھا کہ آپ نے مسئلہ رضاعت سے متعلق ایک فتویٰ نو عمری کے زمانے میں بغیر کسی کتاب کی طرف رجوع کئے تحریر فرمایا تھا تو اس سے متاثر ہو کر امام احمد رضا نے فتویٰ نویسی کی عام اجازت مرحمت فرما دی اور مہر بنوا کر بھی مرحمت فرمائی جس پر یہ عبارت کندہ تھی۔

• ابو البرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن محمد عرف مصطفےٰ رضا۔
یہ مہر دینی شعور کی سند اور اصابت فکر کا اعلان تھی۔ بلکہ خود امام احمد رضا نے جب پورے ہندوستان کے
لئے دار القضاء شرعی کا قیام فرمایا تو قاضی و مفتی کا منصب صدر الشریعہ، مفتی اعظم ہند اور مفتی برہان الحق جبل پوری
قدست اسرارہم کو عطا فرمایا۔

چنانچہ آپ نے نصف صدی سے زیادہ مدت تک لاکھوں فتاویٰ لکھے۔ اہل ہند و پاک اپنے الجھے ہوئے
مسائل آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوتے اور ہر پیدا ہونے والے مسئلہ میں فیصلہ کے لئے نگاہیں آپ ہی کی
طرف اٹھتی تھیں۔ آپ کے فتاویٰ کا وہ ذخیرہ محفوظ نہ رہ سکا ورنہ آج وہ اپنی ضخامت و مجلدات کے اعتبار سے
دوسرا فتاویٰ رضویہ ہوتا۔

یہ بھی بہ حالی مرتب الحاج قربان علی صاحب کی محنت و لگن اور تلاش و جستجو کا نتیجہ و ثمرہ ہے کہ آپ نے کچھ
جواہر پارے ڈھونڈ نکالے اور ان کو شائع کر کے ہم سب پر احسان عظیم فرمایا ورنہ اس ذخیرے سے شائقین مسلک کو کچھ بھی
ہاتھ نہ آتا۔

پوری کتاب حقائق و دقائق کا خزینہ اور علوم و معارف کا ذخیرہ ہے۔ بعض فتاویٰ اگرچہ مختصر ہیں لیکن نہایت
جامع اور بعض پر سیر حاصل گفتگو کر کے کلام کو نہایت تک پہنچا دیا ہے۔ انداز بیان نہایت عام فہم لیکن دلائل کی
فراوانی اور براہین کی کثرت ایسی کہ بیشتر مقامات پر شبہ ہوتا ہے کہ یہ قلم تو مجدد اعظم امام احمد رضا کا ہے۔ گویا آپ کے فتاویٰ
ان کی تصویر اور ان کی تحریر ہیں۔

• الولد سر لابیہ۔ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم کتاب النکاح باب المحرمات میں ایک فتویٰ حضور مفتی اعظم کا فارسی زبان میں دیکھا تو
میں حیران رہ گیا کہ امام احمد رضا کے قلم کی جلالت و روانی بعینہٖ اس فتوے میں موجود ہے اور پھر ابو جہل شہاد [illegible]
اپنے مسلک کے اثبات کے ساتھ مخالف کی جہالت و سفاہت کی نقاب کشائی نیز اس کا نہایت شستہ انداز میں رد
یہ سب کچھ بلاشبہ حضور مفتی اعظم ہند پر آپ کے والد ماجد امام احمد رضا قدس سرہ کا فیضان تھا کہ ان کی صحبت نے
آپ کو مفتی ہی نہیں بلکہ مفتی اعظم اور فقیہ النفس بنا دیا تھا۔

زیر نظر کتاب کے بارے میں کچھ کہنا آفتاب کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے لیکن قارئین کی مزید دلچسپی
کے لئے چند مقامات سے کچھ نشاندہی کر دینا ضروری خیال کیا گیا۔ لہٰذا ملاحظہ فرمائیں۔
باب جنائز ص ۱۴۳ پر ایک مسئلہ اذان قبر سے متعلق ہے کہ کسی بدعقیدہ نے اس کو علامہ شامی وغیرہ کی عبارت

کو آڑ بنا کر بدعت کہا تھا جس سے اس کا مطلب عدم جواز ثابت کرنا تھا۔

حضرت نے اس کی تردید احسن وجوہ فرمائی اور اس کی جہالت کا پردہ فاش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جس کو عدم جواز کی دلیل سمجھا تھا وہ عبارت تو خود جواز کا پتہ دے رہی ہے۔ اسی کو کہتے ہیں جہل مرکب۔ اور فرقہ وہابیہ عام طور پر اسی دلدل میں پھنسا ہوا ہے۔

اسی باب جنائز میں ص [illegible] پر ایک سوال میت کے آگے نعت وغیرہ پڑھتے ہوئے چلنے کے بارے میں ہے کہ کیا یہ جائز ہے یا نہیں۔ اس کا جواب نہایت طویل اور تحقیق کا گنجینہ ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب خاص اس ذکر کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت نہیں تو جواز میں شک نہیں۔ بلکہ یہ فعل بدعت حسنہ مطلق یا سنت ہے کہ اختلاف زمان ومکان سے بہت احکام بدل جاتے ہیں۔ پھر بدعت سے متعلق تفصیلات درج فرمائیں اور حق تحقیق ادا کر دیا۔ بعض متقدمین علماء کرام اس فعل کو مکروہ لکھ چکے تھے ان کے قول کی توجیہ وتاویل اور پھر اس پر فقیہانہ بحث۔ یہ تمام چیزیں دیکھ کر بے ساختہ کہا جا سکتا ہے کہ واقعی آپ منصب افتاء کے عظیم مرتبہ پر فائز تھے۔

حظر واباحت کے باب میں ص [illegible] پر ایک سوال ہے بسا اوقات امام اعظم کے قول کے سوا امام ابو یوسف یا امام محمد کے قول پر فتویٰ ہوتا ہے جبکہ ہم امام اعظم کے مقلد ہیں۔ تو یہ کیونکر درست ہے۔

یہ اہم سوال امام احمد رضا کی خدمت میں بھی پیش ہوا تھا اور آپ نے اس کے جواب میں ایک رسالہ اجلی الاعلام مشمولہ فتاوی رضویہ جلد اول تصنیف فرمایا۔ اس مسئلہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ صاحب بحر نے فرمایا کہ یہ ایسا عظیم اشکال ہے کہ ایک طویل زمانہ تک میرے ذہن میں رہا۔ میں اس کا جواب معلوم نہ کر سکا۔ سکا اب ائمہ کے کلام سے میرے ذہن میں آیا۔ اس مسئلہ پر امام احمد رضا نے تحقیق و تدقیق کے دریا بہائے لیکن وہ تحقیق ایسی فاضلانہ ومجتہدانہ ہے کہ عوام تو عوام اکثر فضلاء زمانہ کی فہم سے بھی بالاتر ہے۔

حضور مفتی اعظم نے اپنے فتوی میں جو مختصر تحقیق پیش فرمایا وہ سمندر کو کوزے میں بھر دینے کی اعلیٰ مثال ہے۔ فرماتے ہیں۔ فتوی ہمیشہ قول امام پر ہوتا ہے۔ ان کے اصحاب کے اقوال پر بھی فتویٰ ہونا درحقیقت قول امام ہی پر فتوی ہے کہ قول دو طرح پر ہے۔ صوری وضروری۔ تو کہا جائے کہ قول مفتی بہ اگرچہ امام کا قول صوری نہیں لیکن ضروری ہے کیونکہ وہ امام ہی کے اصول پر متفرع ہے پھر مثالوں کے ذریعہ اس کی توضیح اور شواہد کے ذریعہ اس کی توثیق فرما کر اس عظیم واہم مسئلہ کی ایسی وضاحت فرمادی کہ کوئی گوشۂ تشنۂ تحقیق نہ چھوڑا۔

ص [illegible] پر ایک سوال امام احمد رضا کے ایک مصرعہ "یاد حضور کی قسم غفلت عیش ہے ستم" سے متعلق ہے کہ ذات

وصفات باری تعالیٰ کے علاوہ کسی کی قسم کھانا مکروہ ہے پھر اعلیٰ حضرت نے یہ قسم کیوں یاد فرمائی۔

جواب میں نہایت تفصیل اور مختلف حیثیات سے اس کا اثبات ہے لیکن ایک گوشہ اس طرح ہے کہ یہ جو ذکرِ رسول ہے اور ذکرِ رسول بلاشبہ ذکرِ خدا ہے اور ذکرِ خدا صفت باری تعالیٰ ہے تو لا محالہ یہ صفت باری کی قسم ہوئی اور یہ جائز ہے لہٰذا اعتراض بے محل اور معترض کے فہم کا قصور ہے۔ یہ تو چند مثالیں مشتے نمونہ از خروارے کے قبیل سے ہیں ورنہ پوری کتاب پڑھ کر یہ اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب علم و فن اور فقہ و فتاویٰ کا ایک مہکتا ہوا گلشن ہے۔

مولیٰ تعالیٰ حضور مفتی اعظم کے علمی فیضان سے ہم سب کو سرفراز فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

محمد حنیف خاں نوری

جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

نقشِ سراپا حضور مفتی اعظم ہند

از حضرت مولانا مفتی سید شاہد علی صاحب رضوی رام پوری

گورا مکھڑا جلوے جس پر آ آ کر بکھر جاتے ہیں
اور ہم کو بھی ہم صورت ایک ایسی دکھاتے ہیں

لباس نورانی — سیرت نورانی — صورت نورانی — رنگت سرخی مائل سفید — قد میانہ بدن نحیف — سر بڑا گول، اس پر عمامہ کی بہار — چہرہ گول روشن و تابناک نور برساتا ہوا، جسے دیکھ کر خدا کی یاد آجائے — پیشانی کشادہ و بلند تقدس کے آثار لئے ہوئے — بھویں گنجان بال لیے ہوئے۔ پلکیں گھنی بالکل سفید بارعنا — آنکھیں بڑی بڑی کالی چمکدار گہرائی و گیرائی لئے — رخسار بھرے بھرے گداز روشن جلال و جمال کا آئینہ — ناک متوسط قدرے اٹھی ہوئی — مونچھ زیادہ پست نہ اٹھی ہوئی — لب پتلے گلاب کی پتی کی طرح، تبسم کے آثار لئے ہوئے — دندان چھوٹے چھوٹے ہموار اور موتیوں کی لڑی کی طرح جب تبسم ریز ہوتے — کان متناسب قدرے داڑھی لئے ہوئے — گردن معتدل — سینہ فراخ کچھ روئیں لئے ہوئے — کمر خمیدہ مائل — ہاتھ لمبے لمبے جو سخاوت و فیاضی میں ضرب المثل — کلائیاں چوڑی روئیں دار — ہتھیلیاں بھری ہوئی گداز — انگلیاں لمبی لمبی موزوں و کشادہ — پاؤں متوسط — ایڑیاں گول موزوں۔

لباس

ٹوپی دوپلی کڑھی ہوئی — عمامہ بڑے عرض کا زیادہ تر سفید یا دھانی — پوشاک کرتا کلی دار اس پر صدری اچکن — پاجامہ چھوٹی مہری کا علی گڑھی — جوتا ناگرہ یا جے پوری — چھڑی بینت یا لکڑی کی۔

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ

کتاب الطہارۃ

طہارت کا بیان

کتاب الصلاۃ

نماز کا بیان

احکام مسجد

کتاب الجنائز

جنازہ وغیرہ کا بیان

کتاب الرضاع

رضاعت (دودھ کے رشتہ) کا بیان

کتاب الطلاق

طلاق کا بیان

مضمون	صفحہ

مضمون	صفحہ

کتاب اللعان
لعان کا بیان

کتاب الوقف
وقف کا بیان

کتاب البیوع
خرید و فروخت کا بیان

مضمون	صفحہ

باب الربوا
سود کا بیان

باب القرض
قرض کا بیان

کتاب الهبة
ہبہ کا بیان

صفحہ	مضمون

ایمرجنسی دور کا ایک یادگار فتویٰ

۵۵

فقہ اور فقہا کی فضیلت[1]

فقہ کا لفظ عرف شرع میں اکثر احکام شرعیہ کے علم پر بولا جاتا ہے۔ اور فقہ کے جاننے والے کو فقیہ کہتے ہیں۔ فقہا اس کی جمع ہے۔

(۱) مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ۔ متفق علیہ
اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اسے دین کا فقیہ بنا دیتا ہے۔ (بخاری شریف جلد اصـ۱۶)

(۲) فَقِيْهٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ۔ رواہ الترمذی
ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ ص۳۴)

(۳) اَفْضَلُ الْعِبَادَةِ الْفِقْهُ۔ رواہ الطبرانی
عبادت میں افضل فقہ ہے (کنز العمال ج۱۰ ص[illegible])

(۴) لِكُلِّ شَيْءٍ عِمَادٌ وَّعِمَادُ هٰذَا الدِّيْنِ الْفِقْهُ۔ رواہ الخطیب
ہر چیز کے لئے ایک ستون ہے اور اس دین کا ستون فقہ ہے (کنز العمال ج۱۰ ص[illegible])

(۵) قَلِيْلُ الْفِقْهِ خَيْرٌ مِّنْ كَثِيْرِ الْعِبَادَةِ وَكَفٰى بِالْمَرْءِ فِقْهًا اِذَا عَبَدَ اللّٰهَ۔ رواہ الطبرانی
تھوڑی فقہ زیادہ عبادت سے بہتر ہے اور انسان کو فقہ کافی ہے جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے (کنز العمال ج۱۰ ص[illegible])

(۶) طَلَبُ الْفِقْهِ حَتْمٌ وَّاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ۔ رواہ الحاکم فی المستدرک۔
فقہ کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر ضروری اور واجب ہے (کنز العمال ج۱۰ ص[illegible])

(۷) خَيْرُ الْعِبَادَةِ الْفِقْهُ۔ رواہ ابو الشیخ
بہترین عبادت فقہ ہے (کنز العمال ج۱۰ ص[illegible])

(۸) لَا عِبَادَةَ اِلَّا بِفِقْهٍ وَّمَجْلِسُ فِقْهٍ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَةً۔ رواہ الدارقطنی
فقہ کے بغیر کوئی عبادت نہیں اور فقہ کی مجلس ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے (کنز العمال ج۱۰ ص[illegible])

(۹) علم دین فقہ و حدیث ہے۔ منطق و فلسفہ جاننے والے علماء نہیں۔ [illegible] متعلق بہ فقہ ہیں۔ تو جو فقہ میں زیادہ ہے وہی بڑا عالم دین ہے اگرچہ دوسرا حدیث و تفسیر سے زیادہ اشتغال رکھتا ہو (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص[illegible])

---

(۱) ماخوذ از کتاب علم اور علماء تصنیف فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الایمان

عقیدے کا بیان

مسئلہ: زید کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب کو نہیں جانتے تھے اور دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ بحر الرائق جلد ۳ ص ۹۴ مطبوعہ مصر میں ہے وفی الخانیۃ والخلاصۃ لو تزوج بشہادۃ اللہ ورسولہ لا ینعقد ویکفر لاعتقادہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب او ایسا ہی بزازیہ میں ہے۔ جواب شافی بالدلیل رحمت فرمائے جاویں۔ فقط بینوا توجروا

الجواب: زید قید شہادۃ کہ بدترین وہابی لعین ہے اس کا حضور پر نور شافع یوم النشور ایمان جان ایمان عالم ما یکون وما کان سرور عالم وعالمیان صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے علم غیب سے مطلق انکار کفر مبین ہے۔ قرآن عظیم کی آیات باہرہ کثیرہ سے انکار ہے۔ قرآن عظیم کا ارشاد کریم ہے ذٰلک من انباء الغیب نوحیہ الیک۔ یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم تمہاری طرف وحی فرماتے ہیں۔ اور وما ہو علی الغیب بضنین۔ یہ نبی غیب بتانے پر بخیل نہیں۔ وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء۔ اللہ اس لئے نہیں کہ اے عام لوگو خود تمہیں غیب پر مطلع فرما دے اور لیکن اللہ اس کے لئے چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔ اور فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔ خدا کسی کو غیب پر مسلط نہیں فرماتا مگر رسول پسندیدہ کو۔ اور وعلمک ما لم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما۔ خدا نے سکھایا تمہیں جو کچھ تم نہیں جانتے تھے (غیب وشہادت سے) اور اللہ کا تم پر فضل عظیم ہے۔ اور ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء۔ ہم نے یہ کتاب تم پر اتاری ہر شئی کی روشن تر بیان کو۔ اور وہو بکل شیء علیم۔ وہ (صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) ہر شئے کے علیم ہیں۔ اور [illegible]

ہو گئی ہے۔ کوئی چیز جو میری دیکھی ہوئی تھی وہ ایسی باقی نہ رہی جو میں نے اس مقام میں دیکھ نہ لی ہو کو مشرق و
مغرب میں جو کچھ ہے سب کو میں نے جان لیا۔ تعجب ہے ایمان وہابی نہ رسول کے فرمانے پر یقین لاتا ہے نہ خدا کے
ارشاد پر ایمان وہ کافر دونوں سے کفر کرتا ہے اور بکے جاتا ہے کہ رسول غیب کو نہیں جانتے تھے۔ اور بے ایمانی
اور دھوکے اور فریب سے ان نصوص کو اپنی بہتان بتاتا ہے جن میں علم ذاتی مراد ہے۔ اس سے کہو کہ بے ایمان
عبارت میں "الغیب" سے مراد علم ذاتی ہے۔ اور یہ تیری سمجھ میں نہیں آتا تو اسے بھی مطلقاً علم غیب کا انکار کرتا
ہے۔ تو تو بجز ایمان رکھتا ہے مگر رسول کے فرمان اور اللہ عزوجل کے قرآن کا منکر ہے۔ اللہ و رسول جل جلالہ
و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد و فرمان کے آگے بکر کی عبارت پیش کرنا اس کے بھروسہ رسول کے علم سے
مطلقاً انکار کرنا تیرے ہی جیسے بے حیا بے ایمان کا ملعون کام ہے۔ اے لعین تو ان ملعون منافقوں کی طرح
قرآن قطعی سے کافر ہے جنھوں نے کہا تھا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں فلاں کا ناقہ فلاں وادی
میں ہے اور انھیں غیب کی کیا خبر وہ غیب کیا جانیں اور پھر منکر ہو گئے اور جھوٹے بہانے بتانے لگے جس پر
قرآن عظیم کا وہ قہری فتویٰ نازل ہوا اور جتا دیا گیا وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللّٰهِ
وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ۔

منافقوں نے بھی تو یہی کہا تھا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب نہیں جانتے وہ غیب کیا جانیں انھیں
غیب کی کیا خبر۔ اسی پر تو قرآن عظیم نے فرمایا کہ تم اللہ اور قرآن اور رسول کے ساتھ ٹھٹھا کرتے ہو۔ اسی پر تو
واحد قہار نے ان کے جھوٹے حیلے بہانوں کو کہ ہم تو یونہی ہنسی بول رہے تھے فرمایا کہ جھوٹے بہانے نہ بناؤ
بیشک تم کافر ہو چکے بعد اظہار ایمان کے۔ اعاذنا اللہ الرحمٰن و رسولہ والقرآن۔ ہم مسلمان آیات قرآن و
احادیث نبی ذیشان پر ایمان رکھنے والے باتباع قرآن اس وہابی بے ایمان کے کفر پر حکم کرتے ہیں۔ جس نے
کہا رسول غیب کو نہیں جانتے تھے۔ اور جس نے لکھا یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا صریح شرک ہے۔
(فتاویٰ رشیدیہ حصہ ۳ ص ۱۰) اور کہا کہ دیوار پیچھے کا بھی علم نہیں (براہین قاطعہ ص ۵۱) اور کہا یا کوئی شخص کسی
سے کہے کہ فلاں درخت میں کتنے پتے ہیں تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ و رسول ہی جانے کیونکہ غیب
کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر (تقویۃ الایمان ص ۷۰) اور لکھا کسی انبیاء اولیاء یا امام یا شہیدوں کی جناب
میں ہرگز عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں بلکہ حضرت پیغمبر صاحب کی جناب میں بھی یہ عقیدہ نہ
رکھے (تقویۃ الایمان ص ۲۷) اور لکھا جو کہتے ہیں کہ علم غیب بھی حاصل تھا آنحضرت کو ذاتی نہیں بلکہ اللہ کا عطا کیا ہوا تھا

[illegible]

سو محض باطل اور خرافات سے ہے (فتاویٰ رشیدیہ ج ۳ ص ۳۳) اور لکھا جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا (تقویۃ الایمان ص ۲۳) اور لکھا اللہ کا سا علم اور ثابت کرے سو اس عقیدے سے آدمی البتہ مشرک ہو جاتا ہے خواہ یہ عقیدہ انبیاء اولیاء سے رکھے خواہ پیر و شہید سے خواہ امام و امام زادے سے خواہ بھوت و پری سے پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے (تقویۃ الایمان ص ۱۰) اور ہر چہار ائمہ مذاہب اور جملہ علماء پر افترا کرتے ہوئے بکا اس میں ہر چہار ائمہ مذاہب و جملہ علماء متفق ہیں کہ انبیاء علیہم السلام غیب پر مطلع نہیں۔ (مسئلہ علم غیب ص ۳) غیب کی بات اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا نہ فرشتہ نہ آدمی نہ جن (تقویۃ الایمان ص)

اللہ اللہ۔ اللہ عزوجل اپنے حبیب و محبوب طالب و مطلوب دانائے غیوب کو علم غیب عطا فرمائے، اور اپنی کتاب مجید میں اس عطا کا اعلان فرمائے، اور جو ملعون یہ کہے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) غیب کیا جانیں اس کے کفر کا وہ قہری فتویٰ دے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بار بار برسر مجالس خطبات میں اپنے رب کے اس عظیم نعمت کا اظہار فرمائیں اور طاعنین کا رد علی رؤس الاشہاد ارشاد فرمائیں۔ حدیث میں ہے قام علی المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال ما بال اقوام طعنوا فی علمی لا تسئلونی عن شیء فیما بینکم و بین الساعۃ الا انبأتکم بہ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام من رب العزیز الودود الغفور نے منبر مقدس پر قیام فرمایا اللہ عزوجل کی حمد و ثنا بیان فرمائی پھر فرمایا کیا حال ہے ان اقوام کا جو میرے علم شریف میں طعن کرتی ہیں تم مجھ سے نہ پوچھو گے کسی شئی کو جو تمہارے اور قیامت کے درمیان ہے مگر یہ کہ میں تمہیں اس سے خبردار فرما دوں گا۔ مگر وہابی مردود اشقیٰ مطرود کی طرح یہی بکے جائے کہ انہیں غیب کی کیا خبر وہ علم غیب کیا جانیں۔ رسول غیب نہیں جانتے تھے۔

قاتلہم اللہ انّی یؤفکون۔

آیات و احادیث جن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب کا ثبوت ہے اور بھی ہیں مگر وہابیہ کے دشمن انکار کے مقابل دس دس آیات و احادیث پر بس کریں۔ مشہور ہے الغریق یتشبث بالحشیش ڈوبتا سوار پکڑتا ہے۔ یہی حال وہابی جب بحر کفر میں غوطے کھانے لگا اور قعر کفر میں ڈوبا تو بچاؤ کے لئے بحر الرائق کی اس عبارت کو پکڑا اس مرجوح قول سے سہارا لیا جس کا غیر صحیح ہونا بالکل واضح اور آشکارا ہے اور وہابیہ دیوبندیہ کا گروہ مان چکا کہ شرائط تعارض سے تساوی فی القوۃ ہے جس جواب میں اتنا کافی ہے کہ راجح کے سامنے

ے سورۃ توبہ آیت ۳۰

مرجوح ساقط و متروک ہے اور ادب یہ ہے کہ مرجوح میں تاویل مناسب کی جائے۔ (بسط البنان) اس مرجوح
قول میں مناسب تاویل نہ کرنے والا اسے اپنی سند بنانے والا بے ادب گستاخ ہے۔ ساقط و متروک مرجوح
کو قرآن و حدیث کے نصوص کے رد کے لئے پکڑنے والا ہے اور اپنے ساتھ کفر کے گڑھے میں صاحب بحر کو بھی
ڈبا دینے والا ہے اور طائفہ کے گرو گھنٹال کی معقول بات کو بھی رد کر دینے والا ہے۔

جب طائفہ کے استاد جی کو بھی یہ مسلم ہے کہ ایسی جگہ تاویل مناسب کرنی چاہئے تو لازم تھا کہ بحر وغیرہ علماء
کی ایسی عبارت میں یہ سمجھتا کہ ان کی مراد علم ذاتی ہے نہ کہ اس عبارت کو قرآن و حدیث کے رد کے لئے دوڑ لے
والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ کیا یہ علماء دین کے ائمہ جن کی وسعت نظر ہم جیسوں کے حساب سے بے انتہا ہے ان کی حد
تک ہمارا ارشاد و وہم بھی پرواز نہ کر سکے تو یہ کیا کوئی سلیم الحواس ادنیٰ عالم بھی ان آیات و احادیث پر جس کی نظر ہو وہ
مطلقاً انکار علم غیب بعطائے انبیاء کر سکے گا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ کیا کسی ادنیٰ سے ادنیٰ عقل والے
کو یہ وہم ہو سکتا ہے کہ یہ اکابر ان آیات و احادیث پر نظر نہ رکھتے تھے یا ان کو دیکھتے ہوئے معتزلیوں اور وہابیوں
کی طرح ان کو رد کرتے تھے۔ یا یہ کہ ان آیات و احادیث پر نظر تو رکھتے تھے اور یہ اعتقاد بھی رکھتے تھے کہ انبیاء کرام
کو اللہ تعالیٰ نے غیب کی خبریں تو دیں انھیں غیوب پر مطلع تو فرمایا اور ایسے امور سے واقف آپ تھے جن کا بداہت
عقل اقتضا نہ کرے جو کسی طرح حواس سے معلوم نہ ہو سکیں جس تک صرف عقل کتنا ہی اٹھے ہرگز نہ پہنچ سکے
جو بے اعلام الٰہی معلوم نہ ہو سکیں مگر اسے علم غیب کہنا جائز نہ رکھتے تھے اسے علم غیب اعتقاد کرنے کو کفر ٹھہراتے
تھے باوجودیکہ اللہ عزوجل نے اسے غیب ہی فرمایا۔

اور عقلاً بھی یہ ظاہر ہے کہ وہ امور غیب جن کا علم عطا نے مان غائب سے حاضر نہ ہو گئے۔ علم عطا فرمانے کا مطلب
کو حاضر اور موجود ہو چکا اور ہوا ابھی تک نہ ہوا اسے زمانہ حال میں موجود کر دیا۔ ما کان و ما یکون کو معلوم و مشہود فرمانا
نہ کہ غائب میں حاضر و موجود۔ اور ہر کس و ناکس کے لئے مشہود۔ تو علم غیب عطا فرمانے سے غیب غیب ہی رہا
شہادت نہ ہو گیا۔ اور اپنے حبیب عالم کے لئے معلوم فرما دینے اور اپنے محبوب شاہد کے لئے مشہود کر دینے
سے غیب شہادت ہو گیا غیب باقی نہ رہا یہ کہا جائے تو کہا معاذ اللہ یہ جاہل یہ بھی کہیں گے کہ خدا کو بھی غیب نہیں کہ
وہاں تو سب شہادت ہی ہے اس سے کوئی شے غائب نہیں۔ شہادت وہ ہے جو حواس سے معلوم ہو سکے وہ
موجود کہ ہر ایک کے لئے مشہود ہو سکے یہ بھی بعطائے الٰہی ہے اور ول کے 2۔ ایک ذرہ شہادت کا علم بے عطا
بھی دوسرے کو نا ممکن۔ جس طرح علم غیب کے ساتھ اللہ تعالیٰ متفرد ہے یونہی علم شہادت کے ساتھ جس طرح

علم غیب اس کی صفت ہے یوں ہی علم شہادت۔ قال تعالیٰ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃِ[1] اور غیب وہ ہے جو بے اعلام الٰہی معلوم نہ ہو سکے جس تک حواس و عقل کی رسائی کسی طرح بے تعلیم الٰہی نہ ہو سکے جو ذاتی طور پر خدا ہی کو ہے اور اس کی عطا سے اس کے محبوبوں کو ہوتا ہے ہر ایک کو نہیں ہوتا۔

مختصر یہ کہ شہادت وہ جو ہر ایک کے لئے عقل و حواس سے ظاہر فرما دیا ہے اور غیب حواس کے ساتھ خاص ہے۔ اپنے محبوبوں کو اس سے جتنا جتنا چاہا بخشا ہے اور ان کو نہیں دیا ہے جو اس سے معلوم کر لینے پر قادر نہیں کیا ہے۔ اصل یہ ہے کہ غیر خدا کے لئے مطلقاً انکار غیب یہ عقیدہ باطلہ بعض معتزلہ کا ہے اور یہ وہابیوں ہی کا اب سے پہلا نام ہے اس سے پہلا نام اس طائفہ باطلہ کا خارجی تھا۔ جیسے اب دیوبندی وہابی اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں اور نجدی وہابی اپنے آپ کو حنبلی بکتے ہیں دیوبندی فقہ حنفی میں کتابیں لکھتے اور اس میں اپنے مذہب کی رعایت کرتے ہوئے مسائل ٹھونسے ہیں یوں ہی معتزلی اپنے آپ کو حنفی کہا کرتے اور فقہ حنفی میں تصنیف کیا کرتے اور اس میں اپنے مذہب اعتزال کی رعایت کرتے ہوئے بعض مسائل ٹھونس دیا کرتے تھے انھیں مسائل سے یہ مسئلہ بھی ہے بعض نے اسے اخذ کیا اور ان کے ساتھ حسن ظن یہی ہو سکتا ہے کہ انھوں نے اس سے علم ذاتی مراد لیا۔ پھر ان حضرات صاحب بحر وغیرہ نے بھی یہی سمجھتے ہوئے اپنی تصانیف میں نقل کیا اور یہ بھی ہوتا ہے کہ بعض جامع اقوال ہر گونہ اقوال نقل کرتا ہے مثلاً مجمع الانہر میں لکھا کہ لو تشہد میں اما کون الاحمد بعضہ الیجاع یکفر و مجمع الانہر میرے پاس اس وقت نہیں اور میسر بھی نہیں آسکتی یاد پر یہ عبارت لکھی ہے ممکن ہے کہ عبارت میں کچھ فرق ہو پھر اس سے اوروں نے نقل کیا۔ اور ایسا ہوتا ہے۔ تو بعض کا نقل کردہ قول جب کہ اس میں مطلقاً انکار علم غیب مراد ہو جو معتزلہ کے عقیدہ باطلہ کے موافق ہے یا اس کا اپنا ہی جبکہ وہ حنفی ہو معتزلی نہ ہو اس نے ذاتی مراد لیا ہو اسے دیکھ اور اسے مدعی پر ڈھالنا اور اکابر علماء جہابذۂ ائمہ کا اس قول کے ضعف و مرجوحیت کا جو اشعار فرمایا اسے دیکھ کر اَن دیکھا کر لینا کس درجہ حیا داری ہے؟ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ نیز اس سے بھی وہابی کا نظر چرانا بلکہ بعض شیاطین وہابیہ کا اس اشعار ذاتی کو بھی مطلقاً انکار کی سند ٹھہرانا کس قدر ڈھٹائی ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

مسئلہ تو صرف اتنا تھا کہ اگر کوئی شخص شہادت خدا و رسول سے نکاح کرے تو یہ نکاح منعقد نہ ہوگا کہ شرط انعقاد نکاح گواہوں کا رہنا ہے حدیث میں ہے لَا نِکَاحَ اِلَّا بِشُہُوْدٍ[2] مسلمان کے نکاح میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کا حضور شرط ہے جو عاقل بالغ ہوں اور یہ سمجھیں کہ نکاح ہو رہا ہے وہ کون سا نکاح

[1] سورۂ رعد آیت ۹ ، [2] جامع ترمذی اول صـ ۲۱۰

امام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ نے تجنیس والمزید اور علماء کرام اصحاب فتاویٰ عالمگیری نے فتاویٰ ہندیہ میں اس قول کے ضعف یا بطلان کی طرف اس کے ترک سے اشارہ فرمایا کہ مسئلہ صرف اتنا ہی لکھا ۱؎ تزوج امرأۃ بشہادۃ اللہ ورسولہ لایجوز النکاح۔ ۲؎ کفر لاعتقادہ ان النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام یعلم الغیب چھوڑ ہی دیا۔ قیل لگا کر بھی ذکر نہ کیا مضمرات وخزانۃ الروایات اور معدن الحقائق میں ہے والصحیح انہ لایکفر لان الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یعلمون الغیب وتعرض علیہم الاشیاء فلا یکون کفرا۔ اور صحیح یہ ہے کہ تحقیق وہ شخص کافر نہ ہوگا اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام غیب جانتے ہیں اور ان پر اشیاء پیش کی جاتی ہیں۔ تو ان کو علم غیب کا اعتقاد کفر نہ ہوگا۔ وہابیہ بحر الرائق کی عبارت بھی دھوکہ کو نہیں دکھاتے اکثر شرح عقائد و شرح فقہ اکبر و بزازیہ کی عبارتیں بھی فریب دینے کو پیش کیا کرتے ہیں۔ عبارت بزازیہ تو اوپر گذر چکی۔ شرح عقائد کی عبارت یہ ہے۔ العلم بالغیب تفرد بہ اللہ تعالیٰ لاسبیل الیہ للعباد۔ مگر عبارت اتنی ہی نہیں اس کے ساتھ اسی میں یہ بھی ہے الا باعلام منہ اوالہام تو یہ عبارت علم عطائی ثابت کر رہی ہے نہ کہ علم عطائی ماننے والے کو کافر ومشرک ٹھہرا رہی ہے۔ یوہیں شرح فقہ اکبر کی یہ عبارت ذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب آتی پیش کرتے ہیں اور اس کے متصل اس سے اوپر کا اتنا ۳؎ ہضم کر جاتے ہیں۔ ثم اعلم ان الانبیاء علیہم السلام لم یعلموا الغیب الا ما اعلمہم اللہ تعالیٰ احیانا اس کے بعد ہی وہ عبارت ہے۔ وذکر الحنفیۃ الخ۔ اوپر کی عبارت نے روز روشن سے زیادہ واضح وآشکار کر دیا کہ علم عطائی کا اثبات کفر نہیں۔ وہ تو عقیدہ اسلامیہ ہے ذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر الخ میں علم ذاتی ہی کے اثبات پر تکفیر ہے۔ علم عطائی تو اعلمہم اللہ تعالیٰ کہہ کر مصنف نے خود مانا۔ تو کیا آگے خود اپنی تکفیر کا ذکر کیا۔ وذکر الحنفیۃ الخ۔ وہابی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہمارے پیشواؤں کے کلام میں بھی علم ذاتی کے اثبات پر حکم کفر و شرک ہے کہ وہابیہ کے پیشواؤں کی عبارتیں جو اوپر گذریں ان میں صاف تصریح ہے کہ علم ذاتی مانے یا عطائی ہر طرح شرک ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

کیا معاذ اللہ یہ اکابر علماء اور دین کے ائمہ قدیم وحدیث ذات احدیث اور خود اپنے اوپر اپنی عبارتوں میں حکم کفر کر رہے ہیں؟ صحابہ واہل بیت اطہار اور مرقادہ وعلماء دین کی تصریحات سے آفتاب سے زیادہ روشن کہ انبیاء واولیاء علوم غیب پر مطلع ہیں۔ حضور تو حضور ہیں صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ جمع النہایہ میں علامہ شنوانی فرماتے ہیں وقد ورد ان اللہ تعالیٰ لم یخرج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی اطلعہ

۱؎ فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۶۸ ۲؎ شرح عقائد نسفی ص ۱ ۳؎ شرح فقہ اکبر ص ۱۸۵

میں فرمایا ے گرچہ ہر غیبے خدا ما را نمود ؛ دل دراں لحظہ بخود مشغول بود ۔ تفسیر روح البیان میں زیر کریمہ ما انت بنعمۃ ربک بمجنون فرمایا بل انت عالم بما کان ستخبر بما سیکون نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض جلد ۲ میں فرمایا الانبیاء صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین من جہۃ الاجسام والظواھر مع البشر وبواطنہم وقواھم الروحانیۃ ملکیۃ ولذا تری مشارق الارض ومغاربہا وتسمع اطیط السماء وتشم رائحۃ جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اذا اراد النزول الیہم سب انبیاء بنظر ظاہری اجسام بشر کے ساتھ ہیں اور ان کے باطن اور روحانی قوتیں ملائکہ کی سی ہیں اسی لئے مشارق ارض ومغارب زمین ان کی نظر میں ہوتے ہیں اور آسمان کی چرچراہٹ سنتے اور جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشبو جب وہ انبیاء کی طرف نزول کا ارادہ کرتے ہیں اسی وقت سے سونگھ لیتے ہیں ۔

عارف کبیر سیدی حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالٰی عنہ پھر امام شعرانی قدس سرہ النورانی طبقات کبریٰ بندہ کامل کے بارے میں فرماتے ہیں اطلعہ علی غیبہ لا تنبت شجرۃ ولا تخضر ورقۃ الا بنظرہ مولٰی تعالٰے اپنے غیب پر اسے مطلع فرماتا ہے یہاں تک کہ کوئی پیڑ نہیں اگتا کوئی پتہ نہیں ہرا ہوتا ہے مگر اس کی نظر کے سامنے ۔ حضرت عارف سامی مولٰینا جامی قدس سرہ نفحات الانس شریف میں فرماتے ہیں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے امام جلیل الشان حضرت سیدی عزیزان رضی اللہ تعالٰی عنہ فرمایا کرتے زمین در نظر ایں طائفہ چو سفرہ ایست نیز نفحات میں ہے کہ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت عزیزان رضی عنہ المنان کا وہ کلام شریف نقل فرماتے پھر فرماتے و ما می گوئیم چوں روی ناخنے است ہیچ چیز از نظر ایشاں غائب نیست حضور پر نور سید الاسیاد غوث الاغواث قطب الاقطاب غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے قصیدۂ خمریہ مبارکہ میں اپنی نسبت ارشاد فرماتے ہیں نظرت الی بلاد اللہ جمعا کخردلۃ علی حکم اتصال حضرت سیدی شریف عبد العزیز پھر حافظ الحدیث سجلماسی اپنی کتاب مستطاب ابریز میں فرماتے ہیں ما السمٰوٰت السبع والارضون السبع الا کحلقۃ ملقاۃ فی فلاۃ من الارض ۔ اولیاء کی نظر میں زمین مثل دسترخوان ہے عارف کی نگاہ میں روئے ناخن کی طرح کہ کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں سید العرفا کی نظر اقدس کے حضور رائی کے دانے کے مانند ۔ مومن کامل کی نظر میں ساتوں آسمان ساتوں زمینیں ایسی ہیں جیسے کسی لق ودق میدان میں چھلا پڑا ہوا وہابی بے دین تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے عطائی علم غیب کے اعتقاد کو کفر بکتا اور حنفیہ معتقد علم غیب عطائی کی تکفیر کا افتراء و بہتان کرتا ہے کیا حنفیہ کے نزدیک معاذ اللہ یہ علماء اولیاء عرفاء جنہوں

اس کے کسی لفظ سے یہ مترشح نظم کائنات سے اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ نظام دنیا ابدی ہے یوں ہی ابدالآباد
تک رہے گا بلکہ نظم کائنات اس نے انھیں اصول کا نام رکھا جن پر نظام کائنات برقرار ہے جن پر نظام کائنات
کا مدار ہے۔ رہا یہ کہ ان اصول کو وہ دائمی و مستقل وابدی کہتا ہے۔ یہ اس عبارت منقولہ میں نہیں وہ بھی منقول
ہوتے تو ان کا حکم بتایا جاتا مگر ایسے اصول ہیں جنھیں ابدی کہہ سکتے ہیں بلکہ وہ بھی جو ازلی بھی ہیں اور ابدی
بھی ہمیشہ سے ہے اور ابدالآباد تک رہے گا وہ اصل کیا ہے لا الٰہ الا اللہ جس پر نظام کائنات کا مدار
ہے کہ لا تقوم الساعۃ علی احد یقول اللہ اللہ یوں ہی کہ جب عالم میں کوئی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
کہنے والا باقی نہ رہے گا جب ہی قیامت قائم ہوگی اور یہ نظام عالم درہم برہم اور سارا عالم تہ و بالا نیست و نابود ہو جائے گا
فنا کی گھاٹ اتر جائے گا تو اسے ابدی دائمی کہنے میں کیا حرج کہ قطعاً ابدی دائمی ہے۔ اصول کے دائمی وابدی
ہونے سے عالم و نظام عالم ابدی و دائمی نہ سمجھے جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۳ زید کہتا ہے کہ ہندو بتوں کو سجدہ کرتے ہیں اور ہم کعبہ میں جاکر پتھر کو سجدہ کرتے ہیں اور ہندو
پتھر پر پانی پھول چڑھاتے ہیں اور کہتا ہے کہ یہ پانی پھول چادر کو ہم چڑھاتے ہیں اور ہم کعبہ میں جاکر کنکریاں مارتے
ہیں اور کہتے ہیں کہ شیطان کو چوٹ لگتی ہے پھر ہم میں اور ان میں کیا فرق ہے۔ اس کا جواب ایسا عنایت کیجیے
کہ ہم کو سیری ہو۔

الجواب یہ شخص جاہل تر توبہ کرے۔ کوئی مسلمان کعبہ کو سجدہ نہیں کرتا جہت کعبہ سجدہ خدا کو کرتا ہے
کافر بتوں کو سجدہ کرتا ہے۔ ان کی پرستش و بندگی و عبادت کرتا ہے۔ کعبہ جاکر پتھر کو سجدہ کی مسلمانوں پر
محض افترا ہے جیسے کعبہ سے دور سمت قبلہ سجدہ ہوتا ہے یوں ہی وہاں جاکر عین قبلہ کا استقبال کیا جاتا ہے
سجدہ یہاں وہاں سب جگہ خدا ہی کے لئے ہوتا ہے کیا کوئی ادنیٰ عقل والا بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہاں مسلمان
مسجد کی دیواروں کو سجدہ کرتے ہیں اور جو مسجد میں نماز نہیں پڑھتے تو وہ گھر کی دیوار کو سجدہ کرتے ہیں کعبہ
کو مسجود ٹھہرا کر فرق اسلام و کفر گنانا کیسی شدید بات ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اس شخص پر توبہ فرض
ہے مسلمان رمی جمار محض امتثال امر کے لئے کرتے ہیں۔ حکیم کے ہر کام میں مصالح ہوتے ہیں فعل الحکیم
لا یخلو عن الحکمۃ۔ آدمی بہت کام کسی اپنے معتمد کے کہنے سے ایسے کرتا ہے جس کی حکمت خود نہیں سمجھتا
جانتا ہے کہ میں اپنے جہل سے اپنی نادانی سے اس کا فائدہ نہیں سمجھتا مگر ضرور کچھ فائدہ ہے ضرور جب تو
یہ مجھے اس کے کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ تو اس حکیم حقیقی عزت عظمتہ و جلت حکمتہ جس کی شان ہے لا یسئل

۱؎ سورۂ انبیاء آیت ۲۳

عمل بعض اس کے احکام میں چون و چرا کا کیا موقع۔ کہ محال ہے کہ وہ کسی عیب کا حکم دے تو ضرور اس میں فائدہ
ہے کوئی یہ نہیں سمجھتا کہ میرا پتھر شیطان کے جسم پر پڑتا ہے۔ محض امتثال امر کے لئے پتھر مارتا ہے نیز اس لئے
کہ رب عزجلالہ کے خلیل جلیل کی سنت کریمہ ہے علیہ الصلوۃ والتسلیم جہاں خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کی راہ
میں شیطان ان سے متعرض ہوا بحکم الٰہی آپ نے اسے پتھر مارے کہ وہ خائب و خاسر ہوا ہم بھی رب جلیل کے اس
خلیل جلیل محبوب جلیل کے اتباع میں ایسا کرتے ہیں۔ کسی کی جانب پتھر پھینکنے سے مقصود جب ہی حاصل نہیں
جبکہ وہ پتھر اس کے جا لگے۔ کسی کو بھگانا مقصود ہوتا ہے تو اس کی طرف پتھر پھینکے جاتے ہیں تو بھاگ جاتا ہے
اگرچہ ایک پتھر بھی اس کے نہ لگے۔ بندر اور کتا کیا جب ہی بھاگتا ہے جب اس کے جسم پر جا لگتا ہے؟ بلکہ بھگانے
کا مقصود کبھی محض اشارے سے پورا ہو جاتا ہے ہاتھ میں پتھر نہ ہو جھک کر اٹھانا اور بندر و کتے کی طرف خالی
ہاتھ اس طرح پھینکنا جس طرح پتھر ہاتھ میں لے کر پھینکا جاتا ہے بسا اوقات کافی ہوتا ہے۔ تو اس خیال سے
کہ وہ عدو اللہ جو ایسے عظیم و جلیل سے یہاں متعرض ہوا ہم جیسوں کو یہاں کیوں متعرض نہ کرے گا جو ہمارے
دم کے ساتھ ہر قدم ہے اس کا وہی علاج کیا جائے جو اس خلیل جلیل نے فرمایا ان کے اتباع کی برکت
ہوگی اور عدو اللہ دفع ہوگا اگرچہ خلیل جلیل کا کوئی وار خالی نہ گیا اور ہمارا ہر پتھر خالی جائے۔ مگر پتھروں کی جب
بارش ہوگی تو وہ رہے گا نہیں بھاگ جائے گا۔ پھر تذلیل کا مقصد تو حاصل ہے ہی۔ کسی کی تصویر بنا کر اس
کے جوتے پتھر مارے جائیں تو اگرچہ اس کے جسم پر وہ پتھر وہ جوتے نہیں لگتے، مگر جس کی تصویر ہے اس
کے دل پر زخم کاری لگتا ہے۔ تو شیطان کے قلب پر کاری زخم لگنے کے لئے اس عدو اللہ کے ان مقامات
پر جہاں وہ اللہ کے خلیل سے متعرض ہوا مسلمان پتھر مارتے ہیں اس میں اور اس لغو و بے معنی حرکت
کفری میں فرق نہ کرنا کیسی شدید بات ہے۔ پتھر پر پانی پھول چڑھانا اور اس کا مہادیو کو پہنچ جانا اور شیطان
کے چوٹ لگنا کیسے ایک سا جانا؟ دل پر چوٹ لگنے کے لئے جسم پر پتھر لگنا ضروری نہیں۔ واللہ تعالیٰ
اعلم بالصواب۔

مسئلہ از [illegible] محلہ اسٹریٹ مسئولہ مولوی حشمت علی لکھنوی قادری برکاتی [illegible] ۱۳۳۸ھ

زید نے اپنے داماد عمرو کے متعلق یہ سنا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں آریہ ہو جاؤں گا جب اس کا چرچا پھیلا
تو بکر نے کہا کہ بھائی یہ شریعت کا معاملہ ہے عمرو کو کسی سنی عالم کے پاس لے جاؤ وہ تحقیق کرکے حکم شریعت
بتا دیں گے۔ عمرو کو خالد و زید ایک سنی عالم کے پاس لے گئے عالم دین نے عمرو سے پوچھا تم نے کیا کہا تھا اس

نے پانچ آدمیوں کے سامنے اقرار کیا کہ میں نے یہ کہا تھا کہ اگر میرے سسرال والے اسی طرح میری دشمنی پر آمادہ رہے تو میں آریہ ہو جاؤں گا پھر میرا کیا کر سکیں گے اور یہ کلمات میں نے ہنسی مذاق کے طور پر کہے تھے۔ عالم دین نے فتوی دیا کہ تم اسلام سے خارج ہوگئے اور تمہاری بیوی نکاح سے خارج ہوگئی اور اسی وقت عمرو سے توبہ کرائی اور از سر نو تلقین اسلام کی۔ اس فتوی پر عمرو کے طرفداروں نے شور و غوغا مچا رکھا ہے۔ کوئی کہتا ہے اعلان کر دو آج سے ہماری برادری کا کوئی آدمی مولوی صاحب کے وعظ میں نہ جائے۔ کوئی کہتا ہے آج ایسے ہی فتووں کا زور رہا تو دنیا بھر کے نکاح فسخ ہو جائیں گے۔ کوئی کہتا ہے زید پر برادری کی طرف سے دباؤ ڈالا جائے کہ وہ پھر اپنی لڑکی کا نکاح عمرو کے ساتھ کر دے اور اگر نہ مانے تو زید کا حقہ پانی بند کر دیا جائے کوئی کہتا ہے کہ بکر کے مشورے سے خالد اور زید عالم دین کے پاس عمرو کو لے کر گئے اگر یہ لوگ ایسا نہ کرتے تو فسخ نکاح کا فتوی کیوں ملتا لہذا اب عمرو کا دوبارہ جو نکاح ہو اس کا سارا خرچ بکر اور خالد اور زید سے وصول کیا جائے اگر یہ تینوں نہ دیں تو ان کو برادری سے خارج کر دیا جائے۔

سوال یہ ہے کہ مسمی عالم دین کا فتوی صحیح ہے یا غلط؟ اگر صحیح ہے تو عمرو کو اپنی بیوی سے دوبارہ جبراً نکاح کرنے کا شرعاً اختیار ہے یا نہیں؟ اور پہلا مہر عمرو کے ذمہ فی الفور واجب الاداء ہے یا نہیں اور دوسرے نکاح کا مہر پہلے مہر کے علاوہ اسی قدر ہوگا یا نہیں جس مقدار پر عورت راضی ہو؟ شور و غوغا مچانے والوں کے کلمات شرعاً کیا حکم رکھتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب عالم دین کا فتوی حق و صحیح و صواب۔ اور اس پر شور و غل مچانے اور بیہودہ غوغا کرنے والے باطل پر ہیں بے شک بے ارتیاب مستحق عذاب مستوجب قہر و غضب حضرت رب الارباب۔ فی الواقع صورت مسئولہ میں عمرو پر توبہ و تجدید ایمان و تجدید نکاح لازم تھی اسی کا عالم دین نے حکم دیا۔ اگر عمرو اپنے اس بیان میں سچا بھی ہو کہ اس نے یہ ازراہ مذاق کہا جب بھی یہی حکم ہے۔ جب لفظ معنی کفر میں ظاہر ہو تو نیت و عدم نیت کا فرق نہیں ہوتا۔ اس کے قائل پر توبہ و تجدید ایمان و تجدید نکاح ہی کا حکم ہوتا ہے۔ امام ابن حجر مکی قدس سرہ الملکی اعلام الاعلام بقواطع الاسلام میں فرماتے ہیں انما یحکم بالکفر باعتبار الظاهر ولا نظر للقصد والنیة وعدمهما انما ترتبط به الاحکام باعتبار الباطن اسی میں فرمایا حکمنا انما هو باعتبار الظاهر فلا یبحث عن المراد اسی میں ہے نحن نحکم بالظاهر فلذا لا نحکم بعدم ایمانه اسی میں ہے اللفظ ظاهر فی الکفر وعند ظهور اللفظ فیه لا تعتبر النیة کما علم من فروع کثیرة اسی میں فرمایا المدار فی الحکم بالکفر علی الظواهر ولا نظر للمقصود والنیات

بما ینطق بہا الکفر فانہ ان نطق بالکفر من غیر اعتقاد کفر عند اللہ تعالیٰ ۔ اسی میں ہے او العزم علی الکفر
بعد حیث یکفر فی الحال لزوال التصدیق المستمر اسی میں ہے یکفر بقولہ فلان اکفر منی او قال مثلا
صدقتہ ای حقیقۃ اذ ہو ان اکفر او کذبت ان اکفر او کان اقرب الی الکفر ۔ اعلام میں فرمایا فمن ذلک العزم
علی الکفر فی زمن بعید او قریب او تعلیقہ باللسان او القلب علی شیء ولو محالا عقلا فیما یظہر فیکون
کافرا فی الحال ۔ کما نقلہ الشیخان عن التتمۃ وجزم بہ البغوی وغیرہ کالحلیمی وصححہ الرویانی
اس کے بعد یہ شبہ ذکر کر کے وقول ابی نصر القشیری عندنا لا یتصور العزم علی الکفر الذی ہو الجہل باللہ
اذ لا یجمع من العالم باللہ ان یعزم علی الجہل اس کا جواب فرماتے ہیں یجاب عنہ بان المراد بالکفر فی
ہذا الباب ما اشعر بالجہل وان کان قلب من صدر منہ شیء مما ذکر وما یاتی ممتلئا ایمانا ۔ الا تری ان
الاستہزاء والہزل بالغیر جا وکذا فی الفعل الاتی فان اراد ابو نصر بانہ وان عزم لا یکون کافرا فیما
بینہ وبین اللہ بل لا وجہ لکلامہ حینئذ وان اراد حقیقۃ الکفر الذی ہو الجہل لا یجامع حقیقۃ العلم
فمسلم لکن لا مدخل لذلک فیما نحن فیہ ۔ اسی میں ہے ان الایمان التصدیق وہو منتف مع العزم
اسی میں ہے من نطق بکلمۃ الردۃ وزعم انہ اضمر توریۃ کفر ظاہرا وباطنا یہاں وہ اس سے زیادہ
کہہ ہی کیا سکتا ہے کہ میں نے تو ہنسی دل لگی میں ایسا کہہ دیا تھا میرا یہ قصد نہ تھا کہ واقعی آریہ ہو جاؤں گا بس
یہی عذر بن سکتا تھا مگر اس عذر کی گردن اگرچہ بعض عبارات مذکورہ سے کٹ چکی پھر بھی خاص جزئیہ لیجئے
مجمع الانہر میں فرمایا ان تکلم بکلمۃ الکفر ہازلا او لاعبا کفر عند الکل ولا اعتبار باعتقادہ ۔
جب بفضلہ تعالیٰ عمرو نے علم سے توبہ کی بکرمہ تعالیٰ اس کا کفر دُھل گیا فان التائب من الذنب
کمن لا ذنب لہ کما فی الحدیث ۔ مگر اس تجدید اسلام نے علاوہ عورت پر دسترس حاصل نہ ہوئی کہ اس
کا کفر سے جو نکاح ٹوٹ گیا وہ اس تجدید اسلام سے جڑ نہ گیا نہ اس سے عمرو کو عورت پر کوئی جبر کا موقع ۔
عورت اگر راضی ہو تو اس سے نکاح جدید کرے ورنہ اگر راضی نہ ہو تو وہ مثل اجنبیہ ہے اس کا اس پر کوئی جبر
واختیار نہیں اور جب وہ عمرو کے کہنے سے اجنبیہ ہو چکی تو اگر رضامندی سے ہوا اس سے نکاح جدید
کرنے کا تو پھر بھی جدید ہوگا ۔ اور اتنا ہی ہوا کہ مجھ پر عورت واپس ہوا اعلام میں فرمایا من تلفظ بلفظ الکفر یحبط
عملہ وتقع الفرقۃ بین الزوجین ویجدد النکاح بعد اسلام الزوجۃ ان کان الکفر من الزوج وعلیہ
بعد تجدید الایمان والتبری من لفظ الکفر حتی ان من تلفظ بالشہادۃ عادۃ ولم یرجع عما قالہ لا

علہ شامی مطبوعہ کوئٹہ جلد سوم ص۳۲۲ علہ ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص۲۰۶

حضرت سیدتنا آمنہ صلی اللہ تعالیٰ علی ابنہا و علیہا وسلم کے یتیم فرزند ارجمند پر جن کے سرمبارک پر باپ کے تربیت و تعلیم
باپ دادا تھے جن کی عمر شریف اوائل ایام حلیمہ سعدیہ مضریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں بادیہ میں بسر ہوئی
جنھوں نے کسی انسان سے کسی کتاب کا کوئی حرف نہ پڑھا نازل ہوا جس نے تحدی فرمائی کہ وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ
رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ یعنی اے گروہ فصاحت کے متوالو اے شراب بلاغت
سے سرشار والے زبان کے ایسے مدعیو کہ دوسروں کو گونگا بتانے والو اگر تم صاحبِ قرآن کسی ادنیٰ سے ادنیٰ شک
میں پڑے ہو تو اس کی سی ایک چھوٹی سی سورت کہہ لاؤ اور نہ تم ہی بلکہ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ
لِلْكٰفِرِیْنَ۔ اور اللہ عزوجل کے سوا جنھیں تم نے معبود بنا لیا ہے انھیں بھی مدد کے لئے پکار لو اگر تم سچے ہو
پھر اگر تم ایسا نہ کر سکو اور ہرگز ایسا نہ کر سکو گے تو آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جو کافروں کے
لئے تیار کی گئی ہے۔ کہیں فرمایا مِّثْلِهٖ سب کے سب جمع ہو جاؤ اپنے شرکا کو بھی جمع کر لو۔
کہیں فرمایا لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ہرگز اس کی مثال نہ لا سکیں گے اگرچہ بعض
بعض کے مددگار ہوں۔

قرآن تو کلام اللہ صفۃ من صفات اللہ ہے۔ کوئی اس کا مثل کیونکر لا سکے۔ جو شیٔ بھی اللہ عزوجل
کے یہاں سے ہو محال ہے کہ تمام عوالم مل کر بھی اس کا مثل بنا سکیں پانی کا قطرہ قطرہ مٹی کا ذرہ ذرہ ہوا کا
ہر ہر حصہ آگ کی ہر ہر چنگاری نور کا ہر ہر لمعہ غرض کہ عوالم کی ہر ہر شے کا ہر ہر ریزہ اس پر گواہ ہے کہ نہ اصل کی مثل
کوئی لا سکتا ہے نہ فرع کی مثل کوئی بنا سکتا ہے اصل و فرع درکنار وصف کا مثل کیا کسی کو کسی محض صورت کا مثل بھی
نہیں بنا سکتا وہ رنگ و روپ نہیں لا سکتا۔ ایسی جو چیز عالم میں نظر آتی ہے یا محسوس ہوتی ہے جس کا مثل
عوالم میں کسی سے ممکن نہ ہو عقل و شعور رکھنے والا بلکہ پاگل بھی اسے اللہ عزوجل کی محض قدرت سے جانتا
اور سچے دل سے اسے اللہ عزوجل کا مخلوق مانتا ہے تو قرآن عظیم جو اسی خالق جل مجدہ کی صفت ہے جس کی
کسی مخلوق کا مثل تمام عالموں میں کسی شے سے ممکن نہیں تو اس کی صفت کا مثل کوئی لائے تو کس طرح لا سکے
قرآن کا مثل ناممکن ہونا پکار پکار منادی ہے کہ قرآن منجانب اللہ ہے۔ علماء و فصحاء عرب جس کے مقابلے سے عاجز
ہوئے ان میں بہت وہ جن کے نصیب میں ہدایت تھی اسے سن کر ہی ہدایت یاب ہوئے اور پکار اٹھے کہ یہ کلام
کلام بشر نہیں اور سچے دل سے اسے کلام اللہ اعتقاد کر کے ایمان لائے اور بدنصیب جن کے قلوب پر عناد و

سے سورۂ بقرہ آیت ۲۳، ۲۴ ع سورۂ یونس آیت ۳۸ ع سورۂ اسرا آیت ۸۸

جہالت کے غلط تھے اگرچہ دل سے وہ بھی معتقد کلام الٰہی بشر ہونا مانتے مگر عناداً یہی کہتے ہے کہ لو نشاء لقلنا مثل ھٰذا[1]

مگر عقلاء بے شک ہی جانتے کہ اگر انھیں کچھ بھی قدرت ہوتی تو کس دن کے لئے اٹھا رکھتے قرآن اگر کلام بشر ہوتا تو کیا وہ زبان داں جو اپنے آگے تمام دنیا کو گونگا جانتے وہ فصحاء و بلغاء جن کے آگے فصاحت دنیا ہاتھ باندھے کھڑی رہتی جن کی لونڈیاں برجستہ قصائد پڑھا کرتیں قرآن کے آگے گونگے ہو جاتے۔ قرآن اگر کلام بشر ہوتا تو اس میں ایسی گرفتگی ایسا جذبہ ایسی خوبی ایسی خوش اسلوبی یہ حسن یہ ملاحت یہ سلاست یہ لطافت کہاں ہوتی یہ اثر کب ہوتا کہ معاندوں کو جب کچھ نہ بن پڑتا تو کہتے لا تسمعوا لھٰذا القرآن والغوا فیہ[2] لعلکم تغلبون۔ اس قرآن کو نہ سنو کسی کو سننے دو کہ جو سنے گا اسی کا کلمہ پڑھے گا ہم سے ٹوٹ کر اسی کا ہو رہے گا جب قرآن پڑھا جائے تو غل شور مچاؤ غل بل بل کرو کہ تم غالب آؤ کہ نہ لوگ قرآن سنیں گے نہ ایمان لائیں گے۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ کلام بشر ہوتا تو وہ فصحاء و بلغاء اس کے مقابلے کیوں عاجز و درماندہ رہتے۔ خود کیا ہر شخص علیحدہ علیحدہ مستقل قرآن اس کے مقابل بنا کر پیش کرتا پھر جب کہ قرآن کی وہ تحدی دیکھتے جب تم جان توڑ کوشش سے مقابلہ کرتا۔ جب کافر اس تحدی پر بھی اس کی سی ایک سورت نہ بنا کر لا سکے جب معاند اس کے سننے سے اپنا دامن بچا سکا اور اس کی آواز کان میں نہ پڑ جائے غل شور مچانے غل بل بل کرانے لگے تو روز روشن سے زیادہ روشن و آشکار ہوا کہ قرآن ایسی بے مثل کتاب ہے جس کا مثل کسی سے ممکن نہیں اور ایسی چیز جس کا مثل ممکن نہ ہو وہ خدا ہی کی ہوتی ہے تو آفتاب نصف النہار کی طرح روشن و عیاں کہ قرآن کلام اللہ ہے ہرگز کلام بشر نہیں۔

پھر قرآن کے اٹل احکام لم یزل اور لا یموت ابدی محکم قواعد و قوانین اپنے مخالفوں کو بھی مجبور کر کے کہلوا لیتے ہیں کہ بے شک یہ خداوندی ہے ہرگز بشری نہیں۔ کل سے عالی عقلاء جمع ہو کر جو قوانین وضع کرتے ہیں کبھی تو کبھی کچھ دن بعد زمانہ انھیں مجبور کرتا ہے کہ وہ ان میں ترمیم کریں یا منسوخ کر کے نئے قوانین بنائیں مگر قرآنی قوانین ایسے قوانین نہیں جن میں کوئی تبدیل کوئی تغییر ادنیٰ ترمیم یا کسی تھوڑی سی تنسیخ کی حاجت ہو وہ آج سے تیرہ سو برس پہلے جیسے ضروری تھے ڈیڑھ ہزار برس کے قریب زمانہ گزرتا ہے آج بھی ویسے ہی ضروری ہیں اور تا قیامت ان کی اسی طرح حاجت و ضرورت رہے گی۔ دنیا بھر میں قرآنی قوانین کا شہرہ ہے قرآنی قوانین عالمگیر و ہمہ گیر قوانین ہیں۔ دنیا بھر کے سلاطین انھیں قوانین کی سرکار کے بھکاری ہیں یا دست

[1] سورۂ انفال آیت ۳۱، [2] سورۂ حم سجدہ ۲۶

بكفر مسلماً قبل كان راضياً باسلامه اشد الكفر۔ (شرح فقہ اکبر ص۲۳۹)

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے۔ كافر جاء الى رجل وقال اعرض علی الاسلام فقال اذهب الى فلان يكفر وقيل لا۔ نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں ہے۔ يجوز قطعها بسرقة ما يساوي درهما ولو لغيره او طلب منه كافر عرض الاسلام عليه حاشیہ علامہ طحطاوی علی المراقی میں ہے انما يجب قطع الصلاة لتعليم الاسلام ولا يعد بذلك راضيا ببقائه على الكفر بخلاف ما اذا تراخى عن الاسلام وهو في غير الصلاة (ص۲۰۵) امام ابن حجر مکی اعلام الاعلام بقواطع الاسلام میں فرماتے ہیں ومن المكفرات ايضا ان يرضى بالكفر ولو ضمنا كان يسأله كافر يريد الاسلام ان يلقنه كلمة الاسلام فلم يفعل او يقول له اصبر حتى افرغ من شغلي او خطبتي لو كان خطيبا (ص۱۰) اسی میں ہے لو قال لكافر يطلب منه ان يعرض عليه الاسلام فقال حتى ارى او اصبر الى الغد او طلب ان يعرض الاسلام من واعظ فقال اجلس الى آخر المجلس كفر وقد حكينا نظيرها عن المتولي (ص۳۳) اسی میں ہے قال لمن عرض على الاسلام فقال لا ادري صفة الايمان او قال اذهب الى فلان الفقيه (الى قوله) ما ذكرنا في المسألتين الاوليين هو المعتمد كما قدمته بما فيه لما ان ما يتضمن رضاه على الكفر والمعطلة والرضا بالكفر كفر۔ دونوں پر توبہ و تجدید ایمان و تجدید نکاح فرض ہے کہ کفر متفق علیہ و مختلف فیہ کا اس بارے میں ایک ہی حکم ہے مجمع الانہر میں فرمایا ما كان في كونه كفرا اختلاف يؤمر قائله بتجديد النكاح وبالتوبة والرجوع عن ذلك احتياطا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کافر غیر جنبی اگر اسلام لائے تو بعد اسلام اسے غسل مستحب ہے اس پر واجب نہیں۔ اور اگر جنبی تھا اور اسلام لایا تو بعد اسلام اس پر وجوب غسل میں اختلاف روایت ہے۔ ایک روایت میں واجب اور ایک میں واجب نہیں۔ ملتقی الابحر اور اس کی شرح مجمع الانہر میں ہے۔ يجب على من اسلم جنبا في رواية (الا انه) يجب عليه الغسل اذا اسلم جنبا ووجوبه بارادة الصلاة وهي عندها كما كانت شرطا للوضوء ولان الجنابة صفة مستدامة ودوامها بعد الاسلام كابتدائها فيجب الغسل والا اي وان اسلم ولم يكن جنبا فان الغسل مندوب له۔ اور یہاں تو وہ عورت نہلا دھلا کر لائی گئی تھی اب اس کے بعد بھی اس پر غسل فرض بتانا عجیب ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اس عالم پر کئی ہی الزام ہیں سب سے توبہ بھی لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جواب حق وصواب۔ وہ عجیب عجیب و غریب ہے۔ بلاشبہ صورت مستفسرہ میں جب کہ نیت صاف
کہہ دیا تھا کہ عورت کو نہلا کر مسلمان کرنے لایا ہے کہ نماز جمعہ بھی ادا کرے پھر کون وجہ اسلام سے روکنے
محروم رکھنے کی تھی آہ! مفتی نے اتنی دیر لئے کفر پر رکھا اور کفر پر راضی رہا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ موت کا وقت معلوم
نہیں کوئی حادثہ ملک پیش آجاتا اور عورت مرجاتی یا شیطان خناس کوئی وسواس اس کے دل میں پیدا کر دیتا تو
عورت جہنمیہ ابدیہ ہو کر مرتی اور نعمت اسلام سے محروم ہو جاتی اور یہ کفر زیادہ مفتی صاحب کے نامۂ اعمال میں
لکھا جاتا۔ ان حضرت کے مفتی صاحب کو بہرحال اگر تلقین اسلام سے بھی کوئی اشد و اہم کام تھا تو کلمۂ توحید کے
دو حرف پڑھانے کیا پچپن پہر لگتے تھے کسی کے خواہش اسلام کے وقت تو نماز جیسی افضل و اہم عبادت کا
توڑ دینا اور اسے مسلمان کرنا حسب تصریحات فقہائے کرام جائز ہے۔ پھر مسجد میں معطل بیٹھے رہنا اور سنتیں
پڑھنا آدھ گھنٹہ خطبہ جمعہ سے پہلے وعظ گوئی میں گذارنا کون اہم فریضہ تھا کہ دو حرف کلمۂ شہادت کے نہ پڑھا
سکے اور پھر عذر بھی کتنا معقول کہ اسلام لانے کے بعد غسل اس پر فرض ہے۔ لہٰذا بعد جمعہ بہتر ہے۔

سبحان اللہ اسلام بعد جمعہ بہتر ہے قبل جمعہ اچھا نہیں؟ اعوذ باللہ من همزات الشیاطین وان
یحضرون۔ یہ عجیب منطق الطیر ہے۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔ غسل بالفرض اگر فرض تھا تو نماز کے
لئے تھا اسلام لانے کے لئے۔ بغیر غسل اتنا ہی تھا کہ نماز ترک ہوتی کیا کلمہ پڑھنا بھی بے غسل کفر و حرام تھا؟ بلکہ
بعد اسلام اگر اس پر غسل فرض بھی ہو جاتا تو وہ فرض غسل ادا کرتی یا نہ کرتی مفتی صاحب پر تو اس تاخیر تلقین
اسلام سے کفر لازم نہ آتا اور نجاست کفر سے تو وہ پاک ہو جاتی۔ پھر اتنا وقت بھی تھا کہ وہ فریضہ غسل بھی ادا کر لیتی
لطف یہ کہ یہ مسئلہ ہی غلط کہ پاک ہو کر بھی کوئی اسلام لائے تو اس پر بھی غسل فرض۔ وہ عورت نہا کر پاک ہو کر قبول
اسلام کے لئے بقصد نہا کر آئی تھی اس پر کون حدث حکمی باقی تھا جس پر فرضیت غسل کا جبری حکم جڑ دیا گیا۔ عامہ
کتب فقہیہ میں تصریح ہے کہ اسلام لانے سے پہلے اگر نہا لیا اور پاک ہو کر قبول اسلام کیا تو دوبارہ نہانا ہرگز فرض
نہیں۔ صرف نظافت کے لئے نہا لے تو اچھا ہے۔ محبوب و مندوب ہے فرض نہیں۔ درمختار[1] میں ہے اسلم
طاهرا فمندوب۔ علامہ شامی نے [illegible] من الجنابة والحيض والنفاس بان كان اغتسل او اسلم
صغيرا فتامل۔

[1] درمختار مع شامی جلد اول ص۱۱۲ مطبوعہ کوئٹہ

پھر علامہ عبدالغنی نابلسی نے تصریح نقل فرمائی دربارۂ اغتسالات اربعہ مذکورہ میں فرمایا حاصلہ انھم صرحوا بان ھذہ الاغتسالات الاربعۃ للنظافۃ لا للطھارۃ۔ یعنی نہا کر اسلام لانے اور پورے پندرہ برس کا ہو کر بالغ ہونے اور نماز جمعہ ونماز عیدین کے لئے غسل بتصریح ائمہ محض نظافت کے لئے نہ بضرورت طہارت علمائے کرام نے سولہ چیزیں گنائیں۔ جن کے بعد غسل مستحب فرمایا۔ ایک انھیں میں سے یہی قبول اسلام بطہارت ہے۔ اور تصریح فرمادی کہ یہ سب غسل بغرض نظافت ہیں نہ بضرورت طہارت مراقی الفلاح اور نورالایضاح میں ہے [1] وندب الاغتسال فی ستۃ عشر شیئا لمن اسلم طاھرا الخ اس پر علامہ شرنبلالی نے فرمایا من [2] اسلم طاھرا ای من جنابۃ وحیض ونفاس للتنظیف حیث لاتحمد تو طہارت تو اسے حاصل تھی پھر کیوں اسے کلمہ پڑھا کر جھوٹے حیلہ بہانوں سے شریک جماعت نہ ہونے دیا گیا۔ بہ نیت اسلام جو غسل ہوا اس سے ازالۂ حدث حکمی نہیں ہوتا جنابت وحیض ونفاس سے پاک نہیں ہوتا طہارت نہیں ہوتی نماز اس سے حرام ہے؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ الحمدللہ ہر قبول اسلام کے بعد ہر گز غسل فرض نہیں محض وہمی امام مرتکب حرام اور مستحق آثام۔ اس پر اور زید پر توبہ وتجدید نکاح وتجدید اسلام کا حکم ضرور صحیح وصواب۔ بلاشک وبلا کلام۔ واللہ الموفق المنعم واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر محمد حامد رضا خان صاحب غفرلہ قادری نوری

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ایسی کتاب کے بارے میں جس کا مصنف اپنے کو عالم اہلسنت وجماعت کہتے ہوئے مندرجہ ذیل خیالات وعقائد کا اظہار کرے اور صحابہ کے متعلق یہ الفاظ استعمال کرے اور ان پر مصر ہو؟

(۱) حق یہ ہے کہ ابوالبشر کی اولاد میں حضرت علی جیسی صفات حسنہ مجتمعہ کا انسان پیدا ہی نہیں ہوا اس امر میں تو کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اہل بیت تمام صحابہ سے افضل واعلیٰ تھے۔ اہل بیت کا انحصار موافق حدیث وتشریح آیۂ تطہیر وآیۂ مباہلہ جناب امیر وحضرت فاطمہ وحضرت حسنین میں ہے اہلبیت کے بعد یقینی وقطعی خلفائے ثلثہ تمام صحابہ سے افضل واعلیٰ تھے۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالفین خصوصاً معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو ہر بد سے بدفعل کو خالصاً لوجہ اللہ ثابت کرنے کی کوشش میں مصروف رہنا مقتضائے سنیت دے دیا گیا ہے۔

(۳) معاویہ نے سمجھ لیا کہ قیس دام میں نہ آئیں گے یہ جناب امیر کے سچے ہمدرد اور مطیع ہیں تب دوسرا

[1] نورالایضاح ص ۲۲، [2] مراقی مع طحطاوی ص ۵۸

جال پھیلایا۔ ان کے بعد عمرو بن عاص کی چالبازیوں نے خوب ترقی کی۔

(۴) حضرات طلحہ و زبیر کی شرکت نے آتش و فتنہ و فساد کو اور بھی مشتعل کر دیا۔ آنحضرت کی صحبت حضرت معاویہ کو کم نصیب ہوئی تھی۔ اور ان کے فیض سے مستفیض ہونا یہاں بالکل مفقود تھا۔

(۵) حضرت امام حسن کی شہادت میں بھی مروان ملعون درمیانی ہے۔ یہ ذہنیت بجز معاویہ کے اور کسی کی نہیں ہو سکتی۔ اگر معاویہ سے زائد مبتلائے معاصی کوئی شخص معاویہ کی جگہ پر ہوتا تب بھی امام حسن اس کو خلافت سپرد کر دیتے۔ معتبر تاریخیں معاویہ کے معائب سے بھری معلوم ہوتی ہیں۔ غرض کہ معاویہ کی دنیا طلبی نے دین سے چھڑا کر تمام رعایا کو دنیاوی خواہشات میں مبتلا کر دیا۔ مسلمانوں کو ان کے حال سے عبرت کرنا چاہئے اور خدا سے پناہ مانگتے رہنا چاہئے۔ جو واقعات جناب امیر کی خلافت میں پیش آئے اس میں معاویہ کی خواہش حکومت میں جذبۂ انتقام بھی پنہاں تھا۔ اس قدر مسلمانوں کا خون معاویہ نے محض حکومت حاصل کرنے کی خواہش میں کرایا تھا۔

الجواب وہ شخص باوصف ادعا سنیت نہ سنیت بلکہ ادعا پیشوائی اہل سنت ایسے بیہودہ اقوال رکھتا ہے جنہیں مذہب رفض کی جان کہا جائے تو بجا جو روافض کا دین و ایمان ہیں۔ اس شخص پر ان اقوال سے توبہ و رجوع لازم۔ اس کے اس قول نے کہ ابو البشر کی اولاد میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی صفات حسنہ مجتمعہ کا انسان پیدا ہی نہیں ہوا۔ حضرت سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو تمام صحابہ ہی نہیں جمیع انبیا خود سرورِ عالم سید اعظم مولائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی بڑھا دیا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام بھی سید الانس والجان ہیں اور انا ولادکم حضور ابو البشر علیہ الصلاۃ والسلام۔ اور اس قول میں ہے کہ مولیٰ علی جیسی صفات حسنہ مجتمعہ کا ابو البشر کی اولاد میں کوئی انسان پیدا ہی نہیں ہوا۔ تمام صحابہ سے حضرات شیخین کریمین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق اکبر و حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم بھی ہیں حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو افضل بتانا ہی تفضیل ہے تفضیل کو کافی۔ تو اب ایسا قول جس میں ان کی تمام انبیاء پر بھی تفضیل نکلے کے ساتھ کچھ ہوگا؟ اس پر کیا حکم سب جلیل ہوگا؟ پھر ایسے سے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیز حضرت سیدنا طلحہ و حضرت سیدنا زبیر و حضرت سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر تبرا کی کیا شکایت؟ یہ شخص مدعی سنیت ہے اور نہیں جانتا کہ اہل سنت حضرات صحابہ کے ساتھ کیسا ادب رکھتے ہیں ان کے آپس کے مشاجرات میں اپنی کیا روش رکھتے ہیں۔

بحمد اللہ تعالیٰ ارباب سنت افراط و تفریط دونوں بلاؤں میں مبتلا نہیں، دونوں سے پاک ہیں۔ نہ وہ حضرت مولیٰ علی کی اسے محبت جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب حضرت سیدنا مولیٰ علی کے احباب سے کسی کی تنقیص کریں کہ مولیٰ علی کا دامن تھامنے کے مدعی بنیں اور اوروں کو چھوڑ کر لقب رافضیہ اختیار کریں۔ نہ اوروں کی اس میں محبت مانتے ہیں کہ معاذ اللہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی اہانت کریں اور دائرۂ مذہب مہذب سے قدم باہر رکھ کر خارجی کہلائیں۔

حسن سنی ہے پھر افراط و تفریط اس سے گریز کرو + ادب کے ساتھ رہو تحقیق ہے روش ارباب سنت کی

باپ چچا کی لڑائی میں باپ کی طرف ہو کر چچا کے ساتھ گستاخی کرنے والا یا چچا کو گالیاں دینے والا کسی ذی عقل کے نزدیک راہ صواب پر نہیں ہو سکتا اگرچہ چچا خطا پر ہو خصوصاً ایسا جس کی پیدائش سے قرنوں پہلے جنگ ہو چکی ہو جس کے حالات جس کے وجوہ و علل و اسباب سے یہ محض بے خبر ہو قطعی طور پر کوئی خبر اسے نہ پہونچی ہو نہ پہونچ سکتی ہو۔ یہ محض اپنے تعلق کی بنا پر باپ کو مظلوم چچا کو ظالم یا باپ کو حق پر چچا کو ناحق پر بتائے چچا کو گالیاں سنائے۔ یا محض اس لئے کہ اکثر لوگ باپ کو حق پر بتاتے ہیں چچا کو خطا پر چچا کی نیت پر حملہ کرے اور برا کہے۔ تو ان ائمۂ دین و اعاظم ملت کے باہمی مشاجرات میں کسی ایک طرف ہو کر دوسرے سے تبری، ایک جانب ہو کر دوسرے پر تبرا کیوں کر روا ٹھہرے گا اور کیوں کر سخت تر تبرا نہ ہوگا۔ کیا اللہ عزوجل معاذ اللہ ان کے مشاجرات سے واقف نہ تھا جس نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمالیا جو قبل فتح ایمان لائے۔ اور جو بعد فتح۔ کہ فرمایا وکلا وعد اللہ الحسنیٰ جس نے ارشاد کیا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی۔

وہ عالم الغیوب والشہادۃ عزجلالہ جب ان کی تمام کیفیات سارے حالات معاملات مشاجرات، ان کی نیات و خطرات سب سے واقف ہے۔ اور جو کچھ جس نیت سے جس سے ہوا اس سے سب کا عالم ہے اور پھر فضل صحبت کی بنا پر اپنے فضل و کرم سے ان سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا ہے تو پھر کسی کو ان پر نکتہ چینی کا کیا موقع ہے۔ ان کے اعمال پر اعتراض کرنے کا کیا منہ ہے۔ صحابہ کو معصوم کون کہتا ہے۔ معصوم نہ حضرت معاویہ تھے نہ اور حضرات نہ مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ یا یہ مدعی پیشوائے اہل سنت حضرت مولیٰ علی کو روافض کی طرح معصوم جانتا ہے۔ اور حضرت معاویہ وغیرہ کو غیر معصوم۔ اگر ایسا ہے تو اس کا سنی ہونا معدوم۔ اس تبرا کو تو کسی طرح اس پر محمول کر لیا جاتا کہ نا واقفی سے ایسے کلمات لکھ دیئے۔ روافض کی صحبت

ملہ سورۂ حدید آیت ۱۰ ؛ ملہ سورۂ مائدہ آیت ۱۱۹

ان کی کتابوں کے مطالعہ کا یہ نتیجہ ہوا مگر اسے کاہے پر محمول کیا جائے؟

اللہ اللہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ارشاد فرمائیں اللّٰہ اللّٰہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا من بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اٰذاھم فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللّٰہ ومن اٰذی اللّٰہ تعالٰی یوشک ان یاخذہ ۱؎ اور یہ مدعی پیشوائے اہل سنت امیر معاویہ وحضرت طلحہ وغیرہ سے یہ بغض رکھیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ارشاد فرمائیں من سب اصحابی فعلیہ لعنۃ اللّٰہ والملٰئکۃ والناس اجمعین۔ نیز فرمائیں من سب اصحابی فاجلدوہ اور یہ عالم اہل سنت کہلانے والے اجلہ صحابہ کو یوں گالیاں دیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو فرمائیں لا تسبوا احدا من اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذھبا ما ادرک مد احدھم ولا نصیفہ ۲؎ نیز حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہوا لا تسبوا اصحاب محمد صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فلمقام احدھم ساعۃ مع النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم خیر من عمل احدکم اربعین سنۃ۔ ایک روایت میں ہے خیر من عبادۃ احدکم عمرہ۔ اور یہ مدعی صاحب ایک حضرت معاویہ ہی نہیں اور بھی کتنے صحابۂ عظام پر تبرا بازیاں کریں۔ ع ..... ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ حضرات اہل بیت طہارت واصحاب سرکار رسالت علیہ الصلاۃ والتحیۃ سے ہماری محبت ان کی ذوات ونفوس کی حیثیت سے نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ وہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے اہل بیت واصحاب ہیں۔ تو ہمارے نزدیک جو محب وجاں نثار سرکار ہے سرکار ہوگا وہ ان سب کا محب ودوست دار ہوگا۔ اور جو ان میں کسی سے بغض رکھے گا ظاہر ہوگا کہ وہ اس سرکار ابد قرار علیہ الصلاۃ والسلام ہی سے بغض رکھتا ہے۔ یہ میں نہیں کہتا ابھی خود ارشاد حدیث سے معلوم ہو چکا تو جو حضرت سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی محبت وعظمت کا اظہار کرتا ہے اور حضرت امیر معاویہ وغیرہ سے سو رکھتا ہے وہ حضرت علی کی ذات بابرکات سے محبت کا مدعی ہے۔ مولیٰ علی بن ابی طالب کا دوست دار ہے۔ نہ مولیٰ علی اخ الرسول کا و ھٰذا معنی قول المولوی مولانا جلال الدین الرومی قدس سرہ فی المثنوی

اے گرفتار ابوبکر وعلی	تو چہ دانی سر حق کہ خفا قلی

کما فی المعتقد المنتقد لشیخنا المجدد سیدنا الوالد الماجد قدس سرہ۔ عجب اس عالم اہل سنت کہلانے والے بزرگ سے جسے نہ مذہب اہل سنت کی خبر نہ مسلک اہل سنت معلوم۔ مولیٰ علی کی تعریف پر آئے تو انھیں برخلاف مذہب اہلسنت بے شبہہ تمام صحابہ سے مطلقاً افضل واعلیٰ بتا دیا کہ دائرہ مذہب اہل سنت سے

۱؎ مشکوٰۃ ص۵۵۴، ۲؎ مسلم شریف جلد دوم ص۳۱۰

نکل کر مذہب تفضیلیہ میں قدم رکھدیا۔ بلکہ اس قول نے انھیں برخلاف اسلام سیدالانبیاء سے بھی بڑھا دیا۔ حضرت امیر معاویہ پر نزلہ گرا تو انھیں کیا اور کیا کہہ ڈالا۔ مروان کو تو ملعون تک کہا۔ کیا سنیوں کا یہی مذہب ہے۔ سنیوں کا یہی مسلک ہے؟ کوئی مسلمان کیسا ہی فاسق و فاجر ہو سنی مسلمان کے نزدیک تو اس پر لعنت جائز نہیں۔ بلکہ کسی خاص کافر کو بھی ملعون کہنا نہ چاہئے سوا ان کفار کے جن کا کفر پر خاتمہ قطعاً معلوم ہو لیا جیسے ابوجہل یہ تو جو کچھ تھا سو تھا مگر ع پتھر کے تلے دبا ہے دامن۔ حضرت امیر معاویہ پر جو طعن اچھل اچھل کر کئے گئے ہیں وہ پھر حضرت سیدنا امام حسن ان طاعن صاحب کی عنایات و طعن سے کیوں کر بچ سکتے ہیں کہ انھوں نے ایسے اور ایسے کو خلافت دے دی۔ اور معاذاللہ اسلام و مسلمین کے ساتھ خیانت کی بلکہ خود حضور تک یہ طعن پہونچا کہ حضور نے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تفویض امامت بامیر معاویہ کو پسند فرمایا۔ معاذاللہ ایسے بدافعال مفتن مفسد جیبی فریبی دھوکہ باز حیلہ ساز مبتلائے معاصی، دنیا طلب، خود مطلب اپنے مطلب کے لئے مسلمانوں کے خون بے دریغ بہانے والے مسلمانوں کو دین سے چھڑا کر دنیا وی فاحشات میں مبتلا کرنے والے کو امام حسن نے خلافت دی اور حضور اسے پسند فرماتے ہیں۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

؎ یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر ۔۔۔ اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

ان صاحب مدعی صحابیت نے تو صاف کہدیا کہ اگر معاویہ سے زائد مبتلائے معاصی کوئی شخص معاویہ کی جگہ پر ہوتا تب بھی امام حسن اس کو خلافت سپرد کر دیتے۔ یہ مدعی صاحب اسے امام حسن کے حق میں تبرا نہ جانیں مگر زمانہ تو اسے تبرا ہی جانے گا کہ اتنی عظیم امانت ایسا عظیم مرتبہ مسلمانوں کی جانوں تک کا فیصلہ اسلام کا جس سے بڑا چھوٹے سے چھوٹا نازک سے نازک معاملہ اہم سے اہم فیصلہ ایک خائن ایک فاسق ایک فاجر اور غنیٰ و جناب کے سپرد کر کے خود چین کی زندگی گذار نے سکھ کی نیند سونے کو سبکدوش ہو لئے ایک فاسق کی زبان سے مدح کرنے یا کسی طرح کوئی تعظیم کرنے پر تو حدیث میں فرمایا اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتز لذلك العرش۔ یا اب اس قدر اعظم عزت و عظمت ارفع مرتبت دنیا و مسلمانوں کی سب سے اعظم سیادت ربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت و خلافت بخشنا یہ کیوں کر کس طرح روا ہو سکتا ہے بخصوص امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک وہ اسے اپنے لئے کیوں کر جائز رکھتے۔

اور پھر اس الزام کا کیا جواب ہوگا کہ بڑے بھائی نے باوجود قوت و شوکت و شش ماہہ خلافت یہ کیا کہ خود بناوٹ کا ایک ایسے ویسے کو خلیفہ کر بیٹھے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور چھوٹے بھائی صاحب رضی اللہ

ملہ بیہقی، مشکوٰۃ ص

تعالیٰ عنہ نے اپنی اور اپنے بچوں اور عزیزوں سب کی جان پر بنوالی مگر یزید کی بیعت ہی نہ کی۔ اب دونوں میں سے ایک پر تو سندی صاحب ضرور الزام رکھیں گے۔ ان کے نزدیک جب امام حسن حضرت معاویہ سے فائدہ کو دے سکتے تھے اور حضور نے امام حسن کی اس بات پر کہ انھوں نے خلافت حضرت معاویہ کے سپرد کر دی ان کی تعریف فرمائی تو امام حسین کو بھی راہ چلنا تھی جس کی حضور نے تعریف فرمائی تھی خصوصاً ایسی حالت میں کہ وہ ایک آن کو بھی خلیفہ نہ ہوئے تھے اور یہ ظاہری شوکت و قوت کے سامان نہ رکھتے تھے۔ اس میں وہ اور ان کے بچے اور اہل خاندان اور مسلمان ہمراہی سب محفوظ رہتے۔ کاہے کو اپنے ہاتھوں یہ مصیبتیں اپنے سر لیں اور اگر امام حسین نے جو کچھ فرمایا وہی انھیں کرنا تھا۔ وہی ان کی شان رفیع کے لائق تھا۔ ایک فاسق فاجر سے ان کی بیعت دین میں رخنہ ہوتی۔ بیعت نہ کرنے پر اپنی اور اپنے بچوں اور ہمراہیوں کی جان مال پر بنی ہوتی بیعت کر لیتے تو جان دین و ایمان پر بن جاتی۔ تو امام حسن نے کیوں معاذ اللہ ایک فاسق فاجر کو خلافت سونپ دی؟ وہ بھی لڑنے کی پوری قوت رکھتے ہوئے۔ یا حضرت شاہزادہ گلگوں قبا مظلوم کربلا سیدنا امام حسین شہید جور و جفا، ایک بے نظیر شجاع بے مثل جری و دلیر نہایت بلند پایہ اعلیٰ درجے کے بہادر تھے۔ اور معاذ اللہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ .... تھے۔ واستغفر اللہ العلی العظیم۔

ان دونوں شہزادگان کے عمل و اقدام ہی نے فیصلہ کر دیا کہ یزید علیہ ما علیہ فاسق فاجر مرتکب کبائر تھا اور نالائق و نا اہل خلافت۔ اور حضرت سیدنا امیر معاویہ خلافت کے اہل۔ یوں ہی حضرت شہزادہ کلاں نے ان کے سپرد فرما دی اور شہزادہ خورد نے یزید کے ہاتھ پر بیعت بھی اپنے لئے جائز نہ رکھی۔ سندی صاحب اگر ان صاحبزادگان سرکار والا شان کے اس عمل ہی پر تنقید و تامل کریں تو گریبان میں منہ ڈالیں کہ انھوں نے کس پر تبرا کیا ہے اور کس عظیم کو کیا کیا کہا ہے؟ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ یہ سندی صاحب جو روافض سے سیکھ کر حضرت امیر معاویہ وغیرہ اکابر صحابہ پر تبرا کی بوچھار کر رہے ہیں کیا خارجیوں کے مطاعن کے جواب کو بھی تیار ہیں۔ جیسے بے ثبوت دعوے انھوں نے کئے ہیں وہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی کے لئے انھیں کو دہرا دیں گے تو کیا جواب ہوگا؟ کیا وہ نہیں کہہ سکتے کہ قتل حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ معاذ اللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مشورے سے ہوا۔ انھوں نے ہی ساری کارروائی کرائی۔ دل سے حکومت کے طالب رہے اور اس کے لئے یہ کچھ کیا مگر زبان سے تقیۃً انکار ہی کرتے رہے۔ یوں ہی ہر ہر بات اگر خارجی حضرت مولیٰ علی کے لئے بکے تو اس کی زبان کون روک دے گا؟

رہا ثبوت تو جیسے تم اس سے بے نیاز بنے ہو ایسے ہی وہ بھی۔ تم نے اٹکل پچو کچھ جھوٹے دعوے کر دیئے
اور حضرت معاویہ وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جو سو ءظن کرتے ہو اس کی کچھ بھڑاس نکال لی۔ یوں ہی وہ بھی
یہ بے سروپا باتیں اپنے جلے دل کے پھپولے پھوڑنے کو کہہ جاتا۔ اسے پیشوائے اہلسنت کے مدعی مذہب و
مسلک اہل سنت پہلے تو معلوم کرلیا ہوتا پھر اس کا اہل سنت کا جلیل لقب اختیار کیا ہوتا۔ تمام کتب اہل سنت
دیکھ جائیے تمام صحابہ کا تزکیہ کرتے ہیں۔ سب کو عدول بتاتے ہیں اور اس تزکیہ صحابہ کو اپنا مذہب ٹھہراتے ہیں۔
مولیٰ تعالیٰ ان صاحب کو علم دے اور اس پر عمل کی توفیق۔ اور سچا سنی عالم بنائے۔ آمین۔ واللہ ہو الموفق۔

سوال نمبر ایک میں جو اس کی عبارت نقل کی گئی ہے وہ صراحۃً مولیٰ علی نیز تمام اہل بیت کو خلفاء سے
افضل واعلیٰ بتا رہی ہے۔ شیخین پر حضرت مولیٰ علی کو جو تفضیل دی عجب کہ وہ کیوں کر مدعی پیشوائے اہل سنت
ہو سکتا ہے وہ روافض کا پیشوا اگر اپنے آپ کو کہے تو بجا ہے۔ اہلسنت کے نزدیک تو یہ تفضیل کھلی گمراہی اللہ تعالیٰ
کی پہلی سیڑھی ہے۔ وہ کتاب ہرگز کسی سنی کے مطالعہ کے قابل نہیں۔ اسے تو رافضی ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔ مولیٰ
عزوجل سنیوں کو اس تبرائی پوٹ سے محفوظ رکھے۔ واللہ الہادی وھو تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸ مسلمانوں کو کافر کہنا کیسا ہے؟ مثلاً وہابی بھی تو مسلمان کہلاتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کسی کو برا
کہنا نہیں چاہیے؟

الجواب وہابی مسلمان نہیں۔ مسلمان کو کافر کہنا بہت سخت شدید جرم عظیم ہے۔ خود اپنے اوپر پلٹ جاتی ہے
کی تکفیر عود کرتی ہے۔ جو کہتے ہیں کسی کو برا نہ کہنا چاہیے وہ اسی وقت تک کہہ رہے ہیں جب تک ان کا معاملہ نہیں
انہیں یا ان کے باپ بھائی یا کسی عزیز کو کوئی کچھ کہہ دے تو دیکھیں کیسے آپے سے
باہر ہوتے ہیں۔ قرآن وحدیث تو کافروں کو کافر فرمائیں اور یہ ایسا کہیں۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ واللہ تعالیٰ
اعلم

مسئلہ ۹ اللہ تعالیٰ کو خدا کہنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب اللہ عزوجل پر بے شک خدا کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ اور سلف سے لے کر خلف تک ہر قرن میں
تمام مسلمانوں میں بلانکیر اطلاق ہوتا رہا ہے۔ اور وہ اصل میں خود آ ہے جس کے معنی ہیں وہ جو خود موجود ہو کسی
اور کے موجود کئے موجود نہ ہوا ہو۔ اور وہ نہیں مگر اللہ عزوجل ہمارا سچا خدا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰ اللہ تعالیٰ کو اللہ میاں کہنا درست ہے یا نہیں؟ جو اللہ میاں کہتے ہیں ان پر کس قدر گناہ ہے؟

الجواب اللہ تعالیٰ، اللہ عزوجل، اللہ جل جلالہ، اللہ سبحانہ، اللہ عز شانہ یا جل شانہ وغیرہ کہنا چاہیے۔ میاں نہ کہنا چاہیے۔ عوام میں یہ لفظ بولا جاتا ہے [illegible] اعتراض [illegible] تفصیل کے لیے احکام شریعت دیکھیں۔ اس میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے مفصل تحریر فرمایا ہے۔ گناہ نہیں مگر یہ لفظ اس کی جناب میں بولنا برا ہے۔ اس کی شان و عزت کے لائق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱ از [illegible] ۲ ربیع الآخر ۱۳۸۲ھ

ایک پیر جی اپنے مریدوں کو اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ قرآن شریف کا چالیس پارہ تھا۔ دس پارہ قرآن سے چاٹ لیا ہے۔ آیا اس پیر جی کے متعلق شریعت و معرفت میں کیا حکم ہے؟ بینوا بالدلیل توجروا

الجواب وہ جاہل پیر روافض کا ہمنوا ہے۔ اس پر اپنے اس گندہ عقیدے سے توبہ فرض ہے۔ بعد توبہ تجدید ایمان تجدید نکاح بھی اگر بیوی رکھتا ہو کرے۔ قرآن اللہ عزوجل کی وہ مبارک کتاب ہے جس میں کمی و بیشی و تغییر و تبدیل سے حفاظت و صیانت کا خود اسی نے اسی قرآن میں وعدہ فرمایا ہے وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ[1] اور فرمایا لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ[2]۔ اس جاہل نے روافض کی طرح وہ بک کر کہ چالیس پارے تھے۔ دس پارے کم ہو گئے قرآن کے محفوظ ہونے کا انکار کیا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ الہادی والموفق۔

مسئلہ ۱۲ از موضع اہری محلہ [illegible] ضلع اعظم گڑھ مرسلہ مولوی حکیم عبدالسلام صاحب ۔ ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۸۲ھ

زید نے چند لوگوں کے سامنے کہا بلکہ اس کی تحریر دستخطی بھی ہندہ کے پاس موجود ہے کہ میں محمد رسول بالمعنی القاصد کہہ سکتے ہیں۔ اب شریعت ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم دیتی ہے۔ حالاں کہ یہ شخص کوئی جاہل بے علم نہیں بلکہ شرح وقایہ، شرح جامی، قطبی وغیرہ پڑھتا ہے۔ کیا ایسا شخص اس کہنے سے ایمان سے خارج نہ ہو گیا اور کافر نہ ہوا؟ کیوں کہ اس نے اپنے کو رسول بالمعنی المذکور ہی کہا ہے۔ کیا کسی کو رسول بمعنی مذکور کہہ سکتے ہیں۔ اگر کہہ سکتے ہیں تو پھر لاکھوں کروڑوں رسالت کا دعویٰ بمعنی مذکور کر سکتے ہیں تو پھر لاتعداد شخص رسول دنیا کے اندر موجود ہو سکتے ہیں۔ اور کیا زید کی بی بی اس کے نکاح سے خارج ہو گئی اور اس کو دوبارہ عقد و تجدید اسلام کی ضرورت ہے؟ صاف صاف جواب عنایت فرمائیں اور بادشاہ حقیقی سے اجر عظیم کے مستحق بنیں۔ بینوا بالکتاب مفصلا توجروا لاجر الحساب کثیرا۔

الجواب اگر کوئی رسول کو اللہ عزوجل کی طرف سے قاصد کہہ کے اپنے کو یا کسی غیر رسول کو رسول اللہ کہے

[1] سورۂ حجر آیت ۹، [2] سورۂ حم سجدہ آیت ۴۲

اور کہے میں نے اس سے قاصد پیامی ہونے کا ارادہ کیا تھا اس کی یہ تاویل مردود ہوگی ہرگز نہ سنی جائے گی کہ صریح لفظ میں تاویل کا دعوٰی زنہار مسموع نہیں۔ ورنہ کوئی کفر کفر نہ رہے اپنے آپ کو خدا کہے اور اللہ بتائے کہ میں نے یہ ارادہ کیا تھا میں خدا آیا ہوں۔ خلاصہ وفصول عمادی وجامع الفصولین وفتاوٰی عالمگیریہ وغیرہ کتب معتمدہ میں ہے ولو قال انا رسول اللہ او قال بالفارسیۃ من پیغمبرم یرید بہ من پیغام می برم یکفر۔[1] علما ایسی تاویل کی نسبت فرماتے ہیں لا یقبل (شفا شریف) نیز فرماتے ہیں ہو مردود عند القواعد الشرعیۃ (شرح الشفاء لملا علی قاری) اور فرماتے ہیں لا یلتفت لمثلہ ویعد ہذیانا (نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض) یوں ہی ہماری زبان میں بے اضافت اگر مثلاً یوں کہیں کہ میں رسول ہوں یا وہ رسول ہے عالمگیریہ وغیرہا کی عبارت پہلے گزری او قال بالفارسیۃ من پیغمبرم الخ، ہاں غیر مولٰی تعالٰی کی طرف اس لفظ کی جب اضافت ہوتی ہے تو وہاں اس لفظ کے لغوی معنی ہی مراد ہوتے ہیں اور یوں ہی اس کا استعمال شائع ہے۔ خود احادیث میں بھی موجود ہے اور عرف میں بھی اگر کوئی یوں کہے کہ میں فلاں شخص کا رسول ہوں۔ اور قاصد کا ارادہ کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔ اگر شخص مذکور نے اس سے کہ مجھے رسول بالمعنی القاصد کہہ سکتے ہیں یہی ارادہ کیا تھا کہ غیر مولٰی تعالٰی کی جانب مضاف کرکے جب تو ٹھیک ہے اسے بھی رسول زید یا عمرو یا بکر وغیرہ اگر کوئی کہے تو مواخذہ نہ ہوگا، اور اگر اس کی یہ مراد بھی تو اسے توبہ چاہئے اور تجدید ایمان وتجدید نکاح بھی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴: از ڈیرہ غازی خاں بلاک نمبر ۳ مرسلہ حافظ محمد حبیب اللہ صاحب تاجر کتب۔

مکرم معظم جناب حضرت مولانا ابو الفضل اولیاء دام ظلہم وبرکاتہم علی سائر المسلمین بعد از تسلیم نیاز آنکہ شہر ڈیرہ غازی خاں میں ایک شخص بنام حبیب اللہ علوم شریعت سے بے بہرہ ہے اور اخبار ورسائل مبتدعین کا مطالعہ کرکے امور حسب ذیل کا اعتقاد رکھ کر لوگوں میں تفرقہ ڈالتا ہے۔

(۱) جن الفاظ کو علمائے کرام باعث سوءِ ادب یا موہم سوءِ ادب فرماتے ہیں ان کا اطلاق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بلا تحاشا بولنا اپنا ایمان سمجھتا ہے۔ بلکہ منع کرنے والوں کو کمال گستاخی سے ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے حقیقت محمدی بشریت ہے۔

(۲) صوفیہ کرام کو فرقہ ضالہ کے ساتھ تا خود کرکے ان کو بھی یہود ونصارٰی کا افراد کبھی ابن سبا یہودی کا اصل ماخوذ اس سے تعبیر کرتا ہے۔

[1] فتاوٰی عالمگیری ... جلد دوم ص ۲۶۳ مطبوعہ بیروت

(۳) صوفیاء کرام خصوصاً وجودیہ عظام کے کلمات نہ سمجھ کر ان کو اہل شرک سے سمجھتا ہے۔
(۴) اطاعت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو حقیقۃً اطاعت اللہ تعالیٰ نہیں سمجھتا۔
(۵) آیات شریفہ و احادیث کریمہ کے معانی غلط لکھ کر مولویوں کا نام مصنوعی لکھ کر لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے۔
(۶) فتوٰی لکھ کر مولویوں کا نام مصنوعی لکھ کر مسلمانوں کو غلطی میں ڈالتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ بنا بریں التماس ہے کہ ایسا شخص مومن صالح ہے یا فاسق؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہ؟ اور اس کے ساتھ تعلقات برادرانہ یا دوستانہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب بیشک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بشر ہیں مگر لا کالبشر۔ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ بے نظیر و بے ہمتا نے اپنے اس حبیب و محبوب طالب و مطلوب رسول اکرم سید بنی آدم سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے نظیر اور بے مثیل و بے عدیل و یکتا و بے ہمتا مبعوث فرمایا اس جان ایمان و ایمان جان کو وہ صفات کمالیہ عطا فرمائے جن میں اس کا شریک کسی کو نہ فرمایا اپنی ہر صفت کا مظہر اتم اپنی ذات مستجمع الصفات کا آئینہ اجلیٰ بنا کر بھیجا۔ خود وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے تو اپنے اس حبیب پاک صاحب لولاک کو بھی اس کی صفات میں وحدہٗ لاشریک یکتا بنایا۔ پاک ہے شریک سے اس سبوح و قدوس واحد و یکتا بے نظیر و بے ہمتا وحدہٗ لاشریک لہٗ جل جلالہٗ و عز شانہٗ تبارک و تعالیٰ کو جس نے اپنے اس سب سے اعلیٰ محبوب کو ایسا واحد و یکتا بے نظیر بے ہمتا عدیم المثل فی الصفات العلیا کو بھی شریک سے منزہ و پاک فرمایا امام محمد بوصیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

منزہ عن شریک فی محاسنہ ۔۔۔ فجوہر الحسن فیہ غیر منقسم

سوء ادب سخت بدنصیبی ہے۔ توہین کرنے والا تو بالاتفاق کافر ہے اساءۃً توہین بشر بشر کہنے والا وہابی ابلیس کافروں کی طرح ہے جو انبیاء کو بشر بشر کہتے تھے۔ مثنوی شریف میں حضرت عارف رومی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

کافراں دیدند احمد را بشر ۔۔۔ چوں ندیدند از وے انشق القمر
خاک زن در دیدۂ حس بین خویش ۔۔۔ دیدۂ حس دشمن عقل ست و کیش
دیدۂ حس را خدا اعماش خواند ۔۔۔ بت پرستش خواند و ضد ماش خواند
زانکہ او کف دید و دریا را ندید ۔۔۔ زانکہ حالی دید و فردا را ندید
خواجۂ فردا و حالی پیش او ۔۔۔ او نمی بیند ز گنجی حبہ جو

ذرہ زاں آفتاب آرد پیام — آفتاب آں ذرہ را گردد غلام
قطرۂ کز بحر وحدت شد سفیر — ہفت بحر آں قطرہ را باشد اسیر
گر کف خاکی شود چالاک او — پیش خاکش سر نہد افلاک او

قرآن عظیم نے اس بشر کہنے کے سبب ان پر قیامت قائم فرمائی۔ حیث قال عز من قائل قالوا ما انتم الا بشر مثلنا وما انزل الرحمٰن من شیء۔

حضرت عارف نامی مولانا جامی قدس سرہ السامی کا ارشاد گرامی ہے ؎

تو جان پاکی سربسر نے آب و خاک اے نازنین — واللہ زجان ہم پاک تر روحی فداک اے نازنین

یہ سب ہے کہ جسے کہا جاتا ہے کہ حضور سر قدرت ہیں۔ حضور جیسے ہیں اس حقیقت تک کسی کو رسائی نہیں۔ خود ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کس سے؟ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنھیں سب سے زائد حضور کی معرفت حاصل ہوئی یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی۔ امام عارف باللہ سیدی عبدالرؤف مناوی قدس سرہ تیسیر شرح جامع صغیر میں زیر حدیث کنت اول الناس فی الخلق وآخرھم فی البعث۔ فرماتے ہیں: بان جعلہ اللہ حقیقۃ تقصر عقولنا عن معرفتہا نیز اسی میں فرمایا لم یدرك الانبیاء حقیقۃ صفات محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام فکیف بغیرھم۔ اسی لئے فقیر نے ایک غزل نعت میں عرض کیا ہے ؎

کوئی کیا جانے جو تم ہو خدا ہی جانے کیا تم ہو — خدا تو کہہ نہیں سکتے مگر شان خدا تم ہو

ایک دوسری غزل میں عرض کیا ؎

حقیقت سے تمہاری جز خدا اور کون واقف ہے — کہے تو کیا کہے کوئی چنیں تم ہو چناں تم ہو

مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام خدا ہیں یا خدا ان میں حلول کئے ہے۔ حلول و اتحاد تو الحاد ہے اس کا کوئی مسلمان رہ کر قائل نہیں ہو سکتا اور شامت نفس سے کوئی قائل ہو تو مسلمان نہیں رہ سکتا۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام مظہر ذات الٰہی ہیں۔ حضور کی بشریت عظمیٰ سے ہماری بشریت کو کیا نسبت؟ تو جو اپنی طرح انھیں بشر جانتا ہے اس سرکار سر بر کار کی شان رفیع گھٹاتا ہے اور کھلی توہین کرتا ہے۔ والعیاذ باللہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) حضرات صوفیا کرام کو ایسا کہنے والا خود گمراہ ہے اس پر تو یہ لازم ہے کہ خدا سے ہدایت

بخشے توفیق توبہ دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) حضرات صوفیاء کرام کو ان کا کلام نہ سمجھ کر انھیں مشرک کہنے والا اس سے ڈرے معاذ اللہ اس کا قائل ہوا اور وہ اس وبال میں مشرک ہو کر مرے۔ زمانہ حال کے جہال صوفی بننے والے متصوفہ حال کی بعض تمام تر بیہودہ ہزلیات اور معاذ اللہ تعالیٰ کفری کلمات کا حکم آخر ہے۔ نہ وہ حضرات صوفیاء میں داخل نہ ان کے کلمات کو کلمات صوفیاء کرام کا حکم شامل۔ بلکہ اگر جاہل صوفی بننے والا حضرات صوفیاء کے وہ کلمات جو ان کی اصطلاح پر بالکل حق و صدق ہیں۔ بے سمجھے بکے اور ان کے ظاہری معنی مراد لے تو زندیق ہے۔ کہ صوفی محقق ہے اور اس کا جاہل مقلد نقال زندیق۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) جو ایسا کہے کافر ہے کہ قرآن اطاعت رسول کو اطاعت الٰہی فرماتا ہے کہ فرماتا ہے مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ۔ یہ آیت اگر نازل نہ ہوئی ہوتی جب بھی اطاعت رسول قطعاً اطاعت الٰہی تھی کہ رسول کی اطاعت یوں ہی کی جاتی ہے کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ نیز اللہ عزوجل نے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ۔ پھر اگر حضور کی اطاعت کو غیر اطاعت الٰہی جانتا ہے تو فرض بھی مانتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کافر ہے کہ قرآن عظیم نے ان کی اطاعت فرض فرمائی۔ کہ ارشاد ہوا۔ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ اور اگر فرض مانتا ہے اور اسے غیر اطاعت خداوندی مانتا ہے تو گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) جو ایسا کرتا ہے مستحق نار مستوجب غضب جبار مبتلائے قہر قہار ہے۔ قرآن عظیم فرماتا ہے لَا تَفْتَرُوا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ اور فرماتا ہے إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ۔ حدیث میں ہے مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔ اللہ عزوجل اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عمداً افترا مسلمان کا کام نہیں۔ دھوکا دینا حرام ہے۔ حدیث میں ارشاد فرمایا لَيْسَ مِنَّا مَنْ غَشَّ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) حرام کار ہے۔ مفتری ہے۔ کذاب ہے۔ مکار ہے۔ شدید گنہگار ہے۔ حق اللہ اور حق العبد دونوں میں گرفتار ہے۔ سخت شدید مجرم خاطی، غلط کار، ظالم، ستم گر، جفا شعار، کھلے فساق و فجار میں اس کا شمار ہے۔ بلکہ اپنی ان بعض کفریات کی بنا پر وہ داخل زمرۂ کفار ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس کے پیچھے نماز سے احتراز کیا جائے جب تک توبہ نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴ از گجرات پنجاب مدرسہ پیر ولایت شاہ صاحب مسئولہ جناب مولانا مولوی عبدالغفور صاحب

ا سورۂ نساء آیت ۸۰ ۲ سورۂ تغابن آیت ۱۲ ۳ سورۂ طٰہٰ آیت ۶۱ ۴ سورۂ نحل آیت ۱۰۵ ۵ مشکوٰۃ صفحہ ۳۲

چشتی ہزاروی مدرس اول مدرسہ ذکورہ ۔ ۱۴ رجب ۱۴۰۲ھ

فرزندگار ایت شریعت وروح احکام فطرت دامت عظمتہ بعد سلام سنت واسلام معروض کیا مغیبات خمسہ کا علم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے یا نہیں ؟ اگر دیا گیا ہے تو کون سی صحیح حدیث یا آیت قرآن مجید یا تفسیر معتبر میں اس کا ثبوت ہے ۔ اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے متعلق کوئی کتاب تحریر فرمائی ہے یا نہیں ؟ اور اگر نہیں دیا گیا ہے تو بھلا جب کل کی بات نہیں جانتے تو قیامت کی باتیں کیسے جانتے ہوں گے دوم یہ کہ حدیث معراج میں ہے کہ حضور فرماتے ہیں فتجلّٰی لی کل شیئ ۔۔۔ یا فعلمت ما فی السمٰوات والارض وغیرہ اوکما قال ۔ جب شب معراج میں سب کچھ آپ نے جان لیا تو بھلا بعد میں مدینہ منورہ میں کئی ایک ایسے واقعات ہیں جو آپ سے پوچھے گئے آپ نے وحی کا انتظار کیا اور اسی وقت نہ بتایا بلکہ یہ فرمایا کہ انشاء اللہ العزیز وحی کے آنے پر بتاؤں گا ۔ ان سوالات کا مفصل جواب مرحمت فرمایا جائے ۔ والسلام ۔

الجواب اللہ رب ومولیٰ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب ومحبوب مطلع علی الغیب کو ان غیوب خمسہ کا بھی علم عطا فرمایا اور ان سے بھی پوشیدہ تر نہایت خفی کا خفی تمام اسرار کا علم بھی بخشا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ سائر الانبیاء وبارک وسلم ۔ یہ پانچ تو بے شمار غیبوں کی بہ نسبت اخف ہیں ان کی خصوصیت جو حدیث میں ارشاد فرمائی گئی اس کے یہ معنی نہیں کہ ان کو کسی طرح خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا ، بلکہ معنی یہ ہیں کہ خدا کے بے بتائے ان کا علم کسی کو نہیں ہو سکتا ۔ جب ان کو بھی بے تعلیم الٰہی کوئی نہیں جان سکتا تو جو ان سے اخفیٰ ہیں وہ بے خدا کے بتائے کسی کو کیوں کر معلوم ہو سکتے ہیں ۔ یہ مطلب تو کسی عاقل کے نزدیک نہیں ہو سکتا کہ یہ غیوب خمسہ ایسے ہیں کہ انھیں کوئی اور کسی طرح جان ہی نہیں سکتا ان کے سوا اور غیوب تو خدا دے سکتا ہے یہ ایسے ہیں کہ کسی کو نہیں دے سکتا یا نہیں دیتا ۔ علماء اہلسنت نے اپنی تصانیف مبارکہ میں ان غیوب کا علم حضور نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے غلاموں کے لئے بھی علما اعلام وائمہ کرام کی تصریحات سے ثابت کر دکھایا ۔ حضور تو حضور ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملاحظہ ہو ۔ الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ ، خالص الاعتقاد ، انباء الحی ان کلامہ المصون تبیان لکل شیئ ، ازاحۃ العیب ، اخبار الشان ، الکلمۃ العلیا وغیرہ

یہاں بھی کچھ مختصر طور پر ثبوت پیش کریں ۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا [۲] سکھایا تمہارے رب نے جو کچھ تم نہ جانتے تھے ۔ اور اللہ کا تم پر فضل عظیم ہے اب اس کے بعد کہو ہیں کیا کچھ نہیں آگیا ؟ حدیثوں میں بکثرت ثبوت موجود ہے ۔ حدیث ہی دیکھئے ارشاد

[۱] مشکوٰۃ ص۴۰ ، [۲] سورۂ نساء آیت ۱۱۳

فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا والی ما ہو کائن فیہا الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی ہذہ۔ بلکہ عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الفجر وصعد المنبر فخطبنا (الی) ثم صعد المنبر حتی غربت الشمس فاخبرنا بما ہو کائن الی یوم القیامۃ فاعلمنا احفظنا[1] (رواہ مسلم)

آیت کریمہ میں توریح بخشوں کو تاناز بردستی کا موقع تھا ہی وہ کٹ رہا ہیں کہ کلا جتیاں کرتے کہ اس سے یہ مراد ہے۔ یہ مراد نہیں کہ حضور کو علم غیب عطا ہوا۔ مگر ان حدیثوں نے تو تسمہ لگا نہ رکھا۔ یہ علوم شاید عیاں ہوں کے طور پر دنیا سے الگ ہوں گے؟ دنیا میں نہ پانی برستا ہے، نہ دنیا میں ماں کے پیٹ میں بچہ نر و مادہ ہوتا ہے، نہ دنیا میں کل ہوتی ہے، نہ کل میں کچھ ہوتا ہے، نہ دنیا میں کوئی مرتا ہے؟ جب حضور نے صراحتاً بالکل وضاحت کے ساتھ ارشاد فرما دیا کہ میں دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اور ہونے والا ہے اسے اپنے کف دست مبارک کی طرح دیکھ رہا ہوں۔ تو پانی برسنا اور ماں کے پیٹ میں بچے اور کل کی بات اور موت وغیرہ حضور کے پیش نظر ہے۔ اور سب کچھ جانتے اور پہچانتے ہیں۔ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ما دامت اللیالی والایام

اللہ عزوجل فرماتا ہے ہم نے وہ سب اپنے حبیب کو سکھایا جو وہ نہ جانتے تھے۔ اور حضور فرمائیں خدا نے دنیا کائنات سب میرے پیش نظر فرما دیے ہیں۔ اس سب کو جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے۔ مثال کف دست ملاحظہ فرما رہا ہوں۔ صحابی فرمائیں کہ حضور نے قیامت تک کی ساری کائنات کی ہمیں خبر دی۔ ہم میں زیادہ اعلم وہ ہے جسے زیادہ یاد رہا۔ مگر وہابی کو کسی طرح یقین نہیں آتا۔ نہ صحابی کا اعتبار، نہ رسول کردگار کے ارشاد پر یقین، نہ خود پروردگار جل جلالہ کے ارشاد پر ایمان۔ وہ یہی بکے جاتا ہے کہ حضور کو کل کی بات معلوم نہیں، حضور پیٹ کے حال سے بے خبر ہیں، حضور کو یہ علم نہیں کہ کون کہاں مرے گا؟ انتہا یہ کہ گنگوہی بہکا ماحثا کہ معاذ اللہ "حضور کو دیوار کے پیچھے کا بھی حال معلوم نہیں"[2] اور اس کو شیخ محقق کے سر تھوپ دیا کہ انھوں نے اسے روایت کیا۔ حالاں کہ شیخ محقق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے اسے روایت نہ کیا بلکہ اس کا رد فرمایا۔ رد کو روایت بنا لیا۔ مدعا یہ ہے کہ وہابی نے یہ کہہ دیا کہ حضور کو اپنے خاتمہ کا بھی حال معلوم نہیں۔ مفسرین کرام کے اقوال اگر وہ سب جمع کیے جائیں جو ہر ہر آیت علم غیب کے نیچے ہیں جب تو ایک مجموعہ کتاب تیار ہو جائے۔ اور اس کی حاجت نہیں۔ علماء اپنی تصانیف مبارکہ میں بہت سے اقوال پیش فرما چکے۔ یہاں تو صرف اسی آیت کریمہ مذکورہ بالا کی تفسیر میں جو کچھ فرمایا گیا ہے وہ زیادہ نہیں وہ ایک جماعت پیش کریں۔

ـــ [1] مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۳۹۰ ، [2] شرح مواہب اللدنیہ للزرقانی

مدارک میں زیر آیت کریمہ مذکورہ فرمایا[1] من امور الدین والشرائع او من خفیات الامور و من ضمائر القلوب ۔ خازن میں ہے قیل علمک من علم الغیب مالم تکن تعلم و قیل معناہ و علمک من خفیات الامور و اطلعک علی ضمائر القلوب و علمک من احوال المنافقین و کیدھم مالم تکن تعلم ۔ بیضاوی میں ہے من خفیات الامور ۔ خاص خمس کے بارے میں امام ابن حجر کا ارشاد بطور نمونہ ذکر کروں ۔ جسے اور زیادہ درکار ہوں وہ اہل حق کے رسائل کا مطالعہ کریں جن سے آفتاب کی طرح روشن کہ یہ خمس بعطائے حضور حضور کے غلام بھی باعطائے الٰہی بطفیل سرکار رسالت پناہی جانتے ہیں ۔ امام ابن حجر مکی منح المکیہ شرح قصیدہ ہمزیہ میں فرماتے ہیں ۔ اکثر علوم نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تتعلق بالمغیبات بدلیل فعلمت علم الاولین والآخرین فی الحدیث المشہور ۔ ولانہ تعالٰی اختص بہ لکن من حیث الاحاطۃ بہ والشمول لعلمہ بالکلیات والجزئیات فلا ینافی ذلک اطلاع اللہ تعالٰی لبعض خواصہ علی کثیر من المغیبات حتی من الخمس التی قال فیہن صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خمس لا یعلمہن الا اللہ تعالٰی لانہا جزئیات معدودۃ لا غیر ۔ وانکار المعتزلۃ لذلک مکابرۃ فقد وقع للانبیاء والاولیاء من ذلک مالا یمکن عدّہ لا سیما ما وقع لنبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وسیأتی بعض جملۃ مما اخبر بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ "سیأتی" جہاں کے لئے فرمایا وہاں بہت اخبار غیبیہ کا بیان فرمایا فرماتے ہیں (ثانیہما) فی بیان ما اشار الیہ الناظم من کثرۃ ما اخبر بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من الغیوب مالی القرآن منہا ما لا یحیط بہ حد ۔

و خبر الطبرانی ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا والی ما ھو کائن فیہا الی یوم القیامۃ کما انظر الی کفی ھذہ ۔ و خبر ابی داؤد قام فینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مقاما فما ترک شیئا الی قیام الساعۃ الا حدثنا بہ ۔ وفی الحدیث الصحیح فعلمت علم الاولین والآخرین ۔ وصح انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اخبر بموت النجاشی یوم موتہ بالحبشۃ وصلی علیہ باصحابہ ۔ وانہ وابابکر وعمر وعثمان صعدوا احدا فتحرک فضربہ برجلہ وقال لہ اثبت فانما علیک نبی وصدیق وشہیدان فاستشہدا ۔ وان ملک کسرٰی وقیصر ینقطع بعدہ من العراق والشام ۔ فکان کذلک فی زمن عمر وانہ قال لسراقۃ کیف بک اذا لبست سواری کسرٰی فالبسہما لما اتی بہما عمر لما اتاہ ملک کسرٰی فی زمنہ تحقیقا لذلک ۔

[1] تفسیر مدارک جلد اول ص ۲۵۰

واخبر بكتاب حاطب الى اهل مكة. وبموضع ناقته حين ضلت وتعلقت بخطامها فى الشجرة.
وبان قريشا بعد الاحزاب لا يغزونه. وباستشهاد امراء الجيش الذى ارسله لموتة بلد بارض الشام
يوم قتلهم زيد بن حارثة فجعفر بن ابى طالب فعبد الله بن ابى رواحة رضى الله تعالى عنهم
وبان فاطمة اول اهله لحوقا به فعاشت بعده ثمانية اشهر او ستة وبان اشقى الاولين والاخرين
قاتل على كرم الله تعالى وجهه يضربه فى يافوخه فيبتل من دمها لحيته. فضربه الشقى ابن ملجم
ضربة كذلك فمات منها وبان معاوية رضى الله تعالى عنه يلى امر امته وبان لم يغلب، رواها
ابن عساكر. ومن ثم قال على كرم الله وجهه يوم صفين لو ذكرت هذا الحديث ما قاتلته. وبان عثمان
يقتل مظلوما. وبوقعة الحرة من عسكر يزيد عامله الله بعدله بالمدينة فاستبيحت فروج اهلها
واستباحهم واموالهم وقتل سبع مائة يحفظون القرآن منهم ثلاثمائة صحابى وافتض منها الف عذراء
وبواقعة الجمل وصفين وقتال عائشة والزبير بعلى رضى الله تعالى عنهم ولذلك قال على
للزبير لما برز له يومئذ انشدك الله هل سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول تقاتله و
انت له ظالم فانصرف الزبير وقال بلى ولكن نسيت. وقد يشكل الوصف بالظلم مع ان الزبير
مجتهد. فغايته انه مخطى وله اجر بنص الحديث الصحيح ويجاب بان اصل الظلم وضع الشئ فى
غير محله وان لم يكن فيه اثم المراد وانه قد وضع القتال فى غير محله خطاء منه لا تعمدا او
فانت له ظالم حقيقة لو نظرت فى الدليل حق النظر بقرينة ما تقرر ان المجتهد المخطى له اجر وبقوله
فى الحسن بن على كرم الله وجهه ان ابنى هذا سيد ويصلح الله به بين فئتين عظيمتين من المسلمين
فكان كذلك فانه بويع بعد ابيه فمكث خليفة ستة اشهر ثم سار لمعاوية باربعين الفا فلما تراءى
الجمعان علم كثرة الفريقين وانه لا يغلب احدهما حتى يقتل الفريق الاخر فرق على المسلمين ورحمهم
ورفض الملك فى جنب ذلك ابتغاء لوجه الله تعالى كما جاء عنه رضى الله تعالى عنه ثم ارسل
لمعاوية ليشترط عليه شروطا وينزل له عن الخلافة فارسل اليه قرطاسا ابيض وقال اشترط ما
شئت فاشترط ونزل له عن الملك فصار معاوية من يومئذ خليفة حقيقة.
وبقتل الحسين بن على كرم الله تعالى وجهه بالطف. واخرج بيده تربة وقال فيها مضجعه
وصح خبر استاذن ملك المطر ربه ان يزور النبى صلى الله تعالى عليه وسلم فاذن له فكان فى يوم ام سلمة

فامرها صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تحفظ الباب فجاء الحسین فاقتحم فقبّله صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم فقال له الملک اتحبه قال نعم قال ان امتک ستقتله وان شئت اریتک المکان الذی
یقتل فیه فاراہ فجاء بسهلة بالکسر رمل خشن او تراب احمر فاخذته فجعلته فی ثوبها فقال الراوی
کنا نقول انها کربلاء وفی روایة انه قال لها اذا صارت دما فاعلمی انه قد قتل واخبر عمه انه یعمی
لما رأی جبریل معه فی صورة رجل واخبر ام عبد اللہ بن عباس بانها ستلد به وبانه ابو الخلفاء
وبان منهم السفاح والمهدی واخبر بان الترک ستغلب علی العرب حتی تلحقها بمنابت الشیح والقیصوم
وبقوله یوشک الناس ان یضربوا اکباد الابل فلا یجدون عالما اعلم من عالم المدینة قال ابن
عیینة وغیره هو مالک ابن انس ومن ثم کان الناس یزدحمون علی بابه لاخذ العلم حتی یقتتلوا
وممن روی عنه من الاکابر الزهری والسفیانان والشافعی والاوزاعی امام اهل الشام واللیث امام
اهل مصر وابوحنیفة وصاحباه ابو یوسف ومحمد وذو النون المصری والفضیل وابن المبارک وابن
ادهم رحمهم اللہ تعالیٰ وبعالم قریش وانه یملأ طباق الارض علما قال احمد وغیره هو الشافعی
لانه لم ینتشر فی طباق الارض لقرشی صحابی او غیره ما انتشر للشافعی ای والذی انتشر لعلی وابن
عباس ونحوهما مسائل قلیلة جدا کما یعلم ذلک من سبر کلامهم واطلع علیه۔

واخبر بالخوارج الذین خرجوا علی علی کرم اللہ تعالیٰ وجهه وان فیهم رجلا اسود احد
عضدیه مثل ثدی المرأة فقاتلهم علی واخرج ذلک الرجل حتی رآہ الناس بالوصف الذی وصفه
به صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واخبر بالرافضة وانهم یرفضون الاسلام وبالقدریة والمرجئة
وبان امته تفترق علی ثلاث وسبعین فرقة وبانها تکون کلها فی النار الا الفرقة التی تکون علی ما
کان علیه هو واصحابه وهم الطائفة الذین اخبر عنهم بانهم لا یزالون علی الحق لا یضرهم من
خالفهم الی قیام الساعة ای قربه بقلیل۔ وبامارات الساعة الکثیرة جدا فوقع کثیر منها وینتظر
وقوع الباقی ومما وقع منها النار التی قال عنها صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما رواہ الشیخان
لا تقوم الساعة حتی تخرج نار من ارض الحجاز تضیء لها اعناق الابل ببصری فخرجت نار عظیمة فی
نحو مرحلة من المدینة المشرفة وتقدمتها زلزلة عظیمة بعد عشاء الاربعاء ثالث جمادی
الآخرة سنة ۶۵۴ اربع وخمسین وستمائة ولم تزل تشتد وتعلو کثبان الجمر الی ان ارتمت منها

الارض ومن عليها حتى ايقن اهل المدينة بالهلاك وكثرت الزلازل حتى وقع منها في يوم واحد ثمان عشرة زلزلة فكشف ببركته صلى الله تعالى عليه وسلم كان يغشى المدينة نسيم بارد ورأيت من مكة جبال بصرى والطعات ليلة الاسراء سابع عشر رجب ؏

قصیدۂ بردہ کے حاشیہ علامہ باجوری میں ہے "لم يخرج صلى الله تعالى عليه وسلم من الدنيا الا بعد ان اعلمه الله تعالى بهذه الامور الخمسة" تفسیر روح البیان میں زیر کریمہ "یسئلونك عن الساعة" فرمایا "قد ذهب بعض المشائخ الى ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان يعرف وقت الساعة باعلام الله تعالى وهو لا ينافي الحصر في الآية كما لا يخفى" ترجمہ مشکوٰۃ اشعۃ اللمعات میں حضرت محقق مطلق مولانا الشیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں "مراد آنست کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل ایں ہارا ندانند وآنہا غیب اند کہ جز خدا کسے آں راندانند مگر آں کہ وے تعالیٰ از نزد خود کسے را بوحی و الہام بداناند۔" فتوحات وہبیہ شرح اربعین نووی میں ہے "والحق كما قال جمع ان الله سبحنه وتعالى لم يقبض نبينا عليه الصلوة والسلام حتى اطلعه على كل ما ابهمه عنه الا انه امر بكتم بعض والاعلام ببعض ؏"

یہاں تک کہ علماء کرام نے ان پانچوں کا علم حضور کے غلاموں کے لئے ثابت فرمایا اور فرمایا کہ اہل تصرف عالم میں سے ان علوم کے تصرف نہیں کر سکتے۔ کتاب الابریز شریف میں ہے "كيف يخفى امر الخمس عليه صلى الله تعالى عليه وسلم والواحد من اهل التصرف من امته الشريفة لا يمكنه التصرف الا بمعرفة هذه الخمس" اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے رسالہ مبارکہ "الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ" نیز اردو کے ایک مختصر رسالہ "انبائے حرمین کا تازہ عطیہ" میں خمس کی بحث ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ قرآن عظیم واحادیث نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نیز ارشادات ائمہ کرام وعلماء اعلام سے ہر سمجھ والے پر روشن تر از شمس وابین من الامس ہو چکا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو اللہ عزوجل نے بہت کثیر علوم غیبیہ عطا فرمائے جن کا احصار نہیں ہو سکتا اور ظاہر ہوا کہ علوم خمسہ حضور تو حضور، حضور کے غلاموں کو عطا فرمائے جاتے ہیں۔ اب یہ سب دیکھ کر بھی خاص قصۂ معراج میں حضور کا ارشاد "علمت ما في السموات و ما في الارض" پاکر بیہودہ شبہات مسلمان کی شان نہیں۔ یہ تو اس حدیث سے مقابلہ ہوا اس کے یہی معنی ہوئے کہ حضور نے ایسا فرمایا۔ حالاں کہ حضور کے فرمانے کے بعد جو کچھ پوچھا گیا تو جواب نہ دے سکے، ورکا

۱؎ ۔ روح البیان جلد ۳ صفحہ ۲۹۳

انتظار فرمایا۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ مسلمان کو کبھی یہ خیال نہیں آسکتا کہ معاذ اللہ یہ ارشاد غلط ہے اور جب وہ اسے غلط نہیں سمجھ سکتا تو یقیناً اسے حق جانتے ہوئے یہی کہے گا کہ بے شک حضور کو شب معراج ما فی السموات والارض کا علم ہو گیا۔ اس کے بعد اگر یہ ثابت ہو کہ حضور سے کوئی سوال کیا گیا اور حضور نے جواب فوراً عطا نہ فرمایا یہ قطعاً اس لئے نہیں کہ حضور کو اس کے جواب کا علم نہ تھا۔ بہت سوال ایسے ہوتے ہیں کہ جواب معلوم ہوتا ہے مگر فوری جواب نہیں دیا جاتا جس میں مصلحت ہوتی ہے۔

وحی کا انتظار جیسے اس صورت میں ہوتا ہے کہ علم نہ ہو تو الٰہی ہی اس کی صورت یہ بھی ہے کہ خود جواب عطا ہو اس سے بہتر یہ ہے کہ وحی خداوندی سے جواب ہو۔ جیسا کہ حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت کے واقعہ میں ہوا۔ حضور اگر اس کے متعلق خود سے کچھ ارشاد فرماتے اب سے بہت بہتر یہ ہوا کہ حضور نے وحی کا انتظار فرمایا۔ اور وحی میں ان کی طہارت بیان فرمائی۔ پھر وحی کا انتظار اس لئے بھی ممکن کہ اس سوال کا جو جواب باعلام الٰہی معلوم ہے اس کا اظہار باذن ہو۔ فتوحات وہبیہ کی عبارت پر نظر کیجئے کہ اللہ عزوجل نے ہر شے پر حضور کو مطلع فرمایا مگر بعض کے کتم کا حکم فرمایا بعض کے اعلام کا۔ جو ذرا بھی کچھ رکھتا ہے وہ اس سے کہ بعد معراج جب حضور نے معراج کا بیان فرمایا کفار نے بیت المقدس کے متعلق کچھ سوال کئے حضور نے فوراً جواب عطا نہ فرمائے اتنا کہہ سکتا ہے کہ علم ہوتے ہوئے بھی بعض اوقات جواب میں تردد ہوتا ہے اور فوراً جواب نہیں دیا جاتا۔ یا وہابی یہ کہے گا کہ حضور کو بیت المقدس کا بھی علم نہ تھا یہ تو سوا وہابی کے کوئی پاگل بھی نہیں کہہ سکتا۔ جب حضور بیت المقدس تشریف لے گئے تو ضرور حضور کو بیت المقدس کا علم تھا۔ اس کے متعلق سوالات کا جواب فوری عطا نہ فرمانا کسی حکمت پر مبنی تھا یا یہ کہ اس وقت اس کی جانب التفات خاص نہ ہونے پر جیسے موزہ و عقاب کے واقعہ میں ادھر التفات نہ تھا۔ مولانا رومی قدس سرہ نے مثنوی میں تحریر فرمایا کہ ؎

گرچہ ہر غیبے خدا مارا نمود ۔۔۔ دل دراں لحظہ بحق مشغول بود

ملک العلماء بحر العلوم نے شرح میں فرمایا "از جہت استغراق بعض مغیبات بر انبیاء مستور شوند پس فرمایا معنی بیت چنیں ست کہ بسبب استغراق تو جہا کو ان نبود پس بعض کو ان مغفول عنہا ماندایں وجہ صحیح است"

وہابی تو دشمن ہے وہ تو زبردستی نقص ہی چاہے گا۔ اللہ و رسول و علماء کچھ فرمائیں وہ ڈھونڈھ ڈھونڈھ

کہ ایسی باتیں لائے گا جس سے عوام کو دھوکہ دے سکے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵ از درو ضلع نینی تال مسئولہ ارسلان خاں پشاوری و حافظ عبید اللہ امام مسجد و عبداللہ صاحب رضوی۔ ۱۳ ذی القعدہ

زید عقیدہ رکھتا ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب عطائی تھا۔ بالذات نہ تھا بالذات سوا خدا کے دوسرے کے واسطے محال۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم غیب اور حضور حادث۔ خداوند کریم قدیم، اس کا علم بھی قدیم۔ عمر یہ عقائد رکھتا ہے کہ حضور پرنور شافع یوم نشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم غیب بالذات ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جو صفات الٰہیہ ہیں ان صفات کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ قدیم ہے۔ حادث نہیں۔ دونوں سوالوں کے جواب سے بحوالہ کتاب مشرف فرمائیے۔ فقط

الجواب زید کا قول حق و صحیح اور عمر کا باطل و فضیح ہے۔ عمر اور اس کے ہم عقیدہ پر توبہ اور تجدید ایمان اور بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح فرض ہے۔ اللہ عزوجل کا علم ذاتی کہ جو اس کی ذات سے ہے وہ اس کی صفت قدیمہ ہے۔ کسی کا دیا ہوا نہیں۔ اور اس کے حبیب و لبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم عطائی ہے کہ اللہ کا عطا فرمایا ہوا ہے۔ ایک ذرہ کا علم بھی جو بے عطائے الٰہی مانتا ہے اس پر توبہ فرض ہے۔ از سر نو ایمان لانا لازم۔ محال ہے کہ بے خدا کے بتائے حضور کو ذرہ سے کم تر سے کم تر شے کا علم بھی ہو۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "الدولۃ المکیۃ" میں تصریح فرمائی۔ العلم الذاتی مختص بالمولیٰ سبحٰنہ وتعالیٰ لا یمکن لغیرہ ومن اثبت شیئا منہ ولو ادنیٰ من ادنیٰ من ذرۃ لاحد من العٰلمین فقد کفر واشرک۔[1] "علم ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے۔ اس کے غیر کے لئے محال ہے۔ جو اس میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرہ سے کم تر سے کم تر غیر خدا کے لئے مانے وہ یقیناً کافر مشرک ہے۔ جو اللہ کے سوا کسی مخلوق کو قدیم جانے کافر ہے۔"

بے شک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ عزوجل کے مخلوق اور عظیم ترین بندہ ہیں۔ اور ان کا علم اور ہر وصف خدا کا دیا ہوا ہے۔ وہ بھی حادث ہیں اور ان کے اوصاف کریمہ صفات عظیمہ بھی۔ "الدولۃ المکیۃ" ہی میں فرمایا[2] فی الموضوعات من اعتقد تسویۃ علم اللہ ورسولہ یکفر اجماعا کما لا یخفی اھ اقول ان المراد

[1] الدولۃ المکیۃ ص ۱۳ مطبوعہ ترکی، [2] ایضاً ص ۲۳

التسویۃ من کل وجہ فصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ وصحبہ عز وجل عمرو کو اپنے اس قول سے بھی توبہ چاہیے کہ حضور میں جو صفات الٰہیہ ہیں کہ اس کے ایک برے معنی بھی ہیں وہ یہ کہ خود صفات قدیمہ الٰہیہ بذات حضور قائم ہوں اس نے بالذات عطائی کے مقابل اور قدیم حادث کے مقابل کہہ کر اس تعبیر کی راہ بند کردی کہ بالذات سے مراد یہ ہے کہ حضور کو بے واسطہ علم عطا ہوا اور قدیم کے یہ معنی کہ حضور کو نزول قرآن تک سے علم حاصل نہیں ہوا بلکہ حضور کو پہلے سے علم بعطائے الٰہی حاصل تھا نزول قرآن عظیم سے حضور کے علوم میں اضافہ ہوا اگر اس کی مراد بالذات سے یہ ہوتی تو بالکل حق ہوتی مگر وہ تو عطائی کے مقابل کہہ چکا ہے تو یہ مراد ہرگز نہیں یوں ہی اگر قدیم سے وہ مراد ہوتی تو کفر سے اسے بچا لیتی مگر وہ تو حادث کے مقابل کہہ چکا ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اللہ عزوجل عمرو اور اس کے ہم عقیدہ کو توفیق توبہ و استقامت علی الحق عطا فرمائے۔ آمین۔ واللہ ھو الموفق وھو الہادی الی الصراط المستقیم لا الٰہ الا ھو سبحٰنہ وتعالیٰ شانہ لیس کمثلہ شیئ وھو السمیع العلیم۔

مسئلہ ۱۶ از بنارس رام نگر مسئولہ جناب محمد رضا خاں صاحب ۱۸ ذی قعدہ ۱۳۳۲ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں قوم بہترن کے یہاں حسب ذیل پیشہ و نام و کام ہوتے ہیں و طریقہ و رسوم اجرا ہیں۔

(۱) شہنائی بجانے کا کام ہوتا ہے (۲) ڈگر بجانے کا کام ہوتا ہے (۳) جونک لگانے کا کام ہوتا ہے (۴) حرام چمڑے کی تانت بنائی جاتی ہے (۵) حرام تانت سے سوپ وغیرہ بنایا جاتا ہے (۶) ان کے گھروں کی عورتیں چند اقوام یعنی مسلم وغیر مسلم کے یہاں پاخانہ کماتی ہیں و غلیظ پھینکتی ہیں (۷) ان کے گھروں کی عورتیں علاوہ مسلمان کے دیگر اقوام کے یہاں کا کھانا جائز اور ناجائز ہر قسم کا لاتی ہیں اور سب اس کو کھاتے ہیں شہنائی و ڈگر بجانے کے سلسلہ میں مندروں کا چڑھاوا و پوجا وغیرہ کی چیزیں لاتے ہیں اور استعمال کرتے ہیں (۹) ان کے یہاں کے مردوں کو غسل دینے کے لئے کوئی مسلمان حجام نہیں جاتا ان کے یہاں کسی کی نذر و نیاز یا فاتحہ خواہ محفل میلاد وغیرہ نہیں ہوتی (۱۱) ان کے یہاں کبھی قرآن خوانی نہیں ہوتی (۱۲) کسی مسلمان کے یہاں ان کی یا ان کے یہاں کسی مسلمان کی آمد و رفت یا شرکت نہیں ہوتی (۱۳) ان کی برادری میں سے جو شخص داخل اسلام ہو پیشہ اپنا ترک کرتا ہے اس سے یہ لوگ کھانا پینا چھوڑ دیتے ہیں (۱۴) ان کے یہاں مردوں کے نام بچو، ڈھونڈے، بکریدہ، جوکرن، چمرو، رجب، بھگیلو، فتیل، جھنگو، پلٹو، گھاو وغیرہ اور عورتوں کے نام جگیا، مانکی

مولیا بکوتی وغیرہ میں ان کل امورات وواقعات کے تمام اجزا سچے ہوتے کیا وہ قوم ہم مسلمان کہے جاسکتے ہیں اور ان کی آمد ورفت فرشِ مسجد پر ہو سکتی ہے اور وہ مسجد کے بدھنے اور پانی وغیرہ کو چھو سکتے ہیں اور وہ مسلمان نمازیوں کی صف میں شانہ ملا کر نماز پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب بیان سائل سے معلوم ہوا کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ اگر فی الواقع وہ لوگ یہاں کے سے جنگلی نہیں لال گرو کے پیرو لال کتاب کے ماننے والے نہیں، بعض گائے کا گوشت کھاتے ہیں اپنے آپ کو ہندو نہیں کہتے مسلمان کہتے ہیں، بلکہ واقعی وہ تمام ضروریاتِ دینِ اسلام پر ایمان اور سچے مسلمانوں کے سے عقائد رکھتے ہیں اور کسی حرام قطعی کو حلال نہیں جانتے، حرام شے کو حرام سمجھ کر کھاتے ہیں، مسلمان ہونے پر اعتراض نہیں کرتے، تو وہ مسلمان ہیں اور پاک صاف ہو کر مسجد میں جماعت میں حاضر ہونے کا ہر مسلمان کی طرح حق رکھتے ہیں کوئی انھیں اس سے نہیں روک سکتا۔ جو روکے گا وہ خود شرع کا مجرم گنہگار ہوگا۔ مسجد بیت اللہ ہے کسی کی ملک نہیں اس میں ہر مسلمان آنے کا مستحق ہے اس طرح جس طرح شرعاً حاضر ہو سکتا ہے، ناپاک یا بدبو کی چیز لے کر کوئی اس پاک طاہر بقعہ میں قدم نہیں رکھ سکتا اگرچہ سلطان ہی کیوں نہ ہو اگرچہ قوم کا سید ہی کیوں نہ ہو۔ پینگ بیچنے والا پٹھان یا مٹی کا تیل فروخت کرنے والا مسلمان ہو کسی قوم کا ہی ہے اگر مسجد میں اس حال داخل ہو کہ اس کے کپڑوں سے پینگ کی یا مٹی کے تیل کی بو آتی ہے اسے مسجد سے روکا جائے گا، اور ہر مسلمان ہے اگر پاک صاف کپڑے پہن کر آیا ہے مسلمانوں کے برابر کھڑا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال میں جو امور مذکور ہیں ان میں سے کوئی کفر نہیں ہے۔ ہاں نمبر ۳ میں اس وقت حکم کفر ہو سکتا ہے جب کہ یہ ثابت ہو کہ وہ کسی حرام قطعی کو حلال جان کر کھاتے ہیں۔ اور نمبر ۱۲ میں اس وقت جب یہ ثابت ہو کہ وہ مسلمان ہونے کو معیوب جانتے اور جرم قرار دیتے ہیں مگر یہ کیوں کر معقول جب کہ وہ خود اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ وہ عام مسلمان سے نہ ڈرتے ہوں گا کا گوشت کھانے کو مسلمان سمجھتے ہوں۔ واقعی مسلمان ہونے کو برا جانتے ہوں اگر معاذ اللہ ایسا ہے تو بے شک وہ مسلمان نہیں۔ جیسے ملکانے کو وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں مسلمانوں کے نام بھی رکھتے ہیں اور پھر مسلمان ہونے کو سخت عیب جانتے ہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از پیلی بھیت محلہ میاں صاحب مسئولہ جناب ملا نور خان صاحب ۳ ربیع الآخر ۱۳۵۳ھ

اس میں اصل حضرت سیدنا امیر المومنین عمر فاروق اعظم کا ارشاد ہے انھوں نے حضرت سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحریر فرمایا: اقرأ فی المغرب بقصار المفصل وفی العشاء بوسط المفصل وفی الصبح بطوال المفصل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸ از شہر بریلی محلہ قاضی ٹولہ متصل درخت کیتھ اقبال حسین پسر فدا حسین جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ

زید کہتا ہے کہ خداوند قدوس کو ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنے اور کہنے والا گمراہ اور بے دین ہے یہ صفت خداوند قدوس کی نہیں ہے بلکہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت کہتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اولیاء کرام کی نیک بی بیاں مرنے کے بعد ان کے ساتھ قبروں میں رہتی ہیں اور دنیا کے تعلقات قبر میں رہتے ہیں اور بچے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ شریعت مطہرہ کا زید کے واسطے کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب حاضر و ناظر یہ لفظ دربار الوہیت کے لائق نہیں کبھی کسی مسلمان کو یاں کہ حضور اپنے ایسے میں ایک تنہا تعظیمی لفظ ہے مگر اللہ کو حضور سے تعبیر کرتے نہ سنا ہوگا، اور اگر کوئی تعبیر کرے تو مسلمان کا ذہن خدا کی جانب انتقال نہ کرے گا۔ بے شک اللہ عزوجل ہر بڑی سے بڑی چھوٹی سے چھوٹی باریک سے باریک کو روشنی اور اندھیری میں ہر وقت ہر آن، جب وقت و آن نہ تھے جب بھی انھیں سب کو دیکھنے والا، اور سب کے علم میں حاضر وہ ہر پست سے پست آواز کا سننے والا ہے، ہمیشہ سے اور ہمیشہ تو وہ شہید و سمیع و بصیر ہے۔ حاضر و ناظر کے لفظ سے مخالفت ادبیات ہے اور اس مطلب کا انکار اور بات۔ کون مسلمان ہے جو معاذ اللہ اللہ عزوجل کو شہید و سمیع و بصیر نہیں مانتا۔ تو شہید و بصیر جو اسے مانے وہ لفظ حاضر و ناظر سے منکر ہے کہ یہ لفظ دربار الوہیت کے لائق نہیں نہ بولا جائے۔ نہ کہ سرے سے مطلب ہی کا، پھر خدا جگہ سے پاک ہے اور ہر جگہ حاضر کا لفظ بظاہر جگہ میں موجود ہونے کو بتاتا ہے۔ اس لئے اور اس سبب سے جو اس لفظ کو اس دربار عزت کے لائق نہیں بتاتا اور منع کرتا ہے، ٹھیک کہتا ہے۔

وہابی ہمیشہ افترا کیا کرتے ہیں ان کا یہ افترا ہے کہ اولیاء کرام کی بی بیاں ان کے ساتھ مزاروں میں رہا کرتی ہیں اور بچے بھی پیدا ہوتے ہیں صرف اتنا بیان کیا گیا ہے جو امام علام سیدی محمد زرقانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ انبیاء پر قبور میں ان کی ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں۔ شرح مواہب لدنیہ امام علامہ سیدی محمد عبد الباقی زرقانی قدس سرہ النورانی کی عبارت یہ ہے: نقل السبکی فی طبقاتہ عن ابن فورک انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام حی فی قبرہ ابد الآباد علی الحقیقۃ لا المجاز وانہ فی قبرہ یصلی فیہ

باذان ربہا فاقامۃ۔ قال ابن عقیل الحنبلی ویضاجع ازواجہ ویستمتع بھن اکمل من الدنیا وحلف علی ذلک وھو ظاھر ولا مانع منہ۔ یا اُلٹی کُل پھوٹنے پر وہابیہ کے ہیں۔ خذلہم اللہ تعالٰی۔ جیسے حاضر و ناظر کے لفظ دربارِ الوہیت میں بولنے سے ممانعت دربارِ رسالت میں کہنے کی اجازت کا وہ بنا لیا کہ یہ خدا کی صفت نہیں حضور کی صفت ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ظاہر کیا کہ خدا پناہ بکذا شہید و بصیر (جسے وہابیہ حاضر و ناظر کہتے ہیں) ہی نہیں۔ حضور حاضر و ناظر ہیں ازواجِ مطہرات کے پیش ہونے پر جو اعتراض کئے گئے ہیں اور جو کچھ مذاق اڑایا ہے وہ دین کے معتمد امام سیدی زرقانی کا اڑایا ہے۔ اور روزی و رزق پہونچنے پر جو مذاق اڑایا ہے۔ وہ خود حضورِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشادات کا۔ حضور نے فرمایا ہے انبیاء زندہ ہیں اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ حضور نے فرمایا ہے اللہ نے زمین پر انبیاء کے اجسام کا کھانا حرام فرمادیا۔ فنبی اللہ حی یرزق۔ اللہ کا نبی زندہ ہے روزی دیا جاتا ہے۔ اب وہابی اپنے گندے چیتھڑے کی ساری گندگیاں سب اعتراضوں کی بوچھاروں مذاق اڑانے کو دیکھیں اور خود اپنے آپ ہی سے ان کا جواب لیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹ مرسلہ جناب مولوی عظیم اللہ صاحب نعیمی گورمٹی مسجد ڈاکخانہ انگس ضلع ہگلی۔

بحضور سراپا لطف مرکز دائرۂ کرامت سرچشمۂ جود و عنایت حامی سنت ماحی بدعت سیدی و مولائی الاکرم دامت برکاتہم العالیہ ودامت الاکرم بعد تسلیمات اخلاص و تمنائے قدم بوسی معروض اینکہ آج کل انتظار الحق رنگی مصنف حاصل الانسان اس امر کی بڑی پرزور اشاعت کر رہا ہے کہ دنیا میں میری تکفیر کرنے والی صرف شاہ علی حسین صاحب کی ذات ہے۔ جو صاحب فتوٰی نہیں ہیں اور ایک شخص کی صدا نہ قابل توجہ اور نہ قابل اعتماد۔ ہاں وہ علماء بریلی کہ حق گوئی اور اظہارِ حق کا حق وصف ہے اور ان کے قلم ایسی حق گوئیوں میں شمشیرِ بے نیام ہیں اور اظہارِ حق اور ابطالِ باطل میں سب سے پیش پیش رہے ساکت ہیں۔ میرے معاملہ میں اور ان حضرات کی تحریر و تقریر سے میرا کفر ہرگز ثابت نہیں ہے۔ اور یہ فتنہ نہایت جوش کے ساتھ کلکتہ میں گشت کر رہا ہے۔ لہٰذا المولی الکریم دست امانت بڑھا کر اس ضلالت کو سر فرمایا جائے اور تحریر و تقریر سے اس شبہہ کا ازالہ فرمایا جائے۔

الجواب انتظار الحق صاحب رنگی کی یہاں سے تکفیر ہوئی اور شائع ہوئی۔ یہاں کا رسالہ شرف شمارہ چھپ کر ملک میں شائع ہو چکا ہے۔ آ و زمانہ کی حالت اب یہ ہے کہ ایسے واضح فاضح کفریات پر بھی جب

کوئی شخص کفر کا فتویٰ نہ دے لوگ انھیں کفر و افعال کو کفر نہیں جانتے۔ جنھیں نہیں ایک وہ جنھیں لاکھوں کفر
کے فتوے دیجئے مگر پھر بھی لوگ نہیں مانتے اور یہی سمجھے جاتے ہیں ان میں سے بعض وہ باتیں بھی کفر کی
ہوں ایک اسلام کی ہو جب بھی کافر نہیں کہنا چاہئے اس غلط و باطل دعویٰ کو دین کا فتویٰ سمجھا ہے۔
والعیاذ باللہ تعالیٰ والیہ المشتکیٰ، فتویٰ دینے والے کہنے کے سر جاتے ہیں اسی کو مجرم ٹھہراتے ہیں گویا
ان کے نزدیک کفر بکنا کوئی جرم نہیں کافر کہنا جرم ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ وعام
جس کا کفر ہونا بدیہی ہو روشن دن کی طرح آشکار ہو وہ جب ہی کفر ٹھہرے گا جب کوئی صاحب فتویٰ اسے
کفر بتائے گا؟ صاف صاف غیر خدا کی خدائی کا ادعا یا اقرار بھی کفر نہیں کہ یا جب اور کفر کیا ہوگا؟ شاہ علی حسین صاحب
صاحب فتویٰ نہیں تو مسلمان تو ہیں انھیں کفر و اسلام میں امتیاز تو ہے ایک بات جو کھلا کفر ہے جو کسی طرح
اسلام نہیں اسے ہر مسلمان کفر کہے گا عالم و غیر عالم اس میں برابر ہیں اور یہی کفر تو اخبث کفر ہے۔ جسے
ایک عامی بھی کفر بتائے چہ جائیکہ شیخ و عالم فرعون و نمرود کے کفر کو کون کفر نہیں جانتا پھر کیا ان کا کفر ان
کی شخصیتوں کے ساتھ خاص تھا کہ وہ انھوں نے کیا تو اس لئے کہ وہ فرعون نے کیا کفر ہوا دوسرا کوئی بھی وہ کفر
کرے کفر نہیں ہو کہ وہ خاص فرعون و نمرود نہیں۔ حضرت شاہ صاحب مدظلہم کی خلافت تو معتبر اور دستار
بنانے کے لائق تھی مگر جب انھوں نے حقیقت حال سے اطلاع پا کر خلافت بوجہ کفر و فساد دی تو یہ لائق اعتبار
نہیں حضرت شاہ صاحب لائق اعتماد نہیں۔ مفتی کا فتویٰ تو اکثر بعد استفتا ہوتا ہے۔ پھر کیا اگر کسی کھلے سے کھلے
اشد و اخبث کفر کہنے والے کے کفر کے متعلق کوئی استفتا نہ ہو مفتی کو اس کے کفر بکنے کی اطلاع نہ ہو اور وہ فتویٰ
کفر نہ دے اس سے وہ کفر کفر نہ ہوگا؟ کفر تو کفر ہی ہے اگرچہ عالم بھر میں کوئی فتویٰ اس کے متعلق نہ ہو۔ بہت
وہ کفریات ہوگئے ہیں جنھیں جاہل سا جاہل بھی جانتا ہے۔ وہ لائق استفتا نہیں ہوتے تو ایسے تمام اخبث
ترین کفریات کفر نہ ہوں گے کہ ان کے کفر ہونے کا مفتی نے فتویٰ تو دیا ہی نہیں ہے۔ ولا حول ولا قوۃ
الا باللہ العلی العظیم۔

مسئلہ ۲۰ از نانک مست ضلع الموڑہ مسئولہ طالب حسین صاحب ۲۰ ذی قعدہ ۳۳ھ

پیر و مرید کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی اس میں ایک شخص نے کہا کہ قرآن عظیم کی قسم کھاؤ کہ یہ بات
ٹھیک ہے پیر نے کہا کہ قرآن کی قسم کھانے کی ضرورت نہیں ہے اگر یہ کہے تو اس کا قرآن میں خود ہوں
پیر کا یہ کہنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب پیر نے جو وہ کلمہ کہا برا کیا اگر وہ جاہل ہے۔ عالم ہو جب بھی ایسا کہنا نہ چاہیے۔ قرآن اللہ عزوجل کا کلام اس کی صفت غیر مخلوق ہے۔ پیر اگر صاحب مرتبہ بھی ہو تو کتنا ہی بلند پایہ رکھتا ہو اللہ کا بندہ اس کی مخلوق ہے۔ قرآن کی جگہ کیوں کر ہو سکتا ہے؟ اگر پیر عالم ہے اور اس نے وہ کلمہ بایں معنی کہا کہ اگر پیر سچے تو میں اس کا ہادی اور قرآنی تعلیم کرنے والا خدا تک رسائی کا واسطہ ہوں، تو مطلب ٹھیک ہے۔ مگر لفظ برے ہیں۔ اور اگر جاہل ہے تو ہرگز اس مطلب کا وہم بھی اسے نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ہو تو نرا ادعائے محض جھوٹا۔ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ نے قرآن اپنے آپ کو نہ کہا قرآن کی جگہ اپنے آپ کو نہ کہا مصحف فرمایا کہ فرمایا هذا مصحف صامت وانا مصحف ناطق۔ اوکما قال رضی اللہ عنہ۔ اس میں اس میں بڑا فرق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبت هذا اتفقنا ثم بعد زمان راجعت الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة لسیدی المولی عبد الغنی النابلسی قدس سرہ القدسی فی مسئلة فوجدت فیها بحمد اللہ ما یؤید هذه الفتوی ولله الحمد وهذا نصه نعم المغرور ومنه الشیخ الصادق العارف الکامل فی طریق العلم والعمل الجامع بین علم الظاهر والباطن کافیة للمریدین ومغنیة لهم عن قراءة الکتاب والمطالعة والاشتغال فی العلوم اذ همته وصدها وغیرته الالٰهیة لا تترکهم علی جهل فی حکم من الاحکام مطلقا وحیث دخلوا تحت تربیته فهو کتاب لهم وزیادة لان عنده جمیع ما یحتاجون الیه مما فی الکتاب وربما کانت قراءتهم ومطالعتهم واشتغالهم علی استاذ غیره مانعة لهم من الدخول فی امره ونهیه فیما یصلحه من صلاح احوالهم علی مقتضی الشریعة المحمدیة فیوبخهم عن طلب العلم لئلا کانت قلوبهم الا کدار من العلم مع ترک العمل به فیکون علمهم حجة علیهم ویعلمهم ما ینفعهم شیئا فشیئا لانه اعرف بمصالحهم منهم واما اذا کان شیخهم قاصرا جاهلا لا یعلم حکم اللہ تعالیٰ علیه ولا علیهم وقد امرهم بذلک فهو ضال مضل اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسئلوں میں۔

۱۔ زید باوجود مولوی ہونے کے یہ کہتا ہے کہ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال لانا بیل و گدھے سے برا ہے۔

۲۔ زید کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے مگر بولے گا نہیں۔ زید کے ان قولوں پر بکر

دعوے وغیرہم کہتے ہیں کہ زید نے اللہ و رسول کی توہین کی، اور عوام میں گڑبڑی ہوگئی، ایسی صورت میں جن مولویوں نے یہ فیصلہ کیا کہ بیل گدھے کا اطلاق خیال لانے والے پر ہوتا ہے نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر، اور خدا جھوٹ بول سکتا ہے مگر اس کی شان کے خلاف ہے۔ ان کلمات کے کہنے سے ہرگز توہین اللہ و رسول کی نہیں لازم آتی ہے۔ انھیں مولویوں کے کہنے سے زید نے کہا کہ میرے قول میں ہرگز توہین نہیں ہوئی۔ اگر عوام سمجھے ہوں تو میں توبہ کرتا ہوں۔ اب ایسی صورت میں زید امام ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب بے شک ان اقوال بدتر از ابوال میں اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین ہے، اور ضرور کذب پر قدرت ماننا، اللہ عزوجل کو عیب لگانا ہے۔ کذب عیب ہے یہاں تک کہ کوئی نہیں جو عیب میں ملوث ہو۔ مولٰی عزوجل کے سراپردہ عزت تک عیب کی رسائی ہوسکنی ماننا بھی اسے عیبی بتانا ہے اور جو عیبی ہوسکے ہرگز خدا نہیں۔ علماء اسلام کتب عقائد و کلام میں تصریح فرماتے ہیں کہ الکذب علی اللہ تعالٰی محال۔[1] صدق، اللہ عزوجل کی صفت ہے۔ قال تعالٰی ومن اصدق من اللہ قیلا[2] وقال عزوجل ومن اصدق من اللہ حدیثا[3] اور اس کی صفات واجب۔ کذب ممکن ماننا صدق کو غیر واجب ماننا ہے۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اس مسئلہ کو تفصیلات سے سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح میں ملاحظہ کیجئے۔ زید کو ہرگز امام نہ بنایا جائے۔ اس کے پیچھے نماز حرام ہے۔ وہ مولوی بھی کلموں سے بری طرف ہیں جنھوں نے کہا کہ "بیل گدھے کا اطلاق خیال لانے والے پر ہے"۔ ان کا یہ قول خبیث سارے بدتر ہے اور صورت جیسے اکبر ہے۔ قائل صاف بک رہا ہے کہ "خیال لانا بیل گدھے سے برا ہے" نہ کہ خیال لانے والا۔ پھر یہ بولی بول کر بھی کیا بنا لیا؟ اب یہ ہوا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا خیال نماز میں لانے والا ایسا ہے کہ بیل گدھے اس سے اچھے ہیں؟ حضور کا خیال معاذ اللہ اس درجہ شنیع ہے کہ خیال کرنے والا ان بے تمیزوں کے نزدیک بیل اور گدھے سے بدتر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی ولاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ واللہ ھو الموفق للسداد وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲ از فرید پور۔ بنگال۔ مرسلہ مولوی عبدالمجید صاحب قادری رضوی سلخ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مطابق مذہب حنفی اشرف علی تھانوی کو کیا کہنا چاہئے؟ بینوا توجروا۔

الجواب علمائے حرمین طیبین نے شخص مذکور کو اس بنا پر کافر کہا کہ اس نے حضور پر نور محبوب رب العالمین محمد رسول اللہ

[1] شرح مقاصد ، [2] سورۂ نساء آیت ۱۲۲ ، [3] ایضاً آیت ۸۷

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ایسی صریح گستاخی کی اور کھلی گالی دی جس میں اصلاً تاویل ممکن
نہیں۔ بریں بنا اس نے وہ اور اس کے حواری سب سر جوڑ کر تاویل کی کوشش کیا کئے مگر ناکام و نامراد رہے
کوئی کچھ کہتا ہے، اور کوئی کچھ۔ اور سب بیہودہ پادر ہوا محض لغو و باطل لوچ پوچ۔ اس کی اس صریح توہین پر
کہ اس نے اپنے حفظ الایمان ص ۸ پر کی: "پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح
ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض ہے یا کل۔ اگر بعض ہے تو اس میں حضور کی کیا تخصیص
ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے الخ۔ یہ
کفر صریح ہے اور سخت تر دشنام حضور سید الانبیاء علیہ الصلاۃ والسلام مادامت اللیالی والایام کی شان رفیع
میں شخص مذکور نے مدتہا مدت بعد ایک چودہ ورقی کتاب شائع کی جس کا نام "بسط البنان لکف اللسان عن
کاتب حفظ الایمان" اس میں لغو باطل تاویلات کیں۔ کفر واضح و فاضح ہے توبہ نصیب نہیں ہوئی
اس کتابچے کے دو رد بھی سنہ ۱۳۳۰ھ میں "وقعات السنان" "ادخال السنان" شائع کر دیئے گئے۔ جو بحمدہ تعالیٰ
اب تک لاجواب ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک لاجواب رہیں گے۔ اور حق کے مقابل باطل
کب جم سکتا ہے۔ آفتاب حق کے طلوع کرتے ہی ظلمات باطل دور ہو جاتی ہیں "جاء الحق وزھق
الباطل ان الباطل کان زھوقا" کا جلوہ آشکارا ہوتا ہے۔ "وقعات السنان" اور "ادخال السنان"
میں مفسدہ شخص سے ناممکن قول قبیح کا کفر صریح ہونا واضح کر دیا۔ وللہ الحجۃ البالغۃ علماء حرمین
حرمین نے کفر مذکور کی نسبت فرمایا ہے جو اس کے اس قول بدتر از بول پر مطلع ہو کر اس کے کافر و مستحق
عذاب ہونے میں شک کرے خود کافر ہے "من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر"۔ علماء حرمین کا فتویٰ جسے دیکھنا
ہو وہ "حسام الحرمین" دیکھے اور ہند و سندھ و پنجاب وغیرہ کے علماء کا مستقل فتویٰ جسے ملاحظہ کرنا ہو وہ
"الصوارم الہندیہ" ملاحظہ کرے۔ اور شخص مذکور اور اس کے حواریوں کے دھوکے اور فریبوں سے
بچنا اور ان کی تاویلات رکیکہ باطلہ کی دھجیاں جسے اڑاتا ہو وہ "وقعات السنان" وغیرہ دیکھے۔

وباللہ التوفیق وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳ از بمبئی مجو ساری محلہ چراغ انور ہوٹل مرسلہ منشی مصطفیٰ خان قادری برکاتی

جمعہ کی جامع مسجد کا مقتدر علماء سے مزید استفسار حضرات مقتدرین علماء اہلسنت سے جمعہ
کی جامع مسجد کے مقتدی سے متعلق ایک مزید استفسار ایک ایسی جماعت نے جو اس کی قائل ہے کہ

دین کا معاملہ اس درجہ سے پیچیدہ اور مشکل ہو گیا جب سے علماء نے طریقۂ نبوی یعنی عملی تعلیم سے روگردانی کی اور کتب فقہ کے مجادلات اور قیل و قال کو اپنا شیوہ بنالیا پھر ستم یہ کیا کہ مخلوق خدا کو مجبور کرنے لگے کہ دین کو ان کتابوں سے حاصل کریں قیود و شرائط و رموز پر کاربند ہوں جو انھوں نے اپنی عقل و رائے سے قرار دے رکھے ہیں بے شمار قیدیں اور شرطیں ہیں انسان دیکھتے ہی گھبرا جاتا ہے اور کسی طرح نہیں سمجھتا کہ ان میں حق کتنا ہے اور باطل کتنا علاوہ ازیں ان کتابوں میں طرح طرح کے ایسے مسائل موجود ہیں جو کبھی واقع نہیں ہوتے وہ محض فرض و تخمین کی پیداوار اور ذہن و دماغ کے اختراع ہیں ان سے کوئی علم بھی حاصل نہیں ہوتا البتہ دماغ پریشان اور فکر پراگندہ ہوتی ہے اور سب سے بڑی یہ بات ہے کہ وہ نہ تو خدا کے احکام ہیں اور نہ ان پر کاربند ہونے کا اس نے حکم دیا ہے۔ کوئی مضائقہ نہیں کہ یہ کتابیں کتب خانوں میں بطور تاریخی یادگاروں کے محفوظ رکھی جائیں یہ تو کسی حال میں بھی درست نہیں کہ ہم ان کتابوں کو مقدس مان کر ان کی عبادت شروع کر دیں ان کی سطر سطر کو وحی سمجھیں اور اختلاف کو ناقابل معافی گناہ سمجھیں۔ علماء نے تقلید کو شیوہ بنالیا ہے پھر ستم یہ کہ تمام مسلمانوں پر ان کتابوں کے اتباع اور ان کے مصنفین کی تقلید ضروری ٹھہراتے ہیں اگر کوئی روگردانی کرے اور کہے کہ میرے لئے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کفایت کرتی ہے اس پر بدعت اور خروج عن الملت کا فتویٰ لگا دیتے ہیں۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب [illegible] امام مسجد [illegible] سے حمانہ کے کورٹ میں سوال کرایا کہ صرف قرآن و حدیث پر چلنے والا آدمی مسلمان ہے یا نہیں؟ مولوی صاحب موصوف نے جواب دیا کہ "صرف قرآن و حدیث پر چلنے والا آدمی کامل مسلمان نہیں ہوتا اسلام کی تمام ضروری باتیں قرآن و حدیث میں تفصیلاً نہیں ہیں ان میں سے اکثر رہ جاتی ہیں مسلمانوں کو ائمہ اربعہ کی تقلید کی ضرورت ہے جو ان کی تقلید نہ کرے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے سنی نہیں ہے"

آیا یہ جواب مولوی صاحب موصوف کا صحیح و درست ہے یا خلاف دین و ملت اور کیا تمامی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ پر کسی کو عمل ممکن ہے اور کیا اجماع امت اور قیاس مجتہدین اصول مذہب و دین سے نہیں ہیں؟ اگر ہیں تو ان کے منکرین کا کیا حکم ہے اور کیا بغیر کتب فقہ کے احکام کی تعمیل کے کسی کا اسلام کامل ہو سکتا ہے؟ اور جماعت مذکورہ بالا اور جو کہ اپنے کو اہل قرآن و اہل حدیث کہتے ہیں اہل سنت و جماعت سے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب اصول شرع چار ہیں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم،

حامل فقہ غیر فقیہ ورب حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ اور حدیث معروف و مشہور حضرت سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حین بعثہ النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام الی الیمن قال کیف تقضی اذا عرض لک قضاء فقال اقضی بکتاب اللہ فقال فان لم تجد فی کتاب اللہ قال بسنۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال فان لم تجد فی سنۃ رسول اللہ قال اجتھد برائی فقال علیہ السلام الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ بما یرضی بہ رسول اللہ۔ اور حدیث انما نزل کتاب اللہ یصدق بعضہ بعضا فلا تکذبوا بعضہ ببعض فما علمتم منہ فقولوا وما جھلتم فکلوہ الی عالمہ اور حدیث انزل القرآن علی سبعۃ احرف لکل آیۃ منھا ظھر وبطن ولکل حد مطلع اور حدیث العلم ثلثۃ آیۃ محکمۃ او سنۃ قائمۃ او فریضۃ عادلۃ وما کان سوا ذلک فھو فضل وغیرہ سے منہ پھیرتے ہیں۔

جیسے غیر مقلدوں کے نزدیک بھی وہ اہل قرآن بننے والے حدیث کا انکار کرنے والے ہرگز مسلمان نہیں۔ کامل الایمان ہونا تو بڑی بات ہے۔ یوں ہی اہل سنت کے نزدیک اجماع امت کا منکر نیز قیاس کا ہاں ہاں قرآن نے فرمایا اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ہاں ہاں اس نے ارشاد کیا نَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ ہاں ہاں اس کا ارشاد ہے مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ اور بے شک بے شک لاریب اس کا ہر ارشاد حق ہے۔ جیسے اہل قرآن بننے والے اہل حدیث بننے والوں کے نزدیک بھی اس آیت کو وہ اپنے مذہب کی دستاویز نہیں بنا سکتے نہ اس ارشاد سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سند ٹھہرا سکتے ہیں یہ جو انھوں نے فرمایا حسبنا کتاب اللہ۔ یوں ہی غیر مقلد، اپنے آپ کو اہل حدیث کہنے والے کو حلال نہیں کہ وہ قرآن و حدیث پر اقتصار کرے اور اجماع و قیاس کا انکار۔

بلا شک وارتیاب ضرور ضرور قرآن و حدیث میں سب کچھ ہے۔ مگر کس کے لئے جو آنکھیں رکھتا ہو جس کی آنکھ میں جتنی قوت ہے وہ اتنا دیکھتا ہے۔ یوں تو صرف قرآن عظیم ہی میں سب کچھ ہے لا رطب ولا یابس الا فی کتٰب مبین اور کل صغیر وکبیر مستطر اور ما فرطنا فی الکتب من شیء اور نزلنا علیک الکتب تبیانا لکل شیء وغیرہا آیات خود اس کے ارشادات ہیں۔ مگر وہ تو اندھیر کہ دوسرے کے لئے تو یہ نہیں۔ قرآن جن پر نازل ہوا ان کے لئے ہر شے کا روشن بیان ہے۔ خود امت کے لئے نہیں۔ امت سے تو جس کو جتنا مبین قرآن علیہ الصلاۃ والسلام نے سکھا دیا اسے اتنا علم ہوا۔ خود

۱؎ مشکوٰۃ صفحہ ۲۲۳ ۲؎ مشکوٰۃ صفحہ ۳۵ ۳؎ سورۂ مائدہ آیت ۳ ۴؎ نحل آیت ۸۹ ۵؎ سورۂ انعام آیت ۳۸ ۶؎ انعام آیت ۵۹ ۷؎ قمر آیت ۵۳

قرآن کا ارشاد ہے۔ وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡهِمۡ وَلَعَلَّهُمۡ یَتَفَكَّرُوۡنَ ۔ فقہ قرآن و حدیث سے الگ کوئی چیز نہیں۔ فقہ شرح و تفسیر حدیث و قرآن ہے۔ فقہ انھیں کا روشن بیان۔ فقہ علم مجموعہ سنت رسول و کتاب مجید فرقان ہے۔ فقہ مجمل کی تفصیل ہے۔ فقہ دین کی تیسیر و تسہیل ہے فقہ راہ حسن و صواب و ہدیٰ و ثواب پر دلیل ہے۔ فقہ رحمت رب جلیل ہے۔ تفقہ و اجتہاد جہاد اعظم و اکبر ہے۔ تفقہ ائمہ مجتہدین، فرض شرع مطہر ہے۔ قرآن اس کا گواہ حدیث اس کی شاہد ساری امت مرحومہ اس کی قائل اس کی قائل اس کی فاعل اس پر عامل۔ جس روز قرآن کا ارشاد نازل ہوا کہ اَلۡیَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِیۡنَكُمۡ معلوم ہو گیا کہ بفضل اللہ تعالیٰ ہمارا دین کامل ہو گیا مگر جس طرح غیر مقلد کے نزدیک بھی بغیر حدیث کے کامل دین پر عمل ممکن نہیں جب تک مبین قرآن ﷺ بیان نہ فرمائیں اور مطالب قرآنیہ کا ایضاح نہ کر دیں ناسخ منسوخ، عام و خاص، فرض و ندب، و اباحت و ارشاد وغیرہ کی وضاحت نہ فرما دیں۔ یہاں تک بعض الفاظ شریفہ سے کیا مراد ہے نہ بتا دیں قرآن پر عمل ناممکن۔

جو کتاب جس موضوع کی ہو اس کے متعلق اس میں سب کچھ ہوتا ہے۔ مگر جب تک استاذ پڑھاتا نہیں مطلب سمجھاتا نہیں شاگرد نہیں جانتا سمجھ نہیں سکتا۔ کتاب کامل ہے۔ جس موضوع پر لکھی گئی اس پر پوری کامل بحث اس میں موجود ہے۔ مگر یہ اس کمال سے مستفیض و متمتع نہیں ہو سکتا جب تک بتانے والا بتائے نہیں۔ یا کتاب اندھیرے میں رکھی ہو روشنی نہ ہو تو اگرچہ وہ کامل ہو مگر دیکھنے والا اسے بے روشنی نہیں دیکھ سکتا۔ یہی ہے وہ جو قرآن نے فرمایا قَدۡ جَآءَكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ نُوۡرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِیۡنٌ ۙ اسی لئے فرماتے ہیں حضور علیہ الصلاۃ والسلام عن المقدام رضی اللہ تعالیٰ عنہ الا انی اوتیت الکتاب ومثلہ معہ الا یوشک رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بھذا القرآن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ وان ما حرم رسول اللہ کما حرم اللہ الا لا یحل لکم الحمار الاھلی ولا کل ذی ناب من السباع ولا لقطۃ معاھد الا ان یستغنی عنہا صاحبہا ومن نزل بقوم فعلیہم ان یقروہ فان لم یقروہ فلہ ان یعقبہم بمثل قراہ ایک اور حدیث ہے عن الحسن بن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشک ان یقعد الرجل منکم علی اریکتہ یحدث بحدیثی فیقول بینی وبینکم کتاب اللہ فما وجدنا فیہ حلالا استحللناہ وما وجدنا فیہ حراما حرمناہ وان ما حرم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما حرم اللہ عزوجل ایک اور حدیث ہے عن

۱ سورۂ نحل آیت ۴۴ ، ۲ سورۂ مائدہ آیت ۳ ، ۳ سورۂ مائدہ آیت ۱۵ ، ۴ ابو داؤد، ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۲۹

ابی رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا الفین احدکم متکئا علی اریکتہ یاتیہ الامر من امری مما امرت بہ او نھیت عنہ فیقول لا ادری ما وجدنا فی کتاب اللہ اتبعناہ[۱]

ایک اور حدیث ہے عن العرباض بن ساریۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ایحسب احدکم متکئا علی اریکتہ یظن ان اللہ تعالیٰ لم یحرم شیئا الا ما فی ھذا القرآن الا وانی قد امرت ووعظت ونھیت عن اشیاء انھا لمثل القرآن او اکثر وان اللہ لم یحل لکم ان تدخلوا بیوت اھل الکتاب الا باذن ولا ضرب نسائھم ولا اکل ثمارھم اذا اعطوکم الذی علیھم۔

یوہیں جب تک ائمہ مجتہدین علمائے دین متین جب تک بہ نظر غور و تأمل قرآن و حدیث کو دیکھ کر ہمیں ان کے مطالب سے آگاہ نہ فرمادیں، ناسخ منسوخ وغیرہ نہ بتادیں، کلیات سے نئے نئے حوادث و جزئیات کا حکم استنباط کرکے نہ سمجھادیں اس وقت تک عامۃ الناس کو دین کامل پر کامل عمل ممکن نہیں جیسے سنت حضرت سرکار رسالت و صحابۂ کرام علیہم و علیہم الصلوٰۃ والسلام سے دین کی تکمیل غیر متعددین بھی ملتے ہیں۔ یوہیں اہل سنت نائبان حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ائمہ کرام علمائے اعلام کے بیان و ایضاح مطالب کتاب و سنت سے۔ ان کے ارشادات کوئی اور چیز نہیں، مجمل کی تفصیل کلیات سے احکام جزئیہ کی تشکیل ہیں۔ جس طرح سنت کوئی دوسری چیز نہیں کتاب اللہ کی تفصیل و تفسیر و تاویل اور جزئیات کے احکام کی تشکیل ہے۔ جو کتاب اللہ میں منصوص نہیں۔ ظاہر تکمیل دین کے یہ معنی نہیں کہ دین بعد نزول قرآن ناقص تھا سنت نے کامل کیا بلکہ یہ معنی ہیں کہ کتاب اللہ کو سنت کی عینک سے دیکھیگا تو کامل پائے گا۔ چراغ سنت ہاتھ میں لے گا تو پوری طرح اسے نظر آئے گا۔ راہ سنت پر چلے گا تو بے روک کامل مقصد تک پہونچے گا۔ اسے چھوڑے گا تو کامل طور پر دین نہ سیکھے گا اس کا دین ناقص رہے گا۔ عورتوں سے زیادہ۔ کہ ان کے لئے باعتبار رجال بعض امور میں خود شرع نے کمی رکھی ہے۔ اور اس نے خود اپنے آپ عمل میں کمی کی۔ عورتوں کا دین فی نفسہٖ کامل ہے اس میں نقصان اعتبار نسبتی ہے۔ اور اس کے دین میں نقصان حقیقی۔ سنت پر عمل کرتا تو دین کامل پر عامل ہوتا۔ اور اگر سنت سے منھ موڑے گا جب تو کتاب اللہ ہی سے روگرداں ہوگا۔ سارے دین پر نہ آدھے پر کسی پر بھی عامل نہ ہوگا ایسے کو عاملۃ ناصبۃ تصلی نارا حامیۃ[۲] اور وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلناہ ھباء منثورا[۳] کا ثمرہ ملے گا۔ اور وہ کبھی ہرگز منزل

---

[۱] ابو داؤد، مشکوٰۃ ص ۲۹ ، [۲] سورۂ غاشیہ آیت ۳ ، [۳] سورۂ فرقان آیت ۲۳

تک بے قبول سنت پہ چلے نہ پہنچ سکے گا۔ ؎

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید ‏ ‏ ‏ ‏ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اعاذنا اللہ تعالیٰ من ان یکون ساسلف واتبع الہوٰی۔ علیٰ ہذا القیاس سنت کو جب تک ائمہ دین متین حضرات مجتہدین کے ارشادات کی روشنی میں نہ دیکھے گا اندھیرے میں رہے گا۔ ہرگز منزل تک نہ پہنچ سکے گا بھٹکتا پھرے گا۔ ائمہ کا دامن تھامے ان کے قدموں پہ چلے گا تو راہِ سنت پہ گامزن ہوگا۔ اور یوں کتاب اللہ پر عمل کرسکے گا تو اس کا دین کامل ہوگا۔ اور ان کا دامن چھوڑے گا تو ہمیشہ نقصان میں ہوگا اس کا دین ناقص ہی رہے گا اور ان کے اصول سے منہ موڑے گا تو اندھے کنوئیں میں گرے گا جس سے بے انھیں ہاتھ دیئے نہ نکل سکے گا۔ بئس المصیر پہنچے گا نعوذ باللہ تعالیٰ منہ آمین۔

بے شک کتاب اللہ نے دین کامل فرمادیا مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتادیا۔ تمہارے پاس دو چیزیں آئی ہیں ایک اللہ کی کتاب ایک خدا کا نور[1] کہ کتاب کو اس نور سے دیکھو۔ اللہ کے رسول سے کتاب اللہ کو سیکھو۔ رسول کتاب وحکمت سکھاتے ہیں کتاب کا ظاہر بھی سمجھاتے ہیں اور اس کا باطن بھی اس کے منصوصات کے مطالب بھی بتاتے ہیں اور اس کے اشارات بھی تعلیم فرماتے ہیں۔ یعلمہم الکتٰب والحکمۃ[2] کلیات بھی پڑھاتے ہیں اور ان سے استنباط جزئیات بھی دکھاتے ہیں۔ رسول کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ[3] اسی لئے ارشاد ہوا اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ بے شک اس کتاب اللہ نے جس سے دین کامل فرمایا ساتھ میں یہ بھی تو فرمایا وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ اور اطاعت کرو اپنے اولی الامر علماء کی اور یہ بھی تو فرمایا فَسۡـَٔلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ[4] جب اپنے دین کی تکمیل یعنی دین پہ کامل عمل کے لئے اہل ذکر سے دریافت کرنے اولی الامر کے حکم پہ چلنے اور ان کی تقلید وپیروی کا حکم صاف ارشاد فرمایا تو تقلید ائمہ دین اہل ذکر کمال دین اور غیر مقلدی نقصان دین۔

بے شک بے شک سنت سے تکمیل دین ہے۔ مگر سنت کی تعلیم وہ تو کار ائمہ دین متین ہے۔

جب تک ان کی پیروی نہ ہوگی راہ راست نہ ملے گی۔ حدیقہ ندیہ[5] میں ہے "ضد البدعۃ فی العادۃ السنۃ الزائدۃ والمقابلۃ لسنۃ الہدیٰ ومعنیٰ زیادتہا کونہا لیست لتکمیل الدین بخلاف سنۃ الہدیٰ فانّ الدین یکمل بہا۔" دیکھو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے باں کہ قرآن کا ارشاد ہے اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ یہ فرمایا "یحسب احدکم متکئا علی اریکتہ یظن ان اللّٰہ لم یحرم الا ما فی ہذا القرآن۔ الحدیث" بلکہ خود

[1] بقرہ آیت ۱۵۱، [2] مائدہ آیت ۳، [3] نساء آیت ۵۹ _ [4] نحل آیت ۴۳، [5] مائدہ آیت ۳

قرآن کا ارشاد سنایا قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اور يَا قَوْمِ اتَّبِعُونِ أَهْدِكُمْ سَبِيلَ الرَّشَادِ اور مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا بعد نزول آیت کریمہ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ یہ ارشاد نہ فرمایا کہ اب تمہارا دین تو کامل ہو ہی گیا ہے قرآن سے ہی اپنے سارے دینی احکام دیکھ لیا کرو۔ دیکھو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ہاں کر سنت سے کتاب اللہ کے اجمال کی ضروری تفصیل فرمادی ناسخ منسوخ کی عام خاص وغیرہ کی تعلیم دے دی یہی ارشاد فرمایا أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ فَبِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ۔ صحابہ کی پیروی وتقلید کا حکم ہوا یہ نہ فرمایا کہ ہمارے ارشادات جمع کئے جائیں قرآن کے ساتھ شائع کر دیئے جائیں کہ اہل قرآن بننے والے قرآن ہی سے اپنا دین سیکھ لیں اور اہل حدیث بننے والے قرآن و حدیث دونوں سے اپنے دین کی تعلیم حاصل کر لیں۔ بلکہ جمع حدیث کی تو ممانعت فرمائی تھی اگرچہ وہ حکمی نہ تھی۔

دیکھو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے قرآن کے ساتھ اپنی سنت کی پیروی کا حکم فرمایا اپنی سنت کے ساتھ سنت خلفاء کی پیروی کا حکم دیا کہ فرمایا عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ مِنْ بَعْدِي اس کے ساتھ اقتداء صحابہ کا حکم فرمایا۔ سواد اعظم کے اتباع کا ارشاد فرمایا۔ نیز اجماع امت کو حق بتایا، تفقہ و اجتہاد کو سراہا تکمیل دین کی یہ راہ ہے جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے بتائی جو اس سلسلہ کو تھامے رہے گا وہی وہی راہ سنت پر مستقیم رہے گا۔ جو اسے چھوڑے گا سنت سے منہ موڑے گا۔ اپنا نقصان و خسارہ کرے گا۔ تحصیل و تکمیل علم و عمل کی اس راہ پر چلے گا تو دین کامل پائے گا۔ قرآن و حدیث کو ان کے علماء سے حاصل کرے ان کی پیروی کرے ورنہ ڈھونڈے کسی گڑھے میں نہ گر پڑے۔ شیطان اسے دھکا نہ دے دے قرآن و حدیث سے ہدایت پانے والے ہدایت پاتے ہیں۔ اور گمراہ ہو جانے والے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ خود قرآن عظیم کا ارشاد ہے يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا ۚ وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ٥

یوں ہی حدیث کے لئے فرمایا گیا الاحادیث مضلۃ الا للفقہاء۔ فقہاء صحابہ کی اقتداء صحابہ غیر مجتہدین و تابعین پر لازم ہوئی کہ ان کی اقتداء حضور علیہ الصلاۃ والسلام ہی کی اقتداء ہے۔ تابعین کی اقتداء تبع تابعین پر کہ وہ نہیں مگر اقتداء صحابہ جو اقتداء سرکار رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ ہے۔ صحابہ میں بوجہ اختلافات حدیث و علماء نے اپنے اجتہادات کی بنا پر اختلاف جاری ہوا۔ وہ اختلاف ان کے پیروؤں مقلدوں میں جاری ہوا۔ تابعین و تبع تابعین مجتہدین میں اپنے اپنے اصول سے نئے حوادث کے احکام استنباط کرنے

لے سورۂ آل عمران آیت ۳۱ ، ۲ سورۂ مؤمن آیت ۳۸ ، ۳ سورۂ حشر آیت ۷ ، ۴ مشکوٰۃ ص [illegible] ، ۵ مشکوٰۃ ص [illegible] ، ۶ [illegible] ، ۷ سورۂ بقرہ آیت ۲۶

میں اور اجتہادی اختلافات ہوئے۔ اور وہ ان کے مقلدوں میں جاری اور ساری ہے۔ مگر سب ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں حاصل سب کا ایک ہی۔ جیسے شاخوں کے متعدد ہونے سے ثمر مختلف نہیں ہو سکتا۔ جس شاخ سے حاصل کرو ثمر وہی ملے گا کسی سے آم کسی سے انار نہیں مل سکتی۔ ایک ہی دریا کی سب نہریں ہیں۔ پانی سب میں وہی دریا کا پانی ہے۔ ایک ہی راہ کی یہ متعدد شاخیں ہیں جو اصل سے ملی ہیں۔ جس سڑک پر چلو گے اصل راہ پر پہنچو گے۔ اسی لئے ارشاد ہوا ہے بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمُ اهْتَدَیْتُمْ۔ اور جو اصل راہ ہے اس سے منہ موڑو گے تو بئس المصیر پہنچو گے۔

جس سے بھاگے تھے یعنی اقتدار اور پیروی سے یہاں بھی نجات نہیں۔ اب شیطانی پیروی ہوئی یہ اختلاف، اختلاف مذموم و ممنوع نہیں۔ یہ اختلاف رحمت ہے۔ کما فی الحدیث حدیقہ ندیہ میں فرمایا[1] نقل

قالوا لا یزعمن ان المجتہدین من اھل السنۃ والجماعۃ اختلفوا ایضا اختلافا کثیرا وتباینوا تباینا شدیدا لانھم وان اختلف اجتہادھم فیما یسوغ فیہ الاجتہاد فقد اجتمعوا من حیث لم یخالف واحد منھم کتابا ولا سنۃ قائمۃ ولا اجماعا ولا قیاسا صحیحا عندہ وان کل واحد منھم قد ادی ما کلف من الاجتہاد وتعرض الاجر الموعود علی طلب الثواب۔

دیکھو! آں کہ قرآن عظیم میں سب کچھ ہے کوئی بات ایسی نہیں جو اس میں نہیں۔ مگر حضور کے ارشادات سے یہی واضح ہوا کہ صحابہ بھی قرآن سے ہر حلال و حرام معلوم نہ فرما سکتے تھے۔ جن روز کی کیا گنتی دیکھو! جس طرح آں کہ قرآن عظیم ہر شے کا روشن تبیان ہے۔ اتباع سنت بھی ضرور ہے بے اتباع سنت قرآن عظیم تک رسائی ناممکن۔ یونہی اگرچہ سنت نہایت روشن بیان ہے مگر اس تک رسائی بے پیروی و اتباع علماء سنت ممکن نہیں۔ کہ جیسے قرآن عظیم میں ناسخ منسوخ وغیرہ ہے یونہی سنت میں بھی۔ کتاب و سنت کا علم حاصل کرنے، انہیں سمجھنے کے لئے ہم ائمہ و علماء کے محتاج ہیں۔ تفاسیر قرآن و شروح حدیث کے ہم حاجت مند تقلید کے بغیر ہم ایک قدم نہیں اٹھا سکتے۔

امام بخاری وغیرہ محدثین کو اگر یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ حدیث کے مطالب کے ایضاح کے لئے منہ کھولیں، احادیث سے استنباط مسائل کریں تو اب ائمہ مجتہدین جو بخاری وغیرہ سے اقدم اور کہیں زیادہ فقیہ و عالم ہیں۔ ان کا یہ حق (جن کی تقلید جن کے اتباع و پیروی کا قلادہ امام بخاری کا بھی زیب گلو ہے) غیر مقلدین کیوں سلب کرتے ہیں؟ یہ بے جا تقلید ائمہ مجتہدین ہم کو مصداق آیۃ[2] اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا

[1] مشکوٰۃ ص ۵۵۴ و [2] حدیقہ ندیہ ص ۔ [3] سورۂ توبہ آیت ۳۱

من دون اللہ ٹھہرانے والے، بخاری تو بخاری شوکانی بلکہ قنوجی و بھوپالی پر سر منڈانے والے خود اپنے آپ کو اس کا مصداق کیوں نہیں جانتے؟ اسے بخاری وغیرہ کو اپنے طور پر ارباب من دون اللہ ٹھہرانے والو امام بخاری وغیرہ محدثین ہی کی مانو تقلید تفقہ و اجتہاد کو حق جانو۔ دیکھو تحصیل و تکمیل دینی علم و عمل کی راہ یہ ہے جو اس راہ پر چلو گے تو دین کامل پاؤ گے۔ قرآن و حدیث کو علماء کتاب و سنت سے لو۔ ان کی پیروی کرو ورنہ ڈھونڈو کسی عمیق گڑھے میں نہ گر پڑو۔ بلکہ شیطان نے دھکا دیا اور تم گر چکے ہو۔ اگر اس گہرے گڑھے سے نکلنا چاہو تو اس کی ایک ہی صورت ہے کہ تقلید کرو۔

حضور علیہ الصلاۃ والسلام جب تک اس عالم ظاہر میں جلوہ افروز تھے اختلاف رہ ہی نہیں سکتا تھا جب حضور نے اس عالم سے رحلت فرمائی صحابہ کہ سب مجتہد تھے جو جو امور مجمع علیہ تھے ان کے سوا بہت امور میں اپنے اجتہاد سے مختلف ہوگئے۔ جیسے وہ سب بحکم حدیث حق و ہدایت پر ہیں یوہیں سارے ائمہ مجتہدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ جیسے صحابہ کی اقتدار کمال دین ہے یوہیں ائمہ مجتہدین کی تقلید۔ باوجود اختلاف صحابہ کے ہیں ویسی وجوہ ان کے اختلاف کے۔ بے شک وہ کامل الاسلام نہیں جو سنت سرکار رسالت کو چھوڑ کے اس پر عمل پیرا نہ ہو۔ پیروی صحابہ، قرآن کے ارشاد فاسئلوا اہل الذکر پر عمل نہ کرے اور وہ مسلمان نہیں جو اوامر قرآنیہ، احکام حدیثیہ سے منہ موڑ کے انھیں نہ مانے اس کا دین کامل نہیں۔ اس کا دین باطل ہے ترک تقلید گمراہی ہے۔ بے شک وہ شخص سنی نہیں۔

غیر مقلدین زمانہ پر جو حکم کفر ہے اور جو وجہ ہے نہ بوجہ ترک تقلید۔ ہماری اس تحریر سے اگر چہ سوال کا جواب کافی ہو گیا۔ بیہودگی غیر مقلد کا اگرچہ جواب کچھ ضرور نہیں مگر اسے آگے آئینہ بھی دکھا دیا جائے گا جس میں اسے اس کی مکروہ صورت نظر آجائے گی یہاں اپنی تائید اور مسلمانوں کے نفع مزید کے لئے کہ وقت جو دو ایک کتابیں سامنے موجود ہیں ان سے بعض عبارات پیش کریں۔ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں حضرت عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی زیر حدیث حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ومثلہ[1] معہ وھو السنۃ النبویۃ فان اللہ تعالیٰ اتاہ ایاھا ایتانا کما آتاہ الکتاب پھر مدخل امام بیہقی سے نقل فرماتے ہیں۔ وسنۃ[1] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من ثلاثۃ اوجہ احدھا ما انزل اللہ تعالیٰ فیہ نص کتاب فسن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمثل نص الکتاب والثانی ما انزل اللہ تعالیٰ فیہ جملۃ کتاب فبین عن اللہ معنی ما اراد بالجملۃ واوضح

[1] حدیقہ ندیہ ص [illegible]

کیف فرضها أعاما او خاصا وکیف اراد ان یأتی به العباد وکذلک ما سن رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مما لیس فیه نص کتاب فمنهم من قال جعل اللہ له بما افترض من طاعته وسبق فی علمه من توفیقه لرضاه ان یسن فیما لیس فیه نص کتاب ومنهم من قال لم یسن سنة قط الا ولها اصل فی الکتاب کما کانت سنته لتبیین عدد الصلوة وعملها علی اصل جملة فرض الصلوة وکذلک ما سن من البیوع وغیرها من الشرائع لان اللہ تعالی قال لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وقال اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فما احل وحرم فانما بین فیه عن اللہ عزوجل کما بین الصلوة ومنهم من قال بل جاءته به رسالة اللہ جل ثناؤه فاثبت سنة بفرض اللہ عزوجل ومنهم من قال القی اللہ تعالی فی روعه کل ما سن وسنته الحکمة التی القیت فی روعه عن اللہ عزوجل۔

اسی میں مدخل مذکور امام بیہقی کی یہ روایت بھی ہے عن عبداللہ بن ابی رافع قال سمعت ام سلمة عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی قصة الرجلین یختصمان فی مواریث واشیاء قد درست فقال انما اقضی بینکما برأیی فیما لم ینزل علی فیه۔ اسی میں ہے وروی ایضا باسناده عن ابن شہاب ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنه قال وهو علی المنبر ان الرأی انما کان من رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مصیبا لان اللہ عزوجل کان یریه وانما هو منا الظن والتکلف۔ اسی میں ہے وذکر البیہقی ایضا قال وامر اللہ ایاه صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وجهان احدهما ای بمنزلة المتعلی علی الناس والعالی رسالة عن اللہ تعالی والحکمة ما جاءته الرسالة به عن اللہ فاثبت سنة لرسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔ اسی میں ہے وعن حسان بن عطیة قال کان جبریل علیه السلام ینزل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالسنة کما ینزل علیه بالقرآن ویعلمه ایاها کما یعلمه القرآن اھ وقد سلف اخذا فیما سبق ان السنة مما اتاه اللہ تعالی نبیه صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ولیست مما جاء من تلقاء نفسه۔

اسی میں حدیث مذکور کے لفظ علیکم بهذا القرآن کے نیچے تحریر فرمایا علیکم ای الزموا الاقتصار علی العمل بهذا القرآن فما وجدتم فیه ولا یمکن ان یجدوا الا بحسب قدر فهمهم والا فکل شیء فی القرآن کما قال تعالی ما فرطنا فی الکتاب من شیء فالقاصر یجد علی حسب قصوره فیلزم ان یجعل اکثر مما یعلم من حکم حلال وهو ما النص علی تحلیله بعینه او جنسه کالبیع واکل الخبز فاحلوا ای احکموا بحله واعملوا علی ذلک وما وجدتم فیه من حکم حرام وهو ما النص علی تحریمه بعینه او جنسه کالربوا

والرشوة (فحرموه) ای احکموا بتحریمه ایضا واترکوا العمل به وهذا القول من قائله ذلک الرجل المذکور فیه قصور واضح اذ لایمکنهم ان یجدوا فی القرآن کلما احله الله تعالی لهم وحرمه علیهم وان کان القرآن جامعا للجمیع ذلک فلابد من النظر فی السنة النبویة ایضا فان فیها بیان ما خفی فی القرآن و ایضاح مجمله وتفصیل متضمناته ۔ اسی میں زیرِ حدیث ابی رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے لا الفین ای لاجدن والمعنی لاینبغی انه تعالی اجدن احدکم متکئا علی اریکته یاتیه امری ای شانی مما ای من جهة الامر الذی امرت به الامة بطریق الخلافة عن الله تعالی فی الارض او نهیت الامة عنه بالنیابة عن الله تعالی فیقول لا ادری هذا الواو دالة من الامر والنهی وما ای الحکم الذی وجدناه فی کتاب الله تعالی من الامر والنهی اتبعناه لاغیر وهذا القول من طبع الله علی قلبه فاراد ان یفرق بین الله ورسوله ولن یصل الی ذلک ابدا ۔ قال البیهقی فی المدخل زاد ابوعبدالله فی روایته بهذا الاسناد عن الشافعی رضی الله تعالی عنه قال وفی هذا تثبیت الخبر عن رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم واعلامهم انه لازم لهم وان لم یجدوا له نص حکم فی کتاب الله عزوجل ۔

اسی میں زیرِ حدیث عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے ایحسب احدکم متکئا علی اریکته یظن ان الله تعالی لم یحرم علی الامة شیئا الا ما ای الذی فی هذا القرآن من المحرمات الظاهرة منه لکل احد ولا افقه قال تعالی ما فرطنا فی الکتاب من شیئ ۔ وفی الحدیث قال قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم الحلال ما احل الله والحرام ما حرم الله فی کتابه وما سکت عنه فهو مما عفا عنه ۔ اخرجه السیوطی فی الجامع الصغیر ۔ فان فی القرآن من الاحکام ما لایعلم بالبداهة لغالب الانام ولهذا لما دق نظر امامنا ابی حنیفة رضی الله تعالی عنه فی استنباط المسائل من القرآن ما لم یعثر علیه اکثر المجتهدین نسب الیه القاصرون القول بالرأی فان من وجد الحکم فی کتاب الله تعالی لایعدل عنه الی السنة ومن لم یجده فی الکتاب عدل الی السنة الا والی قد امرت بالمعروف الذی وجدته فی کتاب الله تعالی ما لم یجده غیری وهی الحکمة التی قال الله تعالی عنها وانزل الله علیک الکتاب والحکمة وهی السنة النبویة کما قدمناه فان امره صلی الله تعالی علیه وسلم من امر الله تعالی لانه نبیه ورسوله ۔

حاشیہ مشکوٰۃ صـ

مالم تطلع علیہ الاولیاء ولا المجتہدون وکثیر من اکثر ما ظہر لہم کلہم۔ فلہذا اتمسک الامام الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ من المجتہدین بالسنۃ اکثر من الکتاب حیث قال الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا صح الحدیث فہو مذہبی۔

حضرت شیخ علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ زیر حدیث ان اللہ لایجمع امتی علی ضلالۃ فرماتے ہیں۔ ہرچہ بر آں اتفاق کنند جز حق وصواب نبود۔ ودست قدرت واحسان الٰہی بر جماعت ست وایں کنایت است از برائے استنباط احکام واطلاع بر دریافت حق۔ وکسے کہ تنہا افتد از جماعت وبیروں آید از سواد اعظم انداختہ می شود در آتش دوزخ اھ مختصراً۔ اسی حدیث مذکور کے نیچے حضرت سیدی علامہ عبدالرؤف مناوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ان اللہ لایجمع امتی ای علماءھم علی ضلالۃ لان العامۃ عنہا تاخذ دینہا والیہا تفزع فی النوازل فاقتضت الحکمۃ حفظہا وید اللہ علی الجماعۃ کنایۃ عن الحفظ ای الجماعۃ المتفقۃ فی الدین فاہل السنۃ ہم الفرقۃ الناجیۃ اھ مختصراً۔ الا سألوا اذا لم یعلموا یہی حدیث کا ٹکڑا ہے اس کے نیچے حضرت شیخ محدث لکھتے ہیں۔ گفت جابر بن عبداللہ انصاری بیروں آمدیم مادر سفری پس رسید مردے را از رفیقان ما سنگے پس جراحت کرد آں سنگ در سر آں مرد پس محتلم شد آں مرد پس پرسید یاران خود را آیا می یابید برائے من رخصت در تیمم یاران او گفتند نمی یابیم برائے تو رخصت در تیمم حالانکہ تو قدرت داری بر آب وآب موجود ست نزد تو فہم کردند ایں جماعت از قول حق سبحانہٗ فلم تجدوا ماءً کہ وجود آب وقدرت بر تحصیل آں مانع ست از جواز تیمم وندانستند کہ مراد قدرت بر استعمال وعدم تضرر بآنست پس غسل کرد آں مرد پس مرد پس ہرگاہ کہ ما قدم آوردیم بحضور پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خبر کردہ شد آں حضرت بایں واقعہ فرمود کشتند ویرا کشتند او را بکشد ایشاں را خدائے تعالیٰ چرا سوال نکردند علماء را وقتیکہ ندانستند حکم پس نیست شفاء وعلاج درد شدن علت عجز ونادانی وناقہمیدن مراد وترسیدن مگر سوال کردن وپرسیدن از داناياں الخ۔

تیسیر شرح جامع صغیر میں زیر حدیث نضر اللہ عبداً ہے۔ بین بہ ان راوی الحدیث لیس الفقہ من شرطہ انما شرطہ الحفظ وعلی الفقیہ التفہم والتدبر۔ اشعۃ اللمعات میں زیر حدیث حضرت سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ گفت آں حضرت چہ گونہ حکم می کنی وبچہ حکم می کنی وقتیکہ پیش آید ترا قضیہ گفت معاذ حکم می کنم بکتاب خدا گفت آں حضرت اگر نیابی آں حکم را در کتاب خدا گفت حکم می کنم بسنت پیغمبر

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گفت پس اگر نیابی در سنت رسول خدا گفت معاذ کاری بندم عقل و فکر خود را و تقصیر نمی کنم در اجتہاد وطلب صواب پس زد دست خود پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در سینہ معاذ از برائے تثبیت و اعانت و زیادت علم گفت آں حضرت سپاس و ستائش مر خدائے را کہ توفیق داد رسول رسول خدا را بچیزے کہ راضی وخوشنود ست بوے رسول ۔ ودریں حدیث دلیل ست بر شرعیت قیاس و اجتہاد بر خلاف اصحاب ظواہر کہ منکر قیاس اند۔ اسی میں زیر حدیث انما نزل کتاب اللہ الخ ہے۔ آنچہ ہدایت یافتہ از کتاب خدا و برسد علم شما بداں پس بگوید بیان بکنید وآنچہ ندانید و نرسد علم شما پس بسپارید آں را بعالم آں یعنی اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ و بعضے گفتہ اند مراد عالمے ست کہ علم کتاب و تفسیر آں دارد۔

اسی میں زیر حدیث انزل القرآن علی سبعۃ احرف الخ ہے۔ فرو فرستادہ شدہ است قرآن بر ہفت حرف۔ حرف در لغت بمعنی طرف ست و ایں جا ہفت نوع و ہفت طریق وآنچہ مناسب ایں معنی افتد مراد ست ہر آیتی را ازاں حروف سبعہ کہ قرآن بر آں منزل ست ظاہرے ست و باطنی مراد بظاہر آنچہ ہمہ اہل زباں می فہمند و باطن آنچہ بندگان خاص حق تعالیٰ بر آں مطلع اند یا مراد بظاہر آنچہ بیان می کنند آں را تفسیر و باطن آنچہ کشف می نمایند آں را تاویل و تفسیر آنچہ متعلق بروایت ست و تاویل آنچہ متعلق بدرایت ست۔ و بعض گویند مراد بظہر ایمان و بطن عمل۔ یا بظہر قرأت و تلاوت و بہ بطن فہم و تدبر یا ظہر لفظ و بطن معنی یا مراد آنست کہ قصص قرآن در ظاہر اخبار ست و در باطن اعتبار و لکل حد مطلع بضم میم و فتح لام و تشدید طاء جائے بلند کہ بر آں بر آیند و بپایان وے مطلع شوند و حد بمعنی طرف و نہایت از ظہر و بطن را حدے و نہایتے ست و ہر حد و نہایت را مطلعے ست کہ ترقی و صعود بر آں۔ تمام اطلاق واقع می شود بر آں حد و نہایت پس مطلع ظہر تعلم عربیت ست و علومے کہ ظاہر معنی قرآن بداں متعلق ست و معرفت اسباب نزول و ناسخ و منسوخ و امثال آں و مطلع بطن ریاضت و اتباع ظاہر و عمل بمقتضائے آں و تزکیہ نفس و تصفیہ قلب و تخلیہ سر کہ بعد حصول آں بر بطون قرآن اطلاع افتد۔ و بعضے گفتہ اند کہ مراد بحد احکام شریعت ست کہ تعیین شدہ و مقرر کردہ است و ہر یک ازاں احکام را مطلعے ست کہ بداں اطلاع افتد بر ہر حکم و تقسیم آں مصدر احکام و مواضع اطلاع بر آں حاصل نبود مگر حضرت رسالت را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علماء را ازاں طبقات و منازل و مقامات ست بعضہا فوق بعض [illegible]۔

اسی میں زیر حدیث العلم ثلاثۃ الخ ہے۔ علم اصول دین و شریعت سہ است یکے آیت محکمات

۱ اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۶۵ ، ۲ اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۶۶ ، ۳ ایضاً جلد اول ص ۱۶۷

اشارت بکتاب اللہ ہست وتخصیص بآیت محکمہ بجہت آنست کہ ایں ام الکتاب واصل اوست ومحفوظ است از احتمال واشتباہ وہرچہ جز اوست از متشابہات محمول برآنست وعلومے کہ مبادی ووسائل آنست متعلق است بداں یا سنتے کہ ثابت است بحفظ متون واسانید آں یا فریضہ ایست کہ عدیل کتاب و سنت است واشارت است باجماع وقیاس کہ مستند ومستنبط اند ازآں وباین اعتبار آں را مساوی ومعادل کتاب وسنت داشتہ اند وتعبیر ازآں بفریضہ کردہ تنبیہ برآں کہ عمل برآنہا واجب است چناں کہ بکتاب وسنت پس حاصل معنی حدیث آں شد کہ اصول دین چہار است کتاب وسنت واجماع وقیاس وہرچہ کہ ہست از مواد علوم جزئی پس آں فضل است ولا یعنی۔ تیسیر شرح جامع صغیر میں اسی حدیث کے نیچے ہے۔ او

فریضۃ عادلۃ ای مساویۃ للقرآن فی وجوب العمل بہا وفی کونہا صدقا وصوابا۔

تفسیرات احمدیہ میں قاضی بیضاوی سے زیر کریمہ فلولا نفر الآیۃ ذکر کیا فی الآیۃ دلیل علی ان التفقہ من فروض الکفایۃ۔ اسی میں فرمایا التفقہ ہو الاجتہاد ومن المعلوم انہ فرض کفایۃ اسی میں ہے التفقہ ہو الجہاد الاکبر اسی میں زیر کریمہ کنتم خیر امۃ ہے قد تمسک بہ الامام فخر الاسلام البزدوی وغیرہ علی کون اجماعہم حجۃ لانہ من ثمرات خیریتہم فی الدین وقال القاضی الاجل یستدل بہذہ الآیۃ علی ان الاجماع حجۃ لانہا تقتضی کونہم آمرین بکل معروف ناہین عن کل منکر اذ اللام فیہا للاستغراق ولو اجمعوا علی باطل کان امرہم علی خلاف ذلک۔ اسی میں زیر آیہ وکذٰلک جعلنٰکم امۃ وسطا الآیہ ہے۔ قد استدل الشیخ ابو المنصور الماتریدی بالآیۃ علی ان الاجماع حجۃ لان اللہ تعالٰی وصف ہذہ الامۃ بالعدالۃ والعدل ہو مستحق بقبول قولہ فاذا اجمعوا علی شیئ وشہدوا بہ لزم قبولہ ہکذا فی المدارک والیہ مال القاضی البیضاوی وتمسک بہا الشیخ الامام فخر الاسلام البزدوی ایضا بہ وبآیتین اخریین قولہ تعالٰی کنتم خیر امۃ وقولہ تعالٰی ومن یشاقق الرسول الآیہ۔

اسی میں زیر آیہ واطیعوا اللہ الآیہ ہے قیل المراد باولی الامر علماء الشرع فکانہ امر الجاہلین باطاعۃ العلماء والعلماء باطاعۃ المجتہدین۔ لقولہ تعالٰی ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم وقد ضعف ہذا التوجیہ بقولہ تعالٰی

لے تفسیرات احمدیہ ص[illegible] مطبع کریمی بمبئی [illegible] تفسیرات احمدیہ ص[illegible] مطبع کریمی بمبئی

فان تنازعتم فی شیئ لان معناہ ان تنازعتم انتم واولوا الامر ولیس للمقلد ان ینازع المجتہد فی حکمہ الا ان یقال ان معناہ ان تنازعتم بینکم یا اولی الامر مع اولی الامر۔ وبالجملۃ فقد استدل بہ منکرو القیاس علی ان القیاس لیس بحجۃ لان اللہ تعالٰی اوجب رد المختلف الی الکتاب و السنۃ دون القیاس ولنا ان ندفع شبہتہم بان رد المختلف الی الکتاب والسنۃ انما ھو القیاس علیہما یدل علیہ لفظ الرد ولما امر بہ بعد اطاعۃ اللہ تعالٰی واطاعۃ الرسول دل علی ان الاحکام ثلثۃ مثبت بظاھر الکتاب ومثبت بظاھر السنۃ ومثبت بالرد علیہما علی وجہ القیاس فکانت حجۃ لنا فی ان القیاس حجۃ ھکذا فی البیضاوی۔ والحق ان المراد بہ کل اولی الحکم ماکان او امیرًا سلطانًا کان او حاکمًا ماکان او مجتہدًا قاضیًا کان او مفتیًا۔ علی حسب مراتب التابع والمتبوع لان النص مطلق فلا یتقید من غیر دلیل الخصوص۔

اسی طرح زیر کریمہ فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ ہے۔ اللہ تعالٰی امرنا بالاعتبار وھو التأمل فی المثلات المذکورۃ والقیاس نظیرہ بعینہ لان الشرع شرع الحکم بمعنی اشار الیہا کما انزل مثلات باسباب قصصہا و ح یکون اثبات حجۃ القیاس عقلیا ای ثابتا بدلالۃ النص المشابہ للقیاس لاثابتا بعین القیاس والا لزم الدور او نقول ان اللہ تعالٰی امرنا بالاعتبار والاعتبار رد الشیئ الی نظیرہ وھو عام شامل للقیاس والمثلات و ح یکون اثبات حجۃ القیاس بعبارۃ النص فھذا دلیل جامع بین العقل والنقل ولذا تری اھل الاصول یجعلونہ تارۃ عقلیا واخری نقلیا وقد تمسک بہ صاحب المدارک والبیضاوی۔ وایضا الحجۃ النقلیۃ ما روی عن معاذ بن جبل قال لما بعثہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مرتضیا یا معاذ الحدیث۔

اسی طرح زیر آیہ ومن یشاقق الرسول الآیۃ ہے۔ معناہ ومن یشاقق الرسول ای یخالفہ ویتبع غیر سبیل المؤمنین من عمل او اعتقاد نولہ ما تولی ای نسلط علی ما اختارہ من الردۃ والکفر والضلال ونصلہ جہنم ای ندخلہ فیہا وساءت جہنم مصیرا لہ والحاصل ان ھذہ الآیۃ ھی التی تدل علی ان الاجماع حجۃ کالکتاب والسنۃ کما ذکرہ اھل الاصول والمفسرون جمیعا وذلک لان اللہ تعالٰی جعل اتباع سبیل المؤمنین کمشاقۃ الرسول علیہ السلام حیث جعل کلا منہما شرطا فی جزاء واحد وھو قولہ ما تولی ونصلہ جہنم فالجزاء المذکور جزاء لکل منہما فالاستدلال کما قال فی البیضاوی بالآیۃ

لہ تفسیرات احمدیہ ص۱۲۲ مطبوعہ کریمی ؎ تفسیرات احمدیہ ص۲۹۲ مطبوعہ کریمی

تدل على حرمة مخالفة الاجماع لانه تعالى رتب الوعيد الشديد على المشاقة واتباع غير سبيل المؤمنين وذلك اما لحرمة كل واحد منهما او احدهما او الجمع بينهما والثانى باطل اذ لا يصح ان يقال من شرب الخمر واكل الخنزير استوجب الحد وكذا الثالث لان المشاقة محرمة ضم اليها غيره او لم يضم واذا كان اتباع غير سبيلهم محرما كان اتباع سبيلهم واجبا لان ترك اتباع سبيلهم ممن عرف سبيلهم اتباع غير سبيلهم بهذا اللفظ فعلم ان اتباع سبيل المؤمنين اى ما عليه المؤمنون باجمعهم واجب وذلك يسمى بالاجماع فيكون الاجماع حجة قطعية يكفر جاحده كالكتاب والسنة المتواترة ويكون مقدما على الخبر المشهور والاحاد اذا انتقل الينا باجماع كل عصر فى نقله واما اذا انتقل الينا بالافراد كان كنقل السنة بالاحاد ولابد فى الاجماع من داع مقدم وهو قد يكون من خبر الواحد والقياس يعنى لابد ان يثبت الحكم من خبر الواحد او القياس ثم تجمع عليه الامة والعزيمة فيه ان يقول كل واحد اجمعنا فى هذا الحكم او يشرع كل واحد فى الفعل والرخصة فيه ان يتكلم البعض او يفعل البعض دون البعض واهل الاجماع من كان مجتهدا غير ذى هوى ولا فسق وقيل لا اجماع الا للصحابة وقيل لا اجماع الا لاهل المدينة والكلام فيه طويل مذكور فى اصول الفقه ان شئت فارجع اليه۔

حدیث ۲۱: سلطان مصر فرمایا قوله تعالى يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ يريد بهم امراء المسلمين فى عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وبعده ويندرج فيهم الخلفاء والقضاة وامراء السرية وقيل علماء الشرع لقوله تعالى ولو ردوه الى الرسول والى اولى الامر منهم ذكره البيضاوى وقال الواحدى اطيعوا الله واطيعوا الرسول اتباع الكتاب والسنة واولى الامر منكم قال ابن عباس فى رواية الوالبى هم الفقهاء والعلماء اهل الدين يعلمون الناس معالم دينهم اوجب الله تعالى طاعتهم (كذا) قال جابر وهو قول الحسن والضحاك ومجاهد وقال الزجاج وجملة اولى الامر من يقوم بشان المسلمين فى امر دينهم وجميع ما ادى اليه صلاحهم وقال شيخ زاده فى حاشيته على البيضاوى عند قوله تعالى وعلم آدم الاسماء كلها المراد من اولى الامر العلماء فى اصح الاقوال لان الملوك يجب عليهم طاعة العلماء ولا ينعكس۔

وقال الشیخ العینی رحمه الله تعالیٰ فی شرح الکنز قوله وللشاب العالم ان یتقدم علی الشیخ الجاهل فی مسائل شتّی من الکنز لانه افضل منه قال الله تعالیٰ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ؕ وقال الله تعالیٰ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ۚ والمراد باولی الامر العلماء فی اصح الاقوال۔ فان تنازعتم انتم واولو الامر منکم فی شیء من امور الدین وهو یؤید الوجه الاول یعنی من المراد باولی الامر الامراء اذ لیس للمقلد ان ینازع المجتهد فی حکمه بخلاف المرؤس الا ان یقال الخطاب لاولی الامر علی طریقة الالتفات قاله البیضاوی وقال الخازن تنازعتم یعنی اختلفتم فی شیء من امر دینکم والتنازع اختلاف الاٰراء واصلها من انتزاع الحجة وهو ان کل واحد من المتنازعین ینزع الحجة لنفسه فردوه الی الله والرسول ای ردوا ذلک الامر الذی تنازعتم فیه الی کتاب الله عزوجل والی رسوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مادام حیا و بعد وفاته الی سنته فان وجد ذلک الحکم فی کتاب الله اخذ به فان لم یوجد ففی سنة رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فان لم یوجد فی السنة فسبیله الاجتهاد وقیل الرد الی الله و رسوله ان تقول لما لا تعلم الله ورسوله اعلم وقال البیضاوی فردوه فراجعوا فیه الی الله الی کتابه والرسول بالسؤال عنه فی زمانه والمراجعة الی سنته بعد وفاته واستدل به منکرو القیاس وقالوا انه تعالیٰ اوجب رد المختلف الی کتابه وسنته دون القیاس واجیب بان رد المختلف الی المنصوص علیه انما یکون بالتمثیل والبناء علیه وهو القیاس ویؤید ذلک الامر به بعد الامر بطاعة الله و طاعة رسوله فانه یدل علی ان الاحکام ثلثة مثبت بالکتاب ومثبت بالسنة ومثبت بالرد الیهما علی وجه القیاس اھ مختصرا۔

اسی میں ہے ومن یشاقق الرسول ای یخالفه ویتبع غیر سبیل المؤمنین ای غیر ما هم علیه من اعتقاد وعمل ذکره البیضاوی نوله ما تولی ای نجعله والیا لما تولی من الضلال ونخلی بینه وبین ما اختاره ونصله جهنم وساءت مصیرا۔ قال البیضاوی الاٰیة تدل علی حرمة مخالفة الاجماع لانه تعالیٰ رتب الوعید الشدید علی المشاقة واتباع غیر سبیل المؤمنین الخ۔ اسی میں اس حدیث کی شرح عن الحارث بن الاعور رضی الله تعالیٰ عنه قال مررت بالمسجد فاذا الناس یخوضون فی الاحادیث فدخلت علی علی رضی الله تعالیٰ عنه فاخبرته فقال أو قد فعلوها قلت

ط حدیقہ ندیہ [illegible]

نعم قال اما انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یقول الا انها ستکون فتنة قلت فما
المخرج منها یا رسول اللہ قال کتاب اللہ فیه نبأ ما قبلکم وخبر ما بعدکم وحکم ما بینکم هو الفصل لیس
هو بالهزل من ترکه من جبار قصمه اللہ ومن ابتغی الهدی فی غیره اضله اللہ الحدیث۔ فرماتے
ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم المخرج منها کتاب اللہ تعالی ای التمسک به وترك
الآراء العقلیة فان فیه بیان حکم هذه المسألة فی کتاب اللہ بیان حکم کل شیئ حتی المسألة المذکورة
فی الشکر فی المساجد بکلام اهل الدنیا وفیه الماء ای من کل داء والسلامة من کل فتنة وکل محنة
ظاهراً وباطناً فیه ای فی کتاب اللہ نبأ ای خبر ما ای الذین قبلکم وخبر ما بعدکم یعنی علوم الاولین
والآخرین وهی قصص الامم الماضیة وحدیث هذه الامة الی یوم القیامة وحکم ما بینکم فی الدنیا
من حلال وحرام ومندوب ومکروه ومباح وصحیح وفاسد وفی الآخرة من ثواب وعقاب وعتاب و
سؤال وحساب وخلود فی نعیمها وفی عذاب الجحیم هو ای کتاب اللہ تعالی الفصل لیس هو بالهزل
من ترکه ای لم یعمل به ولم یقف عند حلاله وحرامه ولم یتعظ بمواعظه من جبار بیان لمن
ترکه وهو کل مات قصمه اللہ تعالی اهلکه اللہ ودمره فی کل امر شرع فیه بکونه ترك الانقیاد
والاتباع لکتاب اللہ تعالی وتبع رأیه وعقله ومن ابتغی ای طلب الهدی ای الایصال الی الحق فی غیره
ای فی غیر کتاب اللہ تعالی واما السنة والاجماع والقیاس التابع لذلك فهو من الکتاب ایضاً لان
قوله تعالی وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وقوله وَلَا تَفَرَّقُوْا وقوله وَلَا تَنَازَعُوْا
وقوله كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ وقوله فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ فان الاعتبار هو القیاس کما ان النهی
عن التفرق والتنازع یقتضی الحث علی الاجماع وذکر الخازن فی تفسیر قوله تعالی ومن یشاقق
الرسول الآیة قال روی ان الشافعی رحمه اللہ تعالی سئل عن آیة من کتاب اللہ تدل علی ان الاجماع
حجة فقرأ القرآن ثلث مائة مرة حتی استخرج هذه الآیة وهی قوله وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ و
ذلك لان اتباع غیر سبیل المؤمنین مفارقة الجماعة وهو حرام فوجب ان یکون اتباع سبیل
المؤمنین ولزوم جماعتهم واجباً لان اللہ تعالی الحق الوعید لمن یشاقق الرسول ویتبع غیر
سبیل المؤمنین فثبت بهذا ان اجماع الامة حجة وذکره البیضاوی ایضاً فی تفسیر الآیة المذکورة
آگے ہیں اس حدیث عن عائشة رضی اللہ تعالی عنها ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه

وسلم قال ستۃ لعنتہم ولعنہم اللہ وکل نبی مجاب الدعوۃ الزائد فی کتاب اللہ" الحدیث کے
نیچے لکھتے ہیں الزائد یعنی الذی یزید فی کتاب اللہ تعالٰی ما لیس منہ عامدا متعمدا بان وضع
کلمۃ مثلا زائدۃ وخلطہا بالمتن لم یجعلہا القرآن بعد او کتب کلمۃ زائدۃ وادخلہا فی کلام اللہ تعالٰی
او اخترع کیفیۃ عمل او قرأ بہا آیۃ من کتاب اللہ تعالٰی او زاد حکما من احکام اللہ تعالٰی بمجرد
قیاس عقلہ وطبعہ کمن حرم ما لم یحرمہ اللہ تعالٰی فی کتابہ او اباح ما لم یبحہ اللہ تعالٰی فی
کتابہ ولا یدخل فی ذلک من حرم او اباح بالسنۃ او الاجماع او القیاس فی حق المجتہد فانہ حکم
بالکتاب ایضا لانہا مستندۃ کما قدمناہ وکذلک من اخترع بعقلہ رأیہ معنی لآیۃ من کتاب اللہ
تعالٰی لا یلیق بالشریعۃ کما روی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما انہ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار وفی روایۃ من
قال فی القرآن برأیہ اخرجہ الترمذی وقال حدیث حسن۔ قال العلماء النہی عن القول فی
القرآن بالرأی انما ورد فی حق من یتأول القرآن علی مراد نفسہ وما ہو تابع لہواہ وہذا لا یخلو
اما ان یکون عن علم او لا فان کان عن علم کمن یحتج ببعض آیات القرآن علی تصحیح بدعتہ وہو یعلم
ان المراد من الآیۃ غیر ذلک لکن غرضہ ان یلبس علی خصمہ بما یقوی حجتہ علی بدعتہ کما یستعملہ
الباطنیۃ والخوارج وغیرہم من اہل البدع فی المقاصد الفاسدۃ لیغروا بذلک الناس۔ وان
کان القول فی القرآن بغیر علم لکن عن جہل وذلک ان تکون الآیۃ محتملۃ لوجوہ فیفسرہا بغیر
ما تحتملہ من المعانی والوجوہ فہذان القسمان مذمومان وکلاہما داخل فی النہی والوعید الوارد
فی ذلک۔ فاما التاویل وہو صرف الآیۃ علی طریق الاستنباط الی معنی یلیق بہا محتمل لما قبلہا وما
بعدہا وغیر مخالف للکتاب والسنۃ فقد رخص فیہ اہل العلم فان الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی
عنہم قد فسروا القرآن واختلفوا فی تفسیرہ علی وجوہ ولیس کل ما قالوہ سمعوہ من النبی صلی
اللہ تعالٰی علیہ وسلم لکن علی قدر ما فہموا من القرآن تکلموا فی معانیہ وقد دعا النبی
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لابن عباس فقال اللہم فقہہ فی الدین وعلمہ التاویل فکان اکثر
ما نقل عنہ التفسیر کذا قالہ ابو محمد الخازن فی اول تفسیرہ۔

یہی علامہ محمد آفندی رومی برکلی "طریقہ محمدیہ" اور عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی دمشقی

[1] حدیقہ ندیہ ص [illegible]

قدس سرہ القدسی اسی "حدیقۂ ندیہ" میں اس شبہہ کے جواب میں کہ جب اوپر فصل الاعتصام بالکتاب والسنۃ اور اس کے بعد کی فصل میں یہ گذر چکا ہے کہ کتاب عزیز قرآن اور سنت نبویہ محمدیہ امر دین میں ہر مکلف کو کافی ہیں وہ ظاہر و باطن کسی میں ان دونوں کے غیر کی طرف محتاج نہیں انھیں کے اوپر اسے کافی ہیں۔ وہ کسی اور دوسری کا حاجت مند نہیں ہو سکتا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ جو امر کتاب و سنت سے ثابت نہیں بدعت مکروہہ ہے اور گمراہی و ضلالت۔ جب یہ بات ہے تو فقہا کا یہ ارشاد کہ "ادلہ شرعیہ چار ہیں" کیوں کر مستقیم ہوگا۔ امام نسفی نے منار میں فرمایا اصول شرع تین ہیں۔ کتاب، سنت، اجماع امت اور چوتھی اصل قیاس ہے۔ امام فخر الاسلام نے فرمایا اصل رابع انھیں اصول سے مستنبط قیاس ہے۔ مرقاۃ الوصول میں فرمایا "ادلہ چار ہیں۔ کتاب، سنت، اجماع، قیاس، کہ دلیل یا وحی ہوگی یا غیر وحی۔ وحی متلو ہوگی تو یہی کتاب ہے یا متلو نہ ہوگی یہی سنت ہے۔ اور غیر وحی اگر ایک زمانے کے سارے مجتہدوں کا قول ہے تو یہی اجماع ہے اور اگر سب کا نہیں یہی قیاس ہے۔

فرماتے ہیں کما فی الجواب عن ذلک نعم ادلۃ الشرع اربعۃ ولکنہا ترجع الی الشیئین الکتاب والسنۃ اذ لابد للاجماع من سند ای دلیل یستند قول اھل الاجماع الیہ قال فی شرح مرقاۃ الوصول لابد للاجماع من سند ای دلیل او امارۃ یستند الاجماع الیہ لاستحالۃ الاتفاق بلا داع عادۃ ولان الحکم لا ینعقد بہ الاجماع ان لم یکن عن دلیل سمعی کان عن عقل وقد ثبت ان لا حکم لہ عندنا وفی شرح المنار لابن ملک وقیل ینعقد الاجماع لا عن دلیل بل بالھام وتوفیق بان یخلق اللہ تعالٰی فیھم علما ضروریا ویوفقھم لاختیار الصواب کبیع التعاطی واجرۃ الحمام ولکن نقول ذلک فاسد لان العدول لا یتصور منھم الاجماع علی حکم من احکام اللہ تعالٰی جزافا بل بناء علی حدیث او معنی من النصوص وھو المراد بما ذکروہ من بیع التعاطی واجرۃ الحمام فالاجماع فیھما وقع عن دلیل لانہ لم ینقل الینا اکتفاء بالاجماع کذا فی جامع الاسرار۔

وقال التفتازانی فی التلویح والجمھور علی انہ لا یجوز الاجماع الا عن سند دلیل او امارۃ لان عدم السند یستلزم الخطاء اذ الحکم فی الدین بلا دلیل خطاء ویمتنع اجماع الامۃ علی الخطاء وایضا اتفاق الکل من غیر داع مستحیل عادۃ کالاجتماع علی اکل طعام واحد وفائدۃ الاجماع بعد وجود السند سقوط البحث وحرمۃ المخالفۃ وصیرورۃ الحکم قطعیا ثم اختلفوا فی السند

فذهب الجمهور الى انه يجوز ان يكون قياسا وانه واقع كالاجماع على خلافة ابى بكر رضى الله تعالى عنه قياسا على امامته فى الصلوٰة حتى قيل رضيه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لامر ديننا افلا نرضاه لامر دنيانا وذهب الشيعة وداؤد الظاهرى ومحمد بن جرير الطبرى الى المنع من ذلك وله الجواز كون السند خبر واحد متفق عليه كذا فى معظم الكتب وقد وقع فى الميزان واصول الامام السرخسى ان المذكور من مخالفى الظنى قياسا كان او خبر واحد ولم يجوزوا الاجماع الا عن قطعى لانه قطعى فلا يبتنى الا على قطعى لان الظن لا يفيد القطع وجوابه ان كون الاجماع حجة ليس مبنيا على دليله بل هو حجة لذاته كرامة لهذه الامة واستدامة لاحكام الشرع والدليل على بطلان مذهبهم انه لو اشترطوا كون السند قطعيا لوقع الاجماع لغوا ضرورة ثبوت الحكم قطعيا بالدليل القطعى من احدهما اى من الكتاب والسنة الا بان كان صريح آية او حديث ولو خبر واحد او مآلا اى معها يرجع الى كتاب او سنة وهو القياس كما قدمنا على القول الصحيح اذ فى اشتراط السند للاجماع خلاف ذكرناه وكذا فى كون القياس وخبر الواحد سندا الخلاف الذى مر ولابد للقياس ايضا من اصل ثابت باحدهما اى بالكتاب او السنة فانه اى القياس مظهر للحكم الثابت به لا مثبت له قال فى شرح مرقاة الوصول القياس مظهر لا مثبت والمثبت ظاهرا دليل الاصل وحقيقة هو الله تعالى ثم قال فى شروط القياس وان يكون المعدى حكما شرعيا ثابتا باحد الادلة الثلثة الكتاب والسنة والاجماع اذ لو كان حسيا او لغويا لم يجز الخ

اسی میں ہے فی شرح المنار لابن ملك قدم الكتاب لانه حجة من كل وجه واعقبه بالسنة لان حجيتها ثابتة بالكتاب واخر الاجماع لتوقف حجيته عليهما ثم قال والقياس اصل بالنسبة الى حكمه فرع بالنسبة الى الثلثة اھ وكون حجية السنة موقوفة على الكتاب لقوله تعالى وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔ وتوقف الاجماع عليهما بسبب اشتراط السند له وهو من احدهما حالا او مآلا فالكتاب اصل من كل وجه والسنة والاجماع اصول من وجه وفروع من وجه (فمرجع الاحكام) الشرعية كلها او مثبتها (اى الحاكم باثباتها (اثنان) فقط فى الحقيقة وهما الكتاب والسنة والادلة الباقية راجعة اليهما واما شرائع من قبلنا فلحقت بالكتاب والسنة والعرف والتعامل ملحق بالاجماع والاستصحاب والتحرى عمل باحد الاربعة والعمل بالظاهر والاظهر

[illegible]

عمل بالاستصحاب والاخذ بالاحتياط عمل بقوله عليه السلام دع ما يريبك الى ما لا يريبك والقرعة لتطييب القلب بالسنة او الاجماع و آثار الصحابة وكبار التابعين بشبهة الحديث او بقوله عليه السلام اصحابي كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم۔ وقوله عليه السلام خير القرون قرني الذين انا فيهم ثم الذين يلونهم الحديث۔

وفي شرح ابن ملك على المنار فان قلت قد ثبت الحكم بشرائع من قبلنا وبتعامل الناس وبالاخذ بالاحتياط وبالتحري وبآثار الصحابة فكيف حصرت الاصول في الاربعة قلنا هذه الاحكام غير خارجة عنها اما شرائع من قبلنا فقد صارت شريعة لنا لان نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم قصها علينا ولم ينكرها والتعامل ملحق بالاجماع العمل والاخذ بالاحتياط العمل باقوى الدلائل كما في الاصول الثلثة والعمل بالتحري عمل بالسنة لانها وردت في جوازه عند الحاجة والعمل بالآثار عمل بقوله صلى الله تعالى عليه وسلم اصحابي كالنجوم انتهى۔ والحاصل ان كل ما ذكر راجع الى الاصول الاربعة والاصول الاربعة راجعة الى الكتاب والسنة والسنة شرح الكتاب وبيانه فهي راجعة اليه۔ قال البيهقي في اول المدخل ووضع بعث الله تعالى رسوله صلى الله تعالى عليه وسلم في دينه موضع الابانة عن ما اراد بكتابه عاماً وخاصاً وفرضاً وندباً واباحةً وارشاداً ووقتاً وعدداً۔ فقال جل ثناؤه وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ اھ فالاصل الحقيقي هو كتاب الله تعالى لا غير فظهر للعارف المنصف ان اصول الشريعة اربعة ترجع الى شيئين هما الكتاب والسنة اھ بالاختصار يسير۔

بحمد اللہ سبحانہ وتعالیٰ شانہٗ جہاں بروجہ اتم آیات کریمہ واحادیث عظیمہ واقوال علماء وائمہ سے آفتاب نصف النہار سے بھی زیادہ روشن وتاباں ہوا کہ اصول شرع چار ہیں بے ان چار اصول کے شریعت پر عمل ممکن ہی نہیں۔ جو یہ چار اصول نہ مانے وہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کا نام ہی لیتا ہے درحقیقت کتاب اللہ وسنت رسول اللہ پر عامل نہیں۔ اور نہ غیر مجتہد کو بے تقلید کتاب وسنت پر عمل ممکن۔ وہاں یہ بھی آشکارا ہو گیا کہ علماء وائمہ محض اپنی رائے سے دین میں کچھ نہیں کہتے نہ اسے جائز رکھتے ہیں وہ تو اسے حرام وکبیرہ جانتے ہیں کتاب غیر مقلدوں کا یہ ظلم عظیم ہے کہ وہ ان پر یہ بہتان اٹھاتے سخت شدید خبیث افترا کرتے ہیں۔ جسے یہ غیر مقلدین اختراع فی الدین کہہ کے ان کی رائے بتاتے ہیں ہرگز

وہ ان کا اختراع نہیں ہرگز وہ ان کی رائے محض نہیں۔ تقلید واجتہاد کو رائے اور اختراع کہنے والے آنکھیں کھولیں اگر نزول حق نے ابھی انھیں بالکل ہی اندھا نہ کردیا ہو۔ تقلید واجتہاد کے متعلق علماء وائمہ کے جو ارشادات اوپر ان کی عبارات میں گزرے انھیں دیکھیں اور عقل رکھتے ہوں تو سمجھیں کہ تقلید واجتہاد اور چیز ہے اور عقل گدے اور اپنی رائے محض کے ڈھکوسلے اور اپنی خواہش وہوائے نفس وطبیعت کے منصوبے اور چیز۔

اوپر کی عبارات میں اس مطلب کے اشارات نہ سمجھ سکیں یا اس مطلب کے صریح ارشادات تلاش گراں جانیں تو "طریقہ محمدیہ حدیقہ ندیہ" کا یہ ارشاد ہی دیکھ لیں۔ فرماتے ہیں لا یغرنك طاعات بعض المتشكين الفاسدين المفسدين الضالين المضلين بغيرهم الى قوله خارجين عن منا هج علماء الشريعة المحمدية لتمسكهم باحكام عقولهم الضعيفة وآرائهم السخيفة وعلماء الشريعة يتمسكون باحكام كتاب الله وسنة رسوله واجماع الامة المهديين وتصيير الدليل بحكم القياس فى الثابت باليقين الخ تقلید واجتہاد کا فرض ہونا علماء نے ثابت فرمادیا اور مجرد قیاس عقل وہوائے نفس وخواہش طبیعت سے کوئی حکم کرنا اسے سخت ناجائز وحرام بتادیا۔ تقلید واجتہاد کا سنت صحابہ نہ فقط صحابہ بلکہ سنت رسول علیہ السلام ہونا آشکارا کردیا علماء کے ارشادات پر اگر غیر مقلد عناداً التفات نہ کرے تو اس پر سخت آفت غضب مصیبت تو یہ ہے کہ حدیثوں میں یہی لفظ رائے موجود ہے اوپر دونوں حدیثیں گذریں۔

ایک انما اقضی بینکم برأیی فیما لم ینزل علی فیہ دوسری حضرت فاروق عادل اعظم کا فرمان ان الرأی انما کان من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مصیبا لان اللہ تعالیٰ کان یریہ انما ھو منا الظن والتکلف یہاں رائے کا لفظ دیکھ کر غیر مقلد معلوم نہیں اپنی اندھی اندھی سمجھ سے حضرت سیدنا فاروق بلکہ خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کیا رائے قائم کرے۔ کیا غیر مقلد ان حدیثوں کو بھی مخترعہ بتادینے کی جرأت کرے گا یا معاذ اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس رائے کی بناء پر مخترع فی الدین ٹھہرائے گا۔ غیر مقلد سے یہ جرأت تو عجب نہیں مگر اس پر قہر بلا اور سخت قیامت تو خود قرآن عظیم نے قائم فرمائی ہے کہ یہ فرماکر وداؤد وسلیمٰن اذ یحکمٰن فی الحرث اذ نفشت فیہ غنم القوم وکنا لحکمھم شٰھدین ففھمنٰھا سلیمٰن وکلا اٰتینا حکما وعلما[1] تقلید واجتہاد کو مجرد عقلی ڈھکوسلوں سے ممتاز فرمادیا۔ تقلید واجتہاد کو عطیۂ خداوندی نعمت الٰہی قرار دیا۔ تقلید

[1] سورۂ انبیاء آیت ۷۸، ۷۹

واجتہاد اور اس سے حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کو سراپا ایک تفہیم سے متعلق حضرت سیدنا داؤد و
حضرت سیدنا سلیمان علی نبینا وعلیہما وعلی سائر الانبیاء والرسل الصلاۃ والسلام۔ کے دو فیصلوں کا آیہ کریمہ
مذکورہ میں قصہ بیان فرمایا ہے کہ یاد فرمائیے۔ داؤد و سلیمان کو جب وہ دونوں ایک کھیتی کے بارے میں
فیصلہ کرتے تھے جب کہ اس میں گھس کر لوگوں کی بکریاں رات چر گئی تھیں ہم ان کے فیصلوں کو دیکھ رہے تھے
تو ہم نے اس کے بہتر حکم کی سلیمان کو دی انھیں سمجھا دیا اور داؤد و سلیمان ہر ایک کو ہم نے حکومت و علم عطا فرمایا۔

مفصل قصہ یوں ہے کہ عہد سیدنا داؤد علیہ السلام میں کسی کے کھیت میں بکریاں رات میں
پڑیں اور سارا کھیت چر گئیں۔ حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کے حضور مقدمہ آیا آپ نے نقصان زرع اور
بکریوں کی قیمت کا حساب لگایا۔ تو کھیت کا نقصان ساری بکریوں کی قیمت کے برابر تھا لہذا آپ نے
فیصلہ دیا کہ یہ سب بکریاں جنھوں نے کھیت چر لیا ہے کھیت والے کو دے دی جائیں۔ حضرت سیدنا
سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں وہ لوگ حاضر ہوئے اور وہ فیصلہ ان سے عرض کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ
اچھا فیصلہ فرمایا مگر ایک دوسرا فیصلہ جو ارفق بالفریقین ہے۔ جب حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام نے ان کا
یہ قول سنا انھیں بلا کر پوچھا کہ تم کیا حکم دیتے انھوں نے فرمایا میں بکریاں کھیت والے کو دلا دیتا اور کھیت
بکری والے کو کہ وہ اس کے دودھ وغیرہ سے فائدہ مند ہوتا رہتا یہاں تک کہ جب سال آئندہ اس کا
کھیت پھر اسی حالت میں آ جائے تو بکریاں واپس کر دے۔ حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام نے بھی یہ فیصلہ بہت
پسند فرمایا اپنے فیصلہ کو واپس لیا اور اسی فیصلہ پر عمل کیا گیا تفسیرات احمدیہ[1] میں فرمایا فان کان بالاجتہاد الا
ان اجتہاد سلیمان اشبہ بالصواب وھو المختار للامام الزاہد وفخر الاسلام اس آیت اور قصہ سے علماء
نے باب اجتہاد کے بعض مسائل مستنبط فرمائے اسی میں ہے واذا کان بالاجتہاد فلیستخرج من الآیۃ
والقصۃ مسائل باب الاجتہاد وھو المقصود لنا من ذکرھا فی ھذا المقام۔

یونہی بفضلہ تعالیٰ یہ بھی ثابت ہو لیا کہ ارشادات علماء وائمہ ارشادات شرعیہ ہیں۔ وہ اولوالامر ہیں ایسے
ہیں۔ جیسے کہ صحابہ کے ارشادات۔ غیر مقلد جو کہتے ہیں کہ وہ نہ تو خدا کے ارشادات ہیں نہ ان پر کاربند
ہونے کا اس نے حکم دیا ہے۔ بے شک اس نے حکم دیا ہے کہ فرمایا[2] فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا
تَعْلَمُوْنَ۔ یوں تو وہ صحابہ کے اقوال بلکہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے ارشادات کو بھی کہہ جائے گا۔
ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ علماء نے ان کی کوئی رگ پھڑکی نہیں چھوڑی ہے۔ تفسیرات احمدیہ میں

[1] تفسیرات احمدیہ [illegible] [2] سورۂ نحل آیت ۴۳

سیدی عارف باللہ حضرت ملا جیون رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بیہودگی کا بھی جواب تحریر فرمایا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں: ان قال قائل ای ضرورۃ فی تبعیۃ ابی حنیفۃ مثلا حیث لم یأمر اللہ بہ ولا رسولہ بل لم یصرح بہ ابو حنیفۃ ایضا ولو سلمنا ان تبعیۃ المجتہد لائمۃ المقلد فای ضرورۃ فی التزامہ مذہبا واحدا بعینہ بل یجوز لہ ان یعمل بمذہب ثم ینتقل الی آخر (الی ان قال) قلت اما الاول فلان الانسان لا یخلو اما ان لم یعمل شیئا من الاشیاء او یعمل والاول باطل لقولہ تعالیٰ ایحسب الانسان ان یترک سدی ولانہ یحتاج الیہ فی البیع والشراء واللباس والطعام وغیر ذلک وان لم یفعل الصلوۃ والصوم فتعین ان یعمل باعمال ویشتغل بافعال وحینئذ لا یخلو اما ان یمکنہ ان یتمسک بالکتاب والسنۃ وحینئذ لا یخلو اما ان یکون لہ قدرۃ علی معرفۃ وجوھہ ومعانیہ ومحکمہ واحکامہ اولا والثانی لابد ان یکون تابعا لاحد من الائمۃ فھو المراد والاول اما ان یکون لہ مع ذلک ملکۃ الاستنباط والقدرۃ التامۃ علی استخراج المسائل اولا۔

الاول ھو المجتہد ولا کلام فیہ بل نحن ایضا مقرون بعدم اتباعہ لمجتہد اخر والثانی اما ان یکون تابعا لاحد من الائمۃ فھو المراد او لا یکون تابعا لاحد بل یقول ان عمل علی الاصول التی ھی ثلثۃ ولست بتابع لاحد فنقول لہ ان کون اصول الشرع ثلثۃ انما ھو اول مسألۃ بناہ ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ وایضا لا اقل من ان یحتاج فی المسائل القیاسیۃ وفی معرفۃ الناسخ والمنسوخ وفی معرفۃ کون الاجماع قطعیا مقدما علی خبر الواحد وکون العام المخصوص ظنیا وامثالہ من جمیع تقسیمات الکتاب والسنۃ والاجماع واحکامھا اذ ما کل ذلک الا اصطلاحات ابی حنیفۃ فالی ای شیئ یھرب یلزم التبعیۃ ضرورۃ واما الثانی وھو انہ اذا التزم التبعیۃ یجب علیہ التقیید والدوام علی مذھب التزمہ ولا ینتقل الی مذھب اخر فلان الانتقال یوجب ان یظھر عندہ بطلان المذھب السابق والحال ان اھل کل مذھب یقولون بحقیقۃ المذاھب الاربعۃ فقد وقع فیما ابتدء علی ان العامی لا وجہ لہ الی الانتقال والعالم غایۃ وجہ انتقالہ ترجیح الادلۃ من جانب المرجوح الیہ وھو موقوف علی القیاسات الضعیفۃ ونقضھا فان کل واحد ینصب دلائل علی طبق مذھبہ والعالم الغیر المجتہد لیس فی قدرتہ ترجیح المذھب بحسب الدلائل فان ذلک موقوف علی معرفۃ اصطلاحات کل واحد ومعرفۃ الکتب بتقسیماتہ الاربعۃ وکذا السنۃ مع تقسیماتہا

لہ تفہیمات احمدیہ ص ۲۲ مطبع [illegible] الکریم [illegible]

المنتسبة بها والاجماع باقسامها الثلثة والاقيسة بشروطها واحكامها وانكانها وفروعها وكل ذلك متعذر في حق المقلد وحينئذ كل ذلك لا يعلم ما هو الحق عند الله تعالى والانتقال من مذهب الى مذهب ترجيح بلا مرجح الخ۔

دوسرے مقلدوں یا غیر مقلدوں پر سب سے زیادہ مصیبت کیا شاہ ولی اللہ صاحب یا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے اقوال ہوتے ہیں افسوس کہ اس وقت میرے پاس شاہ ولی اللہ صاحب کی کتابیں موجود نہیں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے فتاویٰ کے دو فتوے ایک متعلق اہانت علم و علماء دوسرا متعلق انکار کتاب فقہ نقل کرتا ہوں۔ سوال کسے کہ انکار کتاب فقہ کند منکر شود از روئے شرع شریف حکم چیست۔ جواب۔ اگر آں شخص منکر شود بجہت آں کہ ایں کتاب از فقہ اہل سنت ست پس آں شخص مبتدع ست چہ انکار آں شخص بجہت عدم اعتقاد بحقیقت آں کتاب ست .... گو مطابق باحادیث صحیحہ اہل سنت باشد بخلاف انکار شافعی کتاب حنفی را انکار شد بجہت ترجیح مذہب خود بر مذہب حنفی می باشد نہ بجہت بطلان اصول و فروع حنفیہ۔ اھ بالاختصار۔ سوال۔ کسے کہ اہانت علم و علماء کند حکم او چیست۔ جواب۔ کسے کہ اہانت علم دین و علماء نماید بجہت آں کہ ایں علم و ایں علماء موجب انتشار باطل و اہانت حق اند و ایں علم محض برائے قضایا و حق کشی موضوع ست پس آں شخص کافر ست اھ غیر مقلد۔ شاہ صاحب اپنے امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کے استاذ و پیشوا اس کے دادا کے یہ فتوے دیکھیں اور اپنا حکم سمجھ لیں۔ توفیق الٰہی مساعدت فرمائے تو توبہ کریں۔ واللہ الهادی وهو الموفق للصواب واليه المرجع في كل باب۔ تمام آیات و احادیث پر عمل ممکن نہیں کہ ان میں ناسخ بھی ہیں منسوخ بھی اور عمل بالمنسوخ شرعاً ناجائز و حرام۔ ناسخ ہی پر عمل ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

—— الحمد للہ ثم الحمد للہ جواب باحسن وجوہ تمام ہوا۔ اور شفاء العی فی جواب سوال بمبئی اس کا نام کافی۔ والحمد للہ ولی الانعام والصلوٰۃ والسلام علی سید الانام وسائر الرسل الکرام وآلہ وصحبہ وحزبہ اجمعین وبارک وسلم ما دامت اللیالی والایام۔

جواب کا دوسرا رخ

ہم نے وعدہ کیا تھا کہ غیر مقلد کو آئینہ دکھائیں گے لہٰذا حسب وعدہ اس کے منہ کے آگے آئینہ رکھتے ہیں تاکہ بہ صورت اس میں دیکھے مگر بگڑ کر آئینہ پر غصہ نہ کرے اپنی حالت پر ماتم کرے اور

اس بدحالت کو بدلنے کی کوشش کرے۔ واللہ ھو الموفق۔ کیا غیر مقلد اپنی طرح اہل قرآن بننے
والوں کو یہ کہنے کی اجازت دے گا کہ حدیث کا معاملہ اس دن سے پیچیدہ اور مشکل ہو گیا جب سے علماء نہ
صرف علماء بلکہ صحابہ نے طریقۂ نبوی شریف صحابہ بلکہ (خاک بدہن گستاخ) سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے طریقۂ قرآن سے روگردانی کی۔ علماء نے کتب احادیث کے مجادلات اور قیل وقال، جرح وتعدیل
صحیح وحسن وضعیف وغریب ومنکر ومقطوع وموضوع وغیرہ وغیرہ اور صحابہ وتابعین اور امام بخاری وغیرہ
محدثین کے اختلافات کثیرہ (معاذ اللہ ان جھگڑوں) کو اپنا شیوہ بنا لیا (ربنا وخدا صحابہ اور خاک بدہن گستاخ)
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی رائے سے احکام لگائے۔ معاذ اللہ دین میں اختراع کرنے کا دروازہ کھول
دیا۔ پھر (معاذ اللہ) ستم یہ کیا کہ سب مخلوق خدا کو مجبور کرنے لگے کہ دین کو یوں حاصل کریں کتب حدیث اور
ان کے مجموعوں (معاذ اللہ) مطبوعہ پر کاربند ہوں جو انھوں نے اپنی رائے سے قرار دے رکھے ہیں بے شمار قیدیں
اور شرطیں ہیں انسان دیکھتے ہی گھبرا جاتا ہے۔ اور کسی طرح نہیں سمجھتا کہ ان میں حق کتنا ہے اور باطل کتنا
علاوہ ازیں ان کتابوں میں طرح طرح کے ایسے مسائل موجود ہیں جو کبھی واقع نہیں ہوتے وہ محض فرض
وتخمین کی پیداوار اور ذہن ودماغ کے اختراع ہیں ان سے کوئی علم بھی حاصل نہیں ہوتا البتہ دماغ پریشان
اور فکر پراگندہ ہوتی ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ نہ تو خدا کے احکام ہیں اور نہ ان پر کاربند
ہونے کا اس نے حکم دیا ہے کوئی مضائقہ نہیں کہ یہ کتابیں کتب خانوں میں بطور تاریخی یادگاروں کے محفوظ
رکھی جائیں یہ تو کسی حال میں بھی درست نہیں کہ ہم ان کتابوں کو مقدس مان کر ان کی عبادت شروع کر دیں
ان کی سطر سطر کو وحی سمجھیں (غیر مقلدین کتب حدیث کو مقدس مانتے ہیں تو اپنے منہ ان کی عبادت کرتے
ہیں اور ان کی سطر سطر کو وحی سمجھتے ہیں) اور اختلاف کو ناقابل معافی گناہ سمجھیں علماء نے تقلید کو شیوہ بنایا
ہے اور معاذ اللہ رسول وصحابہ نے ان کا دروازہ کھول دیا ہے پھر ستم یہ کہ تمام مسلمانوں پر ان کتابوں کے
اتباع اور ان کے مصنفین کی تقلید ضروری ٹھہراتے ہیں اگرچہ لفظ تقلید سے بھاگتے ہیں اور اگر کوئی
بے عمل کرے اور کہے کہ میرے لئے کتاب اللہ کفایت کرتی ہے اس پر زندیقیت اور خروج عن الملۃ
کا فتویٰ لگاتے ہیں۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ جو جواب اہل قرآن بننے والوں کی اس بہکی بہکی بک بک کا
غیر مقلد دیں، وہی جواب ہم اپنی اس لغو وباطل بک بک کا ہماری جانب سے سمجھ لیں۔ فقط

مولیٰ عزوجل انھیں توفیق توبہ دے اور ہمیں اور انھیں سب کو راہِ حق و ہدایت پر مستقیم رکھے انہ بالاجابۃ جدیر وھو علی کل شیء قدیر وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم الی الیوم الآخر۔

مسئلہ ۲۲ — از بدایوں شریف مدرسہ قادریہ مرسلہ مولوی محمد ابراہیم صاحب مستی پوری دربھنگوی ۲۰ جمادی الاخریٰ سنہ ۱۳۳۵ھ

زید نے غیر مقلدین کے سوال پر چند احکام فقہیہ کو اختراعات ائمہ بتاتے ہیں اور فقہیات کو کہتے ہیں کہ یہ خدا اور رسول کے حکم نہیں ہیں حلفاً بیان دیا کہ صرف قرآن و حدیث پر چلنے والا آدمی کامل مسلمان نہیں اور اسلام کی ضروری باتیں قرآن و حدیث میں تفصیلاً نہیں پائی جاتی ہیں ان میں سے اکثر بالتفصیل تو پائی جاتی ہیں مگر ہمہ تن نہیں۔ زید کے جواب کو علمائے اہل سنت و جماعت صحیح بتاتے ہیں عمرو کہتا ہے کہ زید نے قرآن و حدیث کو ناقص بتایا اس نے غیر ضروری باتیں اور لغو باتیں قرآن میں ہونا ثابت کیں کتب فقہ کو قرآن و حدیث سے بالاتر مانا صرف قرآن و حدیث پر عمل کرنے والے کو کامل مسلمان نہ سمجھا قرآن کو تمام ضروری باتوں سے خالی بتایا لہٰذا زید اسلام سے خارج ہوا اس پر مرتدین کے احکام صادر ہونا چاہئیں۔ اب مفتیان دین سے عرض ہے کہ آیا زید کا حلف اور علماء کی تصویب صحیح ہے یا عمرو کا قول؟ بینوا توجروا۔

الجواب زید نے جو کہا اس کا مطلب درست ہے بالکل حق و صواب ہے مگر یہ لفظ قلب پر گراں ہے کہ صرف قرآن و حدیث پر چلنے والا کامل مسلمان نہیں۔ غیر مقلد جنھوں نے تکفیر مسلمین کو اپنا فرض اولین سمجھا ہے وہ زید پر کیوں نہ فتوائے کفر وارتداد دیں گے ان کے کفر و شرک کی بوچھار سے مسلمانوں میں کون ہے جو بچ رہا ہے تمام امت حضرات صحابہ حضرت سرکار رسالت بلکہ خود حضور پر نور ختمی مرتبت ختم نبوت علیہ وآلہ وصحبہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ بلکہ خود اللہ رب العزت جل جلالہ وعم نوالہ [illegible] تکفیر کا شوق دیکھئے کیسا اندھا کیا۔ زید نے کون سے حرف سے یہ نکالا کہ قرآن و حدیث میں غیر ضروری لغو باتیں ہیں؟ زید نے کب قرآن کو تمام ضروری باتوں سے خالی بتایا؟ زید نے کب قرآن و حدیث کو ناقص ٹھہرایا؟ زید نے کہاں کتب فقہ کو قرآن و حدیث سے بالاتر مانا؟ اندھوں کو دن میں سورج نظر نہ آئے تو کوئی کیا کرے تفصیلاً اصلاً تفصیل جسے نظر نہ آئے اس کی آنکھوں پر غشاوہ نہیں تو کیا ہے؟ زید پر تکفیر غیر مقلدانہ

ـــه ابوداؤد دہلی ص ۲۹۹

کا انکار کفر اور کھلا خبیث بہتان ہے۔

مگر ہاں وہ غیر مقلدین جو زید کو یہ کہتے ہیں ان پر ضرور صاحبین کے متعدد یہ الزام قائم کہ وہ صرف قرآن کو کافی نہیں جانتے قرآن کی نص مانتے ہیں حدیث کو قرآن سے بالاتر یا اس کے برابر جانتے ہیں "حدیث، حدیث قدسی و ارشاد نبوی و آثار صحابہ سب کو شامل" غیر مقلدین اپنے اس قول کی بنا پر قرآن میں معاذ اللہ غیر ضروری اور لغو باتیں ماننے والے ہوئے قرآن کو تمام ضروری باتوں سے خالی جاننے والے لہٰذا وہ خود اپنے منہ کافر و مرتد خارج از اسلام ہوئے۔ زید کو جواب یوں دینا تھا کہ غیر مقلدین سے سوال کرتا کہ تمہارے نزدیک صرف قرآن پر چلنے والا مسلمان ہے یا نہیں جو جواب غیر مقلد اس سوال کا دیتے وہی جواب ہمارے جانب سے اپنے سوال کا سمجھ لیتے۔ غیر مقلدین، امام بخاری، داؤد ظاہری، ابن قیم، ابن تیمیہ، ابن حزم اور شوکانی کے اقوال پر سر منڈاتے انھیں قرآن و حدیث سے بالاتر جانتے ہیں۔ آدمی اپنے ہی احوال پر کرتا ہے قیاس۔ المرء یقیس علی نفسہ۔ ساون کے اندھوں کو ہرا ہی ہرا سوجھتا ہے۔ آئینے میں اپنی ہی شکل دیکھی اور زید پر اپنے عیوب کا الزام لگا کر اسے مرتد خارج از اسلام کہہ ڈالا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵ از بہوڑا کلکتہ مرسلہ محمد شفیق صاحب بواسطہ حضرت مولوی عبد المجید صاحب سنگی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین و ثنا خوان سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص کسی کو اندھے تنبیہ کہے کہ شراب پینا اور شطرنج کھیلنا یعنی جوا کھیلنا بمقابلہ اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنے کے ہے۔ یعنی جس طرح ماں کے ساتھ انسان زنا کو حرام سمجھتا ہے اسی طرح شراب نوشی جوا کھیلنے کو بھی حرام سمجھے اور نہ پیے۔ ایک مرتبہ مولانا کفر توڑ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی جملہ کو دوران تقریر میں بیان فرمایا تھا کہ شراب پینا اور شطرنج یعنی جوا کھیلنا بمقابلہ اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنے کے ہے۔ زید کہتا ہے کہ اس جملہ کا کہنے والا خارج از اسلام ہو گیا اسے تجدید ایمان کرنا چاہئے۔ آیا یہ قول زید صحیح ہے۔ اگر صحیح نہیں تو کیا یہ شرابیوں اور جواریوں کی اعانت نہ ہوگی کیا یہ شریعت مطہرہ کے اندر مداخلت بیجا نہیں ہوتی۔ آیا اس جملہ کے کہنے پر خارج از اسلام بتانے والا از روئے شریعت مطہرہ کیسا ہے جواب جواب سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب واللہ الموفق للصواب۔ زید کا قول غلط ہے کیوں کہ شراب اور جوا اور زنا تینوں کی

حرمت قرآن مجید سے ثابت ہے جس کا منکر کافر ہے۔ لقولہ تعالیٰ انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوہ الآیۃ لہذا حرمت میں یہ دونوں اشیاء مثل ماں سے زنا کرنے کے ہے بلکہ حدیث میں ہے کہ سود کے ستر دروازے ہیں ان میں سب سے آسان یہ ہے کہ اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے رواہ ابن ماجہ فی سننہ۔ لہذا زید اپنے قول مذکور کی وجہ سے سخت گنہگار ہوا اس کو توبہ کرنا چاہئے۔ حدیث میں ہے ایما رجل قال لاخیہ کافر فقد باء بہا احدہما اخرجہ البخاری فی صحیحہ عنہ یعنی جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہے تو بے شک ایک ان دونوں میں سے کفر کے ساتھ لوٹتا ہے۔ واللہ اعلم۔

کتبہ السید محمد نعیم الاحسان البجنوری الرکی عفی عنہ

الجواب بے شک سود کا ایک درہم لینا چھتیس زناؤں سے خطا میں بڑھ کر ہے۔ بے شک سود لینا اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنے سے بدتر ہے۔ حدیث[1] میں ہے الربوا سبعون حوبا ایسرھا ان ینکح الرجل امہ۔ ایک حدیث میں[2] ہے الربوا اثنان وسبعون بابا ادناھا مثل اتیان الرجل امہ۔ ایک حدیث میں[2] ہے الربوا ثلثۃ وسبعون بابا ایسرھا مثل ان ینکح الرجل امہ۔ اور ایک حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان الدرھم یصیبہ الرجل من الربا اعظم عند اللہ فی الخطیئۃ من ست وثلثین زنیۃ یزنیھا الرجل اور فرماتے ہیں اھون الربوا کالذی ینکح امہ۔ وان اربی الربا استطالۃ المرء فی عرض اخیہ پہلی حدیث کے نیچے علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ تیسیر میں فرماتے ہیں فیہ وما قبلہ ان الربا من اعظم الکبائر قال بعضھم وھی علامۃ علی سوء الخاتمۃ۔ ان حدیثوں سے اس کا ثبوت ہے کہ ربا اعظم الکبائر ہے بعض علماء نے فرمایا کہ وہ سوء خاتمہ کی علامت ہے۔ اور شراب بھی زنا سے بدتر ہے وہ ام الخبائث ہے وہ مزیل عقل و حواس ہے زنا مزیل عقل و حواس نہیں ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ دونوں کی حرمت زنا کی حرمت کی طرح ہے۔ یہ بھی حرام قطعی وہ بھی حرام قطعی۔ زید جھوٹا ہے۔ مسلمانوں کی ناحق تکفیر کرتا ہے اپنے دل سے فتوی گڑھتا ہے مستحق لعنت ملائکہ سمٰوٰت وارض ہے مبتلائے قہر وغضب الٰہی مستوجب عذاب نامتناہی ہے۔ اس پر توبہ لازم ہے توبہ کرے اور تجدید ایمان ونکاح اگر بی بی رکھتا ہو۔

واللہ الموفق وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶: از بریلی محلہ سوداگران مرسلہ منصور حسین صاحب۔ ۱۱ جمادی الاولیٰ یوم جمعہ ۱۳۵۵ھ

[1] مشکوۃ ص ۲۴۶، [2] کنز العمال جلد دوم ص ۵۳

ایک شخص کو نماز کی تاکید کی جاتی ہے حالانکہ ان لوگوں نے اس شخص مذکور کو کبھی نماز پڑھتے ہوئے
نہیں دیکھا مطلب جو اس کو کہا گیا کہ بھائی ہمارے یہاں سب لوگ نماز کو جاتے ہیں آپ بھی مہربانی کرکے
اگر نماز کی طرف توجہ کریں تو بہت اچھی بات ہے۔ اس نے اس کے جواب میں کہا کہ ہزاروں نماز کے روپے
دیکھے۔ اور ایک مہینے کے بعد تمہیں ابھی سلام کر لیں گے۔ ہمارے چار پانچ بچے ہیں ہم ان کی پرورش کرتے
ہیں یہ بھی عبادت ہے اور کہا کہ مجھے معاف کیجئے مجھ سے نماز کی پابندی نہیں ہو سکتی ہے۔ تو ان لوگوں نے
یہ جواب دیا کہ اور لوگ دنیا میں ایسے نہیں۔ جو تم سے زیادہ اولاد نہ رکھتے ہیں اور باوجود فکر معاش کے ہر
وقت پنجگانہ نماز ادا کرتے ہیں تو شخص مذکور نے جواب دیا کہ بہت سے لوگ توکل خدا پر گئے اور نماز میں
کچھ نہیں ملا۔ پھر وہ لوگ خاموش ہو کر چلے آئے۔ اب شرعاً شخص مذکور کے حق میں کیا حکم ہے؟

الجواب اس بدنصیب پر توبہ و تجدید ایمان و تجدید نکاح لازم ہے اگر وہ توبہ کرے اور نماز کا پابند
نہ ہو تو اس سے میل جول سلام کلام قطعاً موقوف کر دیا جائے اگر وہ معاذ اللہ بے توبہ کئے مر جائے تو مسلمانوں کی
قبرستان میں دفن نہ کیا جائے۔ نماز دین کا ستون ہے جو نماز پڑھتا ہے دین کو قائم رکھتا ہے اور جو قصداً
ترک کرتا ہے دین کو ڈھا دیتا ہے۔ مسلم و کافر کے درمیان فارق نماز ہے۔ یہ سب حدیث کا ارشاد ہے
حدیث میں ہے الصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ فَمَنْ اَقَامَهَا فَقَدْ اَقَامَ الدِّیْنَ وَمَنْ تَرَکَهَا فَقَدْ هَدَمَ الدِّیْنَ۔ دوسری
حدیث میں ہے اَلْفَرْقُ بَیْنَ الْعَبْدِ وَبَیْنَ الْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلٰوۃِ تیسری حدیث میں ہے مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ
مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ۔ محض ترک صلوٰۃ پر حدیثوں میں ایسا ارشاد ہوا۔ جو شخص نماز سے انکار کرتا ہے وہ بھی
ایسا کہ بہت لوگ توکل خدا پر گئے اور نماز میں کچھ نہیں ملا اس بدنصیب پر اشد غضب الٰہی ٹوٹتا ہے۔
والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اس بدنصیب کو نماز سے کچھ ملتا نظر آیا مگر قرآن و حدیث سے پوچھو کہ نماز سے لا اقل
اتنا تو بقدر وقت ہوتا ہے کہ نماز بے حیائیوں اور ناشایاں باتوں سے روکتی اور دین کو استوار رکھتی مسلم و کافر
میں فرق کرتی ہے۔ اس سے بڑھ کر اس بدنصیب کے نزدیک اور کیا ہے جسے کہتا ہے کہ نماز سے کچھ نہ ملا
لنے کو آفتاب نہ سوجھے تو کوئی کیا کرے اس کا یہ کہنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی اندھا کہے مجھے آفتاب سے
کوئی فائدہ نہ ہوا۔ وہ نادان اسی کو سمجھتا ہے کہ اسے نظر آئے۔ جو نظر نہ آئے وہ اس کے نزدیک فائدہ ہی نہیں۔
یا دنیا ملنے کے لئے نماز پڑھتا ہے اگر نماز پڑھنے سے دنیا ملتی نظر آتی۔ مگر اندھے کو یہ نہیں معلوم ہوتا
کہ برکت کوئی ایسی چیز نہیں ہے جسے آنکھوں سے دیکھ سکے نماز پڑھنے سے ضرور برکات دنیا بھی ملتے

۱ مسلم، مشکوٰۃ ص

ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ بریلی بڑا بازار مرسلہ فضل الرحمٰن صاحب ۵ شعبان المعظم ۱۳۳۵ھ متصل مسجد پنجر شاہ

زید کہتا ہے کافر کو بھی کافر نہیں کہنا چاہئے اس کا مقصد کیا ہے کیا مسلمان اپنے آپس میں برسبیل تذکرہ کسی کافر کو کافر نہ کہیں یا اس کے سامنے اس کو کافر نہ کہیں جیسا حکم ہو مطلع فرمایا جائے۔ و دیگر عرض یہ ہے کہ وہ کون کون سے مشہور مذہب ہیں جن کے افراد کو کافر سمجھا جاتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب زید غلط و باطل کہتا ہے اس پر توبہ لازم ہے کافر کو کافر ہی سمجھا جائے گا۔ کافر ہی کہا جائے گا، مسلمانوں کو مسلمان ہی کہا جائے گا۔ ایک غلطیات جاہلوں کی زبان زد ہے۔ "کافر کو کافر اس لئے نہ کہا جائے کہ اس کے خاتمہ کا حال معلوم نہیں کیا معلوم کہ وہ آخر میں مسلمان ہوجائے"۔ احمق یہ نہیں سمجھتے کہ کافر کو کافر اس وقت اس کے کفر کے سبب کہا جاتا ہے جب وہ مسلمان ہوجائے گا اسے اس وقت کافر نہ کہا جائے گا۔ یوں تو کسی مسلمان کو بھی مسلمان نہ کہیں گے کہ خاتمہ کا حال معلوم نہیں کیا معلوم معاذ اللہ کسی مسلمان کہلانے والے کا خاتمہ کفر پر ہو۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ یہ وہ لوگ بکا کرتے ہیں جو اپنا مذہب صلح کل رکھتے ہیں۔ گائے کا گوشت کھانے والے، مسلمانوں کا سا نام رکھنے والے، بعضے کام مسلمانوں کے کرنے والے، ظاہر میں مسلمان بننے والے، اچھے منافق کیسے ہی کفریات بکیں ؏ انھیں مسلمان ہی سمجھو مسلمان ہی کہو کافر کو بھی کافر نہ کہنا چاہئے یہ تو مسلمان کہلاتے ہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ ان کی نئی شریعت ہے۔ شریعت پاک تو کافر کو کافر ہی کہنے کا حکم فرماتی ہے۔ وہ منافق جو حضور نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے حضور حاضر رہتے نمازیں روزے بھی رکھتے تھے حضور کے ساتھ جہاد بھی کرتے تھے۔ کافروں سے قتال کرتے تھے۔ اللہ عزوجل نے ان کا پردہ چاک فرمادیا۔ قرآن نے ان خبثا کو کافر فرمایا۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی مسجد پاک سے ایک ایک کو نکال دیا۔ یہ فرما کر اخرج فانک منافق۔ ایک منافق نے آپس میں کہا تھا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خبر دیتے ہیں کہ فلاں کی گم گشتہ ناقہ فلاں وادی میں ہے انھیں غیب کی کیا خبر وما یدریہ بالغیب۔ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب و محبوب علیہ الصلاۃ والسلام کو اس کی خبر دے دی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ولئن سألتہم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب[1] اگر آپ ان سے دریافت فرمائیں گے تو کذب کر جائیں گے جھوٹے بہانے بنائیں گے

[1] سورۂ توبہ آیت ۶۵

کہ ہم تو یوں ہی ہنسی دل لگی آپس میں کھیل کرتے تھے۔ ان کی اس بکواس کا جواب بھی قرآن عظیم نے فرمایا لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم۔ ۱؎ تم فرما دو جھوٹے بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے (دعویٰ) ایمان کے بعد دین اسلام کے علاوہ جو ادیان ہیں سب کفر ہیں اور اسلام کے مدعیوں میں جو جو ضروریات دین سے کسی بات کے منکر ہیں وہ سب کافر ہیں جیسے قادیانی، دیوبندی، وہابی، رافضی، بابی، نیچری وغیرہم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۸ از شہر محلہ قلعہ مسئولہ احمد علی صاحب معرفت مختار احمد صاحب طالب علم مدرسہ منظر الاسلام۔ بریلی ۴ رجب ۱۳۵۶ھ

ایک شخص کی سید احمد ذوقی جو اپنے آپ کو خلیفہ وارث حسین کوڑا جہان آبادی کا کہتا ہے۔ اور وارث حسین اپنے آپ کو رشید احمد گنگوہی کا خلیفہ کہتا ہے اور ذوقی اس وقت تک مہمان ہے اور زردہ پلاؤ قورما۔ طرح طرح کا کھانا کھانے کے بعد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مرید سنی ابو القاسم جو بریلی شہر کہنہ محلہ کہنہ میں رہتا ہے اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا خلیفہ بنتا ہے۔ اور اپنی خانقاہ کو مسجد سے بہتر بتاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ حضور پرنور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ اور کہا کہ تو بہت کمزور ہو گیا ہے تجھ کو نماز معاف ہے۔ ہر سال قوالی مزامیر کے ساتھ عرس میں کراتا ہے اور خود سنتا اور لوگوں کو سنواتا ہے۔ ذوقی نے مع چند دوستوں کے ابو القاسم کے یہاں جا کر مزامیر کے ساتھ قوالی سنی اور ذوقی کو ابو القاسم نے نہایت تعظیم و تکریم سے لیا اور اپنی مسند ذوقی کے لئے چھوڑ دی اور اس پر اس کو بٹھایا اور مجلس سماع گرم ہوئی۔ اور خوب گانا سنا۔ جو لوگ ایسے شخص کی تعظیم کریں اور اس کے مرید ہوئے یا ابو القاسم کے مرید ہوئے ایسے لوگوں سے بیعت ہونا چاہیے؟ یا ان کی تعظیم کرنا اور ان کو پیر بنانا مرید ہونا بموجب شریعت مطہرہ کے جائز ہے یا ناجائز؟ حلال ہے یا حرام؟ اور جن لوگوں نے ان کے ساتھ کھانا کھایا اور سماع سنا ان کے واسطے کیا حکم ہے؟ اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یا صاحبزادہ مولانا مولوی حامد رضا خاں صاحب نے یا مولوی مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب نے ان کو یعنی ابو القاسم کو خلیفہ کیا ہے اور مرید کرنے کی اجازت دی ہے یا نہیں؟ برائے خدا جواب باصواب سے مع مہر اور دستخط کے مشرف فرمائیے اور بھولے لوگوں ناواقفوں اور بھولی بھیڑوں کو گمراہی سے بچائیے۔ بینوا توجروا۔

۱؎ سورۂ توبہ آیت ۶۶

الجواب گنگوہی کی نسبت علمائے کرام حرمین طیبین کا فتویٰ مدت سے شائع ہے۔ بے شک گنگوہی اپنے ان کفریات قطعیہ کے سبب ایسا ہے کہ جو اس کے ان اخبث اشنع کفروں یا ان میں سے کسی ایک ہی پر مطلع ہو کر اس کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں ادنیٰ شک کرے وہ بھی کافر۔ مذکا اسے پیرو پیشوا یا معتقد ماننے والا اگر وہ شخص ادعا کرے کہ وہ محض بے خبر ہے اسے آج تک اس کے ایسے اشنع حال کی اطلاع نہ ہوئی۔ نادانستہ وہ اس کے سلسلہ میں منسلک ہو گیا۔ تو آج گنگوہی کے کفریات اس پر پیش کئے جائیں اگر انہیں دیکھ کر وہ بے تامل اسے کافر مان لے اور اس سے بیزاری کا اظہار کرے اور اس بیعت کو اب بیعت نہ مانے جب تو یہ کہا جائے کہ واقعی یہ شخص بے خبر تھا۔ اور اگر اب مطلع ہو کر بھی اس کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے تو وہ اسی کی رسی میں گرفتار ہے۔

ابوالقاسم نہ ابن القاسم نہ قاسم اس نام کا کوئی شخص اعلیٰحضرت کا خلیفہ نہیں۔ اس سے اس کی یہ شکایت کہ وہ اپنی خانقاہ کو مسجد سے بہتر بتاتا ہے جب وہ اپنے لئے نمازیں کو معاف جانتا ہے۔ ما علیٰ مثلہ یعد الخطاء جب کہ اس کی عقل کا دیا اس کی کھوپڑی میں ٹمٹماتا ہے۔ المعتمد المستند میں اعلیٰحضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں: المتصوفة الضالة المضلة المتكشفة القائلة بالاتحاد والحلول وسقوط التكاليف عن العارفين مع بقاء العقول بمعنى انهم اذا وصلوا حيث ارادوا ان يؤمروا بشيء او ينهوا عنه فحل الله لهم الحرام [illegible] الله الكل ويرى بعضهم يستخف بالشريعة الغراء جهارا ويقول الشرع طريق فمن وصل فما له والطريق ويقول صلوة الزاهد بين الركوع والسجود وانما صلاتنا ترك الوجود ويتمسك به على تهاونه بالصلوة وترك الجمع والجماعات (الى قوله) بالجملة هؤلاء كفار مرتدون خارجون عن الاسلام باجماع المسلمين وقد قال فى البزازية والدرر والغرر والفتاوى الخيرية ومجمع الانهر والدر المختار وغيرها من معتمدات الاسفار فى مثل هؤلاء الكفار من شك فى كفره وعذابه فقد كفر[1]۔

ردالمحتار میں علامہ شامی قدس سرہٗ السامی رسالہ ابن کمال و امام غزالی کی کتاب التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ سے نقل فرماتے ہیں: ومن جنس ذلك ما يدعيه بعض من يدعى التصوف انه بلغ حالة بينه وبين الله تعالى اسقطت عنه الصلوة (الى قوله) فهذا ومثاله ممن يجب قتله اذ ضرره فى الدين اعظم وينفتح به باب من الاباحة لا ينسد وضرر هذا فوق ضرر من يقول بالاباحة مطلقا فانه يمتنع عن الاصغاء اليه لظهور كفره اما هذا فيزعم انه لم يرتكب الا تخصيص عموم

---

[1] ص[illegible] مطبوعہ استانبول
[2] ردالمحتار جلد سوم ص۳۲۵ مطبوعہ کوئٹہ

التکلیف بمن لیس لہ مثل درجتہ فی الدین ویتداعی ھذا الی ان یدعی کل فاسق مثل حالہ اھ ملخصاً۔

فتاوٰی بزازیہ[1] میں ہے لا اصلی او لا اجب علی او المراد ضربھا یکفر۔ اسی میں ہے ولو طلب انہ ان تھاون الصلوۃ والترک مستحلا کفر۔ شفا شریف اور اس کی شرح ملا علی قاری میں ہے کل مقالۃ صرحت بنفی الربوبیۃ او الوحدانیۃ او عبادۃ احد غیر اللہ او مع اللہ فھی کفر کمقالۃ الدھریۃ (الی قولہ) وکذلک من ادعی مجالسۃ اللہ والعروج الیہ ومکالمتہ او حلولہ فی بعض الاشخاص کقول بعض المتصوفۃ ای المتشبھۃ بالصوفیۃ من الحلولیۃ والوجودیۃ والاتحادیۃ زعموا ان السالک اذا امعن فی سلوکہ وخاض فی لجۃ وصولہ واستغرق فی بحر حضورہ فربما حل فیہ سبحانہ وتعالٰی کالنار فی الجمر فیرتفع الامر والنھی اھ مختصراً۔ اسی میں ہے اجمع المسلمون علی کفر بعض غلاۃ المتصوفۃ الزاعمین انھم وصلوا الی اللہ فرفع عنھم التکلیف قال الدلجی وقد ادرکت بعضا منھم یقول اسقط اللہ عنی التکلیف فاستباح فطر رمضان والخلوۃ بالاجنبیات من النساء ونحو ذلک۔

اس کا یہ قول کفر صریح ہے۔ اور حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر عمداً افترائے قبیح یوں بھی کفر ہے۔ اور فرضیت نماز کا انکار ہے یوں بھی۔ اس قائل کے کافر و مستحق عذاب نار ہونے میں کیا شک ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ ایسے سے قوالی مع مزامیر کرانے سننے سنانے یا کسی حرام کے ارتکاب کی کیا شکایت۔ بدمذہب کی تعظیم بھی حرام ہے۔ جو لوگ ایسوں سے بیعت ہوتے ہیں وہ شیطان کے سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں۔ جب تک ایسے لوگ توبہ نہ کریں مسلمان ان سے میل جول موقوف رکھیں۔ واللہ الھادی وھو الموفق وھو تعالٰی اعلم۔ اس فقیر نے ہرگز ابوالقاسم کو نہ ابن القاسم نہ قاسم اس نام کے کسی شخص کو آج تک خلافت نہیں دی اور اگر کسی نے بحالت اسلام ایسے کو خلیفہ کیا بھی ہو تو وہ بیعت ہی نہ رہی خلافت کیسی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹: از بریلی محلہ صالح نگر مسئولہ کفایت حسین صاحب رضوی۔ یکم شعبان ١٢٥٦ھ

زید دریافت کرتا ہے کہ چند نام جیسے عبدالقادر عبدالقدیر عبدالرزاق ان میں عبد لفظ عبد کا چھوڑ کر نام لینا کیسا ہے عمرو کہتا ہے کہ انسان کو صرف ایسے نام بغیر عبد کے لگائے پکارنا کفر ہے لہذا حق کیا ہے؟

الجواب: ایسے ناموں سے لفظ عبد کا حذف بہت برا ہے۔ اور کبھی ناجائز و گناہ ہوتا ہے اور کبھی

[1] بزازیہ مع عالمگیری جلد [illegible] مطبوعہ بیروت

سرحد کفر تک بھی پہونچتا ہے قادر کا اطلاق تو غیر پر جائز ہے۔ اس صورت میں عبدالقادر کو قادر کہہ کے پکارنا بلاشبہ، مگر قدیر کا اطلاق غیر خدا پر ناجائز۔ کما فی البیضاوی اور اگر کسی کا نام عبدالقدوس عبدالرحمن عبدالقیوم ہے تو اسے قدوس رحمن قیوم کہنا ایسا ہی ہے جیسے اسے جس کا نام عبداللہ ہو اللہ کہنا بہت سخت بات ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ جس کا نام عبدالقادر ہو اسے بھی عبدالقادر ہی کہا جائے جس کا عبدالقدیر اسے عبدالقدیر ہی کہنا ضروری ہے۔ عبدالرزاق کو عبدالرزاق عبدالمقتدر کو عبدالمقتدر۔ غیر پر اطلاق قدیر و مقتدر میں علماء کا اختلاف ہے کما فی عنایۃ القاضی حاشیہ شرح البیضاوی۔ عبدالقدوس کو عبدالقدوس عبدالرحمن کو عبدالرحمن عبدالقیوم کو عبدالقیوم عبداللہ کو عبداللہ ہی کہنا فرض۔ یہاں عبد کا حذف اشد درجہ حرام و کفر ہوگا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ فتاوی ظہیریہ پھر شرح فقہ اکبر میں فرمایا من قال لمخلوق یا قدوس او القیوم او الرحمن کفر اھ مختصراً بلکہ یہاں تک ظہیریہ میں فرمایا گیا کہ او قال اسما من اسماء الخالق کفر۔ فتاوی ظہیریہ کی اس عبارت کی بناء پر بظاہر عبدالقادر کو قادر کہنا بھی کفر ٹھہرے گا مگر اس صورت میں کہ اس کی مراد معنی لغوی ہوں اور وہ کہاں ہوتے ہیں۔ شرح فقہ اکبر میں وھو یفید انہ من قال لمخلوق یا عزیز و نحوہ یکفر ایضا الا ان اراد بھا المعنی اللغوی لا الخصوص الاسمی۔

مگر بات یہی ہے کہ بعض اسماء الٰہیہ جو اللہ عزوجل کے لئے مخصوص ہیں جیسے اللہ قدوس رحمن قیوم وغیرہ انھیں کا اطلاق غیر خدا پر کفر ہے ان اسماء کا نہیں جو اس کے ساتھ مخصوص نہیں جیسے عزیز رحیم کریم عظیم علیم حی وغیرہ۔ بعض وہ ہیں جن کا اطلاق مختلف فیہ ہے جیسے قدیر مقتدر وغیرہ۔ اسی لئے اعلیٰحضرت قدس سرہ نے شرح فقہ اکبر کی اس عبارت پر اپنے حاشیہ میں فرمایا اقول لیس من ھذہ الافادۃ فی شیئ وانما ای اراد ما اسماء التی لا الاسماء المختصۃ بہ۔ اعلیٰحضرت قدس سرہ کے ارشاد کی تائید مجمع الانہر کی یہ عبارت فرماتی ہے۔ اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصۃ بالخالق نحو القدوس والقیوم والرحمن وغیرھا یکفر نیز حدیقہ ندیہ میں ہے واما ان التسمی بھذہ الاسم حرام وکذا التسمی باسماء اللہ تعالیٰ المختصۃ بہ کالرحمن والقدوس والمھیمن وخالق الخلق ونحوھا وکذا فی الشرح النووی علی صحیح مسلم اور جو علی الاطلاق حکم کفر کرتا ہے وہ صحیح نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰ ازکوہ مری ضلع راولپنڈی پنجاب بازار کلاں متصل ہوٹل حبیب خان۔ مرسلہ جناب عبدالرحمن صاحب۔ رجب ۱۳۵۶ھ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل میں (۱) خاکسار تحریک جو کہ تقریباً ہر شہر و قصبہ اور گاؤں میں
ہے اور تقریباً ڈھائی لاکھ مسلمان اس میں شریک ہیں عقیدے سے کوئی بحث نہیں جو سب مسلمانوں کے
عقیدے خواہ کیسے ہی ہیں اس میں شامل ہو گئے ہیں اس کے بانی یعنی عنایت خاں المشرقی نے جو کتاب
"تذکرہ" لکھی ہے اس کی وجہ سے سب کو کافر کہنے والا حق بجانب ہے یا نہیں باعتقاد دیکھے بیان
اور عمل کرنے کے باوجود پھر بھی زبردستی مرتد اور کافر کہنا کہاں تک درست ہے۔ والسلام مع الاکرام
(۲) جس شخص کا یہ بیان ہے کہ میرا عقیدہ صحیح مطابق شریعت غرا کے ہے پنج ارکان اسلام و دیگر
اصول کو مانتا ہوں اور فی الحقیقت عمل بھی کرتا ہوں کسی رنج کی بنا پر اس کو کفر کا فتویٰ دینا کیسا ہے؟
(۳) کیا شریعت اس کی اجازت دیتی ہے کہ ملزم کی غیر حاضری اور اس کے بیانات سنے بغیر اس
کے مذہب کے بغیر اس کو مرتد قرار دیا جائے مرتد کہنے والا کون اور کس گناہ کا مرتکب ہے؟

الجواب (۱) خاکسار تحریک کیا ہے میں نہیں جانتا۔ تذکرہ میں اگر کوئی بات کفر کی ہے تو وہ کفر
ہے پھر کفر لزومی ہے یا التزامی۔ اگر کفر التزامی ہے تو جو اس پر مطلع ہو کر کتاب جس کی ہے اس کے کافر و
مستحق عذاب ہونے میں شک کرے گا کافر ہو جائے گا۔ جیسے قادیانی کہ نبوت کا مدعی تھا اور توہین و تنقیص
انبیاء کا مرتکب۔ اس کے مریدین سب کافر مرتدین ہیں کہ اسے بعض نبی جانتے ہیں اور بعض مجدد مانتے
ہیں۔ باوجودیکہ اس کی اس گندگی پر مطلع ہیں۔ خاکسار تحریک میں جو لوگ شامل ہوں اگر سب اس
تذکرہ کے اس کفر پر مطلع ہیں جو التزامی ہے اور پھر اس تذکرہ والے کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک
بھی کرتے ہوں تو خود اس کی طرح کافر ٹھہریں گے۔ اور اگر سب مطلع نہیں تو جو مطلع ہو کر اسے اپنا مقتدا
جانے گا بلکہ اس کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں تردد بھی کرے گا کافر ہو جائے گا۔

خاکسار تحریک میں ہر قسم کے لوگ اگر شامل ہیں تو لا اقل گنہگار تو ہیں کہ بدمذہبوں سے میل جول
تا جاتا ہے ان کے پاس اٹھنا بیٹھنا اور ان سے سلام و کلام ممنوع ہے۔ قال تعالیٰ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ
فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝ اگر کوئی ایسی بات نہیں ہے جو مسلمان اس میں شریک
ہیں وہ کسی کفر کے مرتکب ہیں نہ کسی کو اس کے کفر التزامی کے باوجود جو عمل کا دلی ہی نہیں یا اس کے
ایسے کفر پر جو معلوم ہو کہ اس نے کفر ہی کے لئے یہ قول کیا اسے مسلمان سمجھتے ہیں تو ایسے لوگوں کو کافر
کہنے والا جو بطور سب و شتم نہ کہتا ہو بلکہ ان کے کفر کا معتقد ہو ان کی تکفیر کو حکم شرع جانتا ہو خود بحکم حدیث

www.alahazratnetwork.org

کافر ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر اس میں کوئی ایسی بات نہیں جس پر اس کی تکفیر کی جائے تو جو شخص بے وجہ اس کی تکفیر کرتا ہے وہ تکفیر بحکم حدیث خود اس کی ناحق تکفیر کرنے والے پر پڑتی ہے اور اگر بطور سب و شتم کہتا ہے جب بھی سخت گنہگار مستحق نار حق اللہ و حق العبد میں گرفتار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) اگر اس شخص کا کفر و ارتداد بروجہ مقبول شرعی ثابت ہوگیا ہو اس کا کلام ناقابل تاویل ہو تو اسے کافر مرتد بے اس کا بیان لئے کہا جائے گا۔ اور اگر قول پہلودار ہو تو اس سے پوچھا جائے گا یہ کہنا بشرط صدور قول یا فعل ہوگا کہ وہ قول یا فعل اس سے صادر ہوا ہے تو حکم یہ ہے۔ سا حکم قاضی توقف علی اغاب جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۳ اندر ہی سرائے توپ خانہ مرسلہ مولوی محمود حسن صاحب ۲۷ رشوال ۱۳۳۵ھ

میاں بیوی کی ناچاقی بہت تھی لیکن قصور اس میں خاوند کا تھا وہ قصور یہ تھا کہ ایک بچے کو اس کی ماں سے جو شیر خوار تھا لے گیا اور اس کا پتہ نہیں دیا ان لوگوں نے رپٹ درج کرادی تب بھی وہ لڑکے کو نہیں لایا اس معاملہ کے اندر اس قدر اتفاق ہوئی کہ لڑکی نے دعویٰ دائر کردیا اور اس کے بعد جب وہ کچہری میں حاضر نہ ہوا تو لڑکی نے کچہری میں اپنے آریہ ہونے کی درخواست دی۔ درخواست کچہری سے منظور ہوئی اور حکم صادر ہوا کہ تم کو اپنے فعل کا اختیار ہے اب اسی مضمون پر اگر اس شخص نے اس کو طلاق دے دی آریہ وہ نہ ہوئی بلکہ مسلمان ہی رہی اور اب تک ہے۔ اب اس صورت میں طلاق اس کو جائز ہوئی یا نہیں ہوئی شریعت مطہرہ کے مطابق کیا حکم ہے؟

الجواب عورت اپنی اس درخواست کی بنا پر اسلام سے خارج ہوگئی اس پر توبہ و تجدید ایمان فرض ہے۔ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں فرمایا من اعتقد الکفر او عزم بہ فھو کافر ومن کفر بلسانہ طائعا وقلبہ مطمئن بالایمان فھو کافر ولاینفعہ ما فی قلبہ لان الکافر یعرف بما ینطق بہ بالکفر فاذا نطق بالکفر کان کافرا عندنا وعند اللہ تعالیٰ اسی میں ہے اذا عزم علی الکفر بعد حین یکفر فی الحال لزوال التصدیق المستمر عالمگیریہ وغیرہا میں ہے الفتوٰی احدی الاثنین جب تک وہ تجدید ایمان نہ کرے اس کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا لانہ مرتدۃ ولایجوز نکاح المرتد والمرتدۃ مع احد کما صرح بہ فی العالمگیریۃ وغیرہا۔

عہ فتاوٰی عالمگیری ج ۱ جلد اول ص ۲۸۲ مطبوعہ بیروت

اس بارے میں کہ عورت کے کفر سے نکاح پر کیا اثر ہوتا ہے، تین روایتیں ہیں۔ ایک ظاہر الروایۃ کہ فسخ عاجل ہوتا ہے۔ مگر وہ توبہ و تجدید ایمان و شوہر ہی سے تجدید نکاح با قل مہر پر مجبور کی جائے گی راضی ہو یا ناراض۔ دوسری روایت نوادر، اس میں بھی فسخ عاجل ہے۔ اور یہ کہ عورت باندی ٹھہرے گی تیسری روایت یہ ہے کہ عورت کی ردت سے نکاح پر کوئی اثر نہیں ہوتا وہ بدستور اس کی بی بی رہتی ہے۔ تجدید ایمان کرائی جائے گی۔ قال تعالیٰ بیدہ عقدۃ النکاح۔ نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ ہے مثال باب الفتنۃ فسخ نکاح و بینونت کا حکم نہ ہوگا۔

آج اسی روایت پر فتوی ہمارے نزدیک واجب اس مسئلہ کی تفصیل و تحقیق بازغ اور تینوں روایتوں میں صورت تطبیق ہمارے فتاوی میں ہے۔ پہلی دوسری روایت جن میں حکم فسخ نکاح ہے ان پر بھی اگر فتوی ہو تو بھی اس طلاق کے وقوع کا حکم اس صورت میں ہے جب کہ عورت عدت کے اندر ہو۔ مجمع الانہر میں ہے۔ ان النکاح لما انفسخ بالردۃ کانت المرأۃ معتدۃ فان طلقہا یقع اور جب کہ تیسری روایت ماخوذ ہوئی تو ظاہر ہے کہ طلاق ہوگئی اگرچہ کتنے ہی زمانے کے بعد دی ہو کہ جب فسخ ہی نہ ہوا تو عدت کیسی؟ برجندی میں ہے قال الفقیہ ابو القاسم الصفار والفقیہ ابوجعفر و بعض ائمۃ سمرقند ان ردۃ المرأۃ لا یوجب البینونۃ الخ خانیہ میں فرمایا منکوحۃ ارتدت والعیاذ باللہ تعالیٰ حکی عن ابی نصر و ابی القاسم الصفار انہما قال لا یقع الفرقۃ بینہما حتی لا تصل الی مقصودہا الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۴ از رام پور محلہ گھیر میاں ضیاء النبی صاحب مسئولہ سید محمد عبداللہ شاہ صاحب بتاریخ ۲ محرم الحرام ۱۳۵۷ھ

سرزمین ہند میں ایک گروہ ایسا پیدا ہو گیا ہے کہ جو یہ کہتا ہے ہندوستانیوں کو اب مذہب سے آزاد ہو جانا چاہیے خواہ کوئی سا مذہب رکھتے ہوں۔ ان کا خیال ہے کہ مذہب ہی بنی نوع انسان میں جھگڑوں اور تباہی کا باعث ہے۔ حالاں کہ اس گروہ میں جس قدر ہندو ہیں وہ اپنی قدیمی مذہب کے بقا اور قیام اور ترقی کی بیش از بیش کوشش کر رہے ہیں اور ان کو اپنے قرون سابقہ کی طرح تک پہونچانا چاہتے ہیں۔ اس گروہ کا یہ بھی خیال ہے کہ زمینداری کو رفتہ رفتہ ایک قلم منسوخ کر دیا جائے اور جائدادوں پر کاشت کاروں یا گورنمنٹ کا غاصبانہ قبضہ کرا دیا جائے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ سرمایہ داروں کا روپیہ ضبط کر لیا جائے اگر ان کا روپیہ کسی مقروض پر آتا ہے تو قرض کو اصل اور سود سے منسوخ کر دیا جائے اس گروہ کا یہ بھی خیال ہے کہ جو

نظام تمدن کو چاہے وہ کسی قوم و فرقہ کا ہو اس طور پر جبراً و کلیتہً درہم برہم کیا جائے کہ انقلاب پیدا ہو کر موجودہ نظام حکومت فنا ہو جائے۔

حالانکہ اس گروہ کے دوش بدوش اور اس سے اشتراک عمل کرتا ہوا ہنود کا وہ گروہ بھی شامل ہے جو اس انقلاب سے فائدہ اٹھا کر قدیم تمدن ہنود کو مع اپنے تمام بت پرستانہ و اوہام پرستانہ ذہنیت کو قائم کر دینا چاہتا ہے یہاں تک کہ گوشت خور قوم کو اپنے شعار قومی سے ترغیباً یا جبراً باز رکھنا چاہتا ہے اور گائے کو دیوتا کے تخت پر دوبارہ بٹھانا چاہتا ہے ان تحریکات کے کچھ ممد و معاون وہ لوگ ہو گئے ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتے چلے آ رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس سے مسلمان کے مذہب اور تمدن یا معاشرت کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ یہ گروہ مسلمانوں کو اپنے ساتھ اشتراک عمل کی پیہم دعوت دے رہا ہے مگر مسلمین کا سواد اعظم ان تحریکات کے سخت خلاف ہے اور اپنے آپ کو ان کے مقابلے کے واسطے منظم کر رہا ہے مگر اول الذکر قلیل گروہ مسلمین کا اس سواد اعظم کو ملک اور انسانیت اور ترقی کا دشمن بتا رہا ہے شرعی ارشادات ان مسائل پر کیا ہیں اور مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب دہریوں اور اباحیوں کا وجود آج نہیں عرصہ دراز سے ہے۔ یہ لوگ ابلیس کے ایجنٹ شیطان کے وکیل، شیطنت کے پروپیگنڈہ کرنے والے ہیں۔ انھیں اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی علاقہ نہیں۔ جیسے ان کے پیر و استاذ ابلیس لعین کو، ان بدعقلوں نے خطوات شیاطین کا اتباع کیا۔ ابلیس کے نقش قدم پر چلے تو دین و دیانت ہی کو چھوڑ دی بلکہ عقل کو بھی۔ حیا و شرم و غیرت کو بھی۔ واقعات، محسوسات، مشاہدات جن سے روز روشن کی طرح روشن کہ دین و مذہب کے اتباع ہی سے دینی و دنیوی ہر قسم کی ترقیاں ہوتی ہیں۔ اور جس قوم نے دین حق کی پیروی سے روگردانی کی ہے وہ ہی قعر مذلت میں گری اور حضیض تنزل میں پڑی ہے ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم • چشمۂ آفتاب را چہ گناہ۔

یہ نمائشی آنکھیں رکھنے والے حقیقۃً حقیقی بینائی سے محروم، دل کے اندھے اس پاگل اندھے کی طرح ہیں جو خاص دوپہر کو جب کہ آفتاب بوجہ کمال روشن و آشکارا ہو آفتاب کے وجود کا انکار کرے نابینائی کے سبب اسے دیکھ نہ سکے۔ اور پاگل پن کی وجہ سے کسی اور طرح بھی اس کے وجود کو محسوس نہ کر سکے جیسے اس پاگل اندھے کے احساسات باطل ہو گئے۔ جو آفتاب کے وجود سے انکار کرے

یوں ہی ان نابیناؤں کے احساسات باطل ہیں جو ایسا کہتے ہیں۔ آج مسلمان کروڑوں ہیں اور آج سے تیرہ سو برس پہلے کتنے تھے؟ ان نابیناؤں کی آنکھیں چیر کر ان کے کان کھول کر تاریخ ہی کے اوراق دکھاؤ سناؤ۔ جب تک مسلمان دین حق کی بروجہ کمال پیروی تعمیل احکام کرتے رہے روزافزوں دن دونی رات چوگنی ترقیات کرتے رہے۔ دین حق کی پیروی سے اس معراج ترقی پر پہونچے جہاں تک کوئی قوم نہ پہونچی۔ مسلمانوں کے خون کے پیاسے مسلمان کی جان و مال عزت و آبرو سب کے دشمن بھی اس کا اعتراف کرتے آئے۔ اور آج تک برابر مان رہے ہیں والفضل ما شہدت بہ الاعداء۔

جب سے مسلمانوں میں سستی آئی احکام دین حق پر عمل میں تکاسل پیدا ہوا جب ہی سے ان کی ترقیاں بند ہوئیں نہ صرف یہ بلکہ روز بروز انحطاط و تنزل ہو رہا ہے جتنی جتنی مذہب سے دوری ہوتی جا رہی ہے۔ خدا مسلمانوں کی آنکھیں کھولے وہ قوم جو جاہلیت میں جہالت کا پیکر تھی وحشت کا مجسمہ تھی آن کی آن میں ایسی مہذب ہوئی کہ ہادی و مہذب بن گئی۔ ساری دنیا میں جس کی تہذیب کا ڈنکا بج گیا۔ ہر گوشہ میں جس کی اہلیت کا سکہ بیٹھ گیا۔ وہ قوم جو کنگال تھی لوٹ مار اور طرح طرح کے ظلم و جفا کی خوگر، چور ڈاکو تھی اور سلطنت کی دشمن۔ انھیں دہریوں اور اباحیوں کی طرح سلطنت سے دیکھتے دیکھتے دنیا بھر کی بادشاہت ان کے قدموں پر نثار ہوئی اور اس کے پاؤں چومنے لگی۔ اس قوم کی خلافت سلطنت سے بہت اعلیٰ تر ٹھہری جس سے وہ قوم نہ صرف بادشاہ بلکہ شہنشاہ تاج بخش بادشاہوں کی ہوئی۔

اس موضوع پر کچھ زیادہ لکھنے کی حاجت بھی نہیں اور فقیر کو فرصت بھی نہیں۔ جو لوگ مسلمان نام رکھ کر اس دہریت اور اس اباحیت کے حامی ہیں وہ محض نام کے مسلمان ہیں درحقیقت دہریہ اباحیہ ہیں اگر وہ لوگ توبہ نہ کریں مسلمان محض ان کے اسلامی ناموں کی بنا پر مسلمان نہ سمجھیں محض نام پالنے کا گوشت کھانا مسلمان نہیں بناتا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس ملعون تحریک سے مذہب کا کچھ نقصان نہیں وہ اس پاگل کی طرح ہیں جو قلعہ کی دیوار ڈھاتا جاتا ہے اور کہتا جاتا ہے کہ اس سے قلعہ کو کوئی نقصان نہیں۔ معاذ اللہ گو توڑ دو آج دین کو مٹاؤ اور سمجھاؤ کہ اس سے دین و مذہب کو خطرہ نہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ان ہی دہریوں اباحیوں کی جماعت کا نام آج کل بولشویک ہے جو اس بولشویک تحریک کا حامی ہے اس سے اسلام سے کوئی علاقہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از پورنیہ علاقہ بائسی مرسلہ مولوی محمد غیاث الدین صاحب مونگیری مدرس مدرسہ قمر گنج۔

کیا فرماتے ہیں علمائے ملت مسائل ذیل کی نسبت ؟

(۱) ہنود کا وہ مشرکانہ میلہ جو بتوں کی پرستش کے لئے ہوا کرتا ہے جیسے دسہرہ، جنم اشٹمی، درگا پوجا، کالی پوجا وغیرہ جس میں مراسم کفریہ و شرکیہ کے علاوہ ہر قسم کے ناچ تماشے اور دیگر لہو و لعب ہوتے ہیں اور رنڈیاں بھی منگائی جاتی ہیں ان میلوں میں اکثر ضرورت و غیر ضرورت کی اشیاء ملتی ہیں اور ان میلوں کی زینت زیادہ تر مسلمانوں ہی سے ہوتی ہے چونکہ یہی زیادہ تر خریدار و تماشہ میں ہوتے ہیں ان میں بیشتر دوکانیں ہنود ہی کی ہوتی ہیں۔ ایسے میلوں میں مسلمانوں کا بحیثیت تماشائی یا بغرض خرید و فروخت شریک ہونا کیسا ہے ؟

(۲) بعض جاہلوں کا یہ طریقہ کہ ایام دسہرہ میں نئی دلہن کے لئے اس کے مناسب حال چیزیں مٹھائیاں خرید کر سسرال بھیجنا نیز سسرال والوں کا یہ فعل کہ نئی دسہرہ منانے کی غرض سے نوشہ کو تحائف دینا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے ؟

(۳) دسہرہ وغیرہ کا میلہ بلا ضرورت بطور رسم جانا اور میلے سے بطور تحفہ چیزیں خرید کر لانا نیز مٹھائیاں وغیرہ خرید کر بطور ہدیہ احباب کے یہاں بھیجنا کیسا ہے ؟ بینوا توجروا

الجواب ایسے میلوں میں بحیثیت تماشائی جانا حرام حرام حرام اشد حرام بہت اخبث نہایت ہی اشنع کام بحکم فقہائے کرام معاذ اللہ کفر انجام ہے۔ حدیث کا ارشاد ہے من کثر سواد قوم فھو منھم۔ خزانۃ الروایات میں ہے فی الفصول قال الشیخ ابوبکر الطرخانی من خرج الی السدۃ فقد کفر لان فیہ اعلان الکفر و اعانۃ علیہ وفی مسئلۃ السدۃ الخروج الی نیروز المجوس والموافقۃ معھم فیما یفعلون فی ذلک الیوم۔ اسی میں ہے کذلک الخروج فی لیلۃ التی یلعب فیھا الکفرۃ الھند بالنیران والموافقۃ معھم فی ما یفعلون تلک اللیلۃ فیلزمان یکون کفرا وکذا الخروج الی لعب کفرۃ الھند فی الیوم الذی یدعوہ الکفرۃ والموافقۃ معھم من تزئین البقور والافراس والذھاب الی دور الاصنام یلزمان یکون کفرا۔

ان لوگوں پر توبہ، تجدید ایمان، تجدید نکاح لازم۔ جو لوگ تجارت کے لئے جاتے ہیں انھیں مجمع کفار سے علحدہ تمام چاہئے۔ اول تو جانا ہی نہ چاہئے اور جائیں تو وہاں سے دور رہیں اس قدر دور کہ ان سے ان کے مجمع میں اضافہ ہو کر اس کی شوکت نہ ہو۔ ان کی دوکانوں سے اس کی زینت نہ ہو۔ ان کے آگے اعلان کفر ہو۔ مجمع کفار محل لعنت ہے خصوصاً ایسا مجمع جو اظہار و اعلان کفر کا ہو۔ محل لعنت سے یوں بھی تو بچنا فرض ہے اگرچہ اس وقت اظہار کفر نہ ہو۔ تجارت کے لئے اگر جاتے ہیں مجمع کفار سے بالکل علحدہ جہاں سے ان کی کفر

باتیں دیکھ سن نہ سکیں راہ میں رہیں مقصد تجارت یوں بھی حاصل ہوگا اگر وہ لوگ خریدنا چاہیں گے راہ میں خریدیں گے نہ خریدنا چاہیں گے وہاں بھی نہ خریدیں گے۔ آج کل تو یہ نری ہوس خام ہے۔ کفار تو مسلمانوں کا بائیکاٹ کر چکے ہیں ان سے وہ ضرورت پر تو خریدنا روا نہیں رکھتے۔ میلہ میں بے ضرورت اور گراں ان سے خریدیں گے، میلوں میں ہمیشہ چیز گراں بکتی ہے۔ وہ مسلمانوں کو میلوں میں آنے کے روادار نہ ہوتے۔ وہ ممانعت نہیں کرتے کہ مسلمان میلوں میں آئیں اور انھیں موقع ڈھونڈھ کر خوب لوٹیں۔ برسوں سے متعدد مواقع پر ایسا ہو رہا ہے مگر مسلمانوں کی آنکھیں نہیں کھلتیں۔ جھگڑے میں مارے جاتے ہیں اور پھر بھی پہنچتے ہیں۔ نہ دین کا لحاظ نہ دنیا۔ خدا ان کی آنکھیں کھولے۔ واللہ تعالیٰ ھو الموفق وھو الھادی۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲)(۳) دہرو ستانے والے سوال میں جو کچھ ہے ایسا کرنے والے از سر نو کلمہ اسلام پڑھیں ان پر تجدید ایمان تجدید نکاح لازم ہے یہ لوگ اگر باز نہ آئیں، تجدید ایمان تجدید نکاح نہ کریں تو ان سے تا توبہ مقاطعہ کیا جائے سلام کلام میل جول نشست برخاست یک لخت موقوف کیا جائے فتاویٰ صغریٰ میں ہے من اشتری یوم النیروز شیئا ولم یکن یشتریہ قبل ذلک ان اراد بہ تعظیم النیروز کفر۔ شرح فقہ اکبر[عہ] میں ہے من اھدی یوم النیروز واراد بہ تعظیم النیروز کفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲: از پیلی بھیت محلہ ڈھکن گنج۔ دوکان حاجی نبی بخش صاحب حاجی صوفی صفی اللہ صاحب سوداگران تمباکو۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شب میں مسمیٰ چھدا کے مکان پر برادری کے لوگ جمع ہوکے باہم گفتگو ہو رہی تھی اتنے میں مسمیٰ منّو ولد محمد عوض نے ملا کفایت اللہ صاحب کو فحش الفاظ کہے۔ چونکہ ہماری برادری میں ملا کفایت اللہ صاحب مذکور معزز بزرگ ہیں سب ان کا ادب کرتے ہیں بدیں وجہ منّو ولد محمد عوض مذکور کو برادری کی جماعت سے خارج کردیا دوسرے روز صبح کو چھدا مذکور کے مکان پر چھدا مذکور کی لڑکی کی شادی تھی کل برادران کا شادی بلاوا تھا چھدا مذکور کے مکان پر سب برادری کے لوگ جمع ہوئے۔ وہاں پر منّو مذکور جو برادری سے خارج کردیا گیا تھا وہ بھی موجود تھا۔ لہٰذا چھدا مذکور سے برادری والوں نے کہا کہ منّو مذکور یہاں کیوں موجود ہیں؟ کیونکہ یہ برادری سے خارج ہے اس کے ہمراہ ہم لوگ کھانا نہیں کھائیں گے۔ اس پر مسمیٰ اتواری نے کہا کہ خدا کے واسطے آپ سب صاحبان میرے مکان پر

عہ شرح فقہ اکبر ص ۲۳۰

کھانا کھا لیجیے۔ پھر ان کر سن اتواری چھ مذکور کا جواب اتواری کے کہنے پر سن ولی اللہ نے اتواری سے کہا کہ ایسی لا لانا اس باتوں پر خدا کا واسطہ نہیں دینا چاہیے اور یہ ڈانٹ کر کہا کہ آپ اس کا جواب دیجیے کہ آپ ہم لوگوں برادروں کو کھانا کھلانا چاہتے ہیں یا صرف نتھو کو اس پر چھلنے یہ کہا کہ میرے جو اتواری نے جو کہا ہے کہ خدا کے واسطے سب صاحب میرے یہاں کھانا کھا لیجیے ٹھیک ہی کہتا ہوں۔ اس پر ولی اللہ نے جواب دیا کہ آپ لوگ ایسے موقع پر نہ کہتے ہوئے ایسی معمولی باتوں پر خدا کا واسطہ دیتے ہو جو بات بالکل ثابت معلوم ہوتی ہے آپ ان باتوں کا جواب دیجیے کہ آپ ہم لوگوں کو کھانا کھلانا چاہتے ہیں یا نتھو کو اور اگر آپ کو نتھو مذکور کے ساتھ ہمدردی ہے تو نتھو کا معاملہ طے کرا دیجیے تب ساتھ میں کھانا کھا سکتے ہیں ورنہ نہیں کھائیں گے کچھ دیر بعد حاجی نبی بخش صاحب تشریف لائے انھوں نے نتھو برادران کے معاملہ کو معلوم کیا اور نتھو کا قصور ثابت ہوا لیکن نتھو نے بیان کیا میں نے فحش الفاظ کوئی نہیں کہا اگر میں نے کہا ہو تو خدا مجھ کو غارت کر دے نتھو کے اس کہنے پر حاجی نبی بخش صاحب نے نتھو مذکور کے ایمان پر معاملہ ختم کر دیا لہٰذا معاملہ طے ہونے پر کل برادران و نتھو نے باہم مل کر کھانا کھایا اب کچھ نزاع باقی نہیں رہا۔

اس قضیے کے چند ایام بعد نتھو کی لڑکی کی شادی تھی نتھو نے چند حرکتیں خلاف قواعد اصول پنچایت وخلاف شریعت کیں جو حسب ذیل ہیں۔ (۱) یہ کہ تقریب شادی میں و دیگر معاملات برادری میں برادری کا اصول ہے کہ برادران کے بلا مشورہ کوئی کام نہ ہو اور ہر کام میں سرداران قوم کو ضرور بلایا جائے لیکن نتھو نے اس کی خلاف ورزی کی۔ (۲) یہ کہ ایک شخص اتن ولد گلن نے اپنی منکوحہ بی بی کو طلاق دے کر کچھ عرصہ بعد بلا حلالہ کے ہوئے اسی مطلقہ بی بی کو دوبارہ اپنی زوجیت میں استعمال کر لیا جو کہ شرع کے قطعی خلاف ہے بر بنا بریں جملہ برادران نے اتن مذکور کو قطعی برادری سے خارج کر دیا تھا جس کو عرصہ تین سال کا ہوا تعلقات قطعی منقطع کر دیے۔ لیکن برخلاف برادری کے حکم کے نتھو و گلن ولد اتن ہر دو نے اتن ملزم مذکور سے تعلقات قائم رکھے۔ اس پر برادران نے نتھو و گلن ہر دو کو برادری سے خارج کر دیا ان سے بھی تعلق منقطع کر دیے اور ملا کفایت اللہ و ولی اللہ نے ہر دو اشخاص کو برادری سے خارج کرنے میں زیادہ کوشش کی ان کی رائے پر کل برادران نے اتفاق کر کے ہر دو کو برادری سے خارج کر دیا ان دونوں اشخاص نے بوجہ رنجش کے غلط سوال قائم کر کے فتویٰ حاصل کرا [illegible] صاحب سے فتویٰ حاصل کیا ہے جو وہ صاحب [illegible] کے باشندہ نہیں ہیں باہر کے ہیں۔ سوال و جواب حسب ذیل ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی محلہ کے یہاں تقریب شادی میں برادری
کے لوگ جمع تھے برادرانہ اتفاق پر کچھ گفتگو ہو رہی تھی جس میں وقت بہت گذر گیا لہٰذا کسی محلہ صاحب خانہ
نے چودھری و کل برادران سے عرض کیا کہ اب سب لوگ خدا و رسول کے واسطے پہلے کھانا کھا لیجئے گا اس پر
ولی اللہ و کفایت اللہ نے ڈانٹ کر کہا کہ خدا و رسول کا واسطہ نہیں دیا جائے گا بات طے ہو جانے دو دوبارہ پھر
اس کے بعد کسی اتواری نے خدا و رسول کا واسطہ دیتے ہوئے کھانا کھانے کے واسطے کہا تو انہیں دونوں شخصوں
نے پھر یہی جواب دیا کہ ہر وقت خدا و رسول کا واسطہ نہیں مانا جاتا ہے۔ جس کے لوگ گواہ حسب ذیل ہیں۔۔۔
شرع شریف کی رو سے اس مسئلہ پر کیا حکم ہے اہل محلہ چودھری صاحب سے جلسہ اس کی تصدیق ہو سکتی ہے
گواہ شمع علیہ ... گواہ محمود ولد محمد ... وکیل ولد کریم بخش ولد احسن ولد عبد الرزاق و اتواری ولد
واجد حسین ولد محمد یوسف و عبد اللہ ولد عبد اللہ ولد محمد کے ولد......

الجواب صورت مستفسرہ میں ولی اللہ و کفایت اللہ دونوں بحکم جمہور فقہائے کرام خارج از
اسلام ہو گئے دونوں بلا تاخیر توبہ کر کے تجدید کریں کہ اسلام لانا فرض و ہر فرض سے مقدم اہم فرض ہے پھر اگر
اپنی بیوی کو رکھنا چاہیں تو ان کی رضا سے جدید مہر پر نیا نکاح کریں اور اگر وہ معاذ اللہ اس حکم شرعی پر عمل
نہ کریں تو برادری والوں پر فرض ہے کہ ان سے میل جول سلام کلام حقہ پانی بند کر دیں یہاں تک کہ وہ توبہ
کریں خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا واسطہ ہر بات پر نہیں دینا چاہئے اگر کوئی ضروری بات
ہو رہی تھی جس کا طے کرنا پہلے مقدم تھا تو اس کو روکنے کے لئے خدا و رسول کا واسطہ ہرگز نہیں دینا چاہئے
تھا جب واسطہ دیا گیا تھا تو اس کے جواب میں یوں کہنا تھا کہ خدا و رسول کا واسطہ برحق ہے مگر اس ذریعہ
سے ایک اہم بات چھوڑی نہیں جا سکتی مگر جو کلمہ سوال میں مذکور ہے بہت شنیع و قبیح ہے بہرحال توبہ و تجدید
ایمان فرض ہے۔ واللہ اعلم۔

اب از روئے شرع شریعت جواب طلب حسب ذیل امور ہیں کہ شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟
(۱) یہ کہ غلط سوال قائم کر کے جواب لیا جس سے ولی اللہ و کفایت اللہ کو دلی صدمہ و روحانی
تکلیف پہنچی اور توہین ہوئی۔
(۲) یہ کہ اتن مرحوم نے اپنی عورت منکوحہ کو طلاق دے کر حلالہ کے بعد دوبارہ اپنے پاس

رکھ لیا جس کو برادری نے خارج کیا اور تعلقات قطع کر لئے تھے اس سے ننھو ولد محمد عوض دکلن والد ابن ملزم سے ہر دو اشخاص ننھو دکلن کا تعلقات قائم رکھنا۔

(۳) یہ کہ چھدا کا اپنے یہاں ابن ملزم کو بلانا معمولی بات پر بے موقع خدا کا واسطہ دینا و برادروں کو ایسے اہم ملزم کے ہمراہ کھلانے کی کوشش اس کے خرکار و شریک ہمنوا یعنی ننھو دکلن کی کرنا۔

(۴) یہ کہ یہاں ایک مولوی صاحب کو یہ سوال و جواب دکھلایا گیا مولوی صاحب نے دیکھ کر فرمایا کہ یہ جواب غلط ہے ایسی صورت میں غلط جواب لکھنے والے پر از روئے شرع شریف کے کیا حکم ہے جملہ برادران قوم شہر چلی بھیت و سرداران قوم؟

الجواب دھوکا دینا فریب کرنا شدید بدکام ہے بری خصوصاً مفتی کو فریب دے کر اپنے حسب منشا جواب لینا حدیث میں ہے۔ لیس منا من غش[1]۔ جھوٹ بولنا افترا کرنا دھوکا دینا یہ مسلمان کا کام نہیں تحریف کلام یہود کا کام ہے۔ یحرفون الکلم عن مواضعہ۔ جنھوں نے یہ شنیع حرکت کی توبہ کریں اور جن پر الزام کے لئے کی ان سے معافی بھی چاہیں وہ لوگ حق اللہ اور حق العباد میں گرفتار زیاں کار گنہگار ہوئے۔ واللہ اعلم۔

(۲) جس نے اپنی مطلقہ بطلاق مغلظہ کو بے حلالہ رکھ لیا اسے بے حلالہ اپنے تصرف میں لایا زانی ہے اور وہ نابکار عورت زانیہ۔ ان سے تا توبہ قطع تعلق کا حکم برادری کا حکم نہیں حکم شریعت ہے۔ برادری نے حکم شریعت پر عمل کیا اور عمل کرنا چاہا جس نے نہ مانا اس نے برادری ہی کا جرم نہ کیا شریعت کے حکم حکم سے سرتابی روگردانی کی۔ حکم شرع مقدس کو پیٹھ دی۔ شرع مطہر کا مجرم ہوا اس سے بھی برادری نے قطع تعلق کیا اچھا کیا۔ یہی کرنا تھا۔ جب تک یہ لوگ توبہ نہ کریں انھیں برادری سے بند رکھا جائے اور جو ان کا ساتھی ہو اسے بھی یہی سزا دی جائے۔

(۳) جن لوگوں کو برادری نے حکم شرع بند کیا تھا چھدا نے انھیں اپنے یہاں بلایا برا کیا۔ بلایا تھا تو ان سے توبہ وندامت کے لئے کہتا جب وہ توبہ کر لیتے تو برادری سے کہتا کہ انھوں نے ہمارے سامنے توبہ کر لی اب ان کی بندش کھول دی جائے برادری اپنے سامنے توبہ کا اقرار لے کر بندش کھول دیتی۔ ان مجرموں کو بلایا پھر اتنا ہی نہیں بلکہ ان کا جرم اسی طرح رہتے ہوئے برادری سے مل لینے کی کوشش وہ بھی خدا کا واسطہ دے کر۔ جن شرعی مجرموں کو حکم شرع بند کیا تھا ان کو خدا کا واسطہ دینا یہی ہے کہ خدا کے واسطے یہ خلاف شرع کرو۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

[1] مسلم شریف جلد اول ص

خدا کے لئے شریعت کا اتباع کیا جاتا ہے یا معاذ اللہ مخالفت شرع خدا کے واسطے کی جاتی ہے۔
کسی سے مخالفت شرع کرانا گناہ ہے اور اس پر خدا کا واسطہ دینا تو اور بھی اشد حرام ہے۔ اگر اس خلاف شرع کو خلاف شرع سمجھتے ہوئے خدا کا واسطہ دے جب تو معاذ اللہ بہت اشد تر الزام ہے۔ ایسے شخص پر توبہ تجدید ایمان تجدید نکاح کا حکم ہوگا۔ خیرات پر تو خدا کا واسطہ دینا نہ چاہئے اور جو دے تو جسے دے پسندیدہ ہے کہ وہ بات نہ کرے۔ درمختار میں ہے۔ فی المختارات قال ابن ابی الدنیا سائل لوجہ اللہ او بحق اللہ یعجبنی ان لا یعطیہ شیئا لانہ عظم ما حقر اللہ تعالٰی کسی ایسی بات پر خدا کا واسطہ دینے سے اس کا کرنا لازم نہیں ہوجاتا جو جائز ہو۔ جب خیرات پر خدا کا واسطہ دینے پر حرکت ناپسندیدہ ٹھہرا تو کسی ناجائز بات پر خدا کا واسطہ دینے اور مان لینے والے کا حکم ظاہر۔ ناجائز بات کا کرنا تو گناہ تھا ہی اس پر خدا کا واسطہ اور گناہ بالائے گناہ ہوا۔

ایسے ہی سائل کے لئے جو ناحق پر خدا کا واسطہ دے حدیث میں ارشاد ہوا ملعون من سأل بوجه اللہ رواہ الطبرانی بسند رجالہ رجال الصحیح عن ابی موسٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ اسی حدیث کا آگے کا ٹکڑا یہ ہے وملعون من سئل بوجه اللہ ثم منع سائله مالم يسأل هجرا یعنی قبیح حدیث سے جہاں یہ واضح ہوا کہ جس شخص نے ناجائز بات ماننے کے لئے خدا کا واسطہ دیا وہ بحکم حدیث مذکور ملعون ہے وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ ہندہ نے جو یہ واسطہ نہ مانا اچھا کیا اسے یہ واسطہ ماننا جائز نہ تھا یہ لوگ ملعون نہیں کہ ان سے سوال قبیح کا تھا جس پر خدا کا واسطہ دیا گیا تھا قبیح پر خدا کا واسطہ دینا ہی ملعون کا کام ہے۔

(۴) عفا اللہ عن المفتی۔ مفتی نے فتوٰی دینے میں عجلت کی اور غور و تامل سے کام نہ لیا خدا و رسول کا واسطہ ماننے سے انکار دیکھ کر وہ حکم لگا دیا سائل نے مفتی کو دھوکا بھی دیا مگر مفتی اگر تامل کرتا تو یہ حکم نہ دیتا اللہ اسے معاف فرمائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۳: مسئولہ مولوی شمس الحسن صاحب محلہ ذخیرہ بریلی ۱۷ ذی قعدہ سنہ ۳۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زید نے کہا کہ اگر اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے چاہا تو فلاں کام ہو جائے گا یہ سن کر بکر نے کہا کہ توبہ کرو یہ شرکت فی صفات الباری تعالٰی ہے۔ اس کی مشیت میں کوئی شریک نہیں۔ وہ فاعل مطلق و مختار ہے ایسا نہیں کہنا چاہئے۔ زید اس پر ہے کہ میں نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔ خدا کی مشیت کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی وابستہ ہے لہذا اس پر حکم شریعت کیا ہے۔ براہ کرم

؎ جلد پنجم ص ۲۸۱ طبع مکرر ، ؎ شامی جلد ۵ ص ۲۸۱ مطبوعہ [illegible]

اس کا جواب بالتفصیل مع حوالہجات کتب معتبرہ مرحمت فرمایا جاوے۔

الجواب ایسا کہنے سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے یہود کے اعتراض کرنے اور شرک کا چرک لگنے پر ممانعت فرمائی۔ تو جس چیز سے حضور نے ممانعت فرما دی اس سے باز رہنا چاہیے۔ قال تعالٰی ما نھٰکم عنہ فانتھوا۔ اگر کہیں تو یوں کہیں کہ اللہ پھر اس کے رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ یہود تو اللہ اور آپ چاہیں پر معترض آئے تھے۔ مگر یہودی صفت نجدی مت لوگ اس پر بھی شرک شرک بکیں گے حالاں کہ ایسا کہنا حضور نے خود تعلیم فرمایا۔ ابن ماجہ باب النہی ان یقال ماشاء اللہ وشئت میں یہ دو حدیثیں لائے۔

حدثنا ہشام بن عمار حدثنا عیسٰی بن یونس ثنا الاجلح الکندی عن یزید بن الاصم عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا حلف احدکم فلا یقل ما شاء اللہ وشئت ولکن لیقل ما شاء اللہ ثم شئت۔ حدثنا ہشام بن عمار حدثنا سفین بن عیینۃ عن عبد الملک بن عمیر عن ربعی بن حراش عن حذیفۃ بن الیمان ان رجلا من المسلمین رأی فی النوم انہ لقی رجلا من اھل الکتاب فقال نعم القوم انتم لولا انکم تشرکون تقولون ما شاء اللہ وشاء محمد وذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اما واللہ ان کنت لاعرفھا لکم قولوا ما شاء اللہ ثم شاء محمد (علیہ الصلاۃ والسلام)۔

نسائی شریف کے باب الحلف میں یہ حدیث ہے اخبرنا یوسف بن عیسٰی امرأۃ من جھینۃ ان یھودیا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انکم تندون وانکم تشرکون تقولون ما شاء اللہ وشئت وتقولون والکعبۃ فامرھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا ارادوا ان یحلفوا ان یقولوا ورب الکعبۃ ویقول احد ما شاء اللہ ثم شئت۔

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ صحابہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام میں عرض کیا کرتے تھے کہ اللہ اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چاہیں اللہ اور آپ چاہیں حضور نے اول اسے نہ روکا۔ پھر اس سے ممانعت فرمائی اگر یہ یہودیوں وہابیوں کا شرک ہوتا تو کیا ایک آن کو بھی وہ ماحی شرک وکفر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس پر صبر فرماتے۔ جب ممانعت فرما دی تو یوں کہنا ممنوع ہو گیا ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ ایسا کہنے والے سے (بطور تغلیظ) یہ بھی ارشاد ہوا کہ کیا تم نے مجھے اللہ کا مماثل ٹھہرایا۔ بغیر میری مشیت کے کہو ما شاء اللہ

ئے سورہ حشر آیت ۷ ۔ ئے سنن ابن ماجہ ص۱۵۳ مطبوعہ رشیدیہ ۔ ئے نسائی جلد دوم ص ۱۴۳

حدیث میں بھی یہ نہیں کہ حضور نے اس پر حکم شرک فرمایا ہو اور ان سے توبہ لی ہو۔
طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں ابن ماجہ سے حدیث نقل کی ہے ص ۱۸۹ ج ۲ ۔ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما ان رجلا اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فکلمہ فی بعض الامر فقال الرجل للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماشاء اللہ وشئت وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجعلتنی للہ تعالیٰ عدیلا (ای معادلا ای مثلا) قل ماشاء اللہ وحدہ۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے جب اس سے روکا ہے تو ایسا ہرگز نہ کہا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵ از بریلی محلہ قلعہ مرسلہ مولوی عزیز احمد خاں وکیل۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس کے متعلق کہ ایک جلوس راج گدی کا اہل ہنود نکالنا چاہتے ہیں جس میں ہندو اوتاروں کی صورت میں انسان بٹھائے جاتے ہیں اور مجمع عام اہل ہنود کا اس کے ساتھ ہوتا ہے مسلمانوں سے اصرار کیا جاتا ہے کہ وہ بحالی امن اور رشتہ اتحاد مضبوط کرنے کے لئے اس جلوس کی جلو میں چلیں اگر مسلمان اس جلوس کے ساتھ چلتے ہیں تو لازمی طور پر اس سے راج گدی کے جلوس کی زینت اور شہرت میں اضافہ ہوتا ہے کیا اس حالت میں مسلمان بلا ارتکاب گناہ کئے ہوئے اس جلوس کی معیت میں چل سکتے ہیں؟ اور اگر نہیں چل سکتے تو گناہ جو ان سے سرزد ہوگا وہ کس درجہ کا ہوگا؟ بینوا توجروا

الجواب اس کے حرام حرام حرام اشد حرام ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ کفار کے ایسے کاموں کے محض تماشے کے لئے وہاں چلنا تو حرام ہے۔ نہ کہ رشتہ اتحاد قائم کرنے کے لئے کفار سے رشتہ اتحاد کفار ہی کا ہے مسلمان کا کسی کافر سے رشتہ اتحاد قائم نہیں ہو سکتا اس کا مضبوط کرنا کیسا۔ جو لوگ اس نیت سے شریک ہوئے وہ ضرور کفار سے متحد ہو گئے۔ اسلام سے جدا ایسے امور کفار کے جلوس میں شرکت ہی نہیں اس کے جلوس میں چلنا ان کی تعظیم ہے۔ اور ان کے ایسے امور کی تعظیم سے تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم۔ چاہے یہ تعظیم خود کی ہو یا سکتا۔ آج اگر کسی حاکم کا حکم اس کے لئے مان لیا اور اسے حکم کفر سے بچاؤ کی ڈھال سمجھ لیا ہے تو کل بتوں کو سجدہ کا بھی حکم ہوگا اور ایسے بے خرد لوگ جب بھی تعمیل حکم کریں گے اور اسے حکم کفر سے بچاؤ کی ڈھال سمجھیں گے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ
یہی لوگ ہیں جنھوں نے ایسی ایسی کمزوریاں نمایاں کرکے اسلام کو نظر کفار میں معاذ اللہ ذلیل

کیا ہے۔ کل کافر ان سے یہی چاہیں گے کہ امن اور رشتہ اتحاد کو مضبوط کرنے کے لئے ہمارے ساتھ ان ان کفروں میں ہماری موافقت کرو۔ ہمارے ساتھ بتوں کو سجدہ کرو اور گھری پوجو اور مہادیو کے آگے ڈنڈوت بجالاؤ وغیرہ وغیرہ۔ اگر تم ایسا نہیں کروگے تو امن ٹوٹ جائے گا۔ مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جائیں گے۔ یہ ہوگا وہ ہوگا۔ تو یہ کافروں سے رشتہ اتحاد کرنے والے اسلام کو کافروں کے آگے معاذ اللہ ذلیل و رسوا ٹھہرانے والے وہ سب کچھ کریں گے جس جس کے کرنے کا انھیں حکم ہوگا۔ کذاب مخالفین جن میں اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ڈر نہیں ہمارے لئے تو جس پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ ان کے یہاں کفر کی مشین ہے جس میں دن رات ایسے فتوے ڈھلتے ہیں جس سے کوئی مسلمان محفوظ نہیں رہتا۔ یہ ہر ایک کو کافر بتاتے ہیں حالاں کہ یہ ہم پران کذابوں کا بدترین افترا ہے۔ خود ان مخالفین ہی کا اپنا یہ حال ہے جو بالکل ظاہر ہے۔ بالکل واضح بے پردہ۔ مگر چوں کہ عوام کو ایسا دھوکہ دیتے ہیں اس لئے ہم حق لقوں کا منھ بند کرنے کے لئے مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کے فتاوی سے ایسے لوگوں کا حکم لکھتے ہیں ان کے یہاں تو تکفیر کی مشین مخالفین نہیں بتاتے۔ فتاوی مولوی عبدالحی صاحب میں ہے "ایسے لہو و لعب کفار میں اہل اسلام کو شریک ہونا حرام ہے بلکہ ان کی موافقت و رضا موجب کفر ہوتی ہے۔

حدیث میں وارد ہے۔ من کثر سواد قوم فھو منھم۔ اور خزانۃ الروایات میں ہے فی الفصول قال الشیخ ابوبکر الطرخانی من خرج الی السدۃ فقد کفر لان فیہ اعلان الکفر و علی قیاس مسئلۃ السدۃ الخروج الی نیروز المجوس والموافقۃ معھم فیما یفعلونہ فی ذلک الیوم من المسلمین کفر و کذا الخروج الی لعب کفرۃ الھند فی الیوم الذی یدعونہ بیرتھی و الموافقۃ معھم فیما یفعلونہ من تزئین البقور والافراس والذھاب الی دور الاعیاء یلزم ان یکون کفرا و کذا الخروج فی لیلۃ تلعب فیھا کفرۃ الھند بالسرات والموافقۃ معھم فیما یفعلونہ فی ذلک اھ اور فتاوی بزازیہ میں ہے۔ الخروج الی نیروز المجوس والموافقۃ معھم فیما یفعلونہ فی ذلک الیوم کفر و اکثر ما یفعل ذلک من کان اسلم منھم فیخرج فی ذلک الیوم و یوافق معھم فیما یفعلونہ فی ذلک الیوم فیصیر بذلک کافرا ولا یشعر بہ[1] اھ

اسی میں اس سوال کے جواب میں زید خالد بکر عمرو یہ چار شخص صاحب ریش کلاں شریف صورت اگر نوکری نذر بریمن قبول کریں و بعدہ امور ذیل کے مرتکب ہوں اول جب کہ برہمن بیٹھا ہو

[1] جلد سوم ۱۷۲ مطبوعہ بیروت

فقہائے کرام کتب فقہ میں ایسی صورت میں کہ اس میں تحسین اعمال کفار اور شرکت افعال کفار اور موافقت ان کی عبادت کی ہو حکم کفر لکھتے ہیں۔ اور جو شخص مرتکب ایسے امر کا ہو جس کا سوال میں ذکر ہے اس پر حکم لزوم تجدید ایمان و تجدید نکاح کا دیتے ہیں۔ خزانۃ الروایات میں ہے فی الفصول قال الشیخ ابوبکر الطرخانی من خرج الی السدۃ فقد کفر لان فیہ اعلان الکفر۔ اھ اگر ان لوگوں میں ایسا بھی کوئی ہو جسے اعلیٰحضرت کی خدمت میں عقیدت کی سعادت حاصل تھی اور اب بھی باقی ہے تو اس کے لئے اعلیٰحضرت قدس سرہ کا فتویٰ بھی حاضر بعض فتاویٰ میں فرماتے ہیں "دسہرہ کی شرکت حرام ہے بلکہ فقہا نے اسے کفر کہا" الیٰ ان قال، بحرالرائق میں ہے یکفر بخروجہ الی نیروز المجوس لموافقتہ عہ آخر میں ان دونوں فتووں کی تائید میں ایک عبارت شرح فقہ اکبر کی فقیر بھی پیش کرتا ہے۔ زیادہ نہیں صرف ایک سطر۔ من خرج الی السدۃ ای مجمع اہل الکفر فی یوم النیروز کفر لان فیہ اعلان الکفر وکانہ اعانہم علیہ۔ محض تماشائی کی حیثیت سے جانے کا تو یہ حکم ہے۔ کفری جلوس کی پیشوائی اور کافروں سے اتحاد و یگانگی پر غضب جبار و قہار کی کس قدر اشد ترین لعنت ہوگی۔ ایسوں کو فوراً فوراً تجدید ایمان و تجدید نکاح و تجدید حج جب کہ ہو سکے ہوں حج کر چکے ہوں لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۶ از سورت کھاروا واڑ متصل بالا پیر، مرسلہ غلام نظام الدین۔ لطیف اللہ صاحبان۔

۲۲ رجب ۱۳۵۶ھ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کیا فرماتے علماء اہلسنت ومفتیان ملت مسائل ذیل میں۔

۱۔ زید نے اشتہار کے ذریعہ اعلان کیا کہ سب مسلمان اپنے اپنے محلہ کی مسجد میں جمع ہو کر فلاں نصرانی مرحوم کے لئے رحمت کی دعا کریں۔ لہٰذا زید کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

۲۔ کافرہ مشرکہ مسلمان ہوئی اور چاہتی ہے کہ کسی مسلمان سے نکاح کر لوں۔ اس کے لئے عدت کا کیا حکم ہے اس نومسلمہ کا شوہر ہے وہ اسے کفر کی طرف پلٹنا چاہتا ہے اور اسے ڈر ہے کہ اگر کسی سے نکاح نہ ہوا تو سمجھا بجھا کر پھر اسے کفر کی طرف لوٹائے ایسے موقع پر یہ نومسلمہ فی الفور نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

۳۔ اور ایک کافرہ اپنے شوہر سے تین ماہ سے زیادہ مدت سے علیحدہ ہے اور اب مسلمان ہوئی

عہ شرح فقہ اکبر ص ۲۳۰ ؛ لے جلد ۵ ص ۱۳۲ مطبوعہ کوئٹہ

اس کے لئے مدت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب زینب بیگم نے اس اعلان بادم ایمان کے سبب شدید گنہگار مستحق نار مستوجب غضب جبار ہے۔ اسے توبہ و تجدید ایمان و تجدید نکاح چاہئے اگر بالی رکھتا ہے۔ نصرانی یا کسی کافر کو مرحوم کہنا سخت حرام حرام حرام سخت اخبث واشنع بدکام ہے۔ اور اس کے لئے اس کے مرنے کے بعد دعاء رحمت کرنا تکذیب قرآن ہے قال تعالٰی استغفر لهم او لا تستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم۱؎ وقال عزمن قال سواء عليهم استغفرت لهم ام لم تستغفر لهم لن يغفر الله لهم۲؎ وقال تعالٰی ولا تصل على احد منهم مات ابدا ولا تقم على قبره انهم كفروا بالله ورسوله وماتوا وهم فاسقون۳؎ وقال تعالٰی ومن يشرك بالله فقد حرم الله عليه الجنة ومأوٰه النار۴؎ وقال تعالٰی ما كان للنبي والذين اٰمنوا ان يستغفروا للمشركين ولو كانوا اولي قربٰى من بعد ما تبين لهم انهم اصحب الجحيم۵؎ تفسیرات احمدیہ میں حضرت سیدی عارف باللہ ملا احمد جیون رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں۔ المراد من الصلوٰة الدعاء للميت والاستغفار له وهو ممنوع في حق الكافر۔ اسی میں ہے الدعاء والاستغفار ممنوع مطلقا في حق الميت الكافر۶؎۔

عورت پر عدت تو نہیں مگر فی الفور نکاح بھی نہیں کرسکتی ہے کہ بعد اسلام زن یہاں، جہاں حکومت اسلامیہ نہیں تین حیض کی مدت گزرنا قائم مقام انکار اسلام زوج ٹھہرائی جائے گی کہ عرض اسلام یہاں نہیں ہوسکتا۔ جب تین حیض کی مدت گزر جائے گی تو حکم فرقت ہوگا۔ وہ بائنہ ہونے کی طرح ہوسکتی ہے حکومت اسلامیہ جہاں ہو وہاں شوہر پر عرض اسلام کیا جائے اور وہ انکار کرے تو فرقت ہوگی۔ اور جہاں حکومت اسلام نہیں وہاں تین حیض کی مدت گزر جائے اور اس مدت میں شوہر اسلام نہ لائے تو یہ مدت حیض گزرنا اس کے انکار کے قائم مقام ہوکر فرقت ہوگی۔ درمختار میں ہے لو اسلم احدهما في دار الحرب وملحق بها لم تبن حتى تحيض ثلاثا قبل اسلام الآخر اقامة لشرط الفرقة۱؎ اھ ردالمحتار میں ہے قوله (اقامة لشرط الفرقة) وهو مضي هذه المدة مقام السبب وهو الاباء اھ۲؎۔ تفريق القاضي۔ والله تعالٰی اعلم

عورت کی حفاظت کی جائے اس کے کافر شوہر سے اسے ملنے نہ دیا جائے کہ وہ اسے معاذ اللہ مرتدہ بنالے۔ عورت جب اسلام لائی ہے تو اسے اور ہمیں سب کو اسلام پر ہمیشہ قائم رکھے تو وہ ایسے موقع پر کیوں کھڑی ہو جہاں شیطان اور اس کی ذریت اسے بہکائے اور اس کے بہک جانے

۱؎ سورۂ توبہ آیت ۸۰، ۲؎ تفسیرات احمدیہ ص ... مطبوعہ شیخ الکرام ... ۳؎ ... ۴؎ درمختار مع شامی جلد دوم ص ...

کا اندیشہ ہو بعد عدت کسی مسلم سے نکاح کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۷: از پیلی بھیت مرسلہ حبیب احمد صاحب رضوی قادری پیلی بھیتی ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں۔

(۱) مسلمانوں کی کون کون قومیں رذیل ہیں۔ جواب بحوالہ کتب اور مدلل مرحمت ہو؟

(۲) اصل اور کم اصل کی تعریف کیا ہے اور ان کی شناخت کیا ہے؟

(۳) محمد بن عبدالوہاب نجدی۔ مولوی نذیر حسین۔ مولوی اسمٰعیل مقتول۔ رشید احمد گنگوہی۔ خلیل احمد انبیٹھی۔ اشرف علی تھانوی۔ ثناء اللہ امرتسری۔ عبداللہ چکڑالوی۔ سرسید احمد خاں نیچری۔ مرزا غلام احمد قادیانی۔ مرزا حیرت دہلوی۔ عبدالمجید خاں وغیرہم جنھوں نے فرق باطلہ کی بنا دی ہیں ڈالیں یا ان کی تبلیغ کی دعوٰی نبوت کیا یہ سب اور ان کی قومیں رذیل ہیں یا نہیں؟

(۴) اصل طیب کے اکثر یا چند افراد بدمذہب ہو جائیں تو وہ اور ان کی ساری قومیں رذیل کہلانے کی مستحق ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ جواب مدلل مع حوالہ کتب مرحمت ہو۔

الجواب: مسلمان سب بعزت اسلام معزز ہیں۔ قال تعالٰی وللّٰہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین۔[۱] اسلام عزت ہے۔ کفر ذلت۔ کافر ذلیل بلکہ ذلیل تر ہیں قال اللہ تعالٰی اولٰئک فی الاذلین۔[۲] پھر تقوٰی دوسری عزت وکرامت ہے۔ اور فسق وفجور ذلت وحقارت ورذالت قال تعالٰی ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم[۳]

اس خالص دینی عزت اسلام پھر عزت تقوٰی میں سب برابر نہیں جو اتقی از روئے ایمان اتقی ہے وہ زیادہ معزز اعز المؤمنین اکرم المتقین ہے۔ جس کو ایمان وتقوٰی سے جس قدر حصہ ملا ہے اتنا ہی وہ عزت والا ہے۔ یوں ہی دنیوی عزت میں چھٹائی بڑائی ہے خدا نے بادشاہ کو عزت دی اس کی دولت اس کی عزت اس کی حکومت۔ فقیر محتاج اس عزت دولت کرامت سے بے نصیب ہے۔ بیچ میں جو جتنی دولت وحکومت وامارت رکھتا ہے اتنا ہی معزز ہے۔ اس میں چھٹائی بڑائی ہے۔ یونہی باعتبار اخلاق فرق مراتب ہے۔ یونہی باعتبار انساب۔ یہ ہو سکتا ہے اور ہوا ہے اور ہوگا کہ ایک فقیر جو عزت دنیا سے بالکل بے نصیب ہو وہ بعزت دینی وقوت ایمانی وکرامت تقوٰی سے عند اللہ بادشاہ وغیرہ معززین سے اعز ہو۔

پھر ایک عزت وشرافت شخصی ہے ایک نوعی ایک جنسی وصنفی۔ تو اگر کوئی نوعی یا صنفی شرافت نہیں رکھتا تو شخصی سے بے نصیب ہونا کیا ضرور ہو سکتا ہے کہ شخصی شرافت کے اعتبار سے اعز ہو اگرچہ دوسری قسم کی

[۱] سورۃ منافقون آیت ۸، [۲] سورۃ مجادلہ آیت ۲۰، [۳] سورۃ حجرات آیت ۱۳

شرافت اور عزت سے خالی ہو۔ سوائے عزت و شرافت و کرامت ایمانی و دینی اور اقسام عزت و شرافت و کرامت کا انکار عقل و نقل سب کو ٹھکرا دیتا ہے۔ اس کی ضرورت ہے کہ تعیین سے کہلوایا جائے کہ مسلمانوں کی کون کون سی قومیں رذیل ہیں اس قسم کے سوال کا جواب حضور پرنور قاسم عزت و عظمت سرکار عالی شان شہنشاہ نبوت و رسالت کے کلام معجز نظام خیارکم خیارکم فی الجاہلیۃ سے روشن۔

قرآن و حدیث و فقہ کے خدام پر تو ظاہر ہی ہے مگر ہر ذی عقل پر یہ روشن ہے کہ پنج انگشت یکساں نکردند۔ فلا انساب بینہم یومئذ۔ واتبعک الارذلون اور انا جعلنٰکم شعوبا وقبائل الآیہ کی تفاسیر اور حدیث[1] عن انس ابن مالک قال قیل یا رسول اللہ متی نترک الامر بالمعروف والنہی عن المنکر قال اذا ظہر فیکم ما ظہر فی الامم قبلکم قلنا یا رسول اللہ وما ظہر فی الامم قبلنا قال الملک فی صغارکم والفاحشۃ فی کبارکم والعلم فی رذالتکم (ابن ماجہ) اور حدیث[2] اذا کان الحفاۃ العراۃ رؤس الناس فذاک من اشراطہا (ابن ماجہ) وغیرہ وغیرہ وکثیر احادیث و اقوال صحابہ و علماء سے ظاہر۔

اصل طیب وہ جو فضائل کی حامل اور اخلاق حسنہ طیبہ رکھتی ہو۔ کم اصل وہ جو اس سے خالی ہو یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص ہو باعتبار نسب کم اصل ہو مگر خود فضائل عمدہ خصائل کا حامل ہو کر شخصی عزت سے اعلیٰ درجہ کا معزز ہو۔ مگر یوں معزز ہو کر نسبی و نوعی عزت کا اگر منکر ہوگا تو عقل و نقل سب سے روگرداں ہوگا۔ پان باعتبار اپنی نوع کے معزز ہے۔ اگرچہ کسی عارض سے کوئی پان کڑوا ہو۔ اس کی کڑواہٹ کو دیکھ کر کوئی کہے کہ پان کی نوع اچھی نہیں ہوتی۔ اس میں اور نیب میں کیا فرق ہے؟ تو ایسا شخص عقل سے عاری نہ کہا جائے گا یا معاند نہ کہئے آم کے درخت میں کوئی پھل خوشبودار خوش مزہ ہو اس سے کوئی عاقل اس درخت کو شیریں آموں کے درخت کے برابر ٹھہرائے گا یہ ہوا اصل اور یہ ہوگا کم اصل طیب کے بعض افراد بگڑ کر کسی اور عزت کے مستحق نہ رہے ہوں اور ان کی وہ عزت نسبی وغیرہ لائق اعتبار نہ رہی ہو۔ یوں ہی کم اصل کے بعض افراد فضائل سے آراستہ عمدہ خصائل اچھے اطوار بہتر شمائل کے حامل ہوں اور ان فضائل کو دیکھتے ان کی کم اصلی ان کے آفتاب فضائل کی تجلی میں گم ہو جائے۔ شرافت نسبی وغیرہ کا اعتبار عقلاً و شرعاً ہر طرح بہت جگہ ہوتا ہے اور بعض مواقع پر نہیں کیا جاتا۔

امام فخر الدین رازی زیر آیہ کریمہ ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم فرماتے ہیں[3] فان قیل ھذا یبین عدم اعتبار النسب ولیس کذالک فان النسب اعتبار عرفا وشرعا حتی لا یجوز تزویج الشریفۃ

[1] تفسیر کبیر جلد ... ص ... ، [2] ابن ماجہ ص ... ، [3] ایضاً ص ...

بالنطق فنقول اذا جاء الامر العظيم لا يبقى الامر الحقير معتبراً وذلك فی الحس والشرع والعرف اما الحس فلان الکواکب لا تری عند طلوع الشمس وجناح الذباب يدوی ولا يسمع عندما يکون رعد قوی واما فی العرف فلان ما جاء مع الملك لا يبقى له اعتبار ولا اليه التفات اذا علمت هذا فهما فی الشرع کذلك اذا جاء الشرف الدينی الالهی لا يبقى الامر هناك اعتبار لا لنسب ولا لنسب الاتری ان الکافر وان کان من اعلی الناس نسباً والمؤمن وان کان من ادنی الناس لا يقاس احدهما بالآخر وکذلك ما هو من الدين مع غيره ولهذا يصلح للمناصب الدينية کالقضاء والشهادة کل شريف ووضيع اذا کان دينا عالما وعارفا لا يصلح لشيء منها فاسق وان کان قرشی النسب وقارونی النشب ولکن اذا اجتمع اثنان فی الدين المتين واحدهما نسيب ترجح بالنسب عند الناس لا عند الله لان الله تعالى يقول وان ليس للانسان الا ما سعى وشرف النسب لا يکتسب ولا يحصل بسعی۔ ملا علی قاری مکی لکھتے ہیں المدار علی العلم والتقوی لا علی مجرد النسب المعتبر فی الدنيا الا العقبی مواہب لدنیہ کی شرح زرقانی میں ہے انما يفتخر الاصل والعنصر عند الجهل بالفضائل والتعلی عن الرذائل۔

اشخاص مذکورین فی السوال اگرچہ نسبًا اور مال و دولت کے اعتبار سے کیسے ہی زیادہ گنے جاتے ہوں مگر جب وہ کفر وارتداد وغیرہ ذلتوں کے گڑھے میں گرے اور نجاسات فسق وابتداع وکفر وارتداد سے ملوث ہوئے اور ان کی وہ فانی عزتیں ساقط اور بے اعتبار ہو گئیں مگر ان اشخاص کے اپنی عزت کھو دینے سے ان کی قومی عزتیں نہ جاتی رہیں۔ اصل طیب کے بعض افراد اگر گمراہ یا بدمذہب ہو جائیں یا معاذ اللہ یہی فرض کیجئے کہ سب ایسے ہو جائیں تو اس سے ان کی اصل میں خرابی نہ ہوگی وھذا ظاہر واللہ تعالیٰ اعلم۔ قیامت کے قریب جب کوئی لا الٰہ الا اللہ کہنے والا نہ رہے گا تو کیا ان سب افراد کے کفر کے سبب شرافت انسانیت وکرامت آدمیت بھی جاتی رہے گی اس وقت بھی جو کفار ہیں اگرچہ اپنے کفر کے سبب اذلین میں ہیں مگر شرافت انسانیت وعزت آدمیت رکھتے ہیں اگرچہ کفر کے سبب کہیں وہ اعتبار نہیں کی جاتی اور کہیں اس حال میں بھی اس کا اعتبار موجود۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۸ از شہر کہنہ بریلی کانکر ٹولہ مسئولہ شمشاد علی خاں اور کمال الدین صاحب ۔ محرم الحرام ۱۳۵۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین عنایت اللہ خاں مشرقی کی بابت جس نے اپنی تصانیف تذکرہ وغیرہ میں نماز روزہ حج وزکاۃ کلمہ شہادت کے بنائے اسلام ہونے سے انکار کیا ہے۔

تذکرہ ص۲۲ میں ہے کہ یورپ کی قومیں اب بھی بدرجہا نیک ہیں ان میں ایفاء عہد کا خاص اہتمام ہے۔
آگے چل کر لکھتا ہے اسی لئے صحیح معنوں میں ترقی و حسب خدا ہیں۔ تذکرہ دیباچہ ص۹ یہ ہے "وثوق سے
کہا جا سکتا ہے کہ یورپ کی امت اسلام کے انبیائی اور نبوی تخیل پر تیس برس سے زیادہ قائم نہ رہ سکی" تذکرہ
دیباچہ ص۱۸ "قرآن کی الصلوٰۃ (نماز) صرف ایک ذکر کا تعلق و رسم سلام ہے" آگے چل کر کہتا ہے "مگر یاد
قطعاً نہیں" تذکرہ دیباچہ ص۲۳ "آج بھی الصلوٰۃ نماز وہ شے ہے جو دلی کیفیت دل و وجہ غیر اطاعت وہ
ضبط نفس وہ تزکیہ عمل وہ اخوت اور موالات وہ تعاون محافظت پیدا کردے جو ابراہیم اور موسیٰ اور
عیسیٰ علیہم السلام کے لائے ہوئے پیغام میں مقصود تھی محمدی نماز کے ظواہر و ارکان سے اس کو کچھ سروکار
نہیں۔ اور جس طرح نتائج پیدا ہو جائیں اس کی نظروں میں بارگاہ خدا میں مقبول ہیں۔" تذکرہ ص۹"
ادھر استوں نے اپنے رہنماؤں سے ذاتی عقیدت اور نیازمندی ظاہر کرنے کو اور حسب مطلب احکام
کو ضرورت سے زیادہ اہم سمجھنے میں ناروا غلو کیا۔

"پھر ایک سطر بعد ہے "پھر لوگ انبیاء کی وساطت سے خدائی قانون کی تعمیل کرنے اور ان کو
ذریعہ علم سمجھنے کی بجائے ان کے پیچھے لگ گئے فرقہ بند بن گئے خدا کو تسلیم کرنے مسلم بننے کے بجائے
موسوی گوتمی عیسائی محمدی بن گئے انھیں کو سہارا ان کو اپنے اعمال و افعال میں بت بنا لینا جزو دین
جانا۔ چار سطر بعد لکھتا ہے عیسائی مسیح کو کہہ گئے ابن خدا کہنے لگے مسلمانوں نے ڈاڑھیوں تہمدوں مسواکوں
ڈھیلوں کو اسلام سمجھ لیا یہودی تسبیحوں کے پیچھے لگ گئے، بدھ چلہ کشی میں مصروف ہو گئے۔ گبر نے
نور آتش کو خدا سمجھ لیا پھر یہ جاتری نماز زکوٰۃ روزے بہت وغیرہ وغیرہ سب کے سب بے مطلب بدم
اور بے نتیجہ شعار ہو گئے۔

تذکرہ ص۱۱ میں ہے کہ اسلامی جماعت کے اندر سب نظری اور اعتقادی سب قولی اور اعمالی
سب اجماعی اور غیر اجماعی سب شرعی اور فقہی تفرقے کے برخلاف عمل سب کو علانیہ مٹانا چاہتا ہوں سب
مطیعوں اور مطاعوں مریدوں مرشدوں کو خدا کی سرزنش کا قطعی اہل سمجھتا ہوں اور عذاب آخرت کا مستوجب
ایک قول اس کا تذکرہ ص۹ بھی قابل دید ہے کہتا ہے "اصل دین میرے نزدیک توحید ہے اور توحید
قلوب کے اندر ہر پرستی کرتے رہنا ہے یہی عبادت خدا ہے صوم و صلوٰۃ حج و زکوٰۃ کو رسماً یا عادتاً قطعاً
ادا کر لینا یا کلمہ شہادت کو بصحت تمام پڑھ لینا میرے نزدیک قطعاً کوئی عبادت نہیں" تذکرہ حصہ عربی

شروع کرنے سے پہلے لکھتا ہے "تہدیۃ الی اللہ عزوجل رب انی قد جئتک بشیئ غریب مما اتیتنی من لدنک وقلبی وجل انوی لا حج الیک فی یوم لاریب فیہ فتسئلنی عما فعلت فتقبل منی واصلح لی فی تدبیری وثبت بہ فؤادی واجعل افئدۃ من الناس تھوی الیہ فیعلموا انہ الحق منک لتخبت لک قلوبھم رب واصلح المؤمنین واھدھم سبل ربک فی ھذا کما اصلحتھم وھدیتھم من قبل فانھم قوم لایعلمون رب الخیر تی انھم لھالکون من قریب فاتیتھم بنبأ عظیم" نبأ عظیم کی تشریح اردو میں پر کرکے لکھتا ہے "جو یہی اس نبأ عظیم کا لب لباب تھا جو محکمہ قضا وقدر کے آستانہ علیہ سے نبیوں کو ملی اور وہی کچی نبوت ہے یہی انباء علم وخبر ہے کمال کشف واکتشاف ہے۔ اس علم کے بالمقابل ماسوا کا علم ہیچ ہے"

الجواب ان ناپاک اقوال میں بہت اقوال بدتر از ابوال وہ ہیں جو صراحتًا ہادم اساس دین و ایمان، منافی ومنافی اسلام وہ مسائل ہیں جن میں کوئی تاویل ودور کی بھی نہیں ہوسکتی۔ اس کا قائل بلا تقابل یقینًا کافر قادیانی مرتد سے زائد امر الکفر، اس کے کفر واستحقاق عذاب میں اصلا شک وتامل کو راہ نہیں۔ والعیاذ باللہ تعالٰی وہ مسلمانوں ہی کو کافر نہیں ٹھہراتا بلکہ خود اسلام کو معاذ اللہ کفر اور اپنے گڑھے ہوئے خود ساختہ تخیل کو نبأ عظیم اور کچی نبوت اور انباء علم وخبر کہتا ہے جس کے بالمقابل ماسوا کا علم ہیچ بتاتا ہے۔ اپنی نبوت کا اشعار کرتا ہے۔ کفار کے صحیح معنی میں متقی اور محبوب خدا ہونے کا اقرار کرتا ہے اسلام و مسلمین کے کفر وکفار ہونے کا اظہار کرتا ہے۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم والعیاذ باللہ تعالٰی ربنا الرحیم العلیم وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۹ از مسئولہ زین الدین صاحب ۹ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) والدین اگر بے دین ہوں یا مرتد تو ان کا نفقہ لڑکے پر واجب ہے یا نہیں۔ (۲) والدین مرتدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی اطاعت ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب والدین اگر کافر ذمی ہوں تو ان کا نفقہ ذمہ ولد مسلم موسر تھا، اب بھی واجب ہوگا جبکہ وہ کسب پر قادر نہ ہوں۔ اور اگر ولد معسر ہو تو صرف دیانۃً بقدر طاقت۔ یونہی اور حسن سلوک غیر کفر و معاصی میں ان کی اطاعت بعض صور میں واجب بعض میں جائز لقولہٖ تعالٰی وبالوالدین احسانا[1]

[1] القرآن الکریم سورۂ بقرہ آیت ۸۳

وقولہ عزوجل وصاحبہما فی الدنیا معروفا۔ کفر وشرک ومعاصی میں ان کی اطاعت کفر وشرک وحرام ہے۔ قال تعالیٰ وان جاھداک علی ان تشرک بی ما لیس لک بہ علم فلا تطعھما۔ وقال علیہ الصلوۃ والسلام لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ وقال علیہ الصلاۃ والسلام انما الطاعۃ فی المعروف۔ اگر اس امر میں جس کا حکم والدین وغیرہما ایسے شخص نے دیا جس کی اطاعت چاہئے اس کی نسبت اس کا نفع یا اس کے نقصان کا دفع اور اس کی تکمیل وتربیت احوال ہے تو اطاعت واجب ہے اور اگر ایسے ایک امر مباح کا امر ہے کہ اس کے حق میں اس کا عدم وجود برابر ہے تو اطاعت مباح ہے واجب نہیں۔

غرض جو بات شرعاً پسندیدہ ومقتضائے تکریم ہو اس میں اطاعت لازم ہوا چاہتی ہے۔ معصیت میں ہرگز ہرگز اطاعت نہ کی جائے اگرچہ والدین مسلمان ہوں۔ حدیقہ ندیہ میں ہے الحاصل ان کل من لزمتہ طاعۃ غیرہ کالابن یجب علیہ طاعۃ ابویہ فیما ھو طاعۃ والرعیۃ یجب علیہم طاعۃ السلطان فیما ھو طاعۃ والزوجۃ یجب علیہا طاعۃ الزوج فیما ھو طاعۃ والعبد یجب علیہ طاعۃ مولاہ فیما ھو طاعۃ کما اذا اصدر الامر من الآمرین الی المامورین فیما ھو نفع فی حقہم ونفع لہم وتربیۃ لاحوالہم وتکمیل لنقصانہم یجب طاعتہم فی ذلک واما فی الامر المباح الذی وجودہ فی حق المامورین وعدم وجودہ سواء ولا انتفاع لہم بہ ولا دفع ضرر بہ عنہم فان طاعتہم فیہ جائزۃ مباحۃ غیر واجبۃ کما قررناہ وحررناہ فی حق امر السلطان فی غیر ھذا الکتاب۔

یوں ہی جس میں آمریت کا وہ امر جس کے کرنے میں مامور کا نفع یا اس سے دفع ضرر نہ ہو مگر آمر کا نفع جائز یا اس کا دفع ضرر نہ ہو جس کے کرنے میں شرعی کوئی ممانعت نہ ہو وہ بھی واجب ہونا چاہئے اور جس میں ان کا نفع اور ان سے ضرر کا دفع نہ ہوگا وہ مباح ہوگا۔ وہ امر جس کے کرنے میں مامور کا نفع یا اس سے دفع ضرر نہ ہو مگر اس کا نفع جائز یا اس کا دفع ضرر ہو جس کے کرنے میں شرعی کوئی ممانعت نہ ہو وہ بھی واجب ہونا چاہئے جب کہ مامور کے امکان میں ہو۔

اختلاف دین سے سوا والدین واجداد وجدات از قبل اب وام وفروع وزوجہ جب کہ ذمی ہوں اور لوگوں کا نفقہ ساقط ہوتا ہے۔ اور اگر اصول وفروع وزوجہ حربی ہوں تو ان کا نفقہ بھی ساقط ہوتا ہے۔ حدیقہ ندیہ میں ہے یجب علی الولد المسلم نفقۃ الوالدین الکافرین اذا عجز عن الکسب۔ اسی میں شرح درر سے ہے لا نفقۃ مع الاختلاف دینا الا للزوجۃ والاصول والفروع الذمیین لقولہ تعالیٰ

۱؎ سورۂ لقمان آیت ۱۵، ۲؎ [illegible]

صاحبهما فی الدنیا معروفا وفسرها النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم بحسن العشرة والاجداد والجدات
کالابوین ولا یجبر المسلم علی انفاق ابویه الحربیین ولا الحربی علی انفاق ابیه المسلم والذمی لان الاستحقاق
بطریق الصلة ننهی عنه برهم لقوله تعالٰی انما ینهٰکم الله عن الذین قاتلوکم فی الدین۔ ولهذا الاجبر
الارث بین من هو فی دارنا وبینهم وان اتحدت ملتهم وقید بالذمیین احترازا عن الحربی والمستأمن
لما الاول فلانا نهینا عن البر فی حق من یقاتلنا واما الثانی فلعرضیه ان یلحق بالاعادی وجب علی المسلم
خدمتهما۔ ای الوالدین الکافرین یجب علیه ایصال برهما ای الاحسان الیهما بقدره وزیارتهما فی بعض
الاحیان الا ان یخاف الولد ان یجلباه ای ابواه الکافرین الی الکفر والتدین بدینهما فیجوز له ان
لایزورهما۔ ولهذا ذکر فی تنویر الابصار وغیره من الحضانة علیها تجب للذمیة کالمسلمة ما لم یعقل
الصغیر دینا او یخاف ان یألف الکفر کذا فی الخلاصة۔ ولا یجوز ان ولد المسلم یقودهما ای الوالدین الکافرین
اذا ذهبا الی البیعة والکنیسة لاعانته لهما علی الکفر ولا یجوز ان یقودهما ای والدیه منهما الی المنزل
قال الوالد رحمة الله علیه فی مسائل المتفرقة من شرحه علی الدرر معزیا الی القنیة لا یقاد الاعمی
الی البیعة ویقاد منها ونحوه فی البزازیة وغیرها۔

عالمگیریہ میں ہے: یجبر الولد الموسر علی نفقة الوالدین المعسرین مسلمین کانا او ذمیین
قدرا علی الکسب او لم یقدرا بخلاف الحربیین المستأمنین ولا یشارک الولد الموسر احد فی نفقة ابویه
المعسرین کذا فی العنایة۔ اسی میں ہے: ولا تجب النفقة مع اختلاف الدین الا للزوجة و
الوالدین والاجداد والجدات والولد وولد الولد۔ اسی میں ہے: لا یجبر المسلم والذمی علی نفقة
والدیه من اهل الحرب ان کانا مستأمنین وکذلک الحربی الذی دخل علینا بامان لا یجبر علی
والدیه النفقة اذا کانا مسلمین او کانا من اهل الذمة کذا فی المحیط۔ تفسیرات احمدیہ میں ہے:
لما اطاعتهما فی غیر المعاصی فواجب بقدر ما امکن ولهذا قال علیه السلام فی اطاعة الوالدین
وان امراك ان تخرج من اهلك ومالك وبهذا اشترع الاحسان والنفقة علیهما علی الولد ویحرم
علیه ابتداء قتلهما وان کانا کافرین علی ما یدل علیه قوله وصاحبهما فی الدنیا معروفا وتفصیله
الشرح وتفصیله الکرم والی کله یشیر کلام صاحب الهدایة حیث قال فی باب النفقة وعلی ابویه
واجداده وجداته اذا کانوا فقراء وان خالفوا فی دینه اما الوالدان فلقوله تعالٰی وصاحبهما

۱؎ فتاوٰی عالمگیری الباب الخامس عشر جلد اول ص ۵۶۴ مطبوعہ بیروت ؎۲ ایضاً ص ۵۶۶ ؎۳ ایضاً ص ۵۶۶ ؎۴ ص ۵۰۹ مطبوعہ مکتبہ الکریمیہ

فی الدنیا معروفا نزلت فی الابوین الکافرین ولیس من المعروف ان یعیش فی نعم اللہ تعالٰی
ویترکہما یموتان جوعا واما الاجداد والجدات فلانہم من الاباء والامہات وبہ ایضا تمسک فی
کتاب الجہاد ان الابن ان وجد اباہ فی صف المشرکین لایقتل بل یشغلہ وان قصد الاب قتلہ
بحیث لایمکن دفعہ الا بقتلہ لاباس بہ لانہ دافع حینئذ لاقاصد۔

ان عبارات سے یہ ظاہر و باہر ہے کہ معصیت میں ماں باپ سلطان کی اطاعت نہیں ہے۔
اور غیر معصیت میں بعض سے مطلق وجوب معلوم ہوا کہ بعض میں یہ ہے کہ بعض امور میں اطاعت واجب
بعض میں مباح ہے۔ اور تعمیہ نظر فقہی یہ کہتا ہے کہ مطلقا وجوب نہیں۔ اللہ اور رسول سے زائد اطاعت کس کی
حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے اوامر میں بحیثیت سے بعض وجوب کے لئے اور بعض ارسال ہیں۔ یونہی
تفصیلات ہونا ضرور کہ جس مباح کی ماں باپ سلطان تاکید فرمائیں امر بنا کے وجوب کریں یعنی اس کام کو
مامور پر لازم کریں وہ واجب ہوگا۔ اور اگر امر بطور امر ارشادی ہو تو مباح ہی ہو جائے گا۔ ھذا ما عندی
والعلم بالحق عند ربی۔

مرتد کا کوئی نفقہ نہیں۔ جیسے حربی کا یوں ہی مرتد کا بلکہ اس سے زیادہ کہ مرتد سے تو نری معاملت
بھی ناجائز ہے۔ کہ اس کے ساتھ صلہ حسن سلوک اس کی اطاعت شعاری فرمانبرداری مرتد کے لئے
نہیں بلکہ وہ یہودی ہو خواہ۔ مرتد والدین حربی والدین سے بدتر ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۲۰ از شہر کہنہ محلہ [illegible] مولوی محمد عثمان خاں صاحب۔ ۲۸ محرم الحرام ۱۳۵۹ھ

علمائے دین کیا فرماتے ہیں عنایت اللہ مشرقی کی بابت اور اس کے اتباع کی بابت اس کی تحریک
میں شامل ہو کر خاکسار بننے کی بابت؟ آج کل بریلی میں لوگ اس جماعت میں شامل ہوتے چلے جاتے
ہیں۔ اس کے اقوال اور اصلیت سے ناواقف ہیں چند اقوال لکھ کر اس کے اور متبعین کی بابت حکم شرعی
مطلوب ہے۔ تذکرہ صفحہ اول میں تمہید الی القرآن کے ضمن میں عربی عبارت لکھتا ہے۔ رب انشرح لی
الصدر لما لکون من قریب فاتیتہم منہ اتخذ یمینہ پھر دیباچہ کے صفحہ ۱ پر لکھتا ہے یہی اس نہایت عظیم
کا لب لباب تھا جو ملکہ قضا و قدر کے آستانے سے نبیوں کو ملی اور تذکرہ کی صورت سے یہی انتہا علم و حکم
ہے کمال کشف و اکتشاف ہے۔ اس علم کے بالمقابل سب ماسوا کا علم ہیچ ہے سب کے سب معاملوں
کی خبر ہیچ ہے۔ دیباچہ تذکرہ صفحہ ۹ پھر لوگ انبیاء کی وساطت سے قانون خدا کی تعمیل کرنے اور ان کو

ذریعہ علم سمجھنے کی بجائے ان کے پیچھے لگ گئے فرقہ بندبن گئے خدا کو تسلیم کرنے اور مسلم بننے کی بجائے موسوی۔ گوتمی۔ عیسائی اور محمدی بن گئے اور ان کو سراہنا ان کو اپنے اعمال و افعال میں بت بنا لینا جزو دین جانا۔

پھر دو تین سطر بعد لکھتا ہے "عیسائی پیرے کو ابن خدا کہنے لگے مسلمانوں نے داڑھیوں اور تہمدوں مسواکوں ڈھیلوں کو اسلام کہہ لیا۔ پھر دو سطر بعد لکھتا ہے۔ پھر حج جاتری نماز، زکاۃ، روزے، بہت وغیرہ وغیرہ سب کے سب بے مطلب رسوم اور بے نتیجہ شعار ہو گئے۔ الخ تذکرہ ص۲۵ نبی آخر الزماں علیہ السلام کا واحد صحیح نظریہ زمین پر غلبہ حاصل کرنا اور امت عرب کو بقاء و دوام کے معراج پر پہنچانا تھا یہی ان کے مبعوث ہونے کی واحد اور صحیح غرض تھی۔ تذکرہ ص۴۵ کرشن علیہ السلام تذکرہ ص۱۳۷ اگر آج اسلام کسی بڑی بڑی پگڑیوں والے مولوی حضرات یا گز گز بھر لمبی داڑھیوں والے فقیہوں کی کم فہمی کے باعث مسواکوں اور ڈھیلوں استنجاؤں پائجاموں اور عماموں اور داڑھیوں کے اندر گھس چکا ہے اگر اس کی اشد شدید حکمت اور مبلغ علم حیض و نفاس کے مسئلوں گردن مروڑی مرغیوں کی تشریحوں آمین بالجہر رفع یدین کی بحثوں پر ختم ہو چکے ہیں" الخ تذکرہ ص۹۱ قرآن کی الصلاۃ صرف نوکی کا نیچ و قتہ سلام ہے" چار سطر بعد لکھتا ہے مگر عبادت قطعاً نہیں۔

تذکرہ ص۹۲ "ایسی عبادت وقت اور مقام قوموں اور قعدوں رکعتوں اور رکوعوں سے قطعاً مستغنی ہے فجر ظہر عصر اور مغرب عشاء یا اشراق سے اس کو کچھ واسطہ نہیں یہ ایک پیہم اور مسلسل عمل ہے چند لحوں تک کھڑا ہونا یا بیٹھ جانا اس کو ادا کرنے کا اسلوب نہیں قرآن کی بتائی ہوئی الصلاۃ اگر کسی معنوں داخل عبادت ہے تو اس لئے کہ یہ بھی اور بیسوں حکموں میں خدا کا ایک حکم ہے" تذکرہ ص۹۸ پس اصل دین میرے نزدیک توحید ہے اور توحید قلوب کے اندر پیہم بت شکنی کرتے رہنا ہے یہی عبادت خدا ہے صوم و صلاۃ حج و زکاۃ کو رسماً کا یا تفنناً ادا کر لینا یا کلمہ شہادت کو بصحت تمام پڑھ لینا میرے نزدیک قطعاً کوئی عبادت نہیں" تذکرہ ص۹۹ "پتھر کی بے معنی پرستش یا خدا کے آگے رسمی سجدے کر لینے سے کسی قوم یا فرد کے عابد خدا یا عابد ماسوا ہونے کا فیصلہ نہیں ہو سکتا اس کے مشرک یا موحد ہو جانے کا معاملہ طے نہیں ہو سکتا" فقط

الجواب۔ یہ تیسرا سوال مشرقی کے اقوال بد تر از بول اور اس کے زبوں حال پر ملال ہماکل

سے تعلق آیا ہے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے غالباً ہر سوال میں نئے نئے اقوال پیش ہوئے جس سے
معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کتاب ایسے ہی خبیث اقوال کا خزانہ ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اس کے اقوال
اسلام کو کفر کفر کو اسلام ٹھہراتے ہیں۔ ایمان کو از بیخ برکندہ کرتے اور مشرقی کے گڑھے ہوئے بے ڈول لاکھ
ہزار تفریں ولا حول مذہب کا نام اسلام پیش کرتے ہیں مسلمانوں کو کھلا کافر بت پرست مشرک بتاتے اتباع
واطاعت انبیاء کو شرک بت پرستی بتاتے ہیں۔ ان میں ارکان اسلام و شعائر دین و سنن سید المرسلین کے
ساتھ استہزا اور ان کی توہین مبین ہے۔ عبادتوں کے عبادت ہونے سے انکار، اسلام و مسلمین و علماء دین
و احکام شرعیہ متین پر بے طرح بوچھار ہے۔ اس کی کتاب میں ایسے اقوال ہیں جن کی کوئی تاویل صحیح نہیں ہو
سکتی جن پر مطلع ہو کر قائل کے کفر و عذاب میں شک و ارتیاب موجب کفر ہے۔ **والعیاذ باللہ تعالیٰ۔**

جو لوگ اس کے ان اقوال پر مطلع نہیں ہیں اس کی جماعت میں شریک ہو گئے ہیں ان پر ابھی الزام
نہیں۔ ہاں مطلع ہو کر پھر اس کی جماعت میں شریک رہیں گے تو ملزم ہوں گے اور اس کے کفر و استحقاق
عذاب میں بعد اطلاع شک کریں گے تو خود اسلام سے خارج ٹھہریں گے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ دین کی
اصل صرف توحید ہی مانتا ہے پھر عقل کا اتباع صرف جزئی کو درخت جانتا ہے اسلام کے شعائر و ارکان
و احکام کا مضحکہ اڑاتے ان کے ساتھ استہزاء کرتے ہوئے کہتا ہے "آج اسلام (کے) ختم ہو چکے ہیں۔"

اس کا خود ساختہ خود تراشیدہ مذہب جسے یہ اسلام بتاتا ہے وہ بھی قرآن سے معرا نہ ہوگا۔ اثباتاً و
نفیاً کچھ قرآن اس سے کہتا ہوگا اور خود اس کا دل بھی۔ تو کیا اس کے طور پر کوئی وہی ایسا کہہ سکتا
ہے کہ مشرقی کا اسلام اس کے اور اس کے متبعین کی شرمگاہوں میں گھس چکا ہے کہ انھیں ڈھیلے سے
صاف کریں یا پانی سے یا کپڑے سے یا کاغذ سے یا یوں ہی لتھڑا رکھیں۔ یہ لوگ اور ان کی عورتیں قبل جماع
بحال جماع بعد جماع یہ کریں یہ نہ کریں۔ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں یا نہ رکھیں ہر ایک کے لئے یا
خاص خاص کے واسطے یا کسی ایک شخص کے لئے انھیں برائے استمتاع پیش کیا کریں انھیں چھپائیں یا
کھلا رکھیں ہر ایک کو دکھائیں۔ موئے زیرناف رہنے دیں یا صاف کریں۔ کریں تو کب کتنے کتنے دن بعد
اور کس طرح کس کس چیز سے۔ حیض و نفاس والیاں کیا کیا کریں ان کے ساتھ کیا کیا جائے کیا نہ کیا جائے؟
اگر اس کا خود ساختہ دین اس سے بالکل معرا بحرف غلط ہو تو کیا اس کے دین کو کوئی ایسا کہہ سکتا ہے کہ اس کا
دین اس کی بی بی، ماں، بیٹی، بہن، بھتیجی، پھوپھی، خالہ، بھانجی اور بہو، سوتن کی اگلی پچھلی اور خود اپنی شرمگاہوں

میں گھس چکا ہے وہ اپنے متبعین کی مقعدوں اور فرجوں میں دھنسا ہوا ہے وہ زنا و لواطت اور حیض و نفاس اور بول و براز کی نجاست میں پڑا ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ خدا اسے اور اس کے متبعین اور اس کے اقوال کے قبول کرنے والوں کو توبہ کی توفیق دے۔ آمین واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۱ از بریلی محلہ مسئولہ ۱۴ صفر مظفر ۱۳۵۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین چند امور مندرجہ ذیل سوالات پر عمل کرنے والا کافر ہوگا یا نہیں؟

۱۔ قرآن حکیم آیت کریمہ ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمنا[1] کا صحیح مطلب کیا ہے مفسرین کی اس آیت کے متعلق کیا رائے ہے اور حدیث شریف سے کیا شہادت ہے؟ مفصل اور مدلل جواب کی ضرورت ہے۔

۲۔ کسی مسلمان کے خلاف نہ ہونا اور اپنے بڑے کا کہنا ماننا۔ ۳۔ سب ہمسایہ طاقتوں سے رواداری رکھنا ۴۔ مجاہدانہ اور سپاہیانہ قابلیتیں پیدا کرنا اور ورزش کرنا ۵۔ اللہ اور اسلام کی راہ میں ہر وقت اپنا مال و جان حتی کہ فرزندوں کو قربان کرنے کی طاقت پیدا کرنا ۶۔ پابندی وقت کرنا ۷۔ خدا کے سوا کسی طاقت سے خوف نہ کھانا ۸۔ روئے زمین کی بادشاہت اور اسلام کا اجتماعی غلبہ پیش نظر رکھنا ۹۔ روحانی جذبات کو پیدا کرنا شیطانی اور نفسانی جذبات کو کچل دینا ۱۰۔ خدمت خلق بغیر کسی اجرت کرنا ۱۱۔ نماز پر قائم رہنا اور باقی ارکان اسلام پر جاری رہنا ۱۲۔ صف میں برابر کھڑے ہو کر مسلمانوں کی اونچ نیچ کو برابر کرنا ۱۳۔ تمام غفلتوں اور سستیوں کو دور کرنا ۱۴۔ ہر مسلمان کو ایک کڑی میں جوڑ کر بنیان مرصوص بنانے کی سعی کرنا ۱۵۔ سننے والا اور عامل ہونے والا اور نہ کرنے والا نہ ہونا ۱۶۔ حتی الوسع مسلمانوں سے سودا خریدنا۔

الجواب آیت میں سلام یا بمعنی انقیاد ہے یا سلام سے مراد سلام تحیۃ اسلام ہے۔ شان نزول آیت یہ ہے کہ مرداس بن نہیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے۔ ان کی قوم مسلمان نہ ہوئی۔ اس قوم پر غازیان اسلام کو روانہ فرمایا گیا وہ ان کے آنے کی خبر سن کر بھاگ گئے۔ اور مرداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں باقی رہ گئے کہ اپنے اسلام سے اپنے آپ کو قتل سے بچالیں گے۔ جب غازیان اسلام کو دیکھا یہ اس خیال کہ یہ کوئی اور قوم ہو اپنی بکریاں لے کر پہاڑ پر چڑھ گئے۔ جب غازی وہاں تک پہنچے اور تکبیر کہی تو

[1] سورۂ نساء آیت ۹۴

انھوں نے بھی تکبیر کہی اور پہاڑی سے اترے اور کلمۂ شہادت پڑھا اور علیکم السلام کہا۔ اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انھیں قتل کردیا۔ یہ خبر حضور پرنور علیہ الصلوۃ والسلام کو پہنچائی گئی حضور نے فرمایا تم نے انھیں مال غنیمت کے لئے قتل کیا پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ آیت کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص ایسا جس کے اصرار علی الکفر سے تم ناواقف ہو اظہار اسلام کرے اسے قتل نہ کرو۔ اس کے قتل سے رکو یہاں تک کہ اس کے حال کی تحقیق کرکے اس پر وقوف پاؤ۔ اگر محض زبانی ہو جیسے منافقوں کا اظہار اسلام اور وہ سچے دل سے اسلام نہ لائے قابل قتل ہوگا اگر جزیہ نہ دے گا۔ اور اگر بعد تفحص یہ کھلے کہ وہ سچے دل سے اسلام لایا ہے تو وہ مسلمان ہے۔ ناحق اس کا قتل حرام اشد کبیرہ ہوگا۔ سیاق وسباق آیت دیکھو فرماتا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَتَبَیَّنُوْا وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَیْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۫ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِیْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ فَتَبَیَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا۱؎ اے ایمان والو جب تم جہاد کو چلو تو تحقیق کرلو اور جو تمھیں سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں۔ (یعنی جس میں اسلام کی کوئی علامت پاؤ اس سے ہاتھ روکو اس کے قتل میں جلدی نہ کرو۔ جب تک اس کا کفر ثابت نہ ہوجائے) تم جیتی دنیا کا اسباب چاہتے ہو تو اللہ کے پاس بکثرت غنیمتیں ہیں پہلے تم بھی ایسے ہی تھے (یعنی جب تم اسلام لائے تھے تو تمھاری زبان سے کلمۂ شہادت ہی نے تمھاری جان مال محفوظ کردیے تھے۔ تمھارا یہ اظہار اسلام نالائق اعتبار نہ ٹھہرایا گیا تھا) پھر اللہ نے تم پر احسان کیا تو تم پر تحقیق کرنا لازم ہے بے شک اللہ تمھارے کرتوت سے خبردار ہے۔

تفسیرات۲؎ احمدیہ میں حضرت عارف باللہ ملا احمد جیون قدس سرہ استاذ سلطان عالمگیر رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں۔ معنی الایۃ یایھا الذین اٰمنوا اذا ضربتم ای سرتم فی طریق الغزو فتبینوا ای اطلبوا بیان الامر وثباتہ ولا تقولوا لمن القی السلام الیکم لست مؤمنا والسلام ھو الانقیاد والتسلیم الذی ھو تحیۃ اھل الاسلام حال کونکم تبتغون بھذا القول عرض الحیٰوۃ الدنیا اعنی المال والغنیمۃ التی ھی سریع النفاد فعند اللہ مغانم کثیرۃ تغنیکم عن قتل رجل یظھر الاسلام ویتعوذ بہ من التعرض یعنی ان رجلا اذا القی الیکم السلام ویدعی الاسلام فلا تقتلونہ بل تقتلونہ لاجل متاع الدنیا وھو الغنیمۃ فلا تفعلوا کذلک بل توقفوا حتی تعلموا ایمانہ وقد انعم اکرم اللہ

۱؎ سورۂ نساء، آیت ۹۴ ، ۲؎ جلد ۲ صفحہ ... مطبوعہ ... بمبئی

تعالٰی بالغنائم الکثیرة لا احتیاج لکم الی غنیمة رجل مسلم وان تدعوا انه لا یوافق لسانه قلبه
کذٰلک کنتم من قبل ای اول ما دخلتم فی الاسلام سمعت من افواهکم کلمة الشهادة فحصنت
دمائکم واموالکم من غیر اطلاع علی مواطاة قلوبکم لالسنتکم فمن الله علیکم بالاستقامة و
الاشتهار بالایمان فافعلوا بالداخلین فی الاسلام کما فعل بکم فتبینوا فی ذٰلک ولا تبادروا الی
القتل وهٰذا مضمون الاٰیة بحسب ما ذکره فی المدارک وقال هو فی نزوله روی ان مرداس بن
نهیک اسلم ولم یسلم من قومه غیره فغزتهم سریة رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم
فهربوا وبقی مرداس لثقته باسلامه فلما رأی الخیل الجأ غنیمته الی مسرح من الجبل وصعد
فلما تلاحقوا وکبروا کبر ونزل وقال لا اله الا الله محمد رسول الله السلام علیکم فقتله اسامة
بن زید واستاق غنمه فاخبروا رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فوجد وجدا شدیدا
وقال قتلتموه ارادة ما معه ثم قرأ الاٰیة۔

حدیث میں ہے کہ حضور جب لشکر روانہ فرماتے فرمادیتے اگر تم مسجد دیکھو یا اذان سنو تو قتل نہ کرنا
آیت کا سباق و سیاق بتارہا ہے اور حدیث و تفسیر سب شاہد کہ آیت کا یہ مطلب نہیں کہ جو کوئی اسلام کا اظہار
کرے یا تم پر سلام کرے وہ مسلمان ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ یہود و نصاریٰ کوئی اہل کتاب
اگر کہے میں مومن ہوں تو اس کا اعتبار نہ کیا جائے گا کہ وہ اپنے دین ہی کو ایمان سمجھتا ہے۔ نہ کہ صرف السلام علیکم
کہنے پر اسے مسلمان سمجھ لیا جائے بلکہ اگر کلمۂ شہادت بھی پڑھے تو بھی اسے صرف اتنا نفع نہ دے گا جب تک
اپنے دین باطل کو باطل نہ کہے اور اس سے اظہار بیزاری نہ کرے۔ یوں ہی مدعیانِ اسلام سب اپنے آپ کو
مسلمان کہتے ہیں بلکہ اپنے آپ ہی کو مسلمان کہتے ہیں تو ان کا السلام علیکم کہنا کلمۂ شہادت پڑھنا اور
طرح طرح اظہار اسلام کرنا انھیں کیوں کر نافع ہوسکتا ہے؟ باوجود ان کے ان کفروں کے جنھیں انھوں
نے اسلام سمجھا ہے۔

آج بہت ہندو جب مسلمانوں سے ملتے ہیں السلام علیکم کہتے ہیں کیا وہ اس سے مسلمان ہو
جاتے ہیں؟ تحریف کلام مسلمان کا کام نہیں خصوصاً کلام الٰہی میں۔ یہ تو یہود کی صفت ہے جسے قرآن عظیم
میں فرمایا یحرفون الکلم عن مواضعه [1] بات کو اس کے محل اس کے موضع سے پھیرتے کہیں سے
توڑ کر کہیں جوڑتے ہیں۔ ولا حول ولا قوة الا باللہ۔ آیت کے یہ معنی ہوں تو جو کوئی بھی کسی مسلمان پر سلام

[1] سورۂ نساء آیت ۴۶

کہ مسلمان ہو جائے۔ حاشا، یہ دین اسلام کا حکم ہے۔ یہ عقل ہی کا مقتضی۔ بت پرست بتوں کو پوجتا ہے، مجوسی آگ کی پرستش میں مبتلا ہے۔ نصرانی تین خدا اور عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتا ہے۔ یہودی حضرت عزیر کو ابن اللہ کہتا ہے۔ اور اور کفریات کرتا ہے۔ پس مسلمان پر سلام عرض کرے اور پکا مسلمان۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

یوہیں رافضی قرآن کو قرآن منزل نہ بیاض عثمانی کہتا ہے، تغیر و تبدیل کمی بیشی کا قائل ہے۔ مولیٰ علی و اہل بیت کرام کو سوائے حضور علیہ الصلاۃ والسلام تمام انبیاء عظام سے افضل و اعلیٰ بلند و بالا بتاتا ہے۔ مولیٰ علی میں خدا کا معاذ اللہ حلول مانتا ہے۔ مولیٰ علی کو خدا جانتا ہے، جبرئیل امین کو نبوت رسالت پہونچانے میں خاطی و غلط کار ٹھہراتا ہے کہ خدا نے نبوت بھیجی مولیٰ علی کے لئے تھی جبرئیل نے معاذ اللہ غلطی کی کہ حضور کو دے گئے۔ دنیا میں رجعت اموات کا قائل ہے۔ خدا کو کہتا ہے کہ خدا ایک حکم دیتا ہے پھر معاذ اللہ پچھتا رہتا ہے، وغیرہ وغیرہ ہذیانات۔

وہابی۔ دیوبندی اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص کرتا ہے، امکان کذب باری ہی نہیں معاذ اللہ وقوع کذب کا قائل ہے۔ حضور کے علم کو شیطان کے علم سے کم بتاتا ہے، حضور کے علم کو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم جن میں کتا سور گدھا بھی داخل ہے کے علم سے ناپاک تشبیہ دیتا ہے۔ حضور کے لئے کہتا ہے کہ انہیں دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں بلکہ اپنے خاتمہ کا بھی حال معلوم نہیں، وہ معاذ اللہ مر کر مٹی میں مل گئے وغیرہ وغیرہ خباثات۔

قادیانی مرزا کو نبی اور مسیح مانتا ہے۔ قادیانی عیسیٰ کلمۃ اللہ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی طرح طرح توہین کرتا ہے۔ قادیانی کہتا ہے ع ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے، قادیانی قرآن کو جھٹلاتا ہے نبی کی تکذیب کرتا ہے، قادیانی انبیاء و رسل علیہم الصلاۃ والسلام کی توہین کرتا ہے، وغیرہ وغیرہ خرافات۔

یوہیں مشرقی اور اس کے اقوال بدتر از ابوال کو ماننے والا بکتا ہے کہ مشرقی نے عظیم الباب ہے تذکرہ ص ۵ پر کچی نبوت کہا۔ وہ بکتا ہے تذکرہ ص ۹۔ لوگ انبیاء کی وساطت سے قانون خدا کی تعمیل کرنے اور ان کو ذریعہ علم سمجھنے کے بجائے ان کے پیچھے لگ گئے فرقہ بندیاں بن گئے۔ خدا کو تسلیم کرنے اور مسلم بننے کے بجائے (؟) محمدی بن گئے ان کو سراہنا اور اپنے افعال اعمال میں بت بنا لینا جزو دین جانا۔ اس کا صاف کھلا مطلب ظاہر کہ جو مسلمان کہے جاتے ہیں یہ مسلمان نہیں ہیں یہ خدا کو تسلیم نہیں کرتے مسلمان نہیں بنے۔

انھوں نے خدا کو ماننے اور مسلمان ہونے کے بجائے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سراہنا اپنا جزو دین اور انھیں رب بنالیا یا ان کے متبع ہوئے۔ محمدی بن گئے تو مسلم نہیں مشرک ہوئے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

حضور کی اتباع اور حضور کے سراہنے اور حضور کے سنن پر عمل کرنے کو کفر و شرک بتایا اور خدا کو نہ ماننا ٹھہرایا۔ نماز، روزے، حج، زکوٰۃ ارکان اسلام اور شعائر دین اور سنن سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ استہزاء کرتا ہے۔ نماز وغیرہ فرائض کے عبادت ہونے کا انکار کرتا ہے، ہنود کی پوجاؤں سے انھیں ملاتا ہے، انھیں بے نتیجہ بے مطلب رسم بتاتا ہے، نماز کو اسلام زمانے پتھر کی پرستش کو کفر نہ جانے "بد کرموں مسلمانوں نے داڑھیوں قمیصوں مسواکوں ڈھیلوں کو اسلام سمجھ لیا" ص ۱ "حج جاتری نماز زکوٰۃ بہت وغیرہ وغیرہ سب کے سب بے مطلب رسوم اور بے نتیجہ شعار ہوگئے" ص ۳ "اگر آج اسلام کسی بڑی بڑی پگڑیوں والے مولوی حضرات یا گز بھر لمبی داڑھی والے فقیہوں کی کم نگہی کے باعث مسواکوں اور ڈھیلوں استنجاؤں پائجاموں اور عماموں اور داڑھیوں کے اندر گھس چکا ہے اگر اس کی اشد شدید حکمت اور مبلغ علم حیض ونفاس کے مسئلوں گردن مروڑی مرغیوں کی تشریحوں آمین بالجہر رفع یدین کی بحثوں پر ختم ہوچکے ہیں" ص ۹۱ "قرآن کی الصلوٰۃ صرف تو کرنا ہی وقت سلام ہے۔ مگر عبادت قطعاً نہیں" ص ۹۲ "اصل دین میرے نزدیک توحید ہے اور توحید قلوب کے اندر ہم بت شکنی کرتے رہنا ہے۔ یہی عبادت خدا ہے۔ صوم وصلاۃ حج وزکوٰۃ کو رسماً عادتاً یا تقلیداً ادا کرلینا یا کلمۂ شہادت کو بصحت تمام پڑھ لینا میرے نزدیک قطعاً کوئی عبادت نہیں" ص ۹۲ "پتھر کی رسمی پرستش یا خدا کے آگے رسمی سجدے کرلینے سے کسی قوم یا فرد کے عابد خدا یا عابد ماسوا ہونے کا فیصلہ نہیں ہوسکتا اس سے مشرک یا موحد ہونے کا معاملہ طے نہیں ہوسکتا" وغیرہ وغیرہ واہیات بکتا ہے۔ بس مسلمان پر فرض سلام کرے پکا مسلمان۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سلام نہیں اگر وہ دن رات کلمۂ اسلام رٹتا ہے اور سارے ارکان اسلام بجا لاتا ہے جب تک ان اقوال اور ان جیسے ہادم دین حق کُش اسلام اقوال بدتر از ابوال سے توبہ نہ کرے گا ہرگز مسلمان نہ ہوگا۔ پھر کس نے مشرقی اور اس کے متبعوں کی تکفیر ان سوختہ باتوں پر جو سوال میں مذکور ہیں کہ جس کے لئے فتویٰ طلب کیا جاتا ہے؟ یہ بھی وہی تحریف کلام ہے۔ مشرقی کے ان ہولناک نجس ناپاک اقوال پر تکفیر ہے۔ اور اس کے ماننے والوں پر اس شرط پر کہ اس کے ان اقوال بدتر از ابوال پر مطلع ہو کر اسے مسلمان جانیں، نہ ان مسلم

یہاں سوال ۳ امور (دو جو چھٹے سے سائل نے دکھائے آٹھ جملے گئے ہیں) کے ربط کا کیا مطلب ہے؟ جو کسی مسلمان کے خلاف نہ ہو تا ہے مسلمان سے واقعی مسلمان مراد ہے یا ہر مدعی اسلام قادیانی رافضی وہابی دیوبندی نیچری وغیرہ؟

بہر حال یہ ایک بیہودہ محض لغو ولایعنی باطل بے معنی بات ہے۔ شرعاً عقلاً ہر طرح۔ کہ ہر اختلاف سے تحرز نا ممکن۔ یہ جن کا اصول ہے وہ خود اس پر کبھی کاربند نہیں نہ ہو سکتے ہیں۔ جو مسلمان واقعی ہو اس سے بھی اختلاف کبھی شرعاً عقلاً ضروری ہو جاتا ہے۔ مگر غیر واقعی اور محض نام کے مسلمان سے۔ نام کے مسلمان سے واقعی مسلمان کا اختلاف تو ہر وقت ہے۔ اس وقت تک جب تک وہ نام کا مسلمان۔ سچا مسلمان نہیں بنا اس کے خلاف نہ ہونا کیا معنی؟ سنی مسلمان سے ہزارہا اختلاف ہو سکتے ہیں۔ عقائد میں نہیں اعمال میں۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر جو فرض ہے اس فرض کا ادا کرنے والا بے شمار بار بد اعمال لوگوں بد مذہبوں بد مذہبوں کے خلاف ہوگا۔ سیکڑوں اختلاف دنیوی ہو گئے ہیں۔ ہزاروں دعوی محض باطل ہوتے رہیں تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ باطل سے باطل بات کہنے والے مسلمان اور مدعی اسلام سے کبھی اختلاف نہ کیا جائے گا۔ ہر باطل و ناحق کو حق۔ غلط کو صواب۔ کذب کو صدق مانا جائے گا کہ ایسا نہ ہوگا تو مسلمان (اور مدعی اسلام نام کے مسلمان) کے خلاف ہوگا اور یہ خلاف ضابطہ خلاف قاعدہ خلاف اصول ہوگا۔ پھر مسلمان مسلمان سے ہزارہا اختلاف موجود ہیں۔ اور مسلمان اور نام کے مسلمان سے تو دینی اختلاف ہے اور اصول ٹھہرایہ کہ کسی مسلمان کے خلاف نہ ہوگا۔ تو بتایا جائے کہ کس طرح سب سے اتفاق ہوگا کسی سے اختلاف نہ ہوگا؟

مشرقی کے متبعین پہلے اس اصول سے بچیں لازم کردہ مسلمانوں سے خلاف نہ ہوں۔ مشرقی کے ادام اساس دین و ایمان ایسی کن مسلمان یقین کرنے میں مسلمانوں کے ساتھ اتفاق کریں۔ نیز ایک یہ خاکساری چھوڑیں۔ اور بیہودہ بات جو اس کے متعلق مسلمان کہتے ہیں ہاے مانیں۔ عزتیں اپنے چھوٹے اور بڑا ہونے کا بحیثیت اس کے کہ وہ مسلمان ہیں اور عزت علم و فضل یا مال و دولت کسی طرح مسلمان چھوٹے کا بحیثیت اس کے بھی کہ وہ بڑا ہے بڑے کا ہر کام ماننے کے متعلق بھی اسی طرح سمجھیں۔ کہ بجا اگر کسی نامہ جائزات کے لئے کہتا ہے تو ہرگز اس کا کہا ماننا نہ چاہئے۔ حدیث[1] میں ہے لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق اگر یہ عبارت یوں ہوتی کہ کسی سنی مسلمان کے بے سبب معقول اور بے وجہ مقبول

[1] جامع ترمذی جلد اول صفحہ ۔۔۔

خلاف نہ ہونا اور اپنے بڑے کا ہر جائز کہا ماننا " تو کوئی خرابی نہ ہوتی۔

اگر عبارت یوں ہوتی تو سائل کا مطلب نہ بنتا کہ سادہ لوح مجیب سے ایسے عبارت کے اس طرح ہوتے ہوئے جواب اپنے حسب مرضی ملنے پرا سے تو اپنی دستاویز بنانے کی امید تھی کہ مشرقی پر ڈھال سکے کہ فلاں مفتی صاحب نے فتوٰی دے دیا ہے۔ ہم ان کے فتوٰی سے مشرقی کا کہنا مانتے اس کے خلاف نہیں ہوتے ہیں۔ انھوں نے ہمارے اس اصول نمبر ۲ کو پسند کیا، مسلمان کے خلاف نہ ہونا اچھی بات ہے۔ بڑے کا کہنا ماننا عمدہ بات ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ لطف یہ کہ مشرقی کے طور پر اسلام کفر ہے اور سارے مسلمان کافر۔ اور اس کے قول سے خود وہ بھی مسلمان نہیں ٹھہرتا تو یہ اصول بے معنی ہے۔ ہاں وہ جو اس نے یورپی اقوام کے لئے کہا کہ وہ متقی اور محبوب خدا ہیں اگر ان کے خلاف نہ ہونا مراد ہے تو اس صورت میں بے معنی تو نہ ہوگا۔

نمبر ۲۔ اصول نمبر ۲ کا کیا مطلب ہے یعنی جو کچھ وہ کریں انھیں کرنے دینا چاہے الٹی چھری سے اسلام کو ذبح کریں اور کرتے رہیں۔ بابائے خلافت کی طرح صاف کہہ دیا کہ میں ہندو بھائی سے نہ لڑوں گا چاہے وہ میری ماں کو بے عزت کریں، چاہے وہ میرے قرآن کو پھاڑ ڈالیں۔ پھر سپہ میں مجاہدانہ اور سپاہیانہ قابلیتیں پیدا کرنا کس لئے؟ ہاں اگر ہم سایہ طاقتوں سے رواداری رکھی جائے اور یہ قابلیتیں اس لئے ہم کی جائیں کہ مسولینی اور ہٹلر کے ساتھ لندن و اسپین وغیرہ پر گولے برسائے جائیں۔ ہم پھینکے جائیں یا ملک سے باہر کہیں اور اپنے ہم سایہ طاقت کانگریس کے ساتھ افغانستان و ترکستان و عراق وغیرہ پر یا ہندوستانی ریاستوں پر جہاد کرنے کا خیال ہے والعیاذ باللہ تعالٰی ہم سایہ طاقتوں سے تو رواداری برتی جائے گی وہ اسلام کے ساتھ کیسی ہی کچھ عداوتیں ظاہر کریں اس کی بیخ کنی میں دقیقہ اٹھا نہ رکھیں پھر بھی ہر وقت اپنا مال و جان حتی کہ فرزند و زن قربان کرنے کا موقع۔ انا للہ اسلام کی راہ میں کب ہوگا؟ کیا وہی مشرقی کے متقی اور محبوب خدا لوگوں اور اس کے گھڑے ہوئے اسلام کی راہ میں؟ کہ ہمارے اسلام کو تو اس کے اقوال کفر بتاتے ہیں۔

مسئلہ ۲۲ از محلہ ملوک پور مسئولہ اختر یار خاں [illegible] وقت صبح بار دوم بعد مغرب از ذخیرہ مرسلہ محمد علی صاحب پسر مولوی مسعود علی صاحب بدست رضا حسن خاں صاحب رام پوری خویش محمد اسحٰق صاحب مرحوم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ ہم مذہب اہل سنت و جماعت ان تمام عقائد سے جو ہمارے مذہب اور عقائد کے خلاف ہیں بیزار ہیں بیزار رہیں گے اس حالت میں اگر ہم ایک جماعت خاکساران طیار کریں اور اس میں شریک ہوں اور خاکساران میں جو ناظم اعلیٰ ہو اس کے اصول میں باستثناء اس کے عقائد کے اس کا اتباع کریں ایسی صورت میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا ذخیرہ کے سوال میں جس عبارت پر خط کر دیا گیا ہے اس کی بجائے یہ عبارت ہے خاکساران میں جو ناظم اعلیٰ ہو اور وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو۔

الجواب جو کوئی ادعائے اسلام کرتا ہے اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو ضروری نہیں کہ وہ فی الحقیقت مسلمان ہو۔ خصوصًا اس زمانۂ قرب قیامت میں۔ قرب قیامت تو حالت یہ ہوگی کہ حدیث میں فرمایا صبح کرے گا اس حال میں کہ مسلمان ہوگا شام اس حال میں کرے گا کہ کافر ہوگا۔ شام کو مسلمان ہوگا صبح کافر ہو جائے گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ قرآن عظیم کا ارشاد ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ عہد شریف حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ایک منافق مذہب کہ پھر منافقوں کا بیج مارا گیا ہو۔ بیرزین منافق ہے اور آج تو وہ اس کثرت سے ہیں جن کا شمار غالی جانے۔ مشرقی کے طور پر تو اسلام کفر ہے اور مسلمان سب کافر اور وہ بھی اس گرے ہوئے اسلام پر بھی مسلمان نہیں ٹھہر سکتا اس کے اقوال چھپے ہوئے نہیں چھپے ہوئے ہیں ان پر مطلع ہوتے ہوئے سوال میں یہ لکھنا کہ وہ ناظم اعلیٰ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو بہت ہی عجیب ہے خصوصًا اس عبارت کے ساتھ کہ ان تمام عقائد سے جو ہمارے مذہب اور عقائد کے خلاف ہیں۔ اپنے آپ کو مسلمان کہہ دینے سے کوئی شخص باوجود اپنے کفریات پر اصرار کے مسلمان ٹھہر جاتا ہے اور اس کے کفریات مٹ جاتے ہیں۔ مگر یہ قرآن کے خلاف ہے ابھی اوپر آیت ذکر ہوئی کہ بعض لوگ ہیں وہ کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ اور قیامت پر حالانکہ وہ مسلمان نہیں۔ وہ اللہ اور مسلمانوں کو فریب دینا چاہتے ہیں اور اللہ کو فریب نہیں دے سکتے ہیں مگر اپنی جانوں کو اور انھیں اس کا شعور نہیں۔

اللہ سچا اور اس کا کلام سچا۔ تو محض ادعائے اسلام اس کے کام نہیں آسکتا۔ جو سنی مسلمان اپنے دین و مذہب پر قائم رہتے ہوئے کسی کافر سے اگرچہ وہ کیسا ہی اظہار محبت و صداقت کرتا ہو جو موالات کرے گا اگرچہ فقط اتنا ہی کہ اس کا حلیف بنے بحکم قرآن و حدیث شدید گنہگار ہوگا خصوصًا مرتد سے اگرچہ وہ اسلام کا مدعی ہو کر مرتد

ما سورۂ بقرہ رکوع ۲

ے تو نری معاملت بھی حرام ہے۔ تو کسی کافر خصوصاً مرتد کو والی بنانا اس کے ہاتھوں پٹنا اسے سربراہ کار کرنا کیا اشد حرام ہوگا؟ یہ تو موالاۃ صوریہ کا حکم ہے اور اگر معاذ اللہ حقیقیہ ہو جب تو آفت بہت سخت ہے۔ اس لیے کہ قرآن عظیم کا ارشاد ہے ومن یتولہم منکم فانہ منہم اور فرماتا ہے لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ اور فرماتا ہے ولو کانوا یؤمنون باللہ والنبی وما انزل الیہ ما اتخذوھم اولیاء۔

حرمت موالات کفار کی آیات بہت کثیر ہیں یہاں دو تین آیتیں ذکر کی جاتی ہیں فرماتا ہے یٰایہا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزوا ولعبا من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم والکفار اولیاء واتقوا اللہ ان کنتم مؤمنین ۝ اے ایمان والو انہیں جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی کھیل ٹھہرا لیا جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور سب کفار ان میں کسی کو حبیب نہ بناؤ ولی مددگار نہ ٹھہراؤ اور اللہ سے ڈرو اگر تم مسلمان ہو۔ اور فرماتا ہے یٰایہا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواھہم وما تخفی صدورہم اکبر قد بینا لکم الاٰیٰت ان کنتم تعقلون ۝ اے مسلمانو اپنے غیروں سے کسی کو رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری نقصان رسانی میں کمی نہ کریں گے تمہارا مشقت میں پڑنا ان کی دلی تمنا ہے۔ دشمنی ان کے منہوں سے ظاہر ہو چکی اور وہ جو ان کے سینوں میں دبی ہے اور بڑی ہے۔ بے شک ہم نے تمہارے لئے نشانیاں صاف بیان فرمادیں اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ بشر المنٰفقین بان لہم عذابا الیما ۝ الذین یتخذون الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین ایبتغون عندہم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا ۝ منافقوں کو عذاب الیم کی بشارت دے جو مسلمانوں کے سوا کافروں کو مددگار بناتے ہیں۔ کیا کافروں کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں تو عزت تو ساری اللہ کے لئے ہے اسی کے قبضہ میں ہے۔

تفاسیر دیکھئے تفسیر ابن جریر میں پہلی آیت کے نیچے ہے لا تتخذوھم ایہا المؤمنون انصارا واخوانا وحلفاء فانہم لا یالونکم خبالا وان اظہروا لکم مودۃ وصداقۃ۔ اے مسلمانو کافروں کو مددگار یا بھائی اور حلیف نہ بناؤ وہ تمہاری ضرر رسانی میں کمی نہ کریں گے اگرچہ دوستی اور پیار ظاہر کریں۔ تفسیر کبیر میں امام فخر الملۃ والدین رازی زیر آیۂ ثانیہ تحریر فرماتے ہیں۔ ان المسلمین کانوا یشاورونہم فی امورہم ویوانسونہم لما کان بینہم من الرضاع والحلف ظنا منہم انہم وان خالفوہم فی الدین فہم ینصحون

[illegible]

الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین اور اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھ۔ تفسیرات[1] احمدیہ میں ہے القوم الظلمین یعم المبتدع والفاسق والکافر والقعود مع کلھم ممتنع حدیث میں فرمایا لا تجالسوھم حدیث میں مبتدع کے بارے میں فرمایا من اعرض عن صاحب بدعة بغضا لہ ملأ اللہ قلبہ امنا وایمانا ومن انتھر صاحب بدعة امنہ اللہ تعالٰی یوم الفزع الاکبر ومن اھان صاحب بدعة رفعہ اللہ فی الجنة مائة درجة ایک حدیث میں ہے من سلم علٰی صاحب بدعة او لقیہ بالبشر او استقبلہ بما یسرہ فقد استخف بما انزل علٰی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وصحبہ وسلم۔ اور حدیث میں ہے اذا لقیتم صاحب بدعة فاکفھروا فی وجھہ منافق کے لئے حدیث میں ارشاد ہوا۔ لا تقولوا للمنافق سیدًا فان یکن سیدکم فقد اسخطتم ربکم منافق تو منافق فاسق کی تعظیم حرام ہے۔ حدیث میں ہے اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتز لذلک العرش۔

تو کسی مرتد کے ساتھ دوستی محبت اس کی اطاعت اس کی نصرت اس سے استعانت اس سے مشاورت اس سے موانست وملاطفت اس سے خواہش غلبہ وحرمت اس کے ساتھ عوام نہیں خواص مسلمین سے بھی بالاخص الخواص کی سی معاشرت اسے رازدار سربراہ کار بنانا ہی نہیں اس کے ہاتھوں پڑنا اس کے ہاتھ میں اپنی گردنیں دے دینا اسے والی وامام ماننا کیسا اشد ظلم اور اشد حرام اخبث واشنع کام ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

آیات کریمہ واحادیث وتفسیر کے یہ ارشادات دیکھنے کے بعد سچے دل سے خدا کی طرف رجوع کرکے دل پر ہاتھ دھر کے کہو کیا وہ جس نے کہا کہ لوگ انبیاء کی وساطت سے قانون خدا کی تعمیل کرنے اور ان کو ذریعہ علم سمجھنے کی بجائے ان کے پیچھے لگ گئے فرقہ بند بن گئے خدا کو تسلیم کرنے مسلم بننے کے بجائے ولی قولہا محمدی بن گئے۔ ان کو سہارا بنا، ان کو اپنے افعال واعمال میں بت بنالینا جزو دین بلکہ اسلام کو شرک ٹھہرا کر انبیاء کی اطاعت ومحبت ان کے سامنے کو بت بنالینا اسے شرک بتا کر خدا کی تسلیم سے اسے انکار اور سارے مسلمانوں کو بنام مسلم مشرک کافر صراحۃً بتا کر، خود کافر مرتد ہوا یا نہیں، مبتدع نہیں فاسق کے متعلق اوپر حکم معلوم ہو چکا۔ تو خود بتاؤ کہ ایسے شخص کو والی وامام بنانے والا کیسا ہوگا؟

کیا وہ جس نے نماز اور ارکان اسلام کے متعلق یہ کہا کہ صوم وصلاۃ حج وزکوٰۃ کو رسما یا ماننا یا تقلیدًا

[1] مشکوٰۃ ص ۱۳ ، ۲ ص ۴۲۷ مطبوعہ اصح المطابع کراچی

ادا کر لینا یا کلمۂ شہادت کو صحت تمام پڑھ لینا میرے نزدیک قطعاً کوئی عبادت نہیں۔" اور کہے "قرآن کی نماز
تو کسی خاص وقت پر سلام ہے (الی قولہ) مگر عبادت قطعاً نہیں۔" اور جس نے کہا کہ "صلوٰۃ کا مفہوم چوراہوں پر حرام خوری کے
لئے ہر وقت سلام کرتے رہنا یا قبلہ رو کھڑے ہو جانا یا مؤدب سرو قد ہو جانا پرلے درجے کی بدمعاشی
ہے۔" اور جس نے کہا ہے "جس طرح کسی آقا کی ملازمت میں وقت کی تخصیص نہیں ہوتی اسی طرح عبادت
بھی وقت سے جدا ہے۔" نیز "الصلوٰۃ صرف ایک خاص وقت پر سلامی اور سلام ہے بجائے خود عبادت نہیں۔"
نیز جس نے کہا ہے "پتھر کی رسمی پرستش یا خدا کے آگے رسمی سجدے کر لینے سے کسی قوم یا فرد کے عابد خدا یا
عابد ماسوا ہونے کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔" "اس سے مشرک یا موحد ہونے کا معاملہ طے نہیں ہو سکتا۔" نیز کہا "اگر کوئی
فرد یا قوم اپنے اعمال میں خدا کے احکام پر چل رہی ہے لیکن رسماً یا عادتاً یا رواجاً کسی بت کی پتھر کی شکل کے
آگے ماتھا ٹیک رہی ہے تو وہ در حقیقت خدا کی عابد ہے۔" نیز جس نے کہا ہے "اسلام کا منشا گو شروع سے ایک
ایک سچے رہنما کے اصول پڑھ کر سنت کا اعتقاد رہتا قرآن کا ایک ایک حرف پڑھ کر دیکھ لو کس رہبانیوں کا مستقر
رہنما پیروں کی پرستش قبروں تک عبادت پھر نماز کی اور استخاروں کو دین بنا دینا وغیرہ فی الحقیقت ناروا اور
بے دلیل باتیں ہیں بلکہ پیر صلی اللہ ... شخص کو ان سے احتراز کرنے کے سوا چارہ نہ تھا۔"

خود بتاؤ کہ یہ شخص نیچری کس اسلام اشد تعصب سے دائم ہوا یا نہیں؟ اور جو ایسا ہو اسے خود سمجھو کہ کیسے مطاع
ٹھہرا، اپنے سیاہ و سپید کا اختیار دیا گیا ہے؟ کیا اسلام دشمنی، مسلم نیچری کی اس کے منہ سے ظاہر نہ ہو چکی کیا
اس نے رکوع، اسلام ارکان و شعائر دین اور سنن سید المرسلین کے متعلق کیا اس سے آشکارا نہ ہوا کہ اس
نے تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنا لیا؟ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجود اصرار بسیار کہ بے
اس کے کام نہ چلے گا ایک کافر کو محرری کا عہدہ دینے پر راضی نہ ہوئے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ
عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی میرا ایک محرر نصرانی ہے فرمایا تمہیں
اس سے کیا تعلق خدا تمہیں سمجھے کیوں نہ کسی کھرے مسلمان کو محرر رکھا کیا تم نے یہ ارشاد الٰہی نہ سنا اے
ایمان والو یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ میں نے عرض کیا اس کا دین اس کے لئے ہے مجھے تو اس کی محرری سے
کام ہے۔ اس پر ارشاد فرمایا کہ میں ان کافروں کو گرامی نہ کروں گا جب کہ اللہ نے انہیں خوار کیا، نہ انہیں عزت
دوں گا جب کہ اللہ نے انہیں ذلیل کیا، نہ انہیں تقرب دوں گا جب کہ اللہ نے انہیں دور کیا۔

جب حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر عرض کیا کہ بصرہ کا کام بے اس کے نہ چلے گا۔

اس پر فرمایا مات النصرانی والسلام یعنی فرض کرو کہ وہ نصرانی مر گیا اب اس کے بعد کیا کروگے جو اس وقت کروگے وہ اب کرو، کسی مسلمان کو مقرر کرکے اس سے بے پرواہ ہو جاؤ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری کو ایک فرمان بھی تحریر فرمایا تھا جس میں ہے نص لا تأمنوهم وقد خونهم الله ولا ترفعوهم وقد وضعهم الله ولا تعزوهم وقد اذلهم الله بان يعطوا الجزية عن يد وهم صاغرون۔ ہمیں جائز نہیں کہ کافروں کو امین بنائیں حالانکہ اللہ تعالیٰ انھیں خائن بتاتا ہے یا ہم انھیں رفعت دیں حالانکہ اللہ نے انھیں پستی دی یا انھیں عزت دیں حالانکہ ہم کو حکم فرمایا گیا کہ کافر ذلت و خواری کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جزیہ پیش کریں۔

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کافر نصرانی کو باوجود اصرار محرری نہیں دیتے اسے حرام فرماتے ہیں کہاں یہ اور کہاں یہ کہ آج ایسے شخص کو جو اسلام و مسلمین کا بیخ کن ہے ان کا ایسا دشمن پر فن ہے جس کے شر سے دشمنی بار بار ظاہر و آشکار ہو چکی، جو اسلام کو کفر کفر کو اسلام ٹھہراتا ہے اسے اپنا والی اپنی جانوں کا مختار بنانا چاہا جاتا ہے۔ کہ اس کے عقائد سے بیزار ہیں۔ بیزار رہیں گے مگر اپنی جانیں اس کے سپرد کیوں نہ کر دیں۔ انا لله وانا اليه راجعون ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ اس کا جواب بھی حضرت سیدنا الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد سے ہو لو۔ کہ اس کے عقائد سے ہم بیزار ہیں بیزار رہیں گے یعنی اس کے عقیدے اس کے لئے ہیں ہمیں تو اس کی تحریک سے کام ہے۔ پھر لطف یہ کہ اس کی تحریک مذہبی تحریک ہے۔ اسے زبردستی یہ کہا جاتا ہے کہ وہ مذہبی نہیں۔ اس کا انکار آفتاب کے انکار سے زیادہ بدتر ہے۔ اس کی کتابیں پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ یہ تحریک مذہبی ہے۔ اس نے ایک اسلام اور گڑھا ہے۔ جسے رواج دینا چاہتا ہے۔ اور اس اسلام کو کفر ٹھہراتا ہے۔

بہت کثیر عبارات اس کی ایسی پیش کی جا سکتی ہیں اس وقت صرف ایک ہی عبارت پیش کی جاتی ہے۔ جو بات بالکل واضح کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ خاکسار تحریک خالص مذہبی تحریک ہے۔ اور اس نے اپنا دین اپنا عقیدہ اپنا مذہب بھی کھول کھول کر بتایا ہے۔ اور چودہ ۱۴ اصول میں بھی اسے رکھا ہے اگرچہ وہاں لفظ دین و مذہب و عقیدہ نہیں لکھا ہے۔ تحریک چودہ ۱۴ نکات سے بھی ایک عبارت پڑھ لیجئے:

(۱) قرن اول یا قرون اولیٰ کا عمل اسلام ہی صحیح اسلام ہے خاکسار سپاہی رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریق عمل کے سوا کسی شے کو دین اسلام نہیں سمجھتا۔

(۲۳) مولوی کا آج کل کا بنایا ہوا راستہ غلط ہے خاکسار سپاہی اس غلط مذہب کو صفحۂ زمین سے مٹانے
اور اس کی جگہ نبوی اسلام پھر رائج کرنے کے لئے اٹھا ہے ــــــــ ہے۔ جب وہ تحریک مذہبی ہے
اور سپاہی اس کو رواج دینے کا پابند اور حلف نامہ یا عہد نامہ جو ہے وہ جب یہ سب کچھ دیکھ کرے گا تو کیوں کر
اس کے دین اور مذہب سے علیحدہ رہ سکے گا۔ اور اگر کوئی بالفرض بے دیکھے بھالے بے سوچے سمجھے دستخط
کرے گا تو بعد علم اگر رہے گا تو کیسے اس کے دین سے علیحدہ رہے گا اس کا دین تو اسی عمل کا نام ہے جو سپاہی
اس کی تصریحات بے شمار ہے یا آشکار۔ جو مشرقی کے گروپ میں شریک ہوگا شریعت کو چھوڑ دے گا بلکہ
عقل سے بھی کوئی واسطہ نہ رکھے گا جب کہ اس کے اقوال پر مطلع ہو کر شرکت کرے گا کہ بیخ کنی اسلام و
مسلمین سے خدمت ایمان دوستی کی امید باندھے اور اسے بلکہ اسی کو اس کا اہل جاننے والے ایسے ہی
ہیں جیسے پہلے گاندھی کی آندھی میں پتنگ کی طرح اڑتے پھرنے والے مسٹر یکیس مسلمانوں کا ماوی و ملجا
وارد مسیحا مردہ قوم کو جلانے والا۔ آب چشمۂ حیوان پلانے والا۔ فخر قوم بڑا کہلانے ڈالنے والا رحمت خدا
انہیں کہ مبعوث من اللہ کہ یا القوۃ مسعود مانگتے اور یہ لکھنے والے کہ ہمیں امید ہے ہم کامیاب ہوں گے
ضرور۔ کریں ہماری مدد پرماتما گاندھی۔ بجائے خطبہ جمعہ گاندھی کی مدح کے گیت گانے والے اسے مقدس
ذات ستودہ صفات کہنے والے اس کی مدح میں ایسے جوش گانے والے حمد الٰہی کا مصرع اس کی مدح میں
پڑھنے والے، یہ شعر گانے والے ؎

تو بیت کوئی کہ ستان کی یہ نادرست ۔۔۔ خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست

جب گاندھی کی آندھی کا گرد و غبار بکرم کردگار دفع ہوا اور آنکھیں کھلیں اور اپنی تدبیروں کی حالت اور
سراسر نقصان نظر آیا اور سمجھے کہ ہم تو ایسے عظیم جال میں پھنسنے لگے تھے۔ اور ہمارے حلیف دراصل ہمارے
دشمن تھے۔ وہ ہمارے وطن نہ تھے بلکہ ہمارے خون کے پیاسے تھے۔ جنہوں نے ہمیں سبز باغ دکھلا کر
اس طرح ہم کو ایسا بھی نہ کھلایا بلکہ سراپا ہمیں چوس کر گوشت کی ہڈی کی طرح پھینک دیا۔ جب یہ بھیانک سیاہ
رات کی تاریکی دور ہوئی اور خدا نے نور کا تڑکا کیا اور آنکھ کھلی تو دیکھا کہ اس وقت ہماری عشق بازی کسی کالی بلا
کے ساتھ تھی جیسا جب ہے تو بڑا افسوس کرداروں کی طرح آنکھیں بند کرکے ہم دھند اتباع اطاعت محبت کا
تیر ہوگا تاریکی دور ہونے دو اور نور کا تڑکا ہونے دو پھر دیکھا جاتا ہے کہ صبح ہوئی ہے اور معلوم ہو جائے گا۔

بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت ۔۔۔ کہ باکہ باختہ عشق در شب دیجور

سامنے کر دیا۔ تو میں اسے اور جو کچھ اس میں تا قیامت ہونے والا ہے سب کو ایسا ملاحظہ فرما رہا ہوں جیسے اپنی اس کف دست مبارک کو دیکھ رہا ہوں۔

عمرو نصوص دیکھے اور اپنے باپ دادوں سے یا تو قف سے مانتا ہے اور زید ہے قید جو کہتا ہے میں اس کو بالکل نہیں مانتا اس سے اس کی مراد مطلقاً انکار از علم غیب نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم ہے کہ حضور کے لئے کسی قدر بھی علم غیب بعطاء الٰہی نہیں مانتا۔ اگر یہ مراد تو یہ تو قرآن عظیم کی آیات کا انکار ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اور نبی کے تو معنی ہی ہیں غیب کی خبریں دینے والا۔ بہت عجیب ہیں کہ حضور نے دوسروں کو بتلائے بعض غیوب کے علم کے بغیر تو آدمی مسلمان ہی نہیں ہو سکتا تو ہر مومن کو بعض علم غیب بعطائے خداوندی پھر بعطائے نبوی ہے جیسے فرشتے۔ حور و غلمان جنت نار وہاں کے بعض بعض احوال و اہوال بعض حالات قیامت۔ کوثر۔ صراط۔ میزان وغیرہ وغیرہ وغیرہ۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ میں یہ نہیں مانتا کہ حضور بمثال کف دست ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ تو حدیث دیکھے اور اپنا عقیدہ درست کرے انکار سے توبہ کرے۔ کسی چیز کا اقرار جس طرح خود نہیں کیا جا سکتا یوں ہی من عند نفسہ انکار بھی تو نہیں ہو سکتا اس نے انکار کیا۔ توبہ کرے۔

یونہی اس نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی حیات طیبہ سے انکار کیا اس سے توبہ کرے۔ حدیث میں فرمایا ان اللہ تعالیٰ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ میں اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں: بدرست کہ خدائے تعالیٰ حرام گردانیدہ است بر زمین خوردن بدنہائے پیغمبراں را پس پیغمبر خدا زندہ است بحقیقت حیات دنیاوی تا آنکہ روزی دادہ می شود الخ۔ جلد اول ص ۵۷۳ فصل ثالث اس سے اوپر فصل ثانی میں فرمایا ص ۵۷۳ قال ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء گفت آں حضرت بدرست کہ خدا حرام گردانیدہ است بر زمین تنہائے پیغمبراں را کنایت است از حیات چناں کہ صریح در فصل ثالث از حدیث ابی الدرداء بیاید و حیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس را در وے خلاف نیست حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی چناں کہ شہدا را است ودریں حدیث کہ فرمود ان اللہ تعالیٰ حرم علی الارض اجساد الانبیاء اشارت است بداں اگرچہ دریں باب کہ عرض صلاۃ و وصول علم و ادراک ست حیات روحانی نیز کافی است ولیکن مذہب ہماں ست کہ گفتہ شد و تحقیق ایں مسئلہ و دفع ایں شبہ در رسالہ ست بہ جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب کردہ شدہ است از آں جا باید جست۔

امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فتاویٰ حدیثیہ میں حضرت ابن عربی سے تائیداً نقل کرتے ہیں لا

ے فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۱۲ ے مشکوٰۃ ص ۱۲۱

یمنع رؤیۃ ذات النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بروحہ وجسدہ لانہ وسائر الانبیاء احیاء ردت الیہم ارواحہم بعد ما قبضوا واذن لہم فی الخروج من قبورہم والتصرف فی الملکوت العلوی والسفلی ولا مانع من ان یراہ کثیرون فی وقت واحد لانہ کالشمس واذا کان القطب یملأ الکون کما قال قال التاج ابن عطاء اللہ فما بالک بالنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا یلزم من ذلک ان الرائی صحابی لان شرط الصحبۃ الرؤیۃ فی عالم الملک وھذہ رؤیۃ وھو فی عالم الملکوت وھی لا تفید صحبۃ والا لثبتت لجمیع امتہ لانہم عرضوا علیہ فی ذلک العالم فرآھم ورأوہ کما جاءت بہ الاحادیث واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۲ از مئی تال مسئولہ قاضی ظفر اللہ خاں گھڑی ساز بڑا بازار [illegible]

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں۔

(۱) زید داڑھی منڈاتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اگر محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی اس زمانہ میں ہوتے تو وہ بھی داڑھی منڈانے کا حکم دیتے۔

(۲) تذکرہ میں یہ کہتا ہے کہ پیغمبر کی حیثیت بیک لیڈر کی ہے جیسا کہ اس زمانہ کا گاندھی لیڈر اپنے زمانہ کے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی ایسے لیڈر تھے۔

(۳) زید مذکورہ بالا برج بھی کھیلتا ہے یعنی تاش پر روپیہ کی بازی لگا کر کھیلا جاتا ہے جس میں کافی روپیہ کی ہار جیت ہوتی ہے آیا یہ برج شرعاً قمار یا جوا ہے؟ نیز الف زید مذکور ماہ رمضان المبارک میں بازار اور شارع عام پر سگریٹ پیتا ہوا نکلتا ہے اور پردہ کو غیر ضروری خیال کرتا ہے نیز نماز کا بھی پابند نہیں ہے۔ اب ایسے شخص کو ممبری میونسپل بورڈ ڈسٹرکٹ بورڈ اسمبلی وغیرہ جس سے مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی اغراض وابستہ ہوں مسلمانوں کا نمائندہ بنا کر بھیجنا اور اس کو ووٹ دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں، بحوالہ کتب فقہ واحادیث نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ جواب مرحمت فرمایا جاوے۔ بینوا بالتفصیل توجروا بالاجر الجزیل۔

الجواب داڑھی شعار اسلام ہے تمام انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی سنت کریمہ ہے زید نے وہ کلمہ کہا حضور علیہ التحیۃ والثناء پر افترا کیا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کسی چیز کے لئے اپنے پہلے حکم کے خلاف حکم دیتے داڑھی منڈانا شعار کفار ہے۔ رکھنا شعار اسلام۔ شعار اسلام کو مٹے اور وضع کفار کو اختیار کرنے کا حکم دیتے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ کفار کی وضع پسند فرماتے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اس نے دوسرا کلمہ شنیعہ قطعیہ خبیثہ لعینہ کفریہ بکا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی توہین کی۔ والعیاذ باللہ تعالٰی اس پر اس عظیم جبل وبال کے ہوتے

ہوئے پھر اس کا دامن اور تصویروں کے نیچے دبا ہونے کا کیا ذکر کہ وہ جوا کھیلتا ہے ضرور وہ حرام ہوا اسی
سے رمضان المبارک میں شارع عام پر سگریٹ پیتا ہے روزہ کو غیر ضروری خیال کرتا ہے اور ان سب میں
بڑھ کر یہ کہ نماز کا پابند نہیں بالجملہ ایسے شخص کو دخیل کار و سربراہ کار بنانا حرام ہے۔ قال تعالٰی
یٰایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا الاٰیۃ وقال تعالٰی لا تتخذوا عدوی
وعدوکم اولیاء۔

تفسیر مدارک میں فرمایا ای لا تتخذوھم اولیاء تنصرونھم وتستنصرونھم وتواخونھم و
تعاشرونھم معاشرۃ المؤمنین۔ تفسیر کبیر میں ہے المراد ان اللہ تعالٰی امر المسلمین ان لا یتخذوا الحبیب
والناصر الا من المسلمین اسی میں ہے لا تتخذوھم اولیاء ای لا تعتمدوا علی الاستنصار بھم ولا تتوددوا
الیھم تفسیر علامہ ابو السعود و فتوحات الٰہیہ میں ہے نھوا عن موالاتھم لقرابۃ او لصداقۃ جاھلیۃ و
نحوھما من اسباب المصادقۃ والمعاشرۃ وعن الاستعانۃ بھم فی الغزو وسائر امور الدینیۃ نیز کبیر
میں زیر آیۃ شریفہ یایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم الاٰیۃ ان المسلمین کانوا یشاورونھم
فی امورھم ویؤانسونھم لما کان بینھم من الرضاع والحلف ظنا منھم انھم وان خالفوھم فی الدین فھم
ینصحون لھم فی اسباب المعاش فنھاھم اللہ تعالٰی بھذہ الاٰیۃ عنہ اھ ایسے شخص کو والی امور بنانا
اس کے سپرد اپنے دینی دنیوی کام کرنا حرام ہے۔ قال تعالٰی انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا
الاٰیۃ ایسا شخص تو ایسا شخص فاسق مسلمان کی تعظیم و تقدیم بے عذر معقول و مقبول ناجائز۔ علماء فرماتے
ہیں لو قدموا فاسقا یاثمون لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً اسے ووٹ دینا
اس کی مدد کرنا اور یہ اس لئے ہے کہ اسے اپنا ناصر و معین مددگار یار و یاور ٹھہرانا ہے اور یہ سب حرام علماء
اعلام ائمہ کرام کی عبارت سے واضح۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

[illegible]

کتاب الطہارۃ

مسئلہ ۱ ازقصبہ سیواہی ضلع گورکھپور مرسلہ جناب مولوی ظہور الحق صاحب قادری مہتمم مدرسہ دارالاشاعت۔
صاحب بہار شریعت نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر حوض دہ در دہ سے چھوٹا ہے اور کسی شخص نے اس حوض میں بلا دھوئے ہوئے ہاتھ وغیرہ ڈال دیا تو اس پانی سے وضو درست نہیں ہوگا مگر زید کہتا ہے کہ مسئلہ مذکورہ بالا صاحب بہار شریعت نے غلط تحریر فرمایا ہے اور فتاوی قاضی خان جلد اول وغیرہ سے عبارت مندرجہ ذیل صاحب موصوف کے خلاف اور اپنے دعوی کے اثبات میں پیش کرتا ہے (۱) جلد فتاوی قاضی خان بحاشیہ عالمگیری ص۱ المحدث او الجنب اذا ادخل یدہ فی الاناء للاغتراف ولیس علیھا نجاسۃ لایفسد الماء وکذا اذا وقع الکوز فی الحب فادخل یدہ فی الحب الی المرفق لاخراج الکوز لایصیر الماء مستعملا اھ پس التماس ہے کہ صاحب بہار شریعت حق پر ہیں یا زید کا دعوی حق ہے؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب زید غلط کہتا ہے۔ بہار شریعت میں مسئلہ صحیح لکھا ہے فتاوی امام قاضی خان کی عبارت بہار شریعت کے مخالف نہیں۔ بہار شریعت کا مطلب یہ ہے کہ بے ضرورت دہ در دہ سے کم گھڑے چھوٹے پانی میں ہاتھ ڈال دے گا تو مستعمل ہو جائے گا اور فتاوی قاضی خان کا مطلب یہ ہے کہ اگر ضرورت سے ڈالے گا تو مستعمل نہ ہوگا یہ دونوں صحیح ہیں۔ ایک دوسرے سے معارض نہیں اگر زید اس عبارت کے آگے یہ لفظ بھی دیکھ لیتا تو مسئلہ سمجھ جاتا اور بہار شریعت کے مسئلہ کو غلط بتانے کی جرأت نہ کرتا عبارت مذکورہ سوال کے آگے بالکل اس کے متصل ہی یہ ہے وکذا الجنب اذا ادخل یدہ فی البئر لطلب الدلو لایصیر الماء مستعملا لمکان الضرورۃ پھر کچھ آگے ہے ولو ادخل یدہ او رجلہ فی الاناء للتبرد یصیر الماء مستعملا لانعدام الضرورۃ اخراج کوز تو ضرورت ہی ہے اغتراف بھی داخل ضرورت ہی ہے کہ تا ہے کہ پانی نکالنے

ف۱ : خانیہ مع عالمگیری جلد اول ص۱

کا کوئی ظرف موجود نہیں لا اغتراف خود ضرورت بتا رہا ہے اعتراف نہیں فرمایا بلکہ یوں فرمایا ادخل یدہ فی الاناء للاغتراف تو خانیہ کے ان دونوں مسئلوں میں ضرورت ہے اور بے شک ضرورت کے وقت محض ہاتھ ڈالنے سے حکم استعمال نہ ہوگا اسی مسئلہ اغتراف کو اگر عالمگیری میں دیکھا ہوتا تو وہاں للضرورۃ مل جاتا عالمگیری میں یہ مسئلہ یوں لکھا ہے اذا ادخل المحدث او الجنب او الحائض التی طھرت یدہ فی الماء للاغتراف لا یصیر مستعملا للضرورۃ کذا فی التبیین۔ خود امام قاضی خان نے دونوں مسئلوں کے بعد تحریر فرمایا ہے لمکان الضرورۃ جس کا تعلق دونوں سے ہے نہ صرف صورت اخیرہ سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۲ وضو کرنے کے بعد نماز سے قبل بات کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا وضو کرتے میں بات کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

جواب۔ نہیں۔ مگر وضو کرتے میں اور اس کے بعد نماز سے قبل دنیا کی باتیں کرنا نہ چاہئے مستحب یہ ہے کہ دنیوی باتیں نہ کرے وضو کرتے میں وضو کی مسنون دعائیں پڑھے اور بعد وضو تحیۃ الوضو وغیرہ نماز میں مشغول ہو فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۲ غسل کی نیت کیا ہے اور غسل کرتے وقت کیا پڑھا جاتا ہے۔ غسل تہبند باندھ کر افضل ہے یا برہنہ۔

جواب۔ غسل بہ نیت طہارت کریں مگر طہارت حاصل ہونے کے لئے نیت ضروری نہیں یوں ہی اگر پانی سارے جسم پر بہالیں گے طہارت ہو جائے گی غسل پھر از سر نو نیت طہارت کرکے کرنا لازم نہ ہوگا غسل خانہ میں جانے سے پہلے ستر کھولنے سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھ لیں غسل خانہ میں جا کر کوئی دعا پڑھنا نہ چاہئے تہبند باندھ کر غسل بہتر ہے۔ مگر احتیاط کریں کہ سارے جسم پر پانی بہ جائے اس طرح تہبند جسم سے علیحدہ کرکے پانی ڈالیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از بی پور ضلع بھروچ مرسلہ مولوی ابراہیم بخش صاحبان ۲۰ جمادی الآخرہ ۷۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں ایک کنواں بڑا ہے جس کی گولائی پانی سے ۵۰ انگل اوپر ناپ لینے سے پورے چھپیس ہاتھ اور دو بالشت ہوتی ہے اور اس کا وسط یعنی قطر گیارہ ہاتھ دو انگل ہے اور یہ پانی کے ساتھ کی دیوار سے ناپ لیا ہے جو ناپ لینے والے ہیں وہ اعتماد سے کہتے ہیں کہ گولائی میں اگرچہ ۵۰ انگل پانی کے اوپر سے لیا ہے لیکن پانی کے ساتھ ناپ لیا جائے تو بھی قریب قریب

ملہ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول ص ۲۲

وہی ناپ ہے جو مذکور کیا جو ہاتھ کہ گولائی اور وسط کے نکلتے ہیں وہ ہاتھ کا ناپ انشاء اللہ پانچ کا ہے مذکورہ کنواں دہ در دہ ہے یا نہیں اگر اس میں کوئی چوہا گرے اور پھٹ جائے تو اس میں سے پانی نکالنے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب اس کا دہ در دہ بلکہ اس سے زائد ہونا ظاہر ہے چوہا یا کوئی جانور اس میں گر کر مرے اور پھولے پھٹے یا کوئی نجاست گرے پانی اس وقت تک ناقابل استعمال نہ ہوگا جب تک اس نجاست کا اثر رنگ یا بو یا مزہ میں ظاہر نہ ہو ہاں جب ان اوصاف میں سے کوئی وصف اس نجاست سے بدلے گا تو پانی فاسد ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اعلیٰحضرت سیدنا الوالد الماجد قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز نے اپنے رسالہ مبارکہ الہنی النمیر فی الماء المستدیر میں ثابت فرمایا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ دور تقریباً ساڑھے چھتیس ہاتھ چاہیے ۳۶ اعشاریہ ۴۹ ۳ تو قطر پانچ گز ساڑھے دس گرہ بلکہ دس گرہ ایک انگل یعنی ۲۸۴ ۱۱۱ ہاتھ تو یہاں تو دور پورے چھتیس ہاتھ سے بھی دو پانچ زائد ہے ہم نے حساب کیا تو اپنے حساب سے مسئلہ کا جواب لکھا پھر اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کا فتاویٰ مبارکہ دیکھا بحمدہٖ تعالیٰ اس سے معلوم ہوا کہ پورے چھتیس نہیں ساڑھے چھتیس ہاتھ کے قریب بھی دور ہوتا تو بھی دہ در دہ ہوتا ہے تفصیل درکار ہو وہ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کا رسالہ مذکورہ مطالعہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵ از راج کوٹ کریم پورہ عبدالمجید پیش امام۔

حوض اوپر سے دہ در دہ نہیں ہے اندر سے ہے تو اس حالت میں وضو درست ہو سکتا ہے یا نہیں

الجواب جب اوپر سے حوض دہ در دہ نہیں ہے تو بے دھوئے ہاتھ ڈالنے سے پانی مستعمل ہو جائے گا ہاں اگر ہاتھ علیحدہ پانی سے دھو کر ڈالے اور ہاتھوں سے پانی لے کر وضو کرے مستعمل نہ ہوگا اگر کوئی ظرف وہاں نہیں ہے جس سے پانی نکال کر ہاتھ دھویا جائے تو اس صورت میں انگلیوں کو ملا کر ایک ہاتھ سے پانی نکال کر بائیں ہاتھ دھوئے اور اس کے بعد دوسرا ہاتھ دھو کر وضو کرے مگر چلو سے پانی نکالتے وقت وضو کی نیت نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶ اگر سر پر بال ہوں (یعنی زلفیں) تو مسح کرنے کی حالت میں ہتھیلیوں کو پشت سر کی جانب سے واپس پیشانی کی طرف کو لانا چاہیے یا نہیں؟

الجواب بال ہوں یا نہ ہوں اگر مسح اس طرح کرے گا کہ ہر ہاتھ کی تین تین انگلیاں مقدم سر پر

پہلے کر دو دو انگلیاں اور ہتھیلیاں اٹھاتے ہوئے گردن تک ان تین تین انگلیوں کو لے جائے گا تو پورے سر کا مسح جب ہی ہوگا جب کہ ہتھیلیوں سے سر کے دونوں جانبوں کا مسح کرے گا اور اگر مسح اس طرح کرے گا کہ تین تین انگلیاں اور ہتھیلیاں مقدم راس سے اس طرح جانب گردن لے جائے گا کہ سر کے دونوں جانب بھی پوری پوری ہتھیلیوں کے نیچے آتی جائیں گی تو اس صورت میں یوں ہی پورے سر کا مسح ہوگیا پیچھے سے آگے لانا بے کار ہے۔ اور اولٰی یہی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷: از بمبئی کھڑک پاڑے دھوبی تلاؤ ۹۵ مرسلہ ایوب عبدالرحمن صاحب ۲۱ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں حوض دہ در دہ کیا مراد ہے اور رائج الوقت گز یا فٹ کے حساب سے کتنی مساحت اور کتنا عرض وطول دہ در دہ کے لئے درکار ہے۔ بینوا بالکتاب وتوجروا یوم الحساب۔

(۲) ایک حوض نقشہ ذیل کی مساحت کے مطابق موجود ہے آیا یہ دہ در دہ کی حد میں شمار ہوگا یا نہیں وجواب دیجئے اور اجر اللہ تعالٰی سے لیجئے۔ فقط۔

پندرہ فٹ ۲ انچ

درمیان کا نو انچ نیچے ڈیڑھ فٹ

اوپر کی سطح سے ... گہرائی

الجواب: دہ در دہ وہ حوض ہے جس کی مساحت ۱۰۰ ہاتھ ہے جو انگریزی ۲۵ گز فٹ سے ۲۲۵ فٹ ہو مربع ہونا کچھ ضرور نہیں اگر مثلاً سو ہاتھ طول ہو ایک ہاتھ عرض جب بھی دہ در دہ ہوگا عمق اتنا ہونا چاہئے کہ لپ میں پانی لینے سے زمین نہ کھلے قال الامام فقیہ النفس قاضی خان رضی اللہ تعالٰی عنہ وارضاہ وادخلنا بہ واصطر علیہ شآبیب الرحمۃ والرضوان فی الخانیۃ غدیر طولہ مائۃ ذراع او اکثر فی عرض ذراع او ذراعین قال عامۃ المشائخ لایجوز فیہ الوضوء وقال بعضہم یجوز اذا کان ماء الغدیر کثیرا بحیث لو بسط یکون عشرا فی عشر اھ مختصرا[۱] قال شیخنا المجید سیدی الوالد الماجد فی فتاواہ الشریفۃ العطایا النبویۃ بعد نقل ہذہ العبارۃ قلت وہو المختار درر عن عیون المذاہب والظہیریۃ وصححہ فی المحیط والاختیار وغیرہما اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

۱؎ خانیہ مع عالمگیری جلد اول ص مطبوعہ بیروت

۲ جواب سوال اول سے اس کا بھی جواب روشن کہ جب دہ دردہ سوا دو سو فٹ ہوتا ہے
تو یہ تو تین سو فٹ چار پانچ ہے۔ دہ دردہ سے کہیں زیادہ بیچ کا فوارہ جو ایک طرف تو فقط چار پانچ ہے اور ایک
طرف زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ فٹ اس حوض کی دہ دردہ مقدار سے زیادہ مقدار کو بھی بہت کم نہیں کرتا نہ
کہ اسے دہ دردہ سے بھی کم کر دے۔ غرض وہ حوض اس فوارہ کے باوجود دہ دردہ سے زائد ہے۔ اور اگر فوارہ
کا پایہ نیچے سے اتنا عریض بھی ہوتا کہ نیچے کی طرف حوض دہ دردہ سے کم ہو جاتا جب بھی جب کہ سطح بالا دہ در
دہ سے زائد یا دہ دردہ ہوتی سطح بالا کا پانی نہ نجاست پڑنے سے ناپاک ہوتا نہ وضو و غسل سے مستعمل ہاں جہاں
سے دہ دردہ سے کم ہوتا اس جگہ کا پانی نجاست سے ناپاک وضو و غسل سے مستعمل ہوتا۔ فی التجنیس اعلاہ
عشر فی عشر و اسفلہ اقل وھو ممتلی یجوز التوضی فیہ والاغتسال فیہ وان نقص لا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸ ایک کنواں میں چوہا گرا اس کے چند روز کے بعد اس کنواں سے مٹی برآمد کی گئی بعد
نکالنے مٹی کے اس کنوئیں سے پانچ سو ڈول پانی پھینکا گیا اور اس کنوئیں میں دس گیارہ ہاتھ پانی ہے جو
کہ تقریباً دس گیارہ سو ڈول پانی ہے اور اس کنوئیں کی یہ خاصیت ہے کہ جس قدر پانی نکالا جاتا ہے اتنا
ہی پھر ہو جاتا ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ کنواں پاک ہوا یا نہیں۔ اور چوہا جو نکلا تو وہ گلا ہوا تھا
یہاں تک کہ گوشت پوست کنوئیں ہی میں رہ گیا تھا۔ زید کہتا ہے کہ جب کہ کنوئیں سے مٹی نکالی گئی اور
اور پانی پانچ سو ڈول پھینکا گیا تو کنواں پاک ہو گیا یہاں تک کہ ۳۰۰ ڈول پانی نکالنا بھی کفایت کرتا اس طرح
چھپکلی یا مثل اس کے پھول پھٹ جائے تو کیا حکم ہے۔ فقط۔ بینوا توجروا

المستفتی ابو صالح محمد عاذق القرنی کان اللہ تعالیٰ لہ ضلع مونگیر۔

الجواب جس قدر پانی اس کنوئیں کا نجس ہوا سب جب تک نہ نکلے اس وقت تک کنواں پاک
نہیں ہو سکتا مثلاً اس کنوئیں میں ہزار ڈول پانی ہے تو جب تک ہزار ڈول پانی نہ نکل جائے گا کنواں پاک
نہ ہوگا۔ مٹی اور پانچ سو ڈول پانی نکل جانے سے جس نے کنوئیں کو پاک بتایا اس نے غلط بتایا علماء
نے تین سو ڈول پانی کا اندازہ جہاں کے کنوؤں کے لئے ہے یہ حکم وہاں کے لئے ہے عام نہیں کہ
جہاں پانچ چھ سو جہاں ہزار یا دو سو ڈول پانی ہو وہاں بھی تین سو ساٹھ ڈول نکال دینا کافی ہو بغداد مقدس
کے کنوؤں میں تقریباً اتنا ہی پانی ہوتا تھا کہ تین سو ساٹھ ڈول نکالنے سے ٹوٹ جاتا تھا وہاں کے لئے یہ حکم
فرمایا گیا۔ جیسے امام اعظم نے کوفہ کے کنوؤں کے لئے سو ڈول نکالنے کا حکم فرمایا۔ ظاہر ہے کہ جب وقت

وقوعِ نجاست ہزار ڈول پانی کنویں میں ہے تو یہ سارا ہی پانی نجس ہے۔ تو پانچ سو یا کم و بیش ہزار سے کم نکالنے پر سارا نجس پانی نہ نکلا اور جب سب نجس پانی نہ نکلا تو کنواں کیوں کر پاک ہو۔ حتی اگر پانی کل نہ نکلتی اور ہزار ڈول پانی نکلتا تو کنواں پاک ہوتا کہ شی نکالنا واجب ہی نہیں ہے۔ پانی بالکل نکالا جاتا اور شی جتنی نکال دی گئی اس سے بہت زیادہ نکال دی جاتی تو بھی کنواں پاک نہیں ہوگا۔ عبارات علماء سے سب روشن ہے۔

غنیہ ص۱۴۱ میں فرمایا ان کانت البئر معینا لایمکن نزحها الا بعسر وحرج عظیم اخرجوا مقدار ما کان فیها من الماء وقت ابتداء النزح ثم ان المشایخ اختلفوا کیف یقدر ما کان فیها اذ ذاک۔ قال بعضهم تحفر حفرة مثل عمق الماء وطوله وعرضه وتجصص فینزح الماء حتی تملأ الحفرة وقال بعضهم یرسل فیها قصبة ویجعل لمبلغ الماء علامة ثم ینزح منها عشر دلاء ثم تعاد القصبة فینظر کم نقص فینزح لکل قدر منها عشر دلاء وهذان القولان مرویان عن ابی یوسف وعن ابی حنیفة ینزح حتی یغلبهم الماء و قال بعضهم وهو روایة عن ابی حنیفة ایضا یحکم رجلان عدلان من اهل البصارة بالماء فینزح منها بحکمهما فان قالا ان ما فیها الآن الوقت الف دلو مثلا نزح ذلک قال صاحب الهدایة وهذا ای الاخذ بقول العدلین اشبه بالفقه قال فی الکافی انه الاصح اذ الرجوع الی اهل البصیرة اصل فی کثیر من الصور کما فی الحکمین والشاهدین وتقویم المتلف قال الله تعالی فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون الخ

اسی کے ص۱۴۲ میں ہے وروی عن محمد انه قال ینزح منها مائتا دلو الی ثلثمائة واما الجواب بذلک بناء علی کثرة الماء فی آبار بغداد کذا فی المحیط والمروی عن ابی حنیفة انه اذا نزح منها مائة دلو یکفی وهو بناء علی آبار الکوفة لقلة الماء فیها کذا فی الکفایة فعلی هذا لاینبغی الفتوی بالمائتین وغیرهما مطلقا بل ینظر الی غالب آبار البلد وهو لا یعسر علی الناس والاول وهو اعتبار مقدار الماء فی کل بئر علی حدة احوط

فتاوی خانیہ میں فرمایا ان یجاء بقصبة فیرسل فیها ویجعل علی رأس الماء علامة ثم ینزح منها دلاء ثم ینظر کم انتقص فینزح الباقی بحساب ذلک ولا یجب نزح الطین لمکان الحرج عالمگیریہ میں ہے انتفخ حیوان او تفسخ ینزح جمیع ما فیها صغر الحیوان او کبر هکذا فی الهدایة اسی میں ہے اذا وجب نزح جمیع الماء ولم یمکن فراغها لکونها معینا ینزح مائتا دلو کذا فی المحیط وهذا الیسر کذا فی الاختیار شرح المختار و الاصح ان یؤخذ بقول رجلین لهما بصارة فی امر الماء فای مقدار قالا انه فی البئر ینزح ذلک القدر وهو الاشبه بالفقه کذا فی الکافی وشرح المبسوط للامام السرخسی والتبیین۔

عہ جلد اول ص۱۱ مطبوعہ بیروت۔ عہ جلد اول ص۱۹

اور درمختار میں ہے؏ عن تعلیل نزح کلہا لکونہا صار نجسا فیفقد ما فیہا وقت ابتداء النزح قالہ الحلبی یؤخذ بذلک بقول رجلین عدلین لہما بصارۃ بالماء بہ یفتی وقیل یفتی بمائتین الی ثلث مائۃ وھذا ایسر وذاک احوط۔ ردالمحتار میں ہے قولہ وقیل ضعف ھذا القول فی الحلیۃ وتبعہ فی البحر بانہ اذا کان الحکم الشرعی نزح الجمیع فالاقتصار علی عدد مخصوص یتوقف علی دلیل سمعی یفیدہ واین ذلک بل المأثور عن ابن عباس وابن الزبیر خلافہ حین افتیا بنزح الماء کلہ حین مات زنجی فی بئر زمزم (الی قولہ) سیأتی ان مسائل الآبار مبنیۃ علی اتباع الآثار علی انہم قالوا ان محمدًا افتی بما شاہد فی آبار بغداد فانہا کثیرۃ الماء وکذا ما روی عن الامام من نزح مائۃ فی مثل آبار الکوفۃ لقلۃ مائہا فیرجع الی القول الاول لانہ تقدیر ممن لہ بصارۃ وخبرۃ بالماء فی تلک النواحی لا یکون ذلک الا بما فی آبار کل جہۃ

چھپکلی یا چوہا دوسری جانور مر کر پھول پھٹ جائے سب پانی نکلے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹: ازلالے بریلی محلہ شیخ چھدا صاحب ۲۵ محرم الحرام ۵۸ھ

جن عورتوں کو حیض ونفاس ہوتا ہے جب تک وہ پاک نہیں ہوتیں تب تک بعض بعض شخص ان کے ہاتھ کا کھانا اور ان کے ہاتھ کا چھوا پانی کھانے پینے میں بڑے اعتراض کیا کرتے ہیں کیا ایسا ہی حکم شریعت میں ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: جو لوگ ایسا کرتے ہیں ناجائز وگناہ کے مرتکب ہوئے اور مشرکین ہنود یہود بے بہود ومجوس نامسعود کی رسم مردود کی پیروی کرتے ہیں۔ بحالت حیض ونفاس صرف شرمگاہ سے استمتاع ناجائز ہے بس اس سے احتراز لازم۔ مشرکین ویہود ومجوس کی طرح حیض ونفاس والی عورت کو بھنگن سے بھی بدتر سمجھنا بہت ناپاک خیال تر اظلم عظیم وبال بے بیان کی من گھڑت ہے۔ ما انزل اللہ بہا من سلطٰن[1]۔ کریمہ ویسئلونک عن المحیض قل ھو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض۔ الآیۃ[2] کا شان نزول یہی ہے کہ مشرکین عرب ویہود ومجوس ایسی عورت کے ساتھ کھانے پینے سے بچتے بلکہ ساتھ رہنے تک سے بچتے تھے اس حالت میں عورت کو گھر میں نہ رہنے دیتے نکال باہر کرتے تھے ان کی طرف دیکھنے کو روا نہ رکھتے ان سے بات کرنے کو حرام ٹھہراتے تھے اور نصرانی اس کے برعکس اس حالت میں ان کے ساتھ زیادہ اختلاط کرتے اور ان سے بار بار وطی کرنا چاہتے تھے۔ یہ کریمہ حضرت ثابت بن دحداح رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اس سوال پر کہ یا رسول اللہ جاڑا سخت ہے اور کپڑے کم تو کیا ہم عورتوں کو اپنے ساتھ کپڑوں میں کرلیں اور انھیں

؏ جلد اول ص ۱۵۰ ۔ ۱ سورۂ نجم آیت ۲۳ ، ۲ سورۂ بقرہ آیت ۲۲۲

عورتوں کے ساتھ کیا سلوک برتیں؟ اس پر یہ آیت اتری یعنی تم اسی کا حکم کئے گئے ہو کہ ان کے ساتھ جماع نہ کرو جب وہ حائضہ ہوں۔ اور تمہیں خدا اس کا امر نہیں فرماتا کہ انھیں گھروں سے باہر کردو۔ یعنی افراط و تفریط سے بچو۔ نہ یہود کی سی تفریط کرو نہ نصارٰی کا سا افراط۔ تفسیرات احمدیہ ص۸۰ میں ہے: نقل فی نزولہ انہ کانت العرب لم یؤاکلوا الحائض ولم یشاربوھا ولم یساکنوھا کفعل الیھود والمجوس فسأل ثابت بن الدحداح عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقال یارسول اللہ البرد شدید والثیاب قلیلۃ لایسع الاحد اما فجمعھن فی ثیاب وبای وجہ نسلک بھن فنزلت ھذہ الاٰیۃ یعنی انما امرتم ان تعتزلوا مجامعتھن اذا حضن ولم یامرکم باخراجھن من البیوت وقیل انہ لما کانت الیھود یاخذون من نساءھم فی حالۃ الحیض غایۃ التنافر بحیث لاینظرون الیھن ولایاکلون معھن ویحرمون الکلام معھن وکانت النصارٰی علی عکسھم یبالغون فی الاختلاط ویتصلون الوطی بھن بالاکراہ فنزلت ھذہ الاٰیۃ یعنی افعلوا الاقتصاد فی النساء الحیض وکفوا عن الافراط والتفریط۔ مسلمانوں پر لازم کہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں انھیں سمجھائیں اور یہود و مجوس و ہنود کی اس ناجائز موذی رسم کی پیروی سے روکیں اگر وہ جہالت پر جمیں اپنی ہٹ پر اڑیں ضد پر رہیں تو ان سے برادرانہ تعلقات چھوڑیں یہاں تک کہ وہ توبہ کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰: از شہر کہنہ از مکان مصطفٰی علی خاں بریلی

اگر لوٹا ناپاک ہوگیا ہو اور اس کی ٹونٹی اندر سے دھوئی نہیں جاسکتی اس صورت میں لوٹا پاک ہو جائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: ٹونٹی میں سے لوٹا اُلٹنے سے جب پانی بہ جائے گا تو اگر نجاست نہ رہے گی تو ٹونٹی بھی پاک ہوجائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کتاب الصلٰوۃ

نماز کا بیان

مسئلہ ۔ از ترسائی علاقہ کاٹھیاوار مرسلہ مسلمانان اہل سنت والجماعت بتوسط حضرت مولانا مولوی محمود جان صاحب جام جودھپوری ۔ ۲۶ ذوالقعدہ ۱۳۳۵ھ۔

(۱) زید امام مسجد ہے اس کی جہالت کا یہ عالم ہے کہ وہ بسم اللہ کی ترکیب بھی نہیں جانتا اس کا دعوٰی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ ائمہ مساجد کا رتبہ مجھ سے زیادہ ہے اور اگر اتنا نہ جانو تو میرے برابر ابلیس الشیطان کو جانو۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس قول کے قائل نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کی یا نہیں اور غیر نبی کو نبی کے مرتبہ سے برابر جاننا کفر ہے کہ نہیں اور جو لوگ زید کو اس قول کا قائل جان کر اس کی حمایت کریں اور اسے امامت سے معزول نہ کریں اور اس کے پیچھے نماز پڑھیں ایسے لوگوں کا شرعاً کیا حکم ہے اور جو لوگ یہ کہیں کہ جن لوگوں نے زید کی بلا اجازت کہ جو امام مقرر ہے اور دوسرے کو اپنا امام بنایا اور اس کے پیچھے جتنی نمازیں پڑھیں وہ نمازیں نہ ہوئیں اس لئے کہ زید امام مقرر کی بلا اجازت دوسرے امام کے نمازیں پڑھائیں ان لوگوں کا یہ قول شرعاً کیسا ہے قابل قبول ہے یا مردود و باطل اگر ان کا یہ قول مردود و باطل ہے تو شرعاً ان لوگوں پر کچھ الزام ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

(۲) زید اکثر اوقات نماز میں اپنے وعظ میں یہ قصہ بیان کرتا ہے کہ ایک بار سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک ورم کر گئے تھے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام ایک پتھر کو آگ پر گرم کرکے ورم کو اس پتھر سے سینکتے تھے۔ پتھر نے بارگاہ رب العزت جل وعلا میں عرض کیا کہ الٰہی تیرا رسول مجھے اپنے تاپنے کے لئے آگ پر بار بار گرم کرتا ہے جس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ اللہ تعالٰی کی طرف سے آواز آئی کہ میں تیرا بدلا لوں گا چنانچہ فرشتوں نے اللہ عزوجل کے حکم سے اس پتھر کو جبل احد کی طرف پھینک دیا جنگ احد کے دن اسی پتھر کو حبشی نے لے کر حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی طرف پھینکا جس سے حضور کا دندان مبارک شہید ہوگیا۔

اس سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی توہین ہوئی ہے یا نہیں۔ ایسے بے علم شخص کو ہمیشہ کے لئے امام رکھنا باوجود اس کے کہ قوم آسودہ حال ہے وہ بہتر سے بہتر دوسرا امام رکھ سکتی ہے مگر پھر بھی زید کو امامت سے علٰحدہ کیا نہیں جاتا آیا ان لوگوں پر کچھ مواخذہ شرعی ہے یا نہیں اور ایسے شخص سے وعظ کہلانا کہ جس سے گمراہی پھیل رہی ہے جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: زید بے قید اپنے اس ملعون قول بدتر از بول کے سبب کافر ہوگیا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ وہ سخت بے باک نہایت ناپاک جری ہے اللہ کے حبیب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مفتری ہے۔ ائمہ مساجد کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زائد مرتبہ والا کہنا یا انہیں حضور کے برابر ٹھہرانا دونوں یقیناً حضور کی توہین ہیں اور توہین حضور علیہ الصلاۃ والسلام کفر ہے حضور پر جھوٹا افترا کفر ہے ہر عاقل جانتا ہے کہ کسی غلام کو کسی حاکم سے برتر یا اس کے ہمسر کہنا حاکم کی توہین ہے۔ نہ کہ کسی ادنیٰ غلام کو بادشاہ عالی مقام کا ہمسر یا اس سے برتر بتانا احکم الحاکمین رب اکبر کے حبیب و محبوب بادشاہ عرش پایۂ کونین و سلطان دارین باعث تخلیق کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی ادنیٰ غلام کو ہمسر اور ان سے برتر کہنا کیوں کر سخت شدید فضیح اخبث توہین اور اشد تر کفر نہ ہوگا اس پر توبہ صادقہ فرض ہے اسے لازم کہ نئے سرے سے مسلمان ہو از سر نو کلمہ اسلام پڑھے اور اپنی بیوی سے اگر بیوی رکھتا ہو نکاح جدید بمہر جدید کرے اگر وہ راضی ہو اور عورت اگر راضی نہ ہو تو اسے اس پر کوئی دسترس نہیں رہی وہ جس سے چاہے اپنا نکاح کر سکتی ہے اور اپنا مہر جب چاہے[1] اس کی جائداد قرق کرا سکتی ہے۔

اب کہ اس شنیع کلمہ خبیثہ پر مطلع ہو کر جو اس کی حمایت کرتے ہیں سب توبہ کریں اور سب تجدید ایمان اور تجدید نکاح بھی۔ اس کے پیچھے نماز باطل محض امام مقرر وہ کب رہا جب کہ کافر ہو چکا کیا کفر کے بعد بھی امامت برقرار ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اسے امامت سے معزول کرنا کیا معنی معزول تو وہ کیا جائے جو بدستور قائم ہو وہ تو معزول ہو چکا وہ جو اسے بدستور اپنا امام مانے جاتے ہیں پرلے عقل سے واسطہ رکھتے ہیں اور اس جہالت کا کیا کہنا کہ امام مقرر کی بلا اجازت جو نماز کسی اور کے پیچھے پڑھی جائے وہ ہوتی ہی نہیں۔ احمق لوگ جو خود اپنے جی کی اور جہالت سے بکتے ہیں اسے حکم شریعت جانتے ہیں حالانکہ حدیث کا ارشاد ہے مَنْ اَفْتٰی بِغَیْرِ عِلْمٍ لَعَنَتْهُ مَلٰئِكَةُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جو بے علم فتویٰ دے اس پر ملائکہ زمین و آسمان لعنت کرتے ہیں۔ یہ تو اس کے لئے ہے جو بے علم کے فتویٰ دے اگرچہ صحیح ہو

[1] فتاویٰ [illegible] ص ۱۲۱

اس کا کیا پوچھنا جو غلط و باطل ہے اور اسے فتویٰ شریعت جانے والعیاذ باللہ تعالیٰ یہ لوگ ارشاد حدیث اُفْتُوْا بِغَیْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا کے مصداق ہیں ان سب پر توبہ فرض ہے۔ واللہ ھو الموفق وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ قصہ بھی نرا من گھڑت ہے کہیں یہ روایت نہیں نہ ہرگز کسی طرح معقول اللہ اکبر ہر کافر تو پتھر ہے یہ اور ہزاروں طرح اور تیشے سے کہ گمراہ اللہ کا حبیب و محبوب اگر اسے اپنی حمایت سے نوازے تو وہ لائق شانی ہو اور اللہ عزوجل اپنے محبوب کے لئے پتھر سے کام لینے کو ناروا ٹھہرائے بدلہ کسی ظلم کا لیا جاتا ہے تو معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پتھر پر ظلم کرنے والے ٹھہرے۔ والعیاذ باللہ کیسا دیدہ دہن ہے جلد بتائے کہ اس نے یہ قصہ کہاں سے کس مستند معتبر کتاب سے اخذ کیا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اور وہ ہرگز ثبوت نہ پیش کر سکے گا وہ مفتری علی الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے سخت جھوٹا کذاب جری دیباک ہے اس حدیث کا مصداق ہے مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ۔

مسئلہ ۴ - اندرہ تحصیل جہلم مرسلہ جناب صوفی محمد فاضل صاحب مالک اسلامی دوکان۔ ۸ شوال

مکرم و محترم حضرت مولانا صاحب زاد عنایتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ دوسرا رمضان شریف جا رہا ہے اس مسئلہ کا فیصلہ نہیں ہوا اس دفعہ بھی کافی شور ہوا علاقہ میں دو فریق ہو گئے آپ براہ الطاف مفصل واضح کر دیں تاکہ اختلاف دور ہو اور دو بھی فتویٰ آ چکے ہیں لیکن معتبر سب پر آپ کا فتویٰ ہوگا۔

(۱) دو تین آدمی مسجد میں آئے جب کہ فرض عشا ادا ہو چکے تھے ساتھ جماعت کے اور جماعت تراویح شروع تھی انھوں نے فرض علٰحدہ علٰحدہ پڑھ کر جماعت تراویح میں شامل ہو گئے جب تراویح ختم ہوئیں تو ان کے ذمہ کچھ تراویح باقی تھیں وہ بقایا تراویح چھوڑ کر جماعت وتر میں شامل ہو جائیں یا پہلے بقایا تراویح ادا کریں اور جماعت وتر چھوڑ دیں۔ بعض کہتے ہیں کہ نماز وتر میں شامل ہو جائیں اور بعد کو تراویح پوری کریں اگرچہ فرضوں میں شامل نہیں ہوئے کیوں کہ جماعت وتر تابع جماعت تراویح کے ہے اس واسطے وتر کی جماعت نہ چھوڑے (حنفیری) بعض کہتے ہیں کہ اگر فرض عشا جماعت سے نہیں پڑھے تو وتر بھی جماعت سے نہ پڑھے۔

(۱) کتاب بہار شریعت مصنفہ جناب مولانا مولوی حکیم ابو العلا امجد علی صاحب اعظمی حصہ چہارم ص ۲۰ مسئلہ اس کا وقت فرض عشا کے بعد سے طلوع فجر تک ہے۔ وتر سے پہلے بھی ہو سکتی ہے اور بعد بھی تو اگر کچھ رکعتیں اس کی باقی رہ گئیں کہ امام وتر کو کھڑا ہو گیا تو امام کے ساتھ وتر پڑھ لے پھر باقی ادا کرے جب کہ

۱؎ بخاری و مسلم مشکوٰۃ ص ۳۲، ۲؎ بخاری، مشکوٰۃ ص ۳۲

فرض جماعت سے پڑھے ہوں اور یا افضل ہے۔ (۲) کتاب بہار شریعت ص۳۳ حصہ چہارم مسئلہ اگر عشا
جماعت سے پڑھی اور تراویح تنہا تو وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے اور اگر عشا تنہا پڑھ لی اگرچہ تراویح
باجماعت پڑھی تو وتر تنہا پڑھے۔ (در مختار رد المحتار)

(الف) ہمارے علاقہ میں رواج ہو گیا ہے کہ جب کوئی آدمی مر جاتا ہے تو چند قرآن مجید جو عموماً مدرسہ
سے زیادہ نہیں ہوتے اور نہایت بوسیدہ ہوتے ہیں کیوں کہ حضرات علماء کو وہ پھر دیئے جاتے ہیں جب
کوئی فوت ہوا میاں صاحب کے گھر سے وہ پھٹے ہوئے قرآن جو اسی غرض کے واسطے رکھے ہوتے ہیں
ہیں دام چکائے اور لے آئے بعض اوقات مسجد کے بھی دیئے جاتے ہیں تقسیم کے وقت وہ پھر ملاں صاحب
کے حصہ میں بدستور واپس آ جاتے ہیں کیوں کہ یہ قرآن مجید مسجدوں کے نام سے تقسیم ہوتے ہیں فلاں حضرت
فلاں مسجد کے امام ہیں انھیں دیا جائے مسکینوں کا نام تک نہیں جب امام صاحب کے حصہ میں آیا انھوں
نے پھر طاق میں جا کر ڈال دیا اور کوئی فوت ہوا تو انھوں نے پھر بیچ ڈالے یہ کہاں تک جائز ہے۔
ایسے قرآن مجید بیچنے خریدنے والوں کو کیا کچھ دینا ہے یا نہ جس مردے کے پیچھے دیئے جاتے ہیں کوئی ثواب
ہے یا نہ یہ مصحف قابل تلاوت نہیں ہوتے۔

(ب) اسی طرح مردے کے پیچھے کچھ نقدی اور غلہ بھی دیا جاتا ہے جس کو اسقاط یا حیلہ کہا جاتا ہے اس
کی تقسیم مندرجہ ذیل طریقہ پر ہوتی ہے۔ بموجب حیثیت مردہ دو چار کہ یہ رواج عام ہے اگر ایک مسجد ہے
تو دوسرا خواہ قریب کی ہو اس سے بہتر کر دے گا یعنی ایک روپیہ ایک مد یا آنے دیا جائے گا مسجد
دی جائے گی۔ تمام مسجدوں کے علماء اکٹھا کر کے ایک لائن میں بٹھائے جاتے ہیں وہ منہ سے بولتے ہیں کہ
فلاں گاؤں کی مسجد و تقسیم کنندہ دیئے جاتے ہیں اگر ایک گاؤں کے دوسرے گاؤں کی مسجد میں نہیں دیتے
تو جہاں کا کوئی مر جاتا ہے ان کو نہیں دیتے گئے دن ایسے تنازعے ہوتے رہتے ہیں کیا اگر اسقاط جائز ہے
تو یہ تقسیم جائز ہے اگر جائز نہیں تو جو عمداً و دانستہ یہ فعل کرتا ہے اس کے پیچھے نماز جائز ہے بلکہ یہ رواج اس قدر
ترقی کر گیا ہے کہ گروہ کے گروہ بازاروں میں پھرتے ہیں اور خبر رسانی کے عجیب عجیب سلسلے قائم کر دیے
ہیں کہ آج کہاں کوئی فوت ہوا اسی دھن میں لگے رہتے ہیں۔ اگر اسقاط کا مصرف صحیح نہیں تو کیا دینے والا عمو
خرچ نہیں فضول خرچی کے واسطے کیا دینا ہے مردے کے پیچھے ایسی خیرات دینے سے مردے کو کچھ فائدہ
ہوتا ہے۔ صدقہ فقیروں اور مساکین کا مال ہے جو شخص متمول ہو در بینک میں روپیہ جمع ہوں وہ صدقہ کھائے

شرعاً اس کے واسطے کیا حکم ہے جان بوجھ کر زکوٰۃ نہ دیتا ہو اور صدقہ بھی کم کرتا ہے کیا ایسے آدمی کی امامت جائز ہے؟ بینوا توجروا

الجواب ـ جس نے فرض جماعت سے نہ پڑھے ہوں وہ وتر کی جماعت میں شامل نہ ہو کہ اس میں جماعت نہیں مگر تبعاً کہ وہ متن جیسے منقول ہے۔ وتر میں جماعت رمضان کی بنا پر یا بہ تبعیت فرض ہے یا بہ تبعیت رمضان یا بہ تبعیت تراویح اور مشہور یہی ہے کہ بہ تبعیت جماعت فرض یا بہ تبعیت جماعت تراویح ہے علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ جس نے فرض جماعت سے نہ پڑھے وہ تراویح کی بجماعت پڑھے یا نہ پڑھے اگرچہ صحیح یہی ہے کہ وہ تراویح بجماعت پڑھ سکتا ہے۔ جماعت فرض کے تابع ہے جب تو ظاہر ہے کہ اگر فرض بجماعت نہ پڑھے ہوں تو وتر بجماعت نہیں پڑھ سکتا اور بہ تبعیت رمضان ہے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ رمضان میں وتر جماعت ہی سے پڑھے بلکہ یہ کہ رمضان میں جماعت سے پڑھ سکتے ہیں۔ بہر صورت جماعت ہی سے پڑھنا اس سے کہاں نکلتا ہے۔ یونہی اگر بہ تبعیت جماعت تراویح ٹھہرائیں جب بھی۔ اور میں کہتا ہوں کہ تبعیت فرض سے جماعت وتر کچھ کہو نہیں نکلتی رمضان کے تابع کہو تو اس کے یہی معنی ہیں کہ رمضان ہی میں وتر کی جماعت بہ تبعیت عشا یا بہ تبعیت تراویح ہوگی۔ یہ نہیں کہ رمضان میں اس میں جماعت علی الاستقلال ہے فانہ لم یقل بہ احد۔

وتر کا نماز مستقل غیر تابع عشا ہونا اور بات ہے اور اس میں جماعت کا استقلال اور بات اس خلاف کا ثمرہ یہ نہیں کہ جن کے نزدیک جماعت وتر تابع جماعت فرض ہے وہی بحالت فوت جماعت عشا جماعت وتر سے ممانعت کریں اور جن کے نزدیک اس کی جماعت تابع جماعت تراویح ہے وہ اس سے جب کہ جماعت تراویح فوت نہ کی ہو یا اور جن کے نزدیک تابع رمضان ہے اسے مطلقاً جماعت وتر کی اجازت دیں بلکہ اس خلاف کا ثمرہ یہ ہے کہ جس نے فرض ایک امام کے پیچھے پڑھے اور تراویح دوسرے امام کے پیچھے یا فرض و تراویح دونوں ایک امام کے پیچھے اور وتر دوسرے کی اقتدا سے یا فرض جماعت سے اور تراویح بے جماعت پوری یا کچھ جماعت سے یا بالکل نہ پڑھیں تو جو اس کی جماعت تابع جماعت فرض ٹھہراتے ہیں وہ امام فرض کے پیچھے ان سب صورتوں میں اس کی جماعت جائز بتاتے ہیں دوسرے کے پیچھے اجازت نہیں دیتے اور جو جماعت تراویح کے تابع بتاتے ہیں وہ امام تراویح کے پیچھے بشرطیکہ اس نے تراویح سب یا کچھ جماعت سے ادا کی ہوں اور جو اسے رمضان کے تابع ٹھہراتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ امام فرض

کے پیچھے پڑھے یا امام تراویح کے یا کسی اور امام کے خواہ تراویح سب یا کچھ جماعت سے پڑھی ہوں یا علیحدہ یا بالکل نہ پڑھی ہوں۔

غنیہ میں فرمایا اذا لم یصل الفرض مع الامام فعن عین الائمۃ الکرابیسی انہ لایتبعہ فی التراویح ولا فی الوتر وکذا اذا لم یتابعہ فی التراویح لایتابعہ فی الوتر۔ اسی میں فرمایا لو صلی العشاء وحدہ فلہ ان یصلی التراویح مع الامام وھو الصحیح حتی لو دخل بعد ما صلی الامام الفرض وشرع فی التراویح فانہ یصلی الفرض اولا وحدہ ثم یتابعہ فی التراویح وفی القنیۃ لو ترکوا الجماعۃ فی الفرض لیس لھم ان یصلوا التراویح جماعۃ لانھا تبع للجماعۃ۔ ردالمحتار میں تاتارخانیہ سے اس میں تتمہ سے ہے سئل علی بن احمد عمن صلی الفرض والتراویح وحدہ او التراویح فقط ھل یصلی الوتر مع الامام قال لا۔ اس کے بعد شامی میں فرمایا ثم رأیت القہستانی ذکر تصحیح ما ذکرہ المصنف من جواز الوتر جماعۃ لمن صلی التراویح منفردا ای والفرض جماعۃ اھ (جد الممتار) ثم قال لکنہ اذا لم یصل الفرض معہ لایتبعہ فی الوتر۔ اعلیحضرت سیدنا الوالد الماجد قدس سرہ نے حاشیہ شامی جد الممتار میں فرمایا والحاصل مما ذکر ان من صلی الفرض بجماعۃ یجوز لہ الدخول فی جماعۃ الوتر سواء صلی الفرض خلف ھذا الامام او خلف غیرہ سواء صلی التراویح وحدہ او خلف ھذا الامام او خلف غیرہ بل ومن لم یصلھا اصلا کما یشملہ اطلاق قولہ ولم یصلھا بالامام یصلی الوتر فانہ یصدق بانعدام القید والمقید کلیھما فلیحرر واللہ تعالٰی اعلم۔ والمنفرد فی الفرض منفرد فی الوتر۔ مجمع الانہر میں ہے لو ترکوا الجماعۃ فی الفرض لم یصلوا التراویح جماعۃ ولو لم یصلھا مع الامام صلی الوتر بہ لانہ تابع لرمضان وعند البعض لا لانہ تابع للتراویح عندہ وفی القہستانی یجوز ان یصلی الوتر بالجماعۃ وان لم یصل شیئا من التراویح مع الامام او صلاھا مع غیرہ وھو الصحیح۔

صغیری اور اس کی اصل کبیری میں یہ مسئلہ ہماری نظر میں دو جگہ ہے کہ اگر کسی کا ایک ترویحہ یا دو ترویحے یا اکثر فوت ہوگئے اور امام وتر کو کھڑا ہوگیا تو یہ امام کے ساتھ وتر پڑھے یا اپنی باقی تراویح ادا کرے دونوں جگہ اس کا کہیں پتہ نہیں کہ اگرچہ فرضوں میں شامل نہیں ہوئے کیوں کہ جماعت وتر تابع جماعت تراویح کے ہے۔

صغیری و کبیری کی عبارت یہ ہے ان فاتتہ مع الامام ترویحۃ او ترویحتان او اکثر ھل یقضیھا قبل الوتر او یوتر معہ ثم یقضیھا ذکر فی الذخیرۃ اختلف المشائخ فی زماننا قال بعضھم یوتر مع الامام ثم یقضی ما فاتہ من التراویح احرازا لفضیلۃ الجماعۃ مع ان التراویح تجوز بعدہ وقال بعضھم یصلی التراویح

۱؎ غنیہ ص۴۱۰ ۲؎ ردالمحتار جلد اول ص۵۲۲ مطبوعہ کوئٹہ ۳؎ جد الممتار ص۳۳۵ ۴؎ غنیہ ص۳۸۶

فلترو کلہ شفعو وتر المحیط میں دوسری جگہ زیر فرع ہے فاتتہ ترویحۃ او ترویحتان وقام الامام الی الوتر
یوتر مع الامام ثم یقضی مافاتہ ان میں یہ کہاں ہے اگرچہ فرضوں میں شامل نہیں ہوئے اور یہاں یہ ہے
کہ جماعت وتر تابع جماعت تراویح ہے۔ اس صورت مسئلہ کو فوت جماعت فرض سے کیا تعلق وہ صورتیں ان
دونوں کتابوں میں زیر فرع اسی مسئلہ مذکورہ سے متصل ذکر فرمائی ہے کہ اور جب کہ فرض امام کے ساتھ نہ
پڑھے ہوں تو امام عین الائمہ کرابیسی سے منقول ہے کہ نہ امام کے ساتھ تراویح پڑھے نہ وتر امام

پھر اس صورت میں بھی کبیری میں بعد بیان اختلاف حکم دو وجہ پر حکم یہ تحریر فرمایا کہ لاشک ان تاخیر
الوتر اولی وان فاتت الجماعۃ فیہ فان الانفراد فیہ اولی علی قول الجمہور کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی
یعنی بے شک تاخیر وتر اولیٰ ہے اگرچہ وتر کی جماعت جاتی رہے کہ وتر میں انفراد ہی بر قول جمہور اولیٰ ہے
جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا ان شاء اللہ تعالٰی۔ نیز صغیری میں بعد بیان اختلاف فرمایا ولاشک ان تاخیر الوتر
اولی وکذا الانفراد بہ کہاں یہ اور کہاں وہ کہ اگرچہ فرضوں میں شامل نہیں ہوئے کیوں کہ جماعت وتر
جماعت تراویح کے تابع ہے اور جماعت وتر جماعت تراویح کے تابع ہے اس سے لزوم جماعت وتر یا
بہر حال بے کراہت اس کا جواز کیوں کر نکلا اگرچہ فرضوں کی جماعت کھوئی ہو مگر وتر جماعت ہی سے پڑھے
تابع ہونے کا حاصل تو اتنا ہی ہے کہ تراویح جماعت سے پڑھی جاتی ہیں تو رمضان میں ان کی تبعیت سے
وتر بھی بجماعت پڑھ سکتے ہیں نہ یہ کہ وتر بہر حال جماعت ہی سے پڑھیں۔

اس صغیری کی یہ عبارت ولذا المرء یصلی الفرض مع الامام قیل لایتبعہ فی التراویح ولا فی الوتر
وکذا اذا لم یصل معہ التراویح لایتبعہ فی الوتر والصحیح انہ یجوز ان یتبعہ فی ذلک کلہ الخ میں
اس کا ایہام ضرور ہے کہ اگرچہ فرض بے جماعت پڑھے ہیں وتر میں شامل ہو سکتا ہے مگر یہ تو وہم ہے اس
کا کوئی قائل نہ ہوا۔ کتب فقہ دیکھی جائیں دور کیوں جائیے کبیری ہی دیکھ لیجئے اختصار کے سبب یہ وہم پیدا
ہو گیا۔ تصحیح دو قولوں سے ایک کی ہوتی ہے یہاں کوئی دوسرا قول ہی نہیں ومن ادعی فعلیہ البیان
پھر گر ہوتا بھی تو اصحاب تصحیح سے اس کی تصحیح اگر ہوتی تو علامہ ابراہیم حلبی صاحب صغیری یہ فرما سکتے کہ والصحیح
کہ خود یہ اصحاب تصحیح سے نہیں کہ خود کسی قول کی تصحیح کریں بات یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے خود کبیری
ملاحظہ کیجئے اس میں پہلے امام عین الائمہ کرابیسی سے یہ نقل فرمایا کہ جس نے فرض جماعت سے نہ پڑھے
وہ نہ تراویح جماعت سے پڑھے نہ وتر یوں ہی جس نے امام کے ساتھ تراویح نہ پڑھیں وہ وتر بھی امام کے ساتھ

۱؎ صغیری ص۲۱۴ ۲؎ ایضاً ص۲۰۵

پڑھے پھر اس کے خلاف نقل فرمایا کہ فرمایا وقال ابو یوسف البانی اذا صلی مع الامام شیئا من التراویح یصلی معہ الوتر وکذا اذا لم یصل معہ شیئا منہا یعنی امام ابو یوسف البانی نے فرمایا کہ اگرچہ تراویح کچھ بھی امام کے ساتھ پڑھی ہوں تو اس کے ساتھ وتر پڑھ سکتا ہے۔ یونہی اگرچہ کچھ امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں وتر اس کے ساتھ پڑھے۔

پھر فرمایا وکذا اذا صلی التراویح مع غیرہ لہ ان یصلی الوتر معہ یعنی یوں ہی جب کہ امام کے سوا کسی اور امام کے ساتھ تراویح پڑھیں تو اسے امام وتر کے ساتھ وتر پڑھنا چاہئے وھو الصحیح ذکرہ ابو اللیث یہی صحیح ہے امام ابو اللیث نے اسی کو صحیح فرمایا آگے فرمایا وکذا اقال ظہیر الدین المرغینانی لو صلی العشاء وحدہ فلہ ان یصلی التراویح مع الامام وھو الصحیح۔ یوں ہی امام ظہیر الدین مرغینانی نے فرمایا کہ اگر عشا تنہا پڑھی تو اسے جائز ہے کہ تراویح امام کے ساتھ پڑھے۔ وھو الصحیح۔ اور یہی صحیح ہے حتی لو دخل بعد ما صلی الامام الفرض وشرع فی التراویح فانہ یصلی الفرض اولا وحدہ ثم یتابعہ فی التراویح۔ یہاں تک کہ اگر امام کے فرض پڑھ لینے اور تراویح شروع کر دینے کے بعد آیا تو پہلے فرض علیحدہ پڑھے پھر تراویح میں امام کی اتباع کرے۔ کبیری میں اس کا کہیں نشان ہے کہ فرض بے جماعت پڑھے ہوں تو بھی وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے حاشا کہیں نہیں اس کا کچھ پتہ ہی نہیں تصحیح کیسی۔ انھوں نے پہلے امام عین الائمہ سے تین حکم نقل فرمائے۔ (۱) جس نے فرض بے جماعت پڑھے ہوں وہ تراویح میں امام کی اتباع نہ کرے (۲) یوں ہی وتر میں (۳) جس نے تراویح میں اتباع امام نہ کیا ہو وہ وتر میں بھی اتباع نہ کرے یہ مسئلہ مختلف فیہ تھا اس میں اختلاف ذکر کیا۔ پھر امام ابو اللیث سے امام ابو یوسف البانی کے اس قول کی تصحیح نقل فرمائی کہ تراویح ایک کے پیچھے پڑھیں تو دوسرے کے پیچھے وتر پڑھ سکتا ہے یوں ہی پہلے میں بھی اختلاف تھا اور قول آخر یعنی جواز جماعت تراویح بحال فوت جماعت فرض صحیح تھا اسے لکھا اور اس کی امام ظہیر الدین مرغینانی سے تصحیح نقل فرمائی۔

دیکھئے امام عین الائمہ کرابیسی کے جواب میں انھوں نے ان دونوں مسئلوں میں امام ابو اللیث و امام ظہیر الدین مرغینانی سے تصحیحیں نقل فرمائیں اور یہاں سادہ خلاف قول تھا وہاں سادہ نقل فرمایا ان کا وہ دوسرا مسئلہ کہ جس نے فرضوں کی جماعت کھوئی ہے وہ وتر جماعت سے نہ پڑھے خلاف سے پاک تھا اسی لئے اس کے خلاف کوئی سادہ قول بھی نقل نہ فرمایا اگر اس کے خلاف کوئی قول ہوتا تو ضرور نقل

-ملا غنیہ ص۳۹۰

فرماتے ساب بحمدہ تعالیٰ روشن تر ہوگیا کہ صغیری کی عبارت سے جو وہم ہوتا ہے وہ نرا وہم ہے ہرگز ان کی
مراد یہ نہیں کہ فرض بے جماعت پڑھے ہوں جب بھی وتر جماعت سے پڑھے یہی صحیح ہے اس کا صحیح ہونا درکنار
یہ کسی کا قول ہی نہیں والحمد للہ والمنۃ علی کشف الغمۃ وھو ولی النعمۃ وکتبت علی تلک العبارۃ
الموھمۃ علی ہامش الصغیری قولہ فی ذلک کلہ یعنی اتباعہ فی التراویح صحیح فیما اذا لم یصل الفرض
جماعۃ وکذا اتباعہ فی الوتر فیما اذا لم یصل التراویح بالجماعۃ لا ان اتباعہ فی الوتر یصح فیما اذا لم
یصل الفرض مع الامام فافھم وتدبر وتثبت وتشھد لما قلنا انصاف فی التصریح علی لفظ التراویح
ھذا کلہ کتبتہ بتوفیق اللہ تعالیٰ تفقھا ثم بعد تحریرہ بشھر او ازید ظفرت بصغیری مکتبۃ سیدنا
الوالد الماجد رحمہ اللہ تعالیٰ فراجعتھا فوجدت بحمد اللہ تعالیٰ ما حاشیۃ علی تلک العبارۃ
الموھمۃ اجاب عنھا بعینہ ما اجبت وبحث ما بحثت وللہ الحمد وھذا ما نصہ قولہ والصحیح انہ
یجوز ان یتبعہ فی ذلک کلہ لیس ھو رحمہ اللہ تعالیٰ من اصحاب التصحیح وانما ھو ناقل ویدل لہ
مطالعۃ شرحہ الکبیر المختصر منہ ھذا الصغیر ان التصحیح للامام الفقیہ ابی اللیث والامام ظھیر الدین
المرغینانی وانھما انما یرجحان الی تصحیح جواز الاتباع فی الوتر وان لم یتبع فی التراویح وجواز الاتباع فی التراویح
وان لم یتبع فی الفرض ولا اثر فیھما لتصحیح جواز الاتباع فی الوتر وان لم یتبع فی الفرض فراجعہ منہ
فالواقع ھھنا نشأ من اقتصار مخل فیتنبہ لیس الفرق بینھما الا فرق اللسان کانہ ھو ناقل الی ھذہ التوارد
ومن انا ای شیء انا ما ھذا الا بفضل اللہ فیض مخدومہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا ثم بعد ما مضی
علی ھذا برھۃ من الزمان ظفرت بکرم اللہ تعالیٰ بباب الوتر والنوافل من فتاواہ المنیفۃ المبارکۃ
قدس اللہ تعالیٰ سرہ وافاض علینا برہ فراجعتہ فوجدت فیہا ھذہ الفتوی بالعربیۃ ما قولکم
رحمکم اللہ تعالیٰ فی الرجل الذی اقتدی بالامام فی التراویح وقد صلی الفرض فی بیتہ او مع غیر الامام
ھل یصلی الوتر بالجماعۃ ام لا او الوتر بالجماعۃ تابع لرمضان ام لجماعۃ الفرض۔

الجواب۔ من صلی الفرض منفردا لا یدخل فی جماعۃ الوتر ومن صلاھا بجماعۃ ولو خلف
غیر ھذا الامام فلہ ان یأتم بہ فی الوتر ای وان لم یکن ادرک التراویح معہ ھو الصحیح المعتمد فی
الغنیۃ شرح المنیۃ للعلامۃ ابراھیم الحلبی اذا لم یصل الفرض مع الامام الخ (صورت ھذہ العبارۃ
بتمامھا فی صدر فتوای) وقال فی رد المحتار قولہ لو لم یصلھا ای التراویح بالامام لہ ان یصلی الوتر

معه (الی قول القهستانی لایتبعه فی الوتر کما مر) قلت وعزاه القهستانی للمنیة وهی منیة الفقہاء لامنیة
المصلی کما نقله بعض المتصدین للفتوی فی عصرنا فتنبه الی عدم مطابقة النقل للمنقول عنه قال
الشامی فقوله (یعنی المصنف) ولو لم یصلها ای وقد صلی الفرض معه لکن ینبغی ان یکون قول القہستانی
معه احترازا عن صلاتها منفردا قلت فیکون علی وزان قول الغنیة المار اذ المعید بالمعیة هنا متابعتها
لا ما اراد به الانفراد لاما یشمل الاداء مع غیره بدلیل قوله معطوفا علیه وکذا اذا صلی التراویح مع
غیره قال الشامی اما لو صلاها (یعنی الفریضة) بجماعة مع غیره ثم صلی الوتر معه لاکراهة تأمل انتہی۔

اقول معلوم ان الضمیر فی قوله لایتبعه للامام مطلقا لالخصوص هذا الامام فان من
صلی الفریضة منفردا لیس له ان یدخل فی جماعة الوتر لامع هذا الامام ولا مع غیره فکذا ذلك
فی قوله معه ای بالجملة فالمتحصل شیئان احدهما ان المنفرد فی الفرض منفرد فی الوتر وما وقع فی منحة
البدر الفرید فی مسائل الصیام والقیام والعید للفاضل المحقق محمد عنایت احمد علیه رحمة الاحد ان
من لم یصل الفرض بجماعة فله ان یدخل فی جماعة الوتر وعزاه لحاشیة الطحطاوی فسهو انا قد
راجعت المعزی الیه فلم اجده نصا بل ظنی ان قد نشأ من بعض کلماته رحمه الله تعالی حیث قال
عند قول الدر المختار لو ترکها الکل (یعنی جماعة التراویح) هل یصلون الوتر بجماعة فلیراجع قضیة
التعلیل فی المسئلة السابقة (ای لو ترکوا الجماعة فی الفرض لم یصلوا التراویح جماعة) بقولهم لانها
تبع ان یصلی الوتر بجماعة فی هذه الصورة لانه لیس بتبع للتراویح ولا للعشاء عند الامام رحمه الله
تعالی انتہی حلبی انتہی فقد یوهم قوله ولا للعشاء جواز الوتر بجماعة ولو لم یصل هو بل ولا الکل الفرض
بها لکنه کما علمت خلاف المنصوص فان الذی فی رد المحتار عن شرح النقایة عن المنیة ان لا یصلی
علی ما مر کان اعدل فی الرد علی هذا الایهام۔

واما ما ذکر انه لیس بتبع عند الامام فنعم ونعم الجواب عنه ما افاد المولی المحقق ابن عابدین
ان اصالته فی ذاته لاتنافی کون جماعته تبعا قلت الاتری ان الظهر والعصر من اعظم الفروض
المستقلة والجمع بینهما من توابع الوقوف بعرفة ولو فی حجة نافلة فافهم قال الشامی علی انهم اختلفوا
فی افضلیة صلاتها بالجماعة بعد التراویح اھ ای فکانت جماعته ادون حالا من جماعة التراویح
المسنونة عند الجمهور حتی لو ترکها الکل اثموا فکیف بجماعة الفرض الواجبة علی الصحیح الرجیح مع

ان يكون تبعا فى الجماعة وان كان اصلا فى الذات حتى افسد تذكره المكتوبات قلت على ان التعليل بالتبعية المذكورة تعليل بالمنافى وهو عند ناس من التعليلات الفاسدة كما صرحوا به فى الاصول وحصر العلة فى التبعية ممنوع محتاج الى البيان هذا والآخران من صلى الفرض بجماعة يجوز له الدخول فى جماعة الوتر سواء صلى الفرض خلف هذا الامام او غيره كما قرر الشامى وسواء صلى التراويح وحده او خلف هذا الامام او غيره كما نصوا عليه قلت بل ومن لم يصلها رأسا كما يشمله اطلاق قولهم ولو لم يصلها بالامام يصلى الوتر فانه يصدق بانتفاء القيد و المقيد جميعا فليحرر۔

اما ما ذكروا ان جماعة الوتر هل هى تبع لجماعة التراويح ام لا فحط الفاضلان الحلبى والطحطاوى فى حواشى الدر الى الثانى كما سمعت واستظهر الشامى الاول قائلا ان سنية الجماعة فى الوتر انما عرفت تابعة للتراويح قلت وهذا هو الاظهر فان شرعية جماعتهم لو كانت لاصالة لاتمة لا تختص برمضان ثم رأيت العلامة البرجندى نص فى شرحه للنقاية ان الجماعة فيه بتبعية التراويح على ما هو المشهور اه فقد ثبت رواية واعتضد دراية وترجح شهرة وانقطع النزاع فاعلم ان هذا كله لو ترك الكل جماعة التراويح كما قدمنا من الغنية عن القنية اما اذا اجتمع القوم وتخلف منهم ناس ثم ادركوا الوتر مع الامام فلا خلاف ان لهم الدخول فى جماعة الوتر اذا كانوا صلوا الفرض بجماعة كما سمعت نعم ذهب بعض كالامام على بن احمد وغيره من الائمة الكرابيسى الى تبعيته لجماعة التراويح فى حق كل مصل يعنى ان من لم يدركها مع الامام لا يتبعه فى الوتر لكنه كما علمت قول مرجوح قلت وبهذا التحقيق ظهر التوفيق بين كلام العلامة البرجندى المذكور وكلام الفاضل شيخى زاده فى مجمع الانهر شرح الملتقى الابحر حيث قال ولو لم يصلها (يعنى التراويح) مع الامام صلى الوتر به لانه تابع لرمضان وعند البعض لا لانه تابع للتراويح عنده وفى القهستانى ويجوز ان يصلى الوتر بالجماعة وان لم يصل شيئا من التراويح مع الامام او صلاها مع غيره وهو الصحيح اه ما فى المجمع فانه صريح فى ان القول بتبعية التراويح قول مرجوح خلاف الجمهور وصريح ما فى البرجندى انه هو القول المشهور۔

ووجه التوفيق ان التبعية فى كلام المجمع ماخوذة بالنظر الى كل احد فى خاصة نفسه ولذا ابى عليه منع من لم يدركها مع الامام عن دخوله فى الوتر وفى كلام البرجندى بمعنى وقوعه بعد اقامة

الناس جماعة التراويح وان لم يدركوا البعض القوم فليكن التوفيق وبالله التوفيق ثم انما المعنی تبعیته لرمضان ان جماعته غیر مشروعة الا فيه لا سلب تبعيته عما سواه مطلقا حتی ینافی تبعیته لجماعة التراويح بل والفرض فان فيه ما قد علمت فاذن لا خلاف بين التصحيحين الا علی قول البعض المرجوح هكذا ينبغی التحقیق والله تعالی ولی التوفیق۔ نعم وقع فی شرح المنية الصغير ما نصه اذا لم يصل الفرض مع الامام قيل لا يتبعه فی التراويح ولا فی الوتر وكذا اذا لم يصل معه التراويح لا يتبعه فی الوتر والصحيح انه يجوز ان يتبعه فی ذلك كله حتی لو دخل بعد ما صلی الامام الفرض وشرع فی التراويح فانه يصلی الفرض اولا وحده ثم يتابعه فی التراويح وفی القنية لو تركوا الجماعة فی الفرض ليس لهم ان يصلوا التراويح جماعة اھ

فاوهم ذلك عند بعض الناس ان الحلبی صحح جواز اتباع الامام فی الوتر وان لم يتبع فی الفرض وانا اقول ليس هو رحمه الله تعالی من اصحاب التصحيح وانما وظيفته النقل عن ائمة الترجيح وهذا ان شرحه الصغير انما هو ملخص شرحه الكبير وهذه عبارة الكبير مرأی عين منك لا تری فيه تصحيحا اصلا ناظرا الی هذا التوهم وانما فيه تصحيحان الاول عن الامام الفقيه ابی الليث لجواز اتباع الامام فی الوتر سواء صلی التراويح كلها او بعضها معه او مع غيره او وحده منفردا وهذا محمل قوله يجوز ان يتبعه فی ذلك كله والثانی عن الامام ظهير الدين المرغينانی لجواز الاتباع فی التراويح وان لم يتبعه فی الفرض وعليه يتفرع الفرع المذكور فی الشرحين معا حتی لو دخل بعد ما صلی الامام الفرض۔ فما التوهم الحاصل فی عبارة الشرح الصغير انما نشأ مما وقع فيه ههنا من الاختصار المخل الا تری انه اقتصر فی التفريع المذكور كاصله الكبير علی قوله يتابعه فی التراويح ولو كان مراده بقوله فی ذلك كله ما يشمل المتوهم لراده ايضا والوتر بالجملة فالمعروف المعلوم من تصحيحات الائمة هو الذی بينه فی شرح الكبير وهذا التوهم لا يعرف له تصحيح ولا ترجيح فلا يعارض ما نص عليه فی منية الفقهاء وحكم به حكما جازما من دون ذكر خلاف۔ فعليك بالتبصر والانصاف۔

ولك ان تقول ان الامام معرف باللام وضمير يتبعه راجع اليه والمعرفة اذا اعيدت معرفة كان المراد عين الاول غالبا۔ فالمعنی اذا لم يصل الفرض مع هذا الامام فليس له ان يتبعه فی الوتر۔ ای لا يجب لاتباعه فی الوتر ان يكون اتبع هذا الامام بعينه فی الفرض وهذا صحيح لا شك۔ ويؤيد هذا الفهم

ر اطیر ص۳۹

ان القہستانی لما قال اذا لم یصل الفرض معہ لایتبعہ فی الوتر احتاج الشامی الی ابانۃ مرادہ وان المنع مع انہ مما لایمیح خصوص ھذا الامام وان جادل مجادل فنقول الشرح الصغیر مطالب بتصحیح نقل ھذا التعمیم الذی لایعلم لہ اصلا فی کتاب قبلہ حتی فی الکبیر الذی کان اصلہ وباللہ التوفیق فقد تحرر بما تقرر ان جماعۃ الوتر تبع لجماعۃ الفرض فی حق کل احد من المصلین ولجماعۃ التراویح فی الجملۃ لا فی حق کل واحد رمضان بمعنی انہا تکرہ فی غیرہ لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد کما فی الدر بخلاف ما حتی جاز اقتداء واحد او اثنین بامام بلا کراہۃ فی الاصح کما فی حاشیۃ العلامۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح للعلامۃ الشرنبلالی رحمۃ اللہ تعالٰی علی العلماء جمیعا اتقن ھذا فانک لاتجد ھذا التحریر فی غیر ھذا التقریر وما توفیقی الا باللہ العلی الکبیر واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم والحمد للہ حمدا موافیا لنعمہ انظر کیف نحج علی تعیین اکثر ما مر علی ابی بفضلہ الولی واللہ تعالٰی اعلم۔

جواب سوال دوم

(الف) یہ رواج برا ہے۔ بازار بھاؤ سے جو کاغذ کی قیمت ہوگی وہی اسقاط کے حساب میں آئے گی وہ بھی اس وقت جب کہ مستحق کو پہونچے اور اگر اسقاط میں وہ قرآن عظیم نہیں دیے جاتے بلکہ یوہیں بغرض ایصال ثواب دیے جاتے ہیں تو جب کہ وہ ناقابل تلاوت ہیں تو قرآن عظیم دینے سے جو مقصود ہے وہ حاصل نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ب) اسقاط تو چاہئے۔ باقی یوں تقسیم یہ سرے ہی سے ناجائز ہے جب کہ اس میں مستحق نامستحق کا کچھ لحاظ نہیں ہوتا۔ ایک جگہ کی مسجد کا امام مستحق ہے اسے دیا گیا تو یہ دینا ٹھیک ہوا دوسری جگہ کا نامستحق ہے اسے دیا گیا یہ جائز نہ ہوا نہ اس کے دیے اسقاط صحیح۔ اور پھر اس خیال سے کہ وہاں کے لوگوں نے ہمارے یہاں کے امام کو دیا تھا ہم وہاں کے امام کو دیں نہ دیں گے تو مفت نزاع ہوگا یہ دینا خالصًا خدا کے لئے دینا بھی نہ ہوا جو اس پر لڑتے ہیں جاہل ہیں گناہ کرتے ہیں۔ اور اگر اس کا لحاظ بھی ہے کہ نامستحق کو نہ دیا جائے مستحقین ہی کو پہونچے جب بھی اس طریقہ کو ضروری خیال کرنا ٹھیک نہیں۔ کہ جب مساکین ہی کو دینا ہے تو وہ جہاں کے ہوں اور اپنے محتاج اقربا کا خیال مقدم پھر الاقرب فالاقرب نیز الاحوج

فالاحوج پر نظر بہتر۔ امام زمرۂ فقراء و مساکین میں وہی داخل ہوگا جو فقیر و مسکین ہو۔ سلامت مسکینی نہیں کہ جو امام ہو مسکین ہو۔ جو امام مسکین ہے اسے فدیہ لینا جائز ہے جبکہ ہاشمی نہ ہو۔ جو مسکین نہیں اسے حرام ہے۔ قرآن عظیم کا ارشاد ہے۔ انما الصدقٰت للفقراء الآیۃ نہ اسے دینا جائز نہ اسے دیئے فدیہ ادا ہو نہ میت کو اس کا کوئی ثواب بلکہ نا مستحق کو دینے کا کوئی ثواب ہی نہیں۔

صدقات واجبہ تو فقراء مساکین کے لئے ہیں غنی متمول کو نہ دینا جائز نہ اسے لینا حلال۔ جو غنی ہو کر لیتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں قرآن مبین کا ابطال کرتے ہیں باطل طور پر مسلمانوں کے اموال کھاتے ہیں اور قرآن عظیم کے ارشاد لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل کا خلاف کرتے ہیں۔ پھر بے ضرورت سوال حرام ہے اگرچہ صدقات واجبہ نہ مانگے اور یہ تو دوہرا حرام ہوا۔ ایسے سائل کو دینا حرام ہے اگرچہ صدقہ واجبہ نہ دے لانہ تعاون علی الاثم والعدوان۔ وقال تعالٰی لا تعاونوا علی الاثم والعدوان نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وصحبہ وبارک وسلم فرماتے ہیں لا تحل الصدقۃ لغنی ولا لذی مرۃ سوی جو غنی ہو کر صدقات واجبہ لیتا ہے وہ بھی مانگ کر وہ طرح طرح حرام کا رشدید گنہگار مستحق نار داخل زمرۂ فساق و فجار ہے۔

جس پر زکوٰۃ فرض ہے اور وہ زکوٰۃ نہیں دیتا بلکہ قہر قہار مستوجب غضب جبار ہے اسے قرآن عظیم سے مژدہ عذاب نار ہے کہ وہ سونا چاندی جن کی اس نے زکوٰۃ نہ دی جنہیں اس نے کنز ٹھہرا رکھنے کی جگہ بنا رکھا یا اللہ عزوجل کی راہ میں خرچ نہ کیا وہ جہنم کی آگ سے تپائے جائیں گے پھر ایسوں کی پیشانی اور پہلو اور پیٹھ ان سے چپکے جائیں گے کہ ہر موضع بقدر ان کنوز کے وسیع کر دیئے جائیں گے اور یہ کنوز تپا کر ان کی پیشانیوں پہلوؤں پشتوں پر رکھ رکھ دیئے جائیں گے۔ (والعیاذ باللہ تعالٰی) اور ان سے ارشاد ہوگا یہ ہے وہ جسے تم نے اپنی جانوں کے لئے جمع کیا تھا۔ (اللہ تعالٰی کی راہ میں خرچ نہ کیا زکوٰۃ میں نہ دیا تھا) تو چکھو اس کا بدلہ قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے الذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون۔ تفسیر امام جلیل جلال الدین سیوطی قدس سرہ میں ہے لا ینفقونھا فی سبیل اللہ ای لا یؤدون منھا حقہ من الزکاۃ والخیر الیسوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب

ل سورۂ توبہ آیت ۶۰ ۲ البقرہ آیت ۱۸۸ ۳ المائدہ آیت ۲ ... توبہ آیت ۳۴، ۳۵ ... جلالین ...

علیہما اهانة شہ عادہ مختار وغیرہ اسفار میں فرمایا کل[1] صلاۃ ادیت مع کراهة التحریم یجب اعادتها

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳: از بہیڑی مسئولہ بعض غیر مقلدین ۲۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۵ھ

(۱) جناب نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نماز شروع میں کس نے پڑھائی اور موافق کس امام کے مقلدوں کے پڑھائی۔

(۲) رفع یدین اور آمین بالجہر کس موقع پر کی ہے اور کس موقع پر منع فرمایا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب: حضور علیہ الصلاۃ والسلام الی یوم النشور فرضیت صلاۃ سے پہلے نماز پڑھتے تھے یہی دیکھو کہ نماز لیلۃ الاسرا میں فرض ہوئی اور فرض ہونے سے پہلے کہ وہ بعد عروج ہوا قبل عروج الی السماء حضور علیہ صلاۃ ربنا العزیز الغفور نے بیت المقدس میں نماز باجماعت پڑھی حضور نے امامت فرمائی اور انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام نے اقتدا کی اذان واقامت بھی ہوئی جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام نے تو بعد فرضیت دو روز صبح لیلۃ الاسرا سے امامت کی ہے وہ برائے تعلیم صلاۃ نہیں بلکہ برائے تعلیم اوقات تھی حضور کو نماز حضور کے رب عزیز غفور جل جلالہ وعم نوالہ نے سکھائی جس نے انھیں ذرے ذرے قطرے قطرے کا عالم بنایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امام شافعی وامام احمد وامام نسائی وترمذی وابوداؤد وغیرہم نے جو احادیث امامت جبریل روایت کی ہیں ان سے یہ ظاہر ہوا ہے نسائی کی ایک حدیث مواہب لدنیہ اور اس کی شرح علامہ زرقانی سے نقل کریں عن[2] جابر بن عبد اللہ ان جبریل اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یعلمہ مواقیت الصلاۃ صبیحۃ لیلۃ الاسراء فتقدم جبریل ورسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خلفہ والناس خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فصلی الظہر حین زالت الشمس واتاہ حین کان الظل مثل شخصہ فصنع کما صنع (فی الظہر) فتقدم جبریل فصلی العصر (فی اول وقتہ) ثم اتاہ حین وجبت الشمس فتقدم جبریل فصلی المغرب (لاول وقتہا) ثم اتاہ حین غاب الشفق فتقدم جبریل فصلی العشاء (اول وقتہا) ثم اتاہ حین انشق الفجر فتقدم جبریل فصلی الصبح اول وقتہ ثم اتاہ فی الیوم الثانی حین کان ظل الرجل مثل شخصہ فصنع کما صنع بالامس (من تقدمہ والنبی خلفہ والناس خلف النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) فصلی الظہر (فی الوقت الذی صلی فیہ العصر بالامس) ثم اتاہ حین کان ظل الرجل مثل شخصیہ فصنع کما صنع بالامس فصلی العصر (فی آخر

---

[1] درمختار مع شامی جلد اول ص۲۶۲ مطبوعہ کوئٹہ ، [2] نسائی جلد اول ص۵۹

وکلتھا) ثم اتاہ حین وجبت الشمس فصنع کما صنع بالامس فصلی المغرب (فی اول وقتھا کما صلاھا بالامس) فناشرقنا ثم اتاہ فصنع کما صنع بالامس فصلی العشاء ثم اتاہ حین امتد الفجر (فی افق السماء) واصبح والنجوم بادیۃ مشتبکۃ وصنع کما صنع بالامس فصلی الغداۃ ثم قال مابین ھاتین الصلاتین (فی الیومین) للصلاۃ وقت۔

اس سوال سے غیر مقلد کو کیا فائدہ۔ محض بے کار سوال ہے یہ اگر قطعاً معلوم ہوتا کہ اس طرح حضور نے نماز پڑھی اور اسی طرح پڑھتے رہے یہاں تک کہ وصال مبارک ہوا تو ائمہ میں اختلاف کیوں ہوتا ہر امام اپنے اجتہاد سے جس نتیجہ پر پہونچتا ہے وہ ظن غالب ہوتا ہے جو فقہیات میں ملحق بالیقین ہے نہ کہ یقین وجزم وقطع اجتہاد سے حاصل ہوتا ہے۔ پھر اگر اس نماز خاص کا علم قطعی بھی ہوتا جو حضور قبل فرضیت صلاۃ پڑھا کرتے یا جو لیلۃ الاسرا بیت المقدس میں پڑھی جس میں انبیاء کی امامت فرمائی یا وہ جن میں بعد فرضیت دو دن حضرت جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام نے امامت کی۔ تو اس کے علم قطعی سے غیر مقلد کیا پاتا۔ کہ نسخ کا امکان موجود۔ جب اس طریقے سے کچھ مختلف طریقہ پر پھر حضور کا آخر وقت پڑھنا کسی امام کو پہونچا وہ اس حدیث سے جب کہ وہ ناسخ ہو سکتی پہلے طریقے کے منسوخ ہونے کا قول کرتا اور جسے نہ پہونچی وہ اسی طریقہ پر کاربند رہتا ابتدائے اسلام میں بعد فرضیت صلاۃ تو سوا مغرب باقی تمام نمازوں کی دو دو رکعتیں تھیں پھر کیا غیر مقلد یہ دیکھ کر آج بھی سب نمازوں کی سوا مغرب کے دو دو رکعتیں ہی فرض جانے گا۔ دو دو ہی پڑھا کرے گا۔

روایت ابن خزیمہ وابن حبان وبیہقی از حضرت سیدتنا عائشہ سے روشن کہ جب تک مکہ معظمہ تشریف رکھی فجر ظہر عصر عشا سب میں دو دو ہی رکعت فرض پڑھے۔ اول اول مدینہ طیبہ میں بھی پھر جب مدینہ طیبہ میں ساکن ہو کر تشریف رکھی تو سوا فجر اور نماز ظہر و عصر وعشا میں زیادت فرمائی گئی فجر میں بوجہ طول قراءت زیادت نہ فرمائی گئی حتی عائشہ رضی اللہ تعالی عنھا فرضت صلاۃ الحضر والسفر رکعتین رکعتین فلما قدم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم المدینۃ واطمأن زید فی صلاۃ الحضر رکعتان رکعتان وترکت صلاۃ الفجر لطول القراءۃ وصلاۃ المغرب لانھا وتر النھار۔ اسی بنا پر فتح الباری شرح صحیح البخاری میں امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا ان الصلاۃ فرضت لیلۃ الاسراء رکعتین الا المغرب ثم زیدت بعد الھجرۃ الا الصبح[1] ابتدائے اسلام کے احکام پر نظر کی جائے تو دو دو رکعتیں غیر مقلد پڑھا کرے اور ہی

[1] فتح الباری جلد اول ص۴۶۴ مطبوعہ بیروت

کو فرض جانے بہت باتیں ایسی ملیں گی جن پر غیر مقلد کو اس کے طور پر عمل ناگزیر ہوگا مثلاً نماز میں کلام مسجد میں مستعمل جوتیاں پہنے آنا بلکہ نجاست سے ملوث جوتیاں پہنے نماز پڑھ لینا ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے رفع وعدم رفع دونوں مروی اور ایک وقت دونوں پر عمل ناممکن۔ لہٰذا کسی ایک کی ترجیح درکار اور وہ بے مرجح ممکن نہیں تو اقوال صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین اور قیاس سے چارہ نہیں ان کی طرف مصیر ناگزیر جو قیاس کا منکر ہے تو اسے یہاں کسی پر عمل ممکن نہیں مگر یا تباع ہوا۔ کہ اس کی ہوا جسے اڑا دے وہ اڑ جائے گا جو باقی رہ جائے گا وہ اس پر عمل کرے گا مگر اس عمل سے حاصل کچھ نہ ہوگا۔ اس کے ہاتھ پھونکنے کا خالی ہوا۔ شوافع کے دامن میں وہ نہیں آسکتا اور حنفیہ سے تو گریزاں تھا ہی حنفیہ عدم رفع کو بعض اصول سے مرجح ٹھہراتے ہیں شوافع رفع کو دوسرے اصول پر اپنا مذہب اور یہ متبع ہوائے نفس لاالی ھؤلاء ولاالی ھؤلاء بے اصل باتیں بناتا اور اٹکل پچو ہوائی گھوڑے دوڑاتا ہے اور اگر کہے کہ ہم بھی شافعی اصول پر عمل کرتے ہیں تو ان کی تقلید کا پھندا بھی اپنے گلے میں ڈال لیا اور پھر بھی ہوائے نفس کی معصیت سے پیچھا چھوٹا کہ جس میں نفس نے چاہا شافعی اصول اختیار کر لیا اور جہاں چاہا اسے چھوڑا حنفیہ کا اور جب چاہا اسے چھوڑا مالکیہ کا دامن تھاما جب چاہا اسے چھوڑا حنبلیہ سے رشتہ جوڑ لیا اور جب چاہا اسے چھوڑا پھر شافعیہ کا اخذ کر لیا۔ یوں ہی چک پھیریاں کرتے رہے۔ اس عمر بھر کے طواف کا نتیجہ اور اس کے ثواب کا جو ثمرہ ملا وہ یہ کہ جوائم لقب پایا۔ یک در گیر و محکم گیر پر عمل نہ کیا تو حاصل کیا ہوا یہ کہ غیر مقلد گھر کا نہ گھاٹ کا۔ جہاں جاتا ہے دُر دُر پھٹ پھٹ سنتا ہے۔

در بارۂ رفع یدین حنفیہ وشافعیہ میں اختلاف ہے شوافع رفع کو اپنے اصول سے مرجح ٹھہراتے ہوئے قائل ہیں عن ابن عمر قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا قام الی الصلاۃ رفع یدیہ حتی تکونا حذو منکبیہ ثم کبر فاذا اراد ان یرکع فعل مثل ذلک واذا رفع من الرکوع فعل مثل ذلک ولا یفعلہ حین یرفع رأسہ من السجود۔ یعنی ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام جب نماز کو کھڑے ہوتے تو دونوں دست مبارک اپنے دونوں دوش اقدس تک اٹھاتے پھر تکبیر تحریمہ فرماتے پھر جب ارادہ رکوع فرماتے تو پھر اسی طرح رفع یدین کرتے اور جب

ط۔ مسلم شریف جلد اول ص ۱۶۸

رکوع سے اٹھتے تو پھر ایسا ہی رفع یدین فرماتے اور سجدہ سے سر مبارک اٹھاتے وقت رفع یدین نہ کرتے۔ اخرجہ الستۃ عن الزھری عن سالم عن ابیہ عبد اللہ ابن عمر۔

یہ حدیث چھان اصحاب صحاح نے زہری سے انھوں نے سالم سے انھوں نے اپنے والد ماجد حضرت سیدنا عبد اللہ بن سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔ یہ حدیث ایک جماعت صحابہ سے مروی ہے جیسے حضرت مولیٰ علی و حضرت ابو ہریرہ و حضرت وائل بن حجر وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم شوافع نے اس کی سند عالی بھی تو اپنے اصول ترجیح بعلو الاسناد کی بنا پر اس حدیث کو مرجح ٹھہرایا اور اپنا معمول بہ بنایا۔ حنفیہ نے اپنے اصول ترجیح بفضل فقہ الراوی لا بعلو الاسناد سے اس کے معارض اس حدیث کو اپنے مذہب مہذب عدم رفع کی بنا رکھی۔ عن عبد اللہ بن مسعود ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ عند تکبیرۃ الافتتاح ثم لا یعود۔ یعنی حضرت سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام تکبیر افتتاح کے وقت رفع یدین فرماتے پھر نہ فرماتے۔ سمعاہ الامام الاعظم و امام الاوزاعی حین روی حدیث ابن عمر المذکور امامہ عن حماد عن ابراھیم النخعی عن علقمۃ والاسود عن عبد اللہ بن مسعود امام اوزاعی اور امام اعظم دار الحناطین مکہ معظمہ میں مجتمع ہوئے امام اوزاعی نے دریافت کیا ما بالکم لا ترفعون عند الرکوع و الرفع منہ یعنی آپ لوگ (اہل عراق) رکوع کو جاتے اور رکوع سے اٹھ کر کیوں رفع یدین نہیں کیا کرتے امام اعظم نے فرمایا لاجل انہ لم یصح عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیہ شیئ اس لئے کہ اس رفع کے بارے میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے کچھ درجہ صحت کو نہ پہونچا۔ امام اوزاعی نے کہا کیف لم یصح وقد حدثنی الزھری الخ کیسے صحیح نہ ہوا کہ مجھ سے زہری نے حدیث بیان کی وہی حدیث مذکور ابن عمر مع سند پڑھی امام اعظم نے فرمایا حدثنا حماد عن ابراھیم الخ یہی حدیث مع سند فرمائی۔ اس پر امام اوزاعی نے تعجب سے فرمایا واعجبا احدثک عن الزھری عن سالم عن ابیہ و تقول حدثنی حماد عن ابراھیم میں تو آپ سے حدیث زہری عن سالم عن ابن عمر بیان کرتا ہوں اور آپ فرماتے ہیں مجھ سے حدیث بیان کی حماد نے ان سے ابراہیم نے۔ امام اعظم نے فرمایا کان حماد افقہ من الزھری وکان ابراھیم افقہ من سالم وعلقمۃ لیس بدون ابن عمر فی الفقہ وان کانت لابن عمر صحبۃ ولہ فضل صحبۃ ولولا فضل ابن عمر لقلت علقمۃ افقہ منہ والاسود لہ فضل کثیر وعبد اللہ عبد اللہ۔

یعنی حماد زہری سے اور ابراہیم نخعی سالم سے افقہ ہیں اور علقمہ حضرت ابن عمر سے تفقہ میں کم نہیں اگرچہ حضرت ابن عمر کے لئے صحبت وفضل صحبت ہے اور اگر حضرت ابن عمر سابق نہ ہوتے تو میں فرماتا کہ علقمہ ان سے افقہ ہیں۔ اور اسود کے لئے بڑا فضل ہے یا فضل کثیر ہے۔ اور حضرت عبداللہ ابن مسعود تو عبداللہ ہیں۔ نیز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطریق آخر مروی الا اصلی بکم صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصلی ولم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ۔ وفی لفظۃ فکان یرفع یدیہ فی اول مرۃ ثم لا یعود اخرجہ[1] ابوداؤد والترمذی عن وکیع عن سفیان الثوری عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمٰن بن الاسود عن علقمۃ۔ قال الترمذی حدیث حسن واخرجہ النسائی عن ابن مبارک عن سفیان الثوری الخ نیز حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں صلیت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلم یرفعوا ایدیھما الا عند افتتاح الصلاۃ رواہ الدارقطنی وابن عدی عن محمد بن جابر عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراھیم عن علقمۃ بن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

نیز ہمارا متمسک یہ حدیث ہے عن البراء انہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رفع یدیہ حین افتتح الصلاۃ ثم لم یرفعھما حتی انصرف رواہ ابوداؤد باسنادہ۔ نیز یہ حدیث عن جابر بن سمرۃ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلاۃ رواہ مسلم نیز یہ حدیث عن عبد اللہ بن عمرو بن عباس انھما قالا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ترفع الایدی فی سبع مواطن عند افتتاح الصلاۃ وعند استقبال القبلۃ والصفا والمروۃ والموقفین والجمرتین اور ایک روایت میں یوں لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن اس رفع یدین کے بارے میں جو طرق وآثار ہیں وہ اس قدر ہیں کہ ان کا احصا صعب ودشوار ہے۔ اور کلام بھی بسیار ہے اس حدیث متمسک شوافع کے جواب ہمارے علماء دیتے ہیں۔

(۱) وہ محمول علی الابتداء ہے کہ ابتدا ہی میں ایسا تھا پھر منسوخ ہوگیا جیسے رفع یدین سجود کہ ہمارے اور امام شافعی کا اتفاق سجدہ کے وقت کا رفع یدین منسوخ ہے اب وہ مسنون نہیں علیٰ ہذا القیاس یہ رفع یدین رکوع۔ اور اس کے مؤید حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے

[1] ابوداؤد صہ۱۰۹

مروی عنہ انہ رأی رجلا یصلی فی مسجد الحرام یرفع یدیہ فی الصلاۃ عند الرکوع وعند رفع الراس منہ فلما فرغ من صلاتہ قال لہ لا تفعل فان ھذا شیئ فعلہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم ترکہ۔ یعنی آپ نے مسجد حرام میں کسی شخص کو نماز پڑھتے دیکھا کہ وہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے رفع یدین کرتا ہے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا آپ نے فرمایا رفع یدین نہ کر کہ یہ ایک شئی ہے جسے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے کیا پھر اسے ترک فرمایا نیز حضرت عبد اللہ بن مسعود سے مروی کہ فرمایا رفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرفعنا وترک فترکنا۔

(۲) حضرت عمر و ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یوں ہی حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ جن سے وہ رفع یدین کی روایتیں ہیں خود ان کا عمل ان روایتوں کے خلاف مروی اور جب راوی روایت کے خلاف عامل ہو اس کی روایت متروک ہوتی ہے۔ کما عرف فی موضعہ نیز ان حضرات کا اپنی روایات رفع یدین کے خلاف پر عمل یعنی رفع یدین نہ کرنا بالی ندائے منادی کہ ان کی روایات رفع محمول علی الابتداء ہیں کہ پہلے پہلے ایسا ہوتا تھا پھر منسوخ ہو گیا اور نسخ کا انھیں علم ہوا تو منسوخ کو چھوڑ ناسخ کو معمول بہ بنایا۔ حسن بن عیاش نے بسند صحیح اسود سے راوی کہ انھوں نے کہا رأیت[1] عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود رواہ امام الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت حضرت مجاہد سے مروی کہ حضرت مجاہد نے فرمایا صحبت ابن عمر عشر سنین فلم أرہ یرفع یدیہ فی شیئ من صلاتہ الا فی التکبیرۃ الاولیٰ نیز حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی نسبت عاصم بن کلیب سے منقول کہ انھوں نے کہا صلیت خلف علی سنتین وکان لا یرفع یدیہ الا فی تکبیرۃ الافتتاح یعنی عاصم بن کلیب اپنے والد سے راوی ان علیا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ رفع یدیہ فی اول تکبیر الافتتاح ثم لم یعد نیز ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا ان العشرۃ الذین شھد لھم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالجنۃ ما کانوا یرفعون ایدیھم الا لافتتاح الصلاۃ۔

(۳) سراپا اعتماد رواۃ ہوتے ہیں حدیث عدم رفع کے راوی بدری ہیں۔ جو نماز میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے قریب رہتے تھے اور اس حدیث متمسک شوافع کے رواۃ میں زیادہ تر غیر بدری جو حضور سے دور جگہ پر کھڑے ہوتے اور ظاہر ہے کہ جب ایسے اصحاب کے اقوال متعارض ہوں گے تو اخذ

[1] طحاوی جلد اول ص۱۳۳

بقول الاقرب اولیٰ ہوگا۔ غرض جواب بہت ہیں اور دونوں جانب سے کلام بہت طویل الذیل شوافع کی جانب سے ان احادیث و آثار اور ان کے طرق پر جن سے حنفیہ تمسک کرتے ہیں کلام ہے جن کے جواب ہمارے علماء نے اپنی کتب مبسوط میں بسط و تفصیل سے دئے ہیں۔ انھیں کہاں تک نقل کریں۔

غرض بعد ایں ہمہ آں و چنیں و چناں منتطع کا بند تو یہ ہے کہ رفع اگرچہ بالرفع ثابت مگر اس کا دوام کہاں ثابت اور یہ کہاں ثابت کہ پہلے رفع نہیں ہوتا تھا پھر رفع فرمایا گیا۔ بلکہ ابھی اوپر یہ گذر چکا ہے کہ رفع کیا جاتا تھا پھر ترک فرمایا اور اس کی ممانعت فرمائی بس سات جگہ سے باقی رکھا گیا۔ پھر ترک رفع وقت تعارض اخبار ہی اولیٰ ہے کہ دو حال سے خالی نہیں کہ یا واقع میں رفع ثابت ہوگا یا عدم اگر رفع ثابت ہوگا تو زیادہ بریں نیست کہ وہ سنت ہوگا اور اگر عدم ثابت ہوگا تو پھر رفع نماز میں ایک ناجائز کام ہوگا۔ ظاہر کہ ترک امر ناجائز اتیان سنت سے اولیٰ ہے رفع ثابت بالوجب بھی اس کا ترک موجب فساد صلاۃ نہیں ہو سکتا اور عدم رفع ثابت ہوا اور رفع کیا گیا تو یہاں ترک سے بہت بڑھ کر ہوگا۔ نیز حنفیہ فرماتے ہیں کہ ہمارا مذہب یوں مرجح ہے کہ یہ بات تو معلوم ہے کہ کچھ اقوال و افعال نماز میں مباح تھے اس رفع کی جنس سے تھے اور ان کا منسوخ ہونا معلوم ہو چکا ہے۔ تو کیا دور ہے کہ یہ رفع عند الرکوع و عند الرفع عن الرکوع بھی انھیں منسوخوں میں شامل ہو خصوصاً اس صورت میں کہ اس حدیث مثبت رفع کے معارض احادیث ایسی ثابت ہیں جن کا رد نہیں۔ بخلاف عدم رفع کہ اس میں احتمال عدم شرعیۃ آہی نہیں سکتا لانہ لیس من جنس ما عھد فیہ ذلک بلکہ وہ تو جنس سکون سے ہے کہ جس کے مطلوب فی الصلاۃ ہونے پر اجماع ہے۔

مسئلہ ۳ ۔ از شہر بریلی محلہ جسولی مسئولہ ۲۲ رجب ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ صلاۃ یعنی اذان کے بعد لوگوں کا بالفاظ صلاۃ و سلام کے مکرر اطلاع کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے یا نہیں و نیز قبر پر اذان دینا حضور سے یا آپ کے صحابہ سے ثابت ہے یا نہیں خلفائے چہار و چہار کو حاضر ناظر سمجھ کر جواب قرآن و حدیث سے مرحمت فرمایئے۔ بینوا توجروا

الجواب ۔ اصل اباحت ہے اور حرمت و کراہت عارض۔ ہذا ما لا یخفی علی المبتدی فضلا عن الماہر کریمہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْــٴَـلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ [1] سے یہ امر ظاہر و باہر تو جس بات

[1] سورۂ مائدہ آیت ۱۰۱

سے قرآن عظیم نے منع نہ فرمایا حدیث کریم نے اسے ممنوع نہ ٹھہرایا ہو تو وہ اپنی اصل اباحت پر ہے یعنی مباح ہے بے وجہ فقہ جائزانہ ممنوع وناجائز بتانا نئی شریعت گڑھنا اور شرع مقدس پر افترا ہے یونہی کراہت کے لئے بھی دلیل خاص درکار بے دلیل خاص دعویٰ کراہت باطل علماء فرماتے ہیں لابد لہا من دلیل خاص تو ایسے امر کے جائز ومباح جانتے والے غیر مکروہ ماننے والے سے یہ مطالبہ کہ کہاں قرآن میں اسے جائز فرمایا ہے کہاں حدیث میں اس کا جواز آیا ہے۔ حضور سے یا صحابہ سے کہاں ثابت ہوا ہے کہ انھوں نے ایسا کیا ہے کھلا ظلم ہی نہیں ہے نرا جور تری جنجال ہے۔ کہ وہ تو اصل اباحت سے کہہ رہا ہے جب علت تحریم ودلیل کراہت نہیں تو ظاہر ہے کہ روا ہے۔ اس سے قرآن وحدیث میں اس کا جواز دکھانے کا سوال ہی الٹا ہے۔ قرآن وحدیث سے دکھانا تو اس کے ذمے ہے جو اسے امر ممنوع کہنا ہے ایسا امر حرام ہے جس کا یہ دعویٰ ہے وہ بتائے کہ کہاں سے کہتا ہے قرآن سے یا حدیث سے دکھائے کہاں اسے حرام فرمایا ہے۔ جانے دے اقوال ائمہ فقہاء وعلماء ہی سے دکھا دے کہ سب نے یا فلاں فلاں بعض نے ایسے امور کو ممنوع لکھا ہے جن کی نسبت قرآن وحدیث میں کوئی خاص حکم جواز وعدم جواز نہیں فرمایا گیا ہے۔ کیا وہی امور حلال ہیں جن کے جواز کا بیان قرآن نے فرمایا یا حدیث میں آیا یا جن کا کرنا حضور علیہ الصلاۃ والسلام یا صحابہ کرام علیہم رضوان المولی العلام سے ثابت ہوا۔ باقی سب مکروہ وحرام۔ کراہت تنزیہی کے ثبوت کو تو دلیل خاص درکار تا بحرام چہ رسد۔

ہاں اگر کوئی جواز کے ساتھ ایسے امر کی سنیت کا بھی مدعی ہو تو البتہ اس سے یہ سوال ہوگا کہ بتاؤ کہ حضور یا صحابہ سے یہ کہاں ثابت ہوا ہے۔ تم نے بے ثبوت دعویٰ سنیت کیوں کیا ہے یہ تثویب واذان قبر دونوں ایسے ہی امر ہیں جن کے کرنے کی ممانعت کہیں قرآن حکیم وحدیث نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم میں نہیں ومن ادعی فعلیہ البیان۔ یونہی اذان قبر کی ممانعت ہرگز کسی صحابی سے بھی کوئی نہیں بتا سکتا اور یونہی اس تثویب کی بھی۔ اور وہ جو باطل کوش بدعت وہابیت کے علمبردار ہوش دکھاتے ہیں ملخوج ومحتمل فیہ۔ والظن لایغنی من جوع والاحتمال لایشبع پھر اگر قطعی طور پر مانا جائے کہ اس تثویب کو بعض صحابہ نے رد کا اس پر انکار فرمایا۔ تو صحابہ ہی سے یہ بھی بتایا جائے کہ ان کا وہ انکار اس عہد کریم سے جس میں غفلت کا نام نہ تھا اذان کے ساتھ ہی مسجد میں حاضری ہوتی۔ خاص نہ تھا حاجت وبلا حاجت اس پر مطلقاً انکار فرمایا بعد عہد صحابہ تابعین کا فجر کے وقت یہ تثویب مکرر اطلاع رائج کرنا ان

صحابہ کے اس انکار کا مطلب نہایت روشن بیان کر رہا ہے اگر تثویب ایسی چیز ہوتی جس پر انکار مطلقاً ہوتا تو تابعین کیوں کسی وقت رائج کرتے۔ کیا یہ مانعین خدا کو ہاں ہاں اسی واحد قہار جبار کو سمیع و بصیر و علیم و خبیر مان کر کہہ سکتے ہیں کہ قرآن نے اس تثویب کو یا اذان قبر کو کہیں منع فرمایا یا حدیث نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ممنوع ٹھہرایا یا فلاں صحابی نے اذان قبر کو یا قطعاً اسی تثویب کو ممنوع کہا مکروہ رکھا۔ مگر ان میں سے کوئی اس کی جرأت کرے تو آیت یا حدیث یا قول صحابی پیش کرے۔

ہم مجوزین اذان قبر یا اس تثویب کو سنت کب بتاتے ہیں جن سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ تثویب مکرر اطلاع کرنا اور قبر پر اذان دینا حضور سے یا آپ کے صحابہ سے ثابت ہے یا نہیں۔ اور جواز کے لئے حضور یا صحابہ کا کرنا ضرور نہیں۔ پھر عدم ثبوت ثبوت عدم نہیں یعنی جس بات کا کرنا ثابت نہ ہو اس لئے اس کا عدم ثابت ہو یہ بھی ہرگز مقبول نہیں محض خیال باطل عاطل ثانیاً صلاۃ وسلام کا تو حکم قرآن عظیم نے مطلق ارشاد فرمایا ہے کسی وقت و مکان کے ساتھ مخصوص نہیں اس میں وقت دون وقت کا کچھ مذکور نہیں نہ مکان دون زمان کا تو کوئی ذکر نہیں صلاۃ وسلام جس زمان وجس مکان جہاں اور جس طرح ہو جہراً یا سراً۔ وہ کریمہ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا کی تعمیل ہے۔ اگر کوئی اذان کے بعد صلاۃ وسلام بلند آواز سے عرض کرتا ہے تو اسی ارشاد صلوا علیہ وسلموا تسلیما کے نیچے داخل۔ اور یک کرشمہ دوکار اس سے تنبیہ غافل بھی حاصل اور استعمال ذکر برائے آگاہی غافل موجود مثلاً تنبیہ امام کے لئے سبحان اللہ کہا ہر غافل کی غلطی پر تنبیہ کے لئے سبحان اللہ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ العظمۃ للہ وغیرہ دائر و سائر یہ تو اس خاص طریقہ تثویب بالفاظ درود شریف کے متعلق آیہ کریمہ اب مطلقاً ہر تثویب کے متعلق سنئے وہ چاہے جن متعارف الفاظ سے ہو قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا مارآہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن جسے مسلمان اچھا سمجھیں تو وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے ائمہ اعلام فقہاء عظام علماء کرام نے اسی حدیث سے تثویب اعلام بعد اعلام مکرر اطلاع کو حسن فرمایا۔

نیز قرآن عظیم کا ارشاد ہے تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور نماز بر و تقوی اور غافلوں کو اس کے قرب قیام کی اطلاع کیجئے اذان کے بعد سے اب تک غفلت کی اب نماز قائم ہونے والی ہے اب کچھ غفلت نہ کرو ورنہ نماز نکل جائے گی یا کامل نہ پا سکو گے۔

ل سورۂ احزاب آیت ۵۶ ، ۲ سورۂ حشر آیت ۷ ، ۳ مسند احمد بن حنبل ص ۳۷۹/۱ ، ۴ سورۂ مائدہ آیت ۲

بروتقویٰ پر تعاون ۔ حضرت سیدنا امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاسانی قدس سرہٗ النورانی نے اس تثویب (مکرر اطلاع) کے متعلق ارشاد فرمایا زیادۃ الاعلام من باب التعاون علی البر والتقویٰ فکان مستحسنا نیز قرآن کریم کا ارشاد کریم ہے ومن احسن قولا ممن دعا الی اللّٰہ اور اس سے بہتر کس کی بات جو اللہ کی طرف بلائے اور تثویب کا دعا الی اللہ ہونا آشکار و روشن از آفتاب نصف النہار نیز حدیث کا ارشاد فیض بنیاد ہے من دعا الی ھدی فلہ اجرہ ومثل اجر من تبعہ جو ہدایت کی جانب بلائے تو اس کے لئے دو اجر ہیں ایک اس کا اپنا اور اس کے متبع کا۔ اور تثویب ظاہر ہے کہ دعا الی الہدیٰ ہے تو بحمدہٖ تعالیٰ قرآن و حدیث ہی سے تثویب کا جائز نہ فقط جائز بلکہ مندوب و مستحب و مستحسن خوب و مرغوب و بہتر ہونا ثابت ہوا۔ سائل صاحب کی یہ ضد تو پوری ہو گئی اب وہ خود یا وہ اس قدر اپنے آپ کو نہ سمجھے ہوں تو جتنے مانعین ہیں ان سب کو لعلو اجمعوا شرکائکم جمع کرکے سب کی کوشش سے کوئی آیت ممانعت کوئی حدیث منع قرآن و احادیث نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پیش کریں۔ اسی سمیع و بصیر علیم و خبیر عزجلالہ کو شہید اعتقاد کرتے ہوئے۔

رہی اذان۔ تو ظاہر ہے کہ وہ ذکر الٰہی و ذکر حضرت رسالت پناہی جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور ذکر الٰہی کی نسبت ارشاد ہے واذکروا اللّٰہ عند کل حجر و شجر ہر پتھر ہر پیڑ کے پاس یعنی ہر جگہ ذکر الٰہی کرو۔ تو قبر کے پاس اذان دینا داخل۔ پھر اذان ذکر اللہ ہے اور ذکر الٰہی دافع عذاب بلکہ خاص اذان کا دافع عذاب ہونا حدیث سے ثابت اذان ذکر حبیب علیہ الصلاۃ والسلام پر مشتمل اور ذکر رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باعث نزول رحمت۔ اذان دافع وحشت و باعث جمعیت خاطر اور میت پر اس وقت کی وحشت کا کیا پوچھنا والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اذان سے تلقین اتم حاصل اور میت کو اس وقت تلقین کی حاجت۔ اور تلقین نزد قبر بتصریحات علماء مستحب و مستحسن جس طرح ہو۔ حدیث میں ہے ما من شیء انجی من عذاب اللّٰہ من ذکر اللّٰہ عذاب الٰہی سے نجات دینے والی کوئی شئی ذکر الٰہی سے زیادہ نہیں حدیث ہی میں فرمایا اذا اذن فی قریۃ امنہا اللّٰہ من عذابہ فی ذلک الیوم جس جگہ اذان کہی جاتی ہے وہ جگہ اس دن عذاب الٰہی سے مامون فرمادی جاتی ہے۔ حضور کا ذکر ذکر الٰہی اور ذکر الٰہی بلاشبہ باعث نزول رحمت الٰہی و سکون و راحت قلب قال اللّٰہ تعالیٰ الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب ذاکرین کی نسبت حدیث میں وارد حفتھم الملائکۃ وغشیتھم الرحمۃ ونزلت علیہم السکینۃ جہاں ذکر صالحین

۱ سورۂ حم سجدہ آیت ۳۳ ، ۲ مسلم شریف مشکوٰۃ ص ۲۹ ، ۳ بیہقی مشکوٰۃ ص ۱۹۸ ، ۴ معجم کبیر طبرانی ص ۲۵۶ ، ۵ مسلم شریف ج ۲ ص ۳۴۵ ، ۶ معجم کبیر ج ۱ ص ۲۵۷ ، ۷ سورۂ رعد آیت ۲۸

ہوتا ہے وہاں نزول رحمت ہوتا ہے پھر حضور تو سید العالمین ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ خود ذکر ہے دفع وحشت وحصول اطمینان ظاہر اور حدیث میں دفع وحشت کے لئے اذان ہونا ثابت۔

جب حضرت سیدنا آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام جنت سے ارض ہند میں نازل ہوئے انھیں گھبراہٹ اور بے چینی ہوئی جب حضرت جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام نے اتر کر اذان دی تو دفع ہوئی۔

امام اجل ابو سلیمان خطابی دربارۂ تلقین قبر فرماتے ہیں لا نجد لہ حدیثا مشہورا الی قولہ وکل ذلک حسن۔ امام اجل نووی نے کتاب[1] الاذکار میں فرمایا یستحب ان یقعد عند القبر بعد الفراغ ساعۃ قدر ما ینحر جزور ویقسم لحمہ ویشتغل القاعدون بتلاوۃ القرآن والدعاء للمیت والوعظ وحکایات[2] لاھل الخیر والصالحین حضرت شیخ محقق نے بعض علماء سے نقل فرمایا کہ[3] نزد قبر کسی مسئلہ فقہی کا ذکر مستحب ہے پھر خود ذکر فرمایا کہ مسئلہ فرائض اور مناسب اور فرمایا کہ ختم قرآن کریں تو یا اولیٰ وافضل ہے ان امور مذکورہ میں یعنی تلاوت قرآن نزد قبر ودعا میت ووعظ وذکر صالحین میں بالخصوص کون سی حدیث وارد ہے پھر یہ کیوں مستحب ومستحسن اور اذان کیوں ناجائز وناروا ٹھہرے وہ کیوں مستحب نہ ہو۔

یہاں ہم نے ایذان الاجر ہی سے کچھ تھوڑا بطور خلاصہ لکھا ہے جسے تفصیل درکار ہو وہ لاجواب رسالہ مبارکہ مذکورہ جو اذان قبر ہی کے بارے میں ہے اور مدت سے چھپا ہوا ہے جسے چھپے پچاس برس کے قریب ہوئے مطالعہ کرے۔ اور مانع سے پوچھے کہ خدا کو سمیع وبصیر علیم وخبیر شہید وقدیر اعتقاد کرتے ہوئے بتائے کہ کس آیت کس حدیث میں اذان قبر کی ممانعت ہے اور کس آیت کس حدیث میں تلاوت قرآن وذکر صالحین وغیرہ نزد قبر کرنے کا بالخصوص ارشاد ہے۔ بعض علماء نے اذان عند القبر کو سنت فرمایا اور وہ بنظر عمومات شرعیہ ضرور فرد سنت مگر ہم اسے فرد اسنت نہیں جانتے یعنی ذکر سنت ہے اور اذان افراد ذکر سے ایک فرد نہ یہ کہ خود اذان ہی سنت ہے۔ مگر مستحب ومستحسن قطعاً ہے جس سے ممانعت سخت جرأت ہے اور شریعت پر افتراء وتہمت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب کا دوسرا رخ

قرآن عظیم میں زیر زبر پیش جزم وتشدید لگانا حجاج ظالم کے وقت کی بدعت حسنہ ہے اس کا اس زمانہ میں کرنا بتصریح علماء کرام واجب ہے اور ترک ناجائز۔ کیا خدا کو سمیع وبصیر علیم وخبیر یقین کرتے

[1] الاذکار المنتخبۃ ص ۱۲۴ مطبوعہ بیروت، [2] اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۱۵۳ مطبوعہ لکھنؤ، [3] ایضاً جلد اول ص ۲۱

ہوئے بالخصوص اس کے وجوب کا حکم خاص قرآن وحدیث سے وجوب کا نہ کہی استحسان واستحباب ہی کسی کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ کیا حضور سے یا حضور کے صحابہ سے اسے ثابت کیا جاسکتا ہے۔ مساجد کے گنبد ومینار کا کیا حکم ہے کیا انھیں عہد نبوی یا زمانۂ صحابہ سے ثابت کیا جاسکتا ہے یا ان کے بنانے کا حکم قرآن وحدیث سے پیش کیا جاسکتا ہے۔ کیا یہ نا جائز ہے کیا ان کا دور کرنا ضروری ہے۔ جو کچھ کہا جائے قرآن وحدیث و عہد نبوی و عہد صحابہ سے اس کا ثبوت پیش کیا جائے۔ مؤذن وامام و مدرس علم دین کی تنخواہ کا کیا حکم ہے کیا حدیث میں نہیں کہ ان اتخذت مؤذنا فلا تاخذ علی الاذان اجرا۔[1] اگر تم مؤذن بنائے جاؤ تو اذان پر اجرت نہ لینا۔

باوجود اس ارشاد حدیث اور ممانعت تمام ائمہ متقدمین آج یہ زبردستی مانعین تثویب واذان قبر اس تنخواہ کو جائز کیوں جانتے ہیں نہ صرف جائز بلکہ خود تنخواہ دار ہو کر تنخواہ مؤذن امام ہو کر تنخواہ امام مدرس ہو کر تنخواہ مدرس کیوں لیتے ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے کہ بعض احکام تبدل و تغیر زمانہ سے بدل جاتے ہیں اذان قبر کے متعلق تو قطعاً کوئی ممانعت نہیں اور اس تثویب کے متعلق بجز اس کے اور تمام علماء متاخرین اس کے استحسان پر قرناً فقرناً اتفاق فرماتے آئے اذان قبر کو بعض نے سنت تک فرمایا۔ اس اجرت پر قربت کی تو خود حدیث میں ممانعت ہے۔ تمام متقدمین اسے منع کرتے رہے پھر اسے شیر مادر بنانا اور انھیں ناجائز بدعت بتانا پیچ کہنا کس قدر ظلم عظیم ہے مگر ہے یہ کہ اس میں مانعین کا مالی فائدہ ہے اور ان میں مسلمانوں کا دینی و دنیوی فائدہ اس میں ان کا تو کوئی فائدہ نہیں۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم۔ اسی جبار قہار دیان عز جلالہ کو سمیع و بصیر علیم و خبیر شہید و قدیر جانتے ہوئے یہ بھی بتایا جاسکتا ہے کہ خدا کو حاضر ناظر کہنا قرآن کی کس آیت یا کس حدیث میں آیا ہے۔ یا حضور یا صحابہ نے کہاں خدا کو حاضر وناظر فرمایا ہے۔ علماء نے حاضر وناظر کہنے کو کیسا بتایا ہے حاضر ناظر خدا کو کہنا جائز ہے یا کیا یہ چند نمازیں ہوا سے گر نہ از خریدار۔ فقط۔

مسئلہ ۵ ـ زید گاؤں کی ایک مسجد میں پیش امام ہے اس امام نے اپنی مسجد میں نماز تراویح پڑھائی اور پھر دوسری مسجد میں جاکر دوسری مسجد میں نماز تراویح پڑھائی رمضان بھر اسی طرح کیا اور نماز جمعہ اور نماز عید الفطر بھی ایک جگہ پڑھا کر پھر دوسری مسجد میں پڑھائی ایسے امام کے لئے کیا حکم ہے اور جن مقتدیوں نے دوسری مسجد میں اس امام کے پیچھے نماز پڑھی ہے ان کی نماز ہوئی یا

[1] جامع ترمذی جلد اول ص۲۹

نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب۔ ایسا شخص گنہگار ظالم حق اللہ وحق العباد میں گرفتار ہے دوسروں کے فرض کھونے والا سنت کا ان کے ذمہ باقی رکھنے والا ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ نماز جمعہ اور نماز عید الفطر تو ظاہر ہے کہ جب وہ ایک دفعہ پڑھ چکا اس کا فرض اس کا واجب ادا ہوگیا اب دوسری جگہ پڑھے گا متنفل ہوگا اور مفترض کو متنفل کے پیچھے اقتدا جائز نہیں۔ جنھوں نے نماز جمعہ اور نماز عید الفطر اس کے پیچھے پڑھیں ان کا فرض وواجب ادا نہ ہوا جنھیں معلوم ہو کہ یہ شخص نماز جمعہ پڑھ چکا تھا اور پھر امامت کی وہ اب ظہر ادا کریں۔ تراویح بھی قول صحیح پر ایسے شخص کے پیچھے جائز نہیں جو اپنی پڑھ چکا ہو۔ غرض جہاں بناء قوی علی الضعیف ہوگی اقتدا درست نہ ہوگا۔ غنیہ شرح منیہ میں ہے۔ لا یصح اقتداء البالغ بغیر البالغ فی الفرض وغیرہ وھو الصحیح لان صلاۃ البالغ اقوی للزومھا ولا یجوز بناء القوی علی الضعیف وھو اصل یخرج علیہ کثیر من المسائل (الی قولہ) وکذا لا یقتدی المفترض بالمتنفل لما قلنا وما فی الصحیح عن معاذ انہ کان یصلی مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم العشاء ثم یرجع الی قومہ فیصلی بھم تلک الصلاۃ فلیس فیہ انہ کان یصلیھا معہ علیہ الصلاۃ والسلام فرضا وما وقع فی روایۃ الشافعی لہ من قولہ ثم ینطلق الی قومہ فیصلیھا بھم ھی لہ تطوع ولھم فریضۃ ادراج من الشافعی بناء علی اجتہادہ ولھذا لا نعرف تلک الزیادۃ الا من جہتہ[1] اسی میں ہے لو ام فی التراویح مرتین فی مسجد واحد کرہ وکذا لو صلاھا مرتین ماموما فی مسجد واحد وان فی مسجدین اختلف فیہ حکی عن ابی بکر الاسکاف انہ لا یجوز یعنی لا یجوز تراویح اھل المسجد الثانی واختارہ ابو اللیث[2] اسی میں فرمایا اذا صلی التراویح مقتدیا بمن یصلی نافلۃ غیر التراویح اختلفوا والصحیح انہ لا یجوز اھ مختصراً۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

سوال ۶: بعد نماز عصر قضا نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں یا بعد نماز فجر طلوع سے قبل قضا نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

جواب۔ قبل تغیر آفتاب قضا پڑھ سکتے ہیں اسی طرح قبل طلوع بھی بعد تغیر نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

سوال ۷۔ بارش کثرت سے ہورہی ہے اس حالت میں اذان مسجد کے اندر یا حجرے کے اندر پڑھنا درست ہے یہ بھی تحریر کردیجئے کہ مسجد کے اندر پڑھے یا حجرے کے اندر پڑھے؟

جواب۔ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے چھتری لگا کر خارج مسجد اذان دیں اور اگر بیرون مسجد

[1] غنیہ ص۳۸۱، [2] ایضاً ص۳۹۰

کوئی جگہ ایسی ہو جہاں بارش سے بچے وہاں دے جیسے یا دالان کے اندر گھس کر اذان دینے میں خصوصاً بارش کے وقت میں باہر آواز بھی کافی طور پر نہ پہونچے گی اور اذان کا مقصد ہی حاصل نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال ۸۔ جس پگڑی میں گوٹا لگا ہو اس کو باندھ کر نماز پڑھنا درست ہے؟ بینوا توجروا

جواب۔ جائز ہے جب کہ گوٹا چار انگل سے کم ہو اور سچا ہو جھوٹے سے نماز مکروہ ہوگی۔

سوال ۹۔ جو شخص صلاۃ پڑھنے میں اعتراض کرے اور یہ کہے کہ معاذ اللہ مردے کو پکارتے ہیں اس پر شریعت سے کیا حکم ہوتا ہے؟ بینوا توجروا

جواب۔ ایسا شخص سخت بے ادب بدلگام ہے بے ہودہ بکتا ہے اس پر توبہ فرض ہے بلکہ تجدید ایمان و تجدید نکاح بھی چاہئے وہ بدنصیب شاید التحیات میں السلام علیک ایہا النبی بھی نہ پڑھتا ہوگا غالباً یہ شخص وہابی ہے اگر ایسا ہے تو وہابی تو اس سے زائد گستاخیاں کرتے ہیں اس کی اس سے کیا شکایت یا وہابی کی صحبت میں بیٹھنے والا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال ۱۰۔ وہ کون سا رنگ ہے جس رنگ کا کپڑا پہن کر نماز نہیں ہوتی؟

جواب۔ زعفران و کسم کا رنگا مرد کو ممنوع ہے اس سے نماز مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال ۱۱۔ عورتیں جو رنگین کپڑے پہنتی ہیں ان کو کیا لازم ہے کہ رنگین کپڑوں کو پاک کرکے نماز پڑھیں؟

جواب۔ نہیں ہاں ناپاک رنگ میں رنگیں تو اپنے آپ ہی پاک کرنا ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال ۱۲۔ مرد رنگین پگڑی باندھ کر نماز پڑھتے ہیں یا کرتا پہنتے ہیں ان کو لازم ہے کہ پاک کرکے نماز پڑھیں؟

جواب۔ نہیں مگر جب کہ ناپاک رنگ میں رنگے ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال ۱۳۔ اذان محراب سے داہنی طرف پڑھی جاوے یا بائیں طرف؟

جواب۔ جدھر مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۔ بعد نماز عیدین دعا مانگنا سنت ہے یا مستحب یا کچھ اور اگر سنت ہے یا مستحب تو قبل خطبہ یا بعد خطبہ مع ادلہ بیان فرمائیں، باعتبار شریعت جو حکم بھی ثابت ہو اگر کسی نے بغرض اہانت دعا کا انکار کیا تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی ابوالوفا غلام عبدالقادر غفرلہ شاہدی بہاری

الجواب ۔ دعا یقیناً اللہ کا ذکر و عبادت ہے کل دعاء ذکر کما فی المرقات شرح المشکوٰۃ دعا اعظم مندوبات واجل مطلوبات سے ہے۔ کسی زمان و مکان و وقت کے ساتھ مقید و مخصوص نہیں جس آن میں جہاں ہو محمود ہے قال اللہ تعالیٰ فاذکرونی اذکرکم۔ وقال تعالیٰ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان وقال تعالیٰ ادعونی استجب لکم وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیکم بالدعاء وقال علیہ الصلاۃ والسلام صلوا علی واجتہدوا بالدعاء وقال علیہ التحیۃ والثناء اکثروا من الدعاء فان الدعاء یرد القضاء المبرم اور نماز کے بعد دعا آداب نماز سے ہے قرآن عظیم فرماتا ہے فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب اور نماز کے بعد دعا اور مجمع کثیر میں دعا یہ دونوں محل اجابت۔

حدیث میں ہے قیل یا رسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل ودبر الصلوات المکتوبات علامہ علی قاری مکی نے اس کی شرح میں فرمایا ای عقیب الصلاۃ المفروضات والتقیید بہا لکونہا افضل الصلوات فہی ارجی لاجابۃ الدعوات نماز نفل کے بعد دعا کے لئے حدیث میں فرمایا الصلاۃ مثنی مثنی تشہد فی کل رکعتین وتخشع وتضرع وتمسکن وتقنع یدیک یقول ترفعہما الی ربک مستقبلا ببطونہما وجہک وتقول یا رب یا رب ومن لم یفعل ذلک فہو کذا کذا اور ایک روایت میں یوں ہے ومن لم یفعل ذلک فہو خداج علامہ طاہر فتنی تکملہ مجمع البحار میں حدیث مذکور کی شرح کرتے ہیں ثم تقنع یدیک ہو عطف علی محذوف ای اذا فرغت منہا فسلم ثم ارفع یدیک فوضع الخبر موضع الامر نیز علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں ای اذا فرغت منہا فسلم ثم ارفع یدیک ووضع الخبر موضع الطلب حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یجتمع ملأ فیدعو بعضہم ویؤمن بعضہم الا اجابہم اللہ اسی لئے حصن حصین میں مجمع مسلمانان کو اوقات اجابت سے شمار فرمایا کہ فرمایا واجتماع المسلمین علامہ قاری نے اس کی شرح میں لکھا کل ما یکون الاجتماع فیہ اکثر کالجمعۃ والعیدین وعرفۃ یتوقع فیہ رجاء الاجابۃ اھ

تو بعد نماز عیدین دعا کا مستحب و مستحسن اور خوب و مرغوب ہونا تو ظاہر تر ہے رہا اس کا مسنون ہونا تو اس کا تابعین عظام کی سنت ہونا معلوم۔ حضرت سیدنا امام محمد کا کتاب الآثار میں ارشاد مبارک ہے اخبرنا ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراہیم قال کانت الصلاۃ فی العیدین قبل الخطبۃ ثم یقف الامام علی راحلتہ بعد الصلاۃ فیدعو ویصلی بغیر اذان واقامۃ بلکہ بعض احادیث پر نظر کرنے سے اس دعا کا ثبوت فعل خود حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام سے ملتا ہے نیز اس حدیث بخاری سے کہ فرماتے ہیں

[illegible]

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمزج العوائق ودوات الخدور والحیض ویعتزل الحیض المصلی ویشھدن الخیر ودعوۃ المسلمین۔ بعد نماز دعا کا مسنون ہونا تو معلوم ہے مگر اس کی تصریح نظر میں نہیں کہ بعد نماز متصلاً قبل خطبہ دعا ہو یا بعد خطبہ غرض ناجائز نہیں ہے نہ وہ ہمارا معمول بعد خطبہ ہی کا ہے مجھے جہاں تک یاد ہے اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کا معمول بھی بعد خطبہ ہی تھا اور یہ یوں مناسب بھی ہے کہ اگر بعد نماز دعا ہو جائے تو بہت لوگ خطبہ سے محروم رہیں دعا ہوتے ہی چلے جائیں میرے نزدیک جب یہ معلوم نہیں ہے کہ عہد رسالت میں دعا کس کے بعد ہوتی تھی تو اگر دونوں کے بعد ہو تو زیادہ مناسب ہے کہ اس میں یقیناً سنت بھی ادا ہو جائے گی اور مکرر دعا کا دہرا ثواب بھی ہوگا ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وھو جعلہ ہے زیادہ تفصیل درکار ہو وہ اعلیٰ حضرت سیدنا والد ماجد قدس سرہٗ العزیز کا رسالہ سرور العید مطالعہ کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) کسی مسلمان سے دعا کا انکار بطور اثبات مظنون نہیں انکار کرتا ہوگا تو اس موقعہ خاص پر اس کے مسنون ہونے کا اپنی جہالت سے انکار کرتا ہوگا فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۔ از شاہجہاں پور رنگین چوپال مرسلہ جناب مولوی حکیم سلامت اللہ صاحب قادری رضوی۔ ۱۲ر جمادی الآخر ۵۲ھ

زید ایک محلہ کی مسجد میں امام ہے فجر و عصر کی نماز کے بعد پورب دکھن کی طرف منھ کرکے دعا مانگتا ہے مقتدیان نے امام صاحب سے کہا کہ ہم نے مولوی بلغاری صاحب اور مولوی غلام محی الدین خاں صاحب پیش امام سابق جامع مسجد اور نیز بزرگان دین کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ سب صاحبان اتر کی طرف منھ کرکے دعا مانگا کرتے تھے جس پر زید مذکور نے جواب دیا کہ اگلے بزرگ سب گمراہ تھے اور حضرت کے چچا ابو جہل بھی گمراہ تھے۔ تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور ایسے شخص کے لئے شرعاً کیا جرم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ نماز کے بعد انحراف چاہئے خواہ جنوباً کرے خواہ شمالاً اور اگر شمالاً یا جنوباً انحراف کا موقع نہ ہو تو قبلہ کو پشت کرے اور نمازیوں کی طرف منھ کرے حالت صلاۃ میں تو بوجہ استقبال قبلہ نمازیوں کی طرف پشت مجبوری تھی۔ اب جب کہ نماز سے فارغ ہو چکے تو نمازیوں کی طرف پشت نہ ہونی چاہئے۔ لہٰذا انحراف کرے اور ہر بات میں تیامن مستحب ہے تو شمالاً انحراف احب ہے اور جائز جنوباً و شرقاً بھی

ـــــ فتاویٰ رضویہ جلد سوم ملتقطاً بحوالہ بخاری جلد اول ص۱۳

سے خود حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے بعد انصراف انحراف احادیث میں موجود اور عن یمینہ وعن یسارہ بھی۔ اور حضور کی تیامن کے ساتھ محبت اور اس کا اعتیاد کے معلوم نہیں اور اس سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے کہ لوگ انحراف عن یمین ہی کو حق اور اس کے سوا کو ناجائز نہ جاننے لگیں قولاً وفعلاً تنبیہ بھی فرمائی غنیہ[1] شرح منیہ میں ہے اذا اتم صلاۃ الامام فھو مخیر ان شاء انحرف عن یسارہ وجعل القبلۃ عن یمینہ وان شاء انحرف عن یمینہ وجعل القبلۃ عن یسارہ وھذا اولی لما فی مسلم من حدیث البراء کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احببنا ان نکون عن یمینہ حتی یقبل علینا بوجھہ فان مفھومہ ان وجھہ صلی اللہ علیہ وسلم عند الاقبال علیھم کان یقابل من ھو عن یمینہ وذلک انما یکون اذا کان الجھۃ عن یمینہ والقبلۃ عن یسارہ وقیل معناہ حتی یقبل علینا بوجھہ قبل من ھو عن یسارہ فیفید الانصراف عن یمینہ لانہ یجلس منحرفا بل یستقبلھم فی القعود بعد الانصراف عن یمینہ کما فی حدیث انس عن مسلم ایضاً کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ینصرف عن یمینہ وما فی الصحیحین وغیرھما من حدیث ابن مسعود قال لا یجعل احدکم للشیطان شیئاً من صلاتہ یری ان حقا علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کثیرا ینصرف عن یسارہ لا یعارض ذلک لان فعلہ علیہ الصلاۃ والسلام لذلک تعلیماً للجواز مع محبتہ للتیامن واعتیادہ بہ وھو ای الجواز مراد ابن مسعود فانہ انما نھی ان یری الانصراف عن الیمین حقا لا یجوز غیرہ تو وہ جس نے دکھن کی جانب اور پورب کی طرف ہی وقت دعا منہ کرنے کو حق جانا اور اور کو ناجائز نہ صرف ناجائز بلکہ گمراہی وہ اپنا حکم خود دیکھے۔ اس نے غلط وباطل فتویٰ دیا یا نہیں اللہ اکبر بوجہ محبت تیامن واعتیاد تیامن حضور علیہ الصلاۃ والسلام تنبیہ کے لئے انحراف عن یسارہ بھی فرمائیں۔ اور انحراف عن یمینہ ہی کو حق جانیں اور انحراف عن یسارہ کو ناجائز ماننے سے نہی ارشاد بھی فرمائیں اور حضور کے محبوب انصراف عن یمینہ ہی کو نہ صرف ناجائز بلکہ گمراہی بتاکے تمام بزرگوں کو گمراہ ٹھہرائے اب بتائیے کہ وہ بحکم حدیث[2] من افتی بغیر علم لعنتہ ملائکۃ السموات والارض ملعون ملائکہ آسمان وزمین ہوا یا نہیں اس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک سارے بزرگوں کو گمراہ ٹھہرایا یا نہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اس پر توبہ لازم اگر توبہ نہ کرے تو اس کے پیچھے نماز سے سخت احتراز لازم وہ توبہ کے ساتھ تجدید ایمان وتجدید نکاح بھی کرے۔ واللہ الموفق وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

لہ غنیہ ص۳۴۲ ، ۲ مختار الاحادیث ص۱۲۱

مسئلہ ۱۶ مسئولہ ۲۹ جمادی الآخر ۱۳۵۱ھ

جو شخص شمال و مغرب ہی کی جانب منہ کرکے دعا مانگنا ضروری اور لازمی لابدی سمجھتا ہے اور علاوہ ان دو سمتوں کے ناجائز آیا اس شخص کا ایسا سمجھنا یا عقیدہ رکھنا کیسا ہے اور ایسے شخص کے بارے میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

۲۔ تکبیر کے وقت امام کو تکبیر کا سننا شمال و مغرب ہی کی طرف منہ کرکے ضروری و واجبی سمجھتا ہو اور امام سے یہ کہے کہ تا وقتیکہ تم شمال کی جانب رخ نہ کروگے ہم تکبیر نہ کہیں گے اور نہ نماز پڑھیں گے اس لئے کہ شمال کی جانب قطب ہے اور جب تم جنوب کی طرف رخ کرکے بیٹھوگے تو اس کی بے ادبی ہوگی آیا ایسا کہنا اور ایسا عقیدہ رکھنا جائز ہے یا ناجائز؟

۳۔ اور صرف پانی سے استنجا کرنے کو ناجائز بتاتا ہو اور ڈھیلے کو ضروری قرار دیتا ہو اور امام سے کہے صرف پانی سے استنجا کروگے تو تمہارے پیچھے نماز نہ پڑھوں گا؟

۴۔ ایسے امام کے پیچھے جو مذکورہ بالا باتوں کو ضروری نہ سمجھتا ہو مثلاً دعا کا ہر جانب رخ کرکے مانگنا جائز سمجھتا ہو وغیرہ وغیرہ نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: دعا قبلہ رو مانگنا آداب دعا سے ہے مگر امام کو اس کے لئے مسنون یہ ہے کہ وہ جنوباً یا شمالاً اور اگر اس کی گنجائش نہ ہو تو شرقاً تحویل کرے کہ مسلمانوں کو پشت نہ ہو لان حرمۃ المسلم اعظم عند اللّٰہ من حرمۃ الکعبۃ کما فی الغنیۃ شرح المنیۃ للعلامۃ ابراہیم الحلبی رحمہ اللّٰہ تعالٰی علیہ[1] شمال و مغرب کی جانب رخ کرکے دعا ضروری نہیں جو ایسا کہتا ہے غلط و باطل کہتا ہے قال تعالٰی فاینما تولوا فثم وجہ اللّٰہ[2]۔ یہ جاہلوں میں غلط مشہور ہے کہ قطب کی جانب پیٹھ نہ کرنا چاہئے اس لئے وہ جاہل جنوب کی طرف منہ کرکے دعا مانگنے کو ناجائز جانتا ہوگا اس صورت میں قطب کو پیٹھ ہوگی اور پورب کی طرف منہ کرنے میں قبلہ کو پشت ہوگی قبلہ کو منہ یا پشت وقت رفع حاجت ممنوع ہے یوں ہی قبلہ رو صحبت نہ ہونا چاہئے بر ہنہ غسل کے وقت بھی قبلہ کو رو و پشت نہ کی جائے ویسے قبلہ کی جانب بھی پشت ہونے میں حرج نہیں کہ شرع رفق و تیسیر پسند فرماتی ہے تنگی و تضییق نہیں پسند فرماتی حرج گوارہ نہیں فرماتی ایسا ہوتا تو بہت زیادہ وقت و حرج ہوتا جب قطب کی جانب پشت کرنا اس جاہل کے نزدیک ممنوع ہے تو وہ رفع حاجت کے وقت کیا کرتا ہوگا کہ نہ قبلہ کی جانب رو و پشت کرسکتا ہے نہ شمال کی جانب ہی

[1] حلبی غنیۃ ص۶۲۳ ، [2] سورۂ بقرہ آیت ۱۱۵

جب اس وقت پشت نہیں کر سکتا تو ایسے وقت برہنگی کی حالت میں وہ اسے کیسے جائز رکھے گا اور جب پشت کرنا جائز نہیں تو برہنہ ہو کر ادھر منہ کرنا کیسے ناجائز نہ جانے گا جہالت عجب بدبلا ہے۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

۲۔ اس سوال سے وہی علت بے ادبی معلوم ہوگئی یا اس کا بے ہودہ قول ہے اور ناجائز ہٹ اور ضد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۔ صرف پانی سے استنجا کرنے میں ترک سنت ہے مسنون یہی ہے کہ ڈھیلوں سے پاک صاف کرکے استنجا کرے مگر جو کوئی صرف پانی سے طہارت کرے اس کے پیچھے نماز ناجائز نہیں یا اس کی بیہودہ ہٹ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۴۔ اس کا جواب اوپر کے جوابوں سے ظاہر کہ اس کے پیچھے نماز میں کوئی اس وجہ سے حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۱۷۔ از بمبئی پوئی باؤڑی پریل۔ انجمن رفیق الاسلام مرسلہ ممبران انجمن مذکورہ معرفت جناب شیخ نظام الدین صاحب سکریٹری۔ ۶ ذی القعدہ سنہ ۵۲ھ

جامع علوم شریعت و طریقت سید المفسرین زبدۃ العارفین حضرت مولانا مولوی مفتی قبلہ مصطفےٰ رضا خاں صاحب ادام اللہ فیوضہ و برکاتہ السلام علیکم۔ حضور والا سے مودبانہ درخواست ہے کہ مندرجہ ذیل باتوں کو پیش نظر رکھ کر استفسار ہذا کا جواب دیجئے کیوں کہ یہی وہ اسباب ہیں جن کی بنا پر خدمت والا میں استفتا روانہ کرنا پڑا اور ان ہی وجوہات سے میدان میں بھی نماز کا انتظام کیا گیا۔

کیا فرماتے ہیں حضور والا اس مسئلہ میں کہ شہر بمبئی کے محلہ پریل تکیہ مسجد میں نماز عیدین ہونے کے باوجود محلے کے مسلمان قرب و جوار کے مسلمانوں کی معیت میں ایک کھلی جگہ میدان میں مالک جگہ سے اجازت لے کر نماز عیدین مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر ادا کرتے ہیں۔

۱۔ شرعاً بمقابلہ محلہ کی مسجد کے کھلی جگہ میں نماز عیدین افضل ہے۔

۲۔ مسجد متذکرہ میں جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے مصلیوں کو عام گذرگاہ پر بیٹھ کر نماز عیدین ادا کرنی پڑتی ہے۔ اور نماز ختم ہونے کے بعد مصلیوں کو پولیس اور عام گذرگاہ کا خیال کر کے فوراً اٹھ جانا پڑتا ہے جس کی وجہ سے گذرگاہ کے مصلی خطبہ سننے سے محروم رہ جاتے ہیں۔

(۳) محلہ اور اس کے اطراف کی تمام مسجدوں میں تقریباً ایک ہی وقت میں نماز عیدین ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے باقی ماندہ لوگوں کو نماز نہیں ملتی۔

(۴) پریل اور اس کے اطراف میں متذکرہ میدان کے سوا کوئی ایسی مسجد یا جگہ نہیں رہتی ہے جہاں باقی ماندہ لوگ نماز عیدین ادا کر سکیں صرف میدان مذکور میں قرب وجوار کی تمام مسجدوں میں نماز عیدین ختم ہو جانے کے بعد نماز ہوتی ہے۔

(۵) محلہ کی مسجد میں جگہ کی اتنی گنجائش نہیں جس میں تمام مسلمان طمانیت قلب اور اطمینان کے ساتھ نماز عیدین ادا کر کے خطبہ سن سکیں ـــ اب از روئے کتب معتبرہ فقہ حنفیہ مذکورہ بالا وجوہ کو دیکھتے ہوئے جواب دیجئے کہ مثل سابق میدان مذکور میں نماز عیدین ہوتی رہے یا بند کر دی جائے۔ اور مسجد میں ہوتے ہوئے میدان کی نماز جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب۔ وجوہ مذکورہ سوال سب درست اور قابل لحاظ ہیں اور کوئی وجہ نہ ہوتی جب بھی محلہ ہی کی مساجد نہیں بلکہ مسجد جامع سے بھی بہتر یہی ہے کہ نماز عید کے لئے باہر میدان میں نکلیں اور جمع عظیم کے ساتھ نماز عید ادا کریں مگر بوڑھے اور مریض ناطاقت لوگ۔ عامہ مشائخ کے نزدیک یہی مسنون ہے یہی تمام کتب معتبرہ فقہیہ میں مسطور و مذکور ہے غنیہ میں فرمایا الخروج الی المصلی وھی الجبانۃ سنۃ وان کان یسعھم الجامع وعلیہ عامۃ المشائخ[1] حضرت مولی المسلمین مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ الاسنی سے مروی ہے کان علیہ الصلوۃ والسلام یخرج یوم الفطر والاضحی الی المصلی طبرانی میں ہے فان ضعف القوم عن الخروج امر الامام من یصلی بھم فی المسجد اگرچہ مسجد جامع اس قدر وسیع ہو کہ تمام لوگ اس میں سما سکیں جب بھی حکم ہے جیسا کہ عبارت غنیہ مصرح ہے عیدین کی نماز بدستور وہاں جاری رکھی جائے۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۱۸۰۔ از بمبئی ینگ مسلم ایسوسی ایشن پریل سلاہری بلڈنگ ایسٹ فلور روم ۱۵ مرسلہ سکریٹری معرفت مولوی نذیر احمد صاحب خجندی۔ ۸ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

ایک محلہ میں باہمی مخالفت و ذاتی مخاصمت کی بنا پر مسلمانوں میں دو جماعتیں ہو گئی ہیں جدید جماعت محض مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے کی غرض سے نماز عید مسجد کو چھوڑ کر جہاں ہمیشہ عیدین کی نماز ہوتی رہی ہے اسی محلے کے میدان میں دوسری جماعت عید کی کرنا چاہتی ہے۔ ایسی جماعت کا شرعاً کیا حکم ہے۔

[1] غنیہ ص ۵۴۸

ایسے شرعی فعل ان کا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ اس قضیہ سے متعلق ایک سوال انجمن رفیق الاسلام پونی باوڑی بمبئی سے بھی آیا تھا جس کا جواب اسی ہفتہ میں بھیجا گیا ہے اس استفتاء کے ساتھ ایک خط بھی تھا جس میں اور خود استفتاء میں اس کی معقول وجوہ لکھی تھیں اور ظاہر کیا تھا کہ ان وجوہ سے ایسا چاہا جاتا ہے۔ ہرگز اس سے مقصود مخالفت ومخاصمت نہیں۔ مسجد کے منتظمین لوگوں سے کہتے ہیں کہ میدان کی نماز افضلیت وسہولت کی خاطر نہیں ہوتی بلکہ باہمی مخالفت ومخاصمت کی بناء پر ہوتی ہے۔ اس کے جواب کے لئے ایک تو منتظمین نماز میدان کا حلف کرنا لکھا کہ میدان کے منتظمین حلفیہ بیان دیتے ہیں کہ ہم نے میدان میں نماز عیدین کا انعقاد باہمی مخالفت یا مخاصمت کی بناء پر نہیں کیا ہے۔ نیز یہ کہ آپس میں نفاق پیدا ہونے کے ڈر سے میدان کی نماز عیدین کے منتظمین نے مسجد کی نماز عیدین منتظمین سے کہا کہ اگر آپ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ میدان کی نماز عیدین کا انتظام ہم نہ کریں تو اسے ہم منظور کرتے ہیں آپ ہی لوگ میدان کا بھی انتظام کیجئے۔ ہم لوگ ضمانت دیتے ہیں کہ کوئی شخص مخالف نہ ہوگا۔ اور اس سلسلہ میں جو خدمت بھی ہم سے لی جائیگی ہم اسے بخوشی منظور کریں گے۔ اس کا جواب دیا گیا کہ ہماری مرضی ہی نہیں ہے اس لئے میدان کی جاری شدہ نماز عیدین بندی کردی جائے۔

وہ معقول وجوہ بیان کرتے ہیں انہیں سن کر ماننا تھا اور خواہ مخواہ بدگمانی نہ چاہئے تھی۔ پھر وہ حلف کرتے ہیں جسے سن کر اگر بدگمانی کی کوئی وجہ بھی ہوتی تاہم یقین کرنا تھا۔ مزید برآں اس سے زائد اطمینان کی صورت ان کے پاس اور کیا تھی کہ انھوں نے کہہ دیا کہ آپ انتظام کریں اور ہم سے جو خدمت لیں ہم اسے بجا لائیں گے اور ضمانت دیتے ہیں کہ ہم میں کا کوئی مخالفت نہ کرے گا۔ اس آخری ذریعہ اطمینان کو پیش کرتے ہیں مگر مسجد کے منتظمین تسلیم نہیں کرتے ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ اس سوال کا سرے سے منشا ہی غلط ہے۔ دوسرے فریق نے ہر طرح اطمینان دلایا کہ ہرگز وہ کسی مخالفت ومخاصمت کی بنا پر ایسا نہیں کرتا ہے بلکہ ان معقول وجوہ کی بنا پر مگر یہ فریق یہی کہے جاتا ہے کہ نہیں وہ تو محض مخالفت ومخاصمت ہی کی بناء پر تفریق کرتے ہیں ایسی زبردستی پھر یہ کہ فرض کیجئے کہ اس فریق نے یہ سب کچھ بناوٹ کی محض جھوٹ کہا واقعی وہ مخالفت ومخاصمت ہی کے لئے میدان میں نماز کا انتظام کرتا ہے تو اس سے وہ جماعت کیوں ناجائز ہو جائے گی بری نیت کا الزام ان پر ہوگا۔ مگر جو اچھا کام وہ کر رہے ہیں وہ اچھا

یہ عجب ہے کہ اس میں ان کی اس بری نیت سے کوئی خرابی نہ آئے گی۔ علماء کا تو یہاں تک ارشاد ہے کہ الاصل لا یبطل بالعوارض حضور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔[1] اذا احسن الناس فاحسن معھم واذا اساءوا فاجتنب اساءتھم جب لوگ کوئی اچھا کام کریں تو ان کے ساتھ اچھا کام کیا جائے اور جب برا کام کریں تو اس سے بچا جائے۔ عیدین کی نماز میدان میں افضل ہے مسجد محلہ نہیں مسجد جامع سے بھی اگرچہ مسجد جامع تمام لوگوں کو کافی ہو۔ تو جو لوگ اس سنت پر عمل کرتے ہیں اگرچہ ان کی نیت کچھ بھی ہو تو ان کا عمدہ بتایا جائے۔ ان کی اس بد نیت سے سنت تو معاذ اللہ بری نہ ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹ ـ از بمبئی مسلم یونین مسلم ایسوسی ایشن پریل معرفت مولوی نذیر احمد صاحب خجندی ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

قبلہ نما مولانا المحترم زید مجدکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مسلم ایسوسی ایشن پریل کے استفسار کے جناب والا کا جواب میری نظر سے گزرا میں اس کو جانتے ہوئے کہ رفیق الاسلام انجمن والوں نے اپنے استفسار میں غلط بیانیوں سے کام لیا بالخصوص ان کا فقرہ نمبر ۲ و نمبر ۳ صراحۃً جھوٹ پر مبنی ہے اس قصہ میں پڑنا نہیں چاہتا صرف حضور والا سے شرعی تحقیق کی نظر سے بصورت ذیل دریافت کرنا چاہتا ہوں کیا فقہائے کرام نے جبانہ و صحراء کے جو الفاظ استعمال فرمائے ہیں اس سے ہر محلہ کا کوئی خالی میدان جو آبادی میں ہو مراد ہے۔

۲۔ کیا کسی بڑے شہر میں ہر محلے کے نمازیوں کو مسجدیں چھوڑ چھوڑ کر انہیں محلے کے میدانوں میں اسی تعداد کی صورت میں جو مسجدوں کے اندر موجود تھا نماز عید ادا کرنے کا حکم ہے۔

۳۔ تمام شہر کے لئے آبادی سے باہر مسجد کے طور پر شرائط مخصوصہ کے ساتھ عیدگاہ بنانے کا حکم ہے اور اسی کی افضلیت کتب احادیث و فقہ میں مرقوم اور جبانہ و صحراء سے وہی مراد۔ نہ کہ مسجد کے قریب محلہ میں یہاں اتفاقاً عمارات نہ بن سکی ہو۔ نماز عیدین کے متعلق واقعہ یہ ہے کہ بمبئی میں دس برس سے میدانوں میں بھی مسجدوں کے علاوہ نماز ہوتی ہے اور وہاں تاریخ کل بیس پچیس ہزار نمازیوں کا اجتماع ہوتا ہے اس مابہ النزاع میدان میں تو زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ سو آدمی تھے پریل کی مسجد کے ایک جانب لال باغ کی وہ مسجد ہے جس کا میں امام ہوں اور یہاں پریل پاؤلی باری کی مسجد سے پون گھنٹہ بعد جماعت کھڑی ہوتی ہے دوسری جانب ملنگ کی مسجد ہے وہ ہم سے بھی پندرہ منٹ بعد پڑھتے ہیں لہٰذا ان کے استفسار کا فقرہ نمبر ۲ و نمبر ۳ صراحۃً کذب پر مبنی ہے۔

۴۔ اگر بمبئی والے اسی طرح جدا گانہ میدانوں میں نکل نکل کر اپنے اپنے محلوں ہی کی معدود بہ بیت

[1] بخاری کتاب الاذان جلد اول ص۹۳

نمازیں ادا کرنا شروع کردیں تو گویا اجتماع امت اور غیر مسلموں پر اخوت اسلام سے رعب قائم کرنے کا وہ مفہوم ادا ہو جائے گا جو جبانہ و صحرا یا عیدگاہ کے الفاظ میں مخفی ہے۔

۴۔ مذکورہ تینوں مسجدیں ہنود کی آبادی سے گھری ہوئی ہیں اور بڑی سڑک کے کنارے پر ہیں۔ عید کے دن سڑکوں کا بھر جانا گلیوں تک نمازیوں کا پہونچ جانا گاڑیوں کا رکا رہنا اجتماع اسلامیان کی شان رکھتا ہے یہ ضمنی گی کے کسی میدان میں کہاں ممکن ہے۔ فافہم و تدبر خوب یاد آیا غالباً ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۲ء میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے شہر دہن محلہ کباڑی واڑی کی عیدگاہ کے متعلق حسب طلب مرحوم مولانا ہدایت رسول ایک زبردست فتوی ارقام فرمایا تھا یہ قصہ اسی سے ملتا جلتا ہے ذرا اس فتوی کو بھی ملاحظہ فرما لیجئے گا۔

حسب محترم زدوا لمجدہ الکرم زید مجدکم جواب تحریر فرماتے وقت امور مندرجہ ذیل ملحوظ خاطر رہیں اور حق الوسع جلد ارسال فرمائیے۔

(۱) بستی میں کوئی مستقل عیدگاہ نہیں ہے اس لئے عیدین کی نماز مسجد ہی میں ادا کی جاتی ہے گیارہ سال سے میدانوں میں نماز عیدین کا انتظام ہوتا ہے جہاں بیس پچیس ہزار آدمی جمع ہو جاتے ہیں۔

(۲) جس محلہ میں یہ نماز عید الفطر ادا کی گئی وہاں صرف سو یا ڈیڑھ سو آدمی تھے۔

(۳) اگر محلہ محلہ یوں ہی اجازت دے دی گئی تو اجتماع و اتحاد مسلمین کا مقصد کیوں کر پورا ہوگا۔

(۴) افتراق و تشتت کی صورت بہر طور ظاہر ہے۔ مگر ہاں کہ اس استفتاء کے الفاظ پر پھر نظر ثانی فرمائیے اور حسب سوال جدید جواب سے میرے پتہ پر عزت بخشئے۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک محلہ میں باہمی مخالفت و ذاتی مخاصمت کی بنا پر مسلمانوں میں دو جماعتیں ہو گئی ہیں جدید جماعت بعض مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کی غرض سے نماز عید مسجد کو چھوڑ کر جہاں ہمیشہ عیدین کی نمازیں ہوتی ہیں اسی محلہ کے میدان میں دوسری جماعت عید کرنی چاہتی ہے ایسی جماعت کا شرعاً کیا حکم ہے از روئے شرع یہ فعل ان کا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا اجرکم اللہ تعالیٰ۔

الجواب۔ اگر فی الواقع ذاتی مخاصمت باہمی مخالفت کی بنا پر بعض لوگ تفریق جماعت کر رہے ہیں تو وہ اس تفریق چاہنے کے ملزم ہیں۔ اور اگر انھوں نے جھوٹ بولا ہے تو وہ جھوٹ کے مرتکب جرم فریب دہی کے مجرم ہیں۔ مسجد والے اگر کسی طرح میدان میں نماز عید کو تیار نہ ہوں اور لوگ بھی اپنی اپنی مساجد

ہی میں پڑھتے رہیں تو یہ مٹھی بھر آدمی خواہ مخواہ اپنی علیحدہ قائم کرکے تفریق کے ملزم کیوں بنیں، ایک مستحب کے لئے اپنے سر تفریق کا الزام نہ لیں اور جماعت میں منافرت نہ کریں جبانہ وصحرا ومصلی سے کوئی خاص عمارت عیدگاہ مراد نہیں بلکہ بیرون شہر نماز کا میدان عام ازیں کہ وہاں کوئی عمارت بنام عیدگاہ بنالی گئی ہو یا نہ بنائی گئی ہو۔ میدان بابرکت نشان حضور سید الانس والجان علیہ الصلاۃ والسلام الاتمان الاکملان بیرون مدینہ طیبہ کف دست میدان تھا سر کار طیبہ کے شرقی دروازہ مسجد اطہر کے باب السلام سے ہزار قدم کے فاصلہ پر کما فی الفتاوٰی الرضویہ[1] عن المواھب والزرقانی عن فتح الباری عن عمر بن ابی شیبۃ فی اخبار المدینۃ عن ابی غسان الکنانی صاحب مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سنن ابن ماجہ وصحیح ابن خزیمۃ ومستخرج اسمٰعیلی میں ہے[2] عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یغدو الی المصلی فی یوم عید والعنزۃ تحمل بین یدیہ فیصلی الیہا وذٰلک ان المصلی کان فضاء لیس فیہ شیئ یستتر بہ۔

میدان کی نماز میں حکمت اظہار شعار اسلام وکثرت مسلمین ہے شوکت اسلام کا اظہار تو مجمع عظیم سے ہی ہوگا مگر اظہار شعار اسلام چند ہی لوگوں کے اجتماع سے ہو جائے گا گھرے ہوئے مکان کی نماز میں نہ اظہار شعار اسلام اس درجہ ہو سکتا ہے نہ اظہار شوکت اسلام یہ حکمت صحرا کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ شہر میں اگر وسیع میدان ہو جہاں بکثرت مسلمان جمع ہو سکیں وہاں بھی حاصل تو جس طرح میدان بحیثیت میدان نماز عید کے لئے ملحوظ نہیں کہ مساجد بحیثیت مساجد اور نمازوں سے بہتر اور میدان بحیثیت میدان نماز عیدین کے لئے بلکہ اسی حکمت کی بنا پر میدان ملحوظ ہے۔ یوں ہی صحرا بحیثیت صحرا ملحوظ نہ ہوگا بلکہ وہ مکان جہاں اقامت صلاۃ عیدین میں وہ حکمت بن سکے اور شک نہیں شہر سے باہر صحرا میں اظہار شعار اسلام وشوکت اسلام مجمع عظیم اہل اسلام کیا جائے یہ یوں ہی ہے کہ شہروں میں اس قدر عظیم ترین میدان نہیں ہوتے اور اگر کہیں وسط شہر میں بڑا میدان ہو تو شہر کے اندر اظہار سے کہیں زائد اور مقصود شرع کے بہت ہی موافق ہوگا بمبئی ایک عظیم شہر ہے جس کے تین طرف سمندر ہے ان اطراف میں تو اس مقصد کو لے کر گنجائش نہیں رہی چوتھی طرف تو میلوں کوسوں فاصلہ پر شہر کے باہر اجتماع نہایت گراں ہوگا۔ لہٰذا بروجہ کافی اجتماع نہ ہوگا تو اگر شہر کے اندر ہی کسی فضا میں جہاں عظیم اجتماع ہو سکے پڑھیں تو مساجد میں پڑھنے سے یقیناً یہ بہتر ہوگا کہ حکمت اظہار شعار اسلام وشوکت وکثرت اہل اسلام اس میں صحرا کی طرح حاصل ہوگی۔

[1] فتاوٰی رضویہ جلد سوم ۵۹۵ [2] سنن ابن ماجہ ص ۹۳ مطبوعہ لاہور

اور اگر فنائے شہر میں اسٹیشنوں ریلوے لائنوں انگریزی کیمپوں فوجی بارکوں کی بنا پر میدانوں میں جمع عظیم کی گنجائش ہی نہ ہو یا گورنمنٹ سے اجازت نہ ہو تو فنائے ورنہ اگر اہل اسلام جمع بھی ہوں اور نماز عید پڑھیں تو اگرچہ اظہار شعار اسلام ہوا اگرچہ اس جمع عظیم سے شوکت اسلام وکثرت مسلمین کا اظہار ہو مگر بظاہر یہ ایسا ہی ہے جیسے مساجد میں پڑھ لیتے بلکہ اس سے بھی کم کہ شہر کی مساجد میں مسلمانوں کا اجتماع کسی نہ کسی طرح کفار کی نظر میں آتا ہی ہے بخلاف اس کے کہ شہر سے منزلوں نہیں تو کوسوں دور جنگل بیابان میں اس اظہار سے وہ حکمت یقیناً حاصل نہیں ہو سکتی اور ہوئی بھی تو فنائے شہر سے باہر ہوا تبھی نہ رہا وہاں نماز عید کا کیا ذکر کہ اس کے لئے شہر یا فنائے شہر طلب ہے خارج فنائے شہر نماز عید ناجائز صحرا و جبانہ سے جنگل بیابان شہر سے جدا ہرگز مراد شرع نہیں بلکہ یقیناً شہر ہی سے متصل جو میدان ہو مراد ہے ہم بتا چکے کہ نفس صحرا بھی مراد شرع نہیں بلکہ وہ مقام مراد ہے جہاں اقامت صلاۃ عیدین بجمع عظیم ہو اور وہ حکمت حاصل ہو۔

لہذا خواہ وہ میدان ہو جو متصل شہر مصالح شہر کے لئے ہوتا ہے جسے فنائے مصر کہتے ہیں خواہ وہ جو شہر کے اندر اتنا وسیع ہو کہ اہل اسلام اس میں جمع ہو سکیں دونوں میں نماز عید مساجد میں علیحدہ علیحدہ متفرق پڑھنے سے بہتر ہوگی اور دونوں سے یکساں مقصود شرع حاصل ہوگا تو میدان شہر میں نکل کر نماز پڑھنا ادائے سنت و اظہار شعار و شوکت و دلالت کثرت ہے اگر وہاں کے مسلمان اسے نہیں سمجھتے اور مساجد ہی میں تنہا پڑھنا چاہتے ہیں تو مٹھی بھر لوگ بھی انھیں کا ساتھ دیں کہ منافرت نہ ہو فان[۱] درء المفاسد اھم من جلب المصالح بلکہ یہ لوگ جو پہلے سے میدان میں علیحدہ نماز عید پڑھنا چاہتے ہیں اس میدان کی نماز میں کیوں نہ شرکت کریں جسے سوال میں لکھا ہے کہ بیس تیس ہزار کے مجمع کے ساتھ دس گیارہ سال سے ہوتی ہے ہاں اگر وہاں اب اور نماز کی گنجائش نہ ہو تو مجبوری ہے۔ اعلیحضرت قدس سرہ کا وہ فتوی مجھے تلاش پر بھی دستیاب نہ ہوا کہ میں اسے دیکھوں اگر حضرت کا فتوی میرے خلاف ہوگا اور اس سے مجھے اپنا خطا پر ہونا ظاہر ہوگا میں اپنی غلطی کا اعتراف کر لوں گا۔ واللہ تعالی ھو الموفق لاتباع الحق والصواب وھو تعالی اعلم۔

مسئلہ ۲۰ - از تحصیل ایبٹ آباد ڈاکخانہ سرائے نعمت خاں ضلع ہزارہ مرسلہ جناب سید سکندر شاہ صاحب امام مسجد شب یکم محرم الحرام ۱۳۵۳ھ

اگر امام برضا خود امامت چھوڑ دے تو قوم امام جدید کو قائم کریں تو کیا امامت سابقہ کا پھر امامت کا

[۱] الاشباہ والنظائر ص۹۹

کوئی حق ہے یا نہ یا اس کی نسل سے کوئی بیٹا یا برادرزادہ یا اور کوئی وارث اس کے قائم مقام ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے یا نہ اور امامت وراثت قرار دی جاتی ہے یا قوم کی رضا پر موقوف ہے۔

الجواب۔ امامت کوئی میراث نہیں جو اہل ہو اور اسے قوم یا متولی امام بنالے وہ امامت کرے گا امام سابق کا بیٹا بھائی ہونا بھی امامت کا حق نہیں دیتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱ — ۱۴ جمادی الاولیٰ ۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا بایاں ہاتھ بچپن میں کولھو سے کٹ گیا تھا زید مسائل سے پڑھا لکھا آدمی ہے وہ گاؤں میں امامت کرتا ہے اور کوئی دوسرا آدمی گاؤں میں پڑھا لکھا نہیں ہے کیا زید کے پیچھے نماز درست ہے اور اس کی امامت درست ہوگی؟

الجواب۔ واقف و عالم ہونا ہی درکار نہیں عامل ہونا بھی ضرور ہے عالم نہ ہو مگر استنجا وضو صحیح کر لیتا ہو کافی ہے اگرچہ عالم نہ ہو۔ عالم ہو اور وضو وغیرہ میں کچھ خامی اس سے رہتی ہو وہ قابل امامت نہیں اگر وہ استنجا وضو غسل صحیح کر لیتا ہے تو نماز پڑھا سکتا ہے اور اگر اپنے آپ سب یا ان میں سے کوئی ٹھیک نہیں کر سکتا یعنی وضو وغیرہ کرنے سے مجبور ہے مگر کوئی دوسرا اسے وضو وغیرہ ٹھیک کرا دیتا ہے تو اس کے پیچھے اس صورت میں بھی کوئی حرج نہیں اور بہتر یہی ہے کہ کوئی سالم الاعضا جو امامت کا اہل ہو اس کے پیچھے نماز پڑھی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲ — از بنارس بازار سدانند انجمن اشاعۃ الحق مرسلہ عبدالغفور صاحب ۶ جمادی الآخر ۳۸ھ

جناب مخدومی مکرمی حضرت مولانا مفتی اعظم صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعد آرزوئے قدم بوسی و آستانہ بوسی کے بندہ ملتمس ہے کہ حضرت نے جو ترمیم فتویٰ امامت کی ترمیم کر کے تحریر فرمائی تھی وہ مع ایک نوازش نامے کے ناچیز کو ملی حضرت کی اس بندہ نوازی کا شکریہ نہیں ادا کر سکتا۔ مولوی صفی الرحمٰن صاحب بنارسی کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا مجھے اس میں کلام ہے ناچیز نے عرض کیا کون سا کلام ہے تو فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ہر فاسق فاجر کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے اور حضرت نے تحریر فرمایا ہے کہ داڑھی منڈانے والے اور کتروانے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور جو پڑھی ہو اس کا اعادہ واجب تو جب حدیث شریف سے ثابت ہے کہ نماز ہو جاتی ہے تو واجب الاعادہ کیسا۔ یہ پہلا کلام ہے اور دوسرا کلام یہ کہ جس مکروہ تحریمی سے اعادہ واجب ہوتا ہے وہ

ولان فی تقدیمہ الامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعا۔ غنیۃ المستملی[۱] میں علامہ ابراہیم حلبی فرماتے ہیں:
لو قدموا فاسقا یأثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لعدم اعتنائہ بامور دینہ وتساھلہ بلوازمہ فلا یبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلوۃ وفعل ماینافیہا بل ھو الغالب بالنظر الی فسقہ ولذا لم تجز الصلاۃ خلفہ اصلا عند مالک وروایۃ عن احمد الا انا جوزناھا مع الکراھۃ لقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم صلوا خلف کل بر وفاجر۔ اسی[۲] میں ہے: قال اصحابنا لاینبغی ان یقتدی بہ الا فی الجمعۃ للضرورۃ فیہا بخلاف سائر الصلوات للتمکن من التحول الی مسجد اٰخر فیما سوی الجمعۃ وعلیہ یحمل عمل الصحابۃ والتابعین فی الاقتداء بالحجاج وعلی ھذا فینبغی ان تکرہ الجمعۃ ایضا اذا تعددت الجوامع کما فی زماننا ویکرہ ایضا تقدیم العبد والاعرابی وولد الزنا والاعمی وینبغی ان تکون الکراھۃ فی ھؤلاء دون الکراھۃ فی الفاسق لانہا امر محتمل غیر محقق ولا غالب وھو الاخلال ببعض الشروط بناء علی الجھل الغالب فی العبد اھ۔

اسی[۳] میں ہے: اذا تأملت وجدت سبب الکراھۃ فی الاعمی لخوف من عورۃ وولد الزنا یکرہ تقدیمہ عند الائمۃ الثلٰثۃ فاذا کرہ تقدیم الاعمی اذا کان غیرہ افضل منہ ویکرہ تقدیم المبتدع ایضا لانہ فاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل وانما یجوز الاقتداء بہ مع الکراھۃ اذا لم یکن مایعتقدہ یؤدی الی الکفر اما اذا کان مؤدیا فلا یجوز اصلا کالغلاۃ من الروافض۔ درر وغیرہ میں ہے: کرہ امامۃ الفاسق لانہ لایھتم بامر دینہ ومبتدع ای صاحب ھوی لایکفر صاحبہ حتی اذا کفر بہ لم تجز اصلا وان تقدموا جاز مع الکراھۃ لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام صلوا خلف کل بر وفاجر۔ حسن چلپی علی الدرر میں ہے: قولہ وفاسق یکرہ تقدیم الفاسق کراھۃ تحریم وعند مالک لایجوز تقدیمہ وھو روایۃ عن احمد وکذا المبتدع ویکرہ تقدیم العبد والاعرابی وولد الزنا والاعمی والکراھۃ فیھم دون تلک الکراھۃ۔ شرح کنز ملا مسکین میں ہے: کرہ امامۃ الفاسق وقال مالک لاتجوز الصلاۃ خلفہ والمبتدع۔

حاشیہ علامہ ابو السعود میں ہے: اما الفاسق فلانہ لایھتم بامر دینہ ومافی المعراج من قولہ الا فی الجمعۃ لانہ تعذر منعہ یتمشی علی القول بعدم جواز تعدد الجمعۃ اما علی المفتی بہ من جواز التعدد فلا فرق نھر عن الفتح وان تقدموا جاز مع الکراھۃ لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام صلوا

۱؎ غنیہ ص [illegible]

خلف کل بروفاجر درر ویکرہ الاقتداء بہم کراھۃ تنزیہۃ ان وجد غیرہم والا فلا کراھۃ بحر وفی النھر عن المحیط لوصلی خلف فاسق او مبتدع فقد احرز فضل الجماعۃ واقول علل الزیلعی الکراھۃ فی الفاسق بان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اھانتہ شرعا ومفادہ کون الکراھۃ تحریمیۃ۔ نوح آفندی درمختار میں ہے ویکرہ تنزیھا امامۃ عبد واعرابی وفاسق واعمی الا ان یکون ای غیر الفاسق اعلم القوم فھو اولی ومبتدع ۔ ردالمحتار میں ہے واما الفاسق فقد عللوا کراھۃ تقدیمہ بانہ لایھتم لامر دینہ وبان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اھانتہ شرعا ولایخفی انہ اذا کان اعلم من غیرہ لاتزول العلۃ فانہ لایؤمن ان یصلی بہم بغیر طھارۃ فھو کالمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال بل مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لما ذکرنا قال ولذا لم تجز الصلاۃ خلفہ اصلا عند مالک وروایۃ عن احمد فلذا حاول الشارح فی عبارۃ المصنف وحمل الاستثناء علی غیر الفاسق۔

طحطاوی علی الدر میں ہے قولہ وفاسق والمراد الفاسق بجارحۃ بدلیل عطف المبتدع علیہ وتکرہ امامتہ ولو فی جمعۃ لوجود البدل وصحۃ الانتقال الی امام اخر فیہا الان المفتی بہ جواز تعددھا الا ان یکون ای غیر الفاسق وھو العبد والاعمی اما الفاسق الاعلم فلا یقدم لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اھانتہ شرعا ومفاد ھذا کراھۃ التحریم فی تقدیمہ۔ فتاوٰی خلاصہ میں ہے رأیت بخط شمس الائمۃ الحلوانی انہ یمنع عن الصلاۃ خلف من یخوض فی علم الکلام ویناظر صاحب الاھواء ویکرہ الاقتداء بمن کان معروفا باکل الربوا والفاسق اذا کان یؤم الجمعۃ وعجز القوم عن منعہ قال بعضہم یقتدی بہ فی الجمعۃ ولا یترک الجمعۃ بامامتہ وفی غیر الجمعۃ ھم بسبیل من ان یتحولوا الی المسجد الاخر ولا یاثمون بہ ولو صلی خلف مبتدع او فاسق فھو محرز ثواب الجمعۃ لکن لاینال ما ینال خلف تقی۔ بزازیہ میں فرمایا اما الفاسق یوم الجمعۃ ولم یمکن منعہ قال بعضہم یقتدی بہ ولا تترک الجمعۃ بامامتہ وفیہ اثر ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما الخ فتاوٰی عالمگیری میں فرمایا الفاسق اذا کان یؤم وعجز القوم عن منعہ تکلموا فیہ قال بعضہم فی صلاۃ الجمعۃ یقتدی بہ ولا یترک الجمعۃ بامامتہ لان فی الجمعۃ لایوجد غیرہ الی ان قال ومن شرائط الجماعۃ ان یری الصلاۃ خلف کل بروفاجر مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے ان تعذر منعہ

۱؎ ردالمحتار ... جلد اول ص۲۴۳ مطبوعہ ... ۲؎ ... جلد اول ص... مطبوعہ بیروت ۳؎ ... جلد اول ص... مطبوعہ بیروت

يصلى الجمعة خلفه وفى غيرها ينتقل الى مسجد آخر وكان ابن عمر وانس رضى الله تعالى عنهما يصليان الجمعة خلف الحجاج مع انه كان افسق زمانه۔

ان عبارات سے بعض میں کراہت تحریم کی نص گزری اور ان سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تقدیم مکروہ ہے اس سے یہ مراد نہیں کہ نفس تقدیم مکروہ ہے و بس۔ جیسا کہ آج کل ہمارے بعض کرم فرما علما کا خیال ہے کہ فاسق کو آگے بڑھانا یہ مکروہ تحریمی ہے۔ اس کی امامت اس کی اقتدا مکروہ نہیں یعنی اسے لوگ امام بنائیں نہیں اگر وہ بے ان کے امام بنائے خود امامت کرے یا ان کے بڑھائے خود بڑھ جائے تو کچھ حرج نہیں کہ صرف تقدیم قابل الزام شئی تھی وہ نہ پائی گئی اول تو یہ خود ہی واضح البطلان تھا پھر جب علما سے کرہ امامۃ الفاسق۔ یکرہ الاقتداء بہ، جوزناہ مع الکراھۃ وغیرہ گزرا تو اس خیال کا بطلان اور بھی زیادہ اوضح ہو گیا۔ وللہ الحمد۔ جو حضرات کراہت تنزیہیہ کے قائل ہیں وہ بھی یہ نہیں کہتے کہ صرف تقدیم مکروہ تنزیہی ہے۔ بلکہ اقتدا بفاسق و امامت فاسق ہی کو فرماتے ہیں۔ بحر میں فرمایا ویکرہ الاقتداء بہم کراھۃ تنزیہ ان وجد غیرھم والا فلا کراھۃ۔ ملک العلماء بحر العلوم قدس سرہ رسائل الارکان میں فرماتے ہیں یکرہ امامۃ الفاسق بعد الاعتماد علی الایمان بشروط الصلاۃ علی وجہ الاحتیاط شرائطہا او وجد امام تقی ویقدم علیہ الفاسق واما اذا لم یوجد فلا کراھۃ وان صلی خلف الفاسق او المبتدع جاز ویحرز ثواب الجماعۃ لکن لا یحرز ثواب المصلی خلف التقی ویکرہ امامۃ المبتدع فیجوز خلفہم الصلاۃ لکن یکرہ کراھۃ شدیدۃ اھ مختصرا۔

دیکھئے ان عبارتوں میں یکرہ الاقتداء اور یکرہ امامۃ الفاسق فرمایا بلکہ بحر العلوم نے تو تقدم علیہ فرما کر نخل آرزو کی جڑ ہی کاٹ دی۔ الحمد للہ رب العالمین در بارۂ تقدم فاسق اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی اس کی نص صریح بھی پائی غنیہ میں ہے ان تقدموا جاز یعنی جازت الصلاۃ ولو [illegible] مع الکراھۃ ولا تفسد وفی الفاسق خلاف مالک فان عندہ لا تصح امامتہ والاقتداء بہ وکذا عند احمد فی روایۃ لان الامامۃ کرامۃ والفاسق لیس باھل لہا اھ۔ جازت کے بعد ولا تفسد فرمایا جو باطل نماز منادی کہ یہاں جواز بمعنی صحت ہی مراد ہے ہرگز بمعنی حل نہیں ان کی اس عبارت سے جہاں یہ بات معلوم ہوئی کہ تقدیم پر کراہت موقوف نہیں اور نفس تقدیم ہی مکروہ نہیں بلکہ بصورت تقدم بھی کراہت ہوگی اور نماز مکروہ ہوگی۔ وہاں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہاں جواز بمعنی حل نہیں بلکہ بمعنی صحت یجوز

بحر الرائق جلد اول ص [illegible] مطبوعہ کوئٹہ

خلفهم الصلاة ای یعم۔ انھیں عبارات سے روشن ہوا کہ صحابہ جو اقتدا رجائز کرتے تھے اس کا محمل کیا ہے شرح عقائد نسفی نہایت متداول کتاب میں ہے[1] کلام فی کراھۃ الصلاۃ خلف الفاسق والمبتدع اور طوالع الانوار میں ہے لما الفاسق العالم فلا یکون الافضل لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہ اھانتہ شرعا والصلاۃ خلفہ مکروھۃ تحریما۔

مقطع کابند۔ حاوی قدسی سے حضرت محترم جناب مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب اعظمی رام پوری رحمہ اللہ تعالٰی اپنے رسالہ اوضح البراہین علی عدم جواز الصلاۃ خلف غیر المقلدین میں ناقل۔ قال ابوحنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی اکرہ ان یکون الامام صاحب ھوی او بدعۃ او فاسقا واکرہ للرجل ان یصلی خلفھم اور فقیر غفرلہ اللہ تعالٰی کہتا ہے کہ متقدمین اکرہ برائے کراہت تحریم اور احب برائے وجوب استعمال فرمایا کرتے۔ رد المحتار ج ۲ یقول المتقدمون اکرہ ای یحرم عندی واحب ذلک ای یجب عندی بلکہ خود مجتہد کے لئے فرمایا کہ مجتہد کبھی حرام کے لئے اکرہ کا استعمال کرتا ہے اسی میں ہے لفظ قد یتعمد المجتہد فی الحرام بلکہ خود امام سے ایسا استعمال منقول۔ امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت سیدنا امام اعظم سے وقت خطبہ ذکر و درود کا حکم پوچھا امام نے ارشاد فرمایا میرے نزدیک احب یہ ہے کہ سنیں اور خاموش رہیں۔ علامہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ ج ۲ میں فرماتے ہیں ذکر الشیخ الوالد رحمہ اللہ تعالٰی فی شرحہ علی شرح الدرر قال سأل ابو یوسف ابا حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی اذا ذکر الامام ھل یذکرون ویصلون علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال احب الی ان یستمعوا وینصتوا ولم یقل لا یذکرون ولا یصلون فقد احسن فی العبارۃ واحتشم من ان یقول لا یذکرون ولا یصلون علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اور ظاہر ہے کہ استماع و انصات فرض ہے اور اس وقت ہر وہ امر جو منافی استماع و انصات ہو ناجائز تو امام نے احب فرمایا اور مراد امام کی یہی ہے کہ استماع و انصات کا منافی مکروہ کراہت تحریمی ہے بلکہ امام کے اس ارشاد کی تفسیر کے لئے خود امام ہی سے مروی ہوا کیوں نہ پیش کروں۔ فتاوٰی تاتارخانیہ میں فرمایا یکرہ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی وابی یوسف رحمہ اللہ ان الصلاۃ خلف اھل الاھواء لا تجوز۔ فتح القدیر میں فرمایا روی محمد عن ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمھم اللہ تعالٰی ان الصلاۃ خلف اھل الاھواء لا تجوز۔ واختم ھذا التحریر والرشیق بما لا احد مثل ھذا التحقیق الانیق فی غیرہ والحمد للہ تعالٰی ولی التوفیق خیر الرفیق علی حسن التوفیق وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا محمد وآلہ

[1] شرح عقائد نسفی ص ۱۲۰ ، [2] فتح القدیر جلد اول ص ۳۰۴ مطبوعہ پشاور

وصحبہ وبارک وسلم الی ابد الابد۔

مسئلہ ۲۳ ۔ زید مولوی ہے اور بکر حافظ و رقاری ہے ان میں کس کو حق امامت کا حاصل ہونا چاہئے جواب بحوالہ کتب معتبرہ مع عبارت و دستخط و مہر۔

الجواب ۔ اگر مولوی سنی ہے اور ایسا قرآن عظیم پڑھ لیتا ہے کہ نماز صحیح ہو جائے۔ حروف کے مخارج کو نکال لیتا ہے فن تجوید سے واقف نہیں۔ اور سنی حافظ ضروری مسائل طہارت وصلاۃ کا واقف ہے۔ مولوی اور حافظ دونوں ضروری مسائل طہارت وصلاۃ کا لحاظ رکھتے اور ان پر عمل کرتے ہیں تو مولوی اولیٰ بالامامت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴ ۔ قصبہ رچھا ڈاکخانہ خاص ضلع بریلی مرسلہ فقیر بخش متولی عیدگاہ۔

عیدگاہ میں چراغ جلانا اس صورت میں متولی عیدگاہ اس جگہ رہتا ہو نماز اذان کبھی اندرون عیدگاہ اور کبھی بیرون عیدگاہ پڑھتا ہو جائز ہے یا ناجائز لہذا جواب باصواب مرحمت فرمایا جائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ۔ صورت مستفسرہ میں چراغ جلانے میں کوئی حرج نہیں کہ بے ضرورت نہیں اگر عیدگاہ کے اندر پڑھتا ہو تو اسی صورت میں جلائے اگر بیرون عیدگاہ یعنی احاطہ عیدگاہ سے باہر نماز پڑھتا ہے تو نہ جلائے اس لئے کہ بلا ضرورت ہے حسب بیان سائل جب زمانہ قدیم سے یہاں عمل درآمد ہے اور خلاف شرع واقف نہیں تو اگر چہ آمدنی وقف متعلق عیدگاہ سے جلایا جاتا ہے کچھ حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵ ۔ اندراج کوٹ کریم پورہ عبد المجید پیش امام

ایک شخص یک چشم ہے اور امامت کرتا ہے حافظ قرآن بھی ہے کیا اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے جب کہ دو آنکھ والا موجود ہو حافظ بھی ہو دیگر مسائل وغیرہ سے بھی واقف ہو امید ہے کہ جواب سے مطلع فرما کر ممنون ومشکور فرمائے گا عین بندہ نوازی ہو گی ساتھ قرآن شریف وحدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

الجواب ۔ یک چشم کے پیچھے نماز میں کچھ حرج نہیں دوسرا شخص جب کہ اس سے زیادہ علم ہے تو وہ اولیٰ بالامامت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶

از پونہ کیمپ جامع مسجد بابوت اسٹریٹ [illegible] مرسلہ سید محمد امام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین ادام اللہ فیوضہم و قطعیا ان بابوں میں کہ ۱؎ جمعہ کے لئے زوال ہے یا نہیں۔ ۲؎ جمعہ کی پہلی اذان زوال کے وقت میں کہنا جائز ہے یا نہیں۔ ۳؎ کیا جمعہ کے روز زوال کے وقت سنتیں اور نوافل پڑھ سکتے ہیں۔ ۴؎ جمعہ کا خطبہ عربی ہو یا غیر عربی اردو آمیز ہو طول ہو یا مختصر کیا صورت افضل ہے۔ ۵؎ سنتیں مسجد ہی میں پڑھ سکتے ہیں یا مکان میں بھی۔ ۶؎ صف کے درمیان منبر یا ستون آجائے تو صف وہیں کی جائے یا پیچھے ہٹ کر۔ بحوالہ کتب حنفیہ احادیث و فقہ سے تمام مسائل بحوالہ کتب و صفحہ تحریر فرمائیے۔ ۷؎ کے مسئلہ پر زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب ۔ زوال تو ہر دن ہوتا ہے ہمارے امام اعظم اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک جمعہ کے دن بھی وقت زوال تطوع ناجائز ہاں امام ابو یوسف سے روایۃً مشہور یہ ہے کہ جمعہ کے دن وقت زوال نفل جائز ہے یہی مذہب امام شافعی کا ہے ان کا متمسک یہ حدیث ہے۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نھی عن الصلٰوۃ نصف النھار حتی تزول الشمس الا یوم الجمعۃ ۱؎ امام اعظم اس حدیث سے مطلقاً کراہت کا حکم فرماتے ہیں۔ ثلث ساعات کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ینھانا ان نصلی فیھن او نقبر فیھن موتانا حین تطلع الشمس بازغۃ حتی ترتفع وحین یقوم قائم الظھیرۃ حتی تمیل الشمس وحین تضیف الشمس للغروب حتی تغرب ۲؎ یہ نہی مطلق ہے اور محرم مبیح پر مقدم کسی وقت کی اذان کسی دن وقت سے پہلے جائز نہیں تنویر میں ہے لایجوز الاذان لصلٰوۃ قبل دخول وقتھا الا انہ [illegible] جمعہ کا خطبہ خالص عربی ہو خطبہ جمعہ میں اور کسی زبان کی آمیزش مکروہ اور خلاف سنت ہے مختصر پڑھے گا ہمارے امام کے نزدیک جب بھی خطبہ ادا ہو جائے گا یعنی فرض ادا ہو جائے گا۔ ہاں وہ جو سنت نہ ہوگا خطبہ قدر طوال مفصل ہونا سنت ہے اس سے زیادہ طویل کرنا مکروہ۔
مختصر کے یہ معنی کہ مثلاً اگر کسی نے فقط الحمد للہ بہ نیت خطبہ پڑھا ہمارے امام کے نزدیک فرض خطبہ ہوگیا۔ عالمگیری میں فرمایا الخطبۃ تشتمل علی فرض وسنۃ فالفرض شیئان الوقت وھو بعد الزوال وقبل الصلٰوۃ حتی لو خطب قبل الزوال او بعد الصلٰوۃ لایجوز ھکذا فی العینی شرح الھدایۃ والثانی ذکر اللہ تعالیٰ کذا فی البحر الرائق وکفت تحمیدۃ او تھلیلۃ او تسبیحۃ کذا فی المتون ھذا اذا کان علی قصد الخطبۃ۔ اسی میں ہے اما سنتھا (الی ان قال) الرابع عشر تخفیف الخطبتین بقدر سورۃ

۱؎ مشکوٰۃ ص ۹۰ ، ۲؎ مسلم، مشکوٰۃ ص ۹۳ ، ۳؎ [illegible] ، ۴؎ عالمگیری جلد اول ص ۱۳۱ مطبوعہ بیروت [illegible]

من طوال المفصل وبکرہ التطویل خود حدیث میں فرمایا ان[1] طول صلاۃ الرجل وقصر خطبتہ مئنۃ من فقہہ فاطیلوا الصلاۃ واقصروا الخطبۃ۔ غنیہ میں فرمایا فقد قدرہ الفقہاء یعنی طول کی اقل مقدار بقدر تشہد ہے۔

سنتیں مکان میں بھی پڑھ سکتے ہیں مکان میں پڑھنا بہتر ہے۔ صف میں خلل اگر بے عذر ہو بہت ناپسند و مکروہ ہے احادیث میں اس کے لئے وعید ہے۔ صف کا سیدھا رکھنا برابر ہونا بیچ میں کہیں ذرا کشادگی نہ ہو لازم ہے حدیث میں ہے صفوں کو برابر کرو۔ اور مونڈھوں کو مقابل کرو اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ کشادگی کو بند کرو کہ شیطان بھیڑ کے بچے کی طرح تمہارے درمیان داخل ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے جو صف کو ملائے گا اللہ تعالیٰ اسے ملائے گا اور جو قطع صف کرے گا اللہ تعالیٰ اسے قطع کردے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام صف کے کنارے سے دوسرے کنارے تک جاتے اور ہمارے مونڈھے یا سینہ پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے مختلف کھڑے مت ہو کہ تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام ہماری صفیں تیر کی طرح سیدھی کرتے ایک دن تشریف لائے ایک شخص کا سینہ صف سے نکلا دیکھا فرمایا اے اللہ کے بندو صفیں برابر کرو یا اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اختلاف ڈال دے گا۔ عالمگیری[2] میں ہے ینبغی للقوم اذا قاموا الی الصلاۃ ان یتراصوا ویسدوا الخلل ویسووا بین مناکبھم فی الصفوف بے عذر ایسی جگہ کھڑا ہونا نہ چاہئے جہاں کسی حائل سے قطع صف ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳: از ناسک مرسلہ قاضی چراغ الدین صاحب ڈپٹی کلکٹر ریٹائرڈ مورخہ ۹ رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ

احکام جمعہ وعیدین

اکثر بلکہ تمام فقہ حنفی کی کتابوں میں نماز عید و جمعہ پڑھنے کے لئے چھ شرطیں مقرر فرمائی ہیں کہ ان میں سے اگر ایک شرط بھی مفقود ہو تو نماز ہوگی ہی نہیں۔ شرطیں ۱ مصر یا فنائے مصر ۲ سلطان اسلام یا اس کا نائب جسے جمعہ قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے ۳ وقت ۴ خطبہ ۵ جماعت ۶ اذن عام نوٹ: شرط دوم کے متعلق فقط دریافت کرنا ہے کہ ہندوستان پر غیر مسلم حکومت کا تسلط ہے متقدمین حنفیہ کے نزدیک شرط ہے کہ جمعہ کی نماز وہاں درست ہوگی کہ اس جگہ مسلمان بادشاہ ہو یا اس کا نائب

[1] بہار شریعت جلد اول ص ۷۸۶

[2] فتاوی عالمگیری جلد اول ص ۸۹ مطبوعہ بیروت

اور متاخرین حنفیہ نے سلطنت چنگیزیہ کے زمانہ میں فتوی دیا ہے کہ کفار کی طرف سے شہر میں جو مسلمان حاکم ہوتے تو وہ بمنزلہ سلطان کے قرار دیا جائے اور اس کے لئے جائز ہے کہ جمعہ و عید قائم کرے ان لوگوں کے بعد جو متاخرین حنفیہ ہوئے انھوں نے اس سے بھی زیادہ وسعت دی چنانچہ فتاوی عالمگیریہ میں لکھا ہے کہ بلاد علیہا ولاۃ کفار یجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین ویجب علیہم ان یلتمسوا والیا مسلما کما فی معراج الدرایۃ یعنی وہ شہر کہ وہاں کفار کے حکام ہیں وہاں مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ جمعہ قائم کریں اور اہل اسلام اپنی رائے سے جس کو قاضی مقرر کر دیں گے وہ قاضی ہو جائے گا اور اہل اسلام پر واجب ہے کہ وہ مسلمان بادشاہ کی تلاش کریں۔ ایسا ہی معراج الدرایہ میں لکھا ہے۔

تو ان متاخرین نے اہل شہر کا اتفاق بجائے اس کے قرار دیا ہے کہ گویا اسلام کی طرف سے بادشاہ مقرر کیا گیا اور ایسا منتخب شدہ قاضی کافی ہے کہ جمعہ و عید قائم کرے۔ (فتاوی عزیزیہ) صاحب بہار شریعت مولانا مولوی مفتی امجد علی صاحب بہار شریعت حصہ چہارم جمعہ کے بیان میں فرماتے ہیں۔ نیز ایک بات ضروری ہے جس کی طرف عوام کی بالکل توجہ نہیں ہے یہ ہے کہ جمعہ کو اور نمازوں کی طرح سمجھ رکھا ہے جس نے چاہا نیا جمعہ قائم کر دیا اور جس نے چاہا پڑھا دیا یہ ناجائز ہے اس لئے کہ جمعہ قائم کرنا بادشاہ اسلام یا اس کے نائب کا کام ہے جہاں اسلامی سلطنت نہ ہو وہاں طریقہ مذکورہ کے مطابق جو شخص مقرر کر دیا گیا ہو وہ قائم مقام سلطان کے سمجھا جاوے وہی جمعہ قائم کرے بغیر اس کی اجازت کے جمعہ ہو ہی نہیں سکتا قاضی کے ہوتے ہوئے عوام بطور خود کسی کو امام نہیں بنا سکتے نہ یہ ہو سکتا ہے کہ محلے کے دو چار شخص کسی کو امام مقرر کریں ایسا جمعہ کہیں سے ثابت نہیں۔ شرائط مذکورہ کے مطابق اگر کسی شہر کے مسلمانوں نے قاضی شہر کے مرض موت کے زمانہ میں اس کی اولاد میں سے اس کے خلف اکبر کو قاضی شہر منتخب کیا ہو اس کی تقرری کا محضر تیار ہوا ہے اس پر شہر کے عمائد نے دستخط کئے ہوں اسے اپنا قاضی قبول فرمایا ہو تو ایسا شخص شرعاً قاضی ہو گیا یا نہیں؟

(۲) ایسے مقرر شدہ قاضی نے شاہی زمانے سے جس جامع مسجد میں اور عیدگاہ میں نماز جمعہ و عیدین ادا ہوتی ہے وہیں ادا ہونے کا اعلان متواتر دو سال تک شائع کیا ہو تو اس جامع مسجد اور عیدگاہ کے سوائے شہر کی دوسری مسجدوں میں نماز جمعہ و عیدین صحیح و درست ہو گی یا نہیں؟

ﮯ۱ فتاوی عالمگیری جلد اول ص۱۴۶ مطبوعہ بیروت

(۳) فقہی احکام کے مطابق شہر کی دوسری مسجدوں میں (جامع مسجد کے سوا) بغیر اجازت قاضی محلہ کے لوگ جمعہ قائم کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) ایسے شہر میں جہاں اصول مذکورہ کے جمعہ وعیدین قائم ہوئے ہوں وہاں کے اکثر مسلمان عیدین کی نماز بلا عذر عیدگاہ میں نہ پڑھتے ہوں اگر مسجدوں میں پڑھ لیں تو ان کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

(۵) ایسے شہر میں بغیر اجازت قاضی جمعہ وعیدین محلہ محلہ قائم کرنا گناہ ہے یا نہیں؟

(۶) شہر کی کچھ آبادی شافعی المذہب ہوں تو (پانچ ہزار حنفیوں میں دو ڈھائی سو شافعی المذہب) تو انھیں نماز جمعہ وعیدین جامع مسجد وعیدگاہ میں ادا کرنا چاہئے یا نہیں؟

(۷) ایسا مقرر شدہ قاضی اولی الامر میں داخل ہے یا نہیں اور امور مذہبی میں اس کی فرمانبرداری واطاعت فرض ہے یا نہیں؟

(۸) جو مسلمان امور مذہبی میں اس کی نافرمانی کرے اس کے لئے شریعت نے کیا حد مقرر کی ہے؟

(۹) قاضی کے فرائض منصبی واختیارات عہدہ کے لحاظ سے فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں کیا کیا مذکور ہیں مفصل بیان فرمائیے؟

(۱۰) شہر کے مسلمانوں نے قاضی کا انتخاب ومقرری کے بعد خطیب ومؤذن وفراشی وغیرہ اہل خدمات شرعیہ کی مقرری وتنزلی کا اختیار قاضی کو ہے یا نہیں؟

(۱۱) قاضی کی اجازت وحکم کے بغیر خطیب یا ائمہ مساجد میں جمعہ وعیدین قائم کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۱۲) شاہی زمانہ کے سند یافتہ خطیب کی اولاد میں سے کوئی بدون اذن قاضی خطابت کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۱۳) مرحوم خطیب کی اولاد میں سے کوئی خطابت کے لائق نہیں ہو تو قاضی کسی دوسرے کو جو اس کام کا اہل ہو خطابت پر مقرر کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۱۴) اسی موافق خدمات قضا واحتساب موروثی ہیں یا نہیں؟

(۱۵) آراضیات وروپیہ وغیرہ عطیات شاہی جو مشروط بخدمت مثلاً قضا واحتساب وخطابت ومؤذنی وغیرہ ہوں وہ قابل ارث ہیں یا نہیں؟

(۱۶) جو شخص ان خدمات پر مقرر کیا جائے وہی تنہا ایسی مشروط بخدمت جائداد کا مستحق ہو سکتا ہے یا

فرائض کے مطابق تمام ورثہ بھی اس میں شریک ہوسکتے ہیں؟

(۱۷) ایسی مشروط بخدمت جائداد و اراضیات وغیرہ قابل ارث نہیں ہیں تو خدمت گار قاضی و خطیب و مؤذن فراشی وغیرہ کے بھائی بند رشتہ دار وغیرہ حکومت کے ذریعہ ایسی مشروط جائدادوں کو قابل ارث ٹھہرا کر تقسیم کرادیں تو ایسی ہستیاں ظالم و غاصب ہیں یا نہیں، اور ان کے لئے شریعت میں کیا حکم ہے؟

(۱۸) قاضی خطیب مؤذن وغیرہ اہل خدمات شرعیہ کے نام میں جو شخص ان کی خدمتوں پر مقرر کیا جائے وہی فقط ان ناموں سے خطاب کیا جاتا ہے لیکن موجودہ زمانہ میں ہر شخص جسے ان خدمت گاروں سے ذرہ برابر بھی رشتہ یا تعلق ہو خود کو قاضی یا خطیب لکھتا ہے کہلواتا ہے یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں، مقرر شدہ قاضی یا خطیب وغیرہ کی اولاد یا بھائی بند یا رشتہ دار خود کو قاضی یا خطیب کہلواسکتا یا لکھوا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص خود ان خدمتوں میں سے کسی خدمت کی طرف نسبت کرے تو ایسے شخص کو ایسی نسبت سے منع کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب۔ (۱) جہاں سلطنت اسلامیہ نہیں وہاں عالم دین فقیہ اعلم علماء بلد جو سنی صحیح العقیدہ ہو قائم مقام سلطان ہے اس کے قائم کئے نماز جمعہ قائم ہوسکتا ہے یا اس کے ماذون کے، مسلمانوں کو ایسے امور میں اسی کی طرف رجوع لازم ہے اور اپنے ایسے کام اسی کی طرف سپرد کرنا چاہئے عوام ایک زمانہ سے خود سر و خود رائے ہوگئے ہیں۔ اللہ عزوجل انھیں اس سے توبہ کی توفیق دے اور اتباع شریعت اور اطاعت اولی الامر کی ہدایت عطا فرمائے۔ قاضی بنانا عوام کا کام نہیں۔ سلطان کا کام ہے یا اس کے قائم مقام کا علماء قائم مقام سلطان ہیں جیسا اوپر مذکور ہوا وہ جس عالم اہل قضا کو قضا پر مامور کریں وہ قاضی ہوگا حدیقہ ندیہ میں فتاوٰی عتابیہ سے ہے: اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور موکلۃ الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیھم ویصیرون ولاۃ فاذا عسر جمعھم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمھم فان استووا اقرع بینھم قال السمھودی ھذا من حیث انعقاد الولایۃ الخاصۃ فلا ینافی وجوب الطاعۃ العامۃ مطلقا۔[1] عالمگیریہ میں فرمایا: اذا اجتمع اھل بلدۃ علی رجل وجعلوہ قاضیا یقضی فیما بینھم لایصیر قاضیا ولو اجتمعوا علی رجل وعقدوا لہ عقد السلطنۃ او عقد الخلافۃ یصیر خلیفۃ وسلطانا کذا فی المحیط۔[2] قاضی بھی دوسرے کو قاضی نہیں کرسکتا جب تک کہ اس کو استخلاف کا اذن نہ ہو۔ اسی میں ہے: السلطان اذا قال لرجل جعلتک قاضیا لیس لہ ان

[1] حدیقہ ندیہ جلد اول ص ۳۵۱ [2] فتاوٰی عالمگیری جلد سوم ص ۳۱۵ مطبوعہ بیروت

یحتلف الا اذا اذن لہ فی ذلک صریحا او دلالۃ بان یقول لہ جعلتک قاضی القضاۃ لان قاضی القضاۃ هو الذی یتصرف فی القضاۃ تقلیدا وعزلا کذا فی الذخیرۃ۔

(۲) جس نئی جگہ لوگ خود جمعہ قائم کریں گے جمعہ نہ ہوگا کہ اس کی شرط سلطان ہے یا اس کا ماذون و نائب اور جہاں یہ نہیں وہاں علماء قائم مقام سلطان ہیں ان کے اذن کی حاجت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) اس کا جواب اوپر کے جواب میں واضح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۴) جہاں حسب شرائط نماز عیدین و جمعہ ہوگی ہو جائے گی کہ عیدگاہ یا مسجد جامع ان کے لئے شرط نہیں ہاں افضل یہی ہے کہ جمعہ جامع مسجد میں اور عیدین کی نماز عیدگاہ میں جمع عظیم کے ساتھ ادا کریں اس سے شوکت اسلام کا اظہار ہوگا۔ تعدد جماعت جائز ہونا اصابت ہے مگر اظہار شوکت اسلام اسی تفریق جماعت سے قطعًا جاتا رہتا ہے لہذا سوائے ضعیف اور مریض لوگوں کے اگر شہر کے تمام مسلمان ایک جا جمع ہو کر نماز عیدین ادا کریں تو یہ بہت بہتر اور موافق سنت ہو جمعہ بھی دس بیس جگہ نہ پڑھیں زیادہ سے زیادہ دو چار جگہ اس میں علاوہ اظہار شوکت اسلام اور بھی بعض مصالح ہیں یک جہتی مسلمانوں کا ربط ضبط میل ملاقات و داد اتحاد ایک دوسرے کے حالات سے باخبر ہونا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۵) اس کا جواب بھی اوپر سے ظاہر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۶) شافعیہ کی نماز حنفیہ کے پیچھے اور حنفیہ کی نماز شافعیہ کے پیچھے ہو جاتی ہے جب کہ امام مقتدی کے مذہب کا لحاظ کرے مقتدی کے خیال میں امام میں کوئی ایسی بات نہ ہو کہ اس کی نماز اس کے پیچھے اس کے خیال میں جائز نہ ہو۔ شافعیہ کو اپنا جمعہ و عید علیحدہ قائم کرنے کے بجائے ساتھ ہی پڑھنا بہتر ہے جب کہ ان کے مذہب کی رعایت امام کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۷) اس سوال کا جواب جواب سوال اول میں گذر چکا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (۸) اس کا جواب بھی اوپر گذر چکا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (۹) اس کے لئے درمختار ہدایہ وغیرہ کے معتبر اردو ترجمے دیکھے جائیں جو بات سمجھ میں نہ آئے وہ دریافت کر لی جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۱۰) کر سکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (۱۱) اس کا جواب اوپر ضمناً گذر چکا ہے بغور دیکھا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (۱۲) امامت یا خطابت میں وراثت نہیں ہے اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ علماء کا ماذون جمعہ و عیدین کی امامت کر سکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۱۳) اس کا جواب اوپر کے جوابات سے واضح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (۱۴) موروثی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم
(۱۵) نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (۱۶) جو خدمت پر مقرر کیا جائے اور خدمت کرے وہی مستحق ہے وہ
ترکہ نہیں کہ تقسیم ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (۱۷) یقینًا ظالم وغاصب ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔
(۱۸) جو غلط عرف رائج ہوجائے اسے چھوڑنا چاہئے قاضی ایک نہایت معزز عہدہ شرعیہ ہے اس کا استعمال ہر کس وناکس کے لئے بیجا ہے قاضی کی اولاد قاضی کہلواتی ہے قاضی کے خاندان والے قاضی کہلاتے ہیں عہدہ شرعیہ کی ایسی مٹی خراب ہے کوئی شخص کلکٹر کی اولاد اور خاندان والوں کو کلکٹر نہیں کہتا اور نہیں کہہ سکتا مگر قاضی کے خاندان والے قاضی اور مفتی کے خاندان والے مفتی کہلاتے ہیں چاہے کیسے ہی فسق وفجور میں مبتلا ہوں اور کیسے ہی جاہل اجہل ہوں۔ والی اللہ المشتکی وھو تعالٰی اعلم۔

مرسلہ شفیق احمد

مسئلہ ۲۸: از قصبہ بہیڑی ضلع بریلی مسئولہ مرزا علی بیگ مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۹۳۶ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں۔

(۱) ایک شخص جنازہ کی نماز پڑھنا جانتا ہے پھر نہیں پڑھاتا بلکہ یہ کہتا ہے کہ گاؤں کی نکاح خوانی کے حقوق مجھے دیئے جائیں اور لوگ میری زمین کا لگان میری جیب اپنی جیب سے ادا کریں تو پڑھاؤں ایسے شخص کے واسطے کیا حکم ہے؟

(۲) ایک شخص [illegible]

الجواب: طاعت پر اجرت ٹھہرانا حرام ہے یہی اصل مذہب ہے متاخرین نے بخوف ضیاع بعض طاعات کا استثناء فرمایا وہ وہی ہیں جن میں ضرورت ظاہر ہے۔ پھر خاص طاعت ہی پر عقد کرنا تو بڑا گناہ ہے۔ کسی کے نزدیک بھی نہ چاہئے امامت صلاۃ جنازہ ان طاعات میں نہیں ہوگی جن کا متاخرین کرام نے استثناء کیا۔ کہ اس میں جماعت شرط وواجب نہیں۔ ایک کے ادا کرلینے سے نماز ادا ہوجائے گی اور کوئی واجب ترک نہ ہوگا۔ خلاصہ میں فرمایا ان کان الامام علی طہارۃ والقوم علی غیر طہارۃ صحت صلاۃ الامام ولا تعاد الصلاۃ علیہ فی التجرید ھذا دلیل علی ان الجماعۃ لیست بشرط الصلاۃ الجنازۃ[۱]۔ بزازیہ میں فرمایا لان الجماعۃ لیست بشرط فیہا[۲]۔ حلیہ میں ہے۔ الجماعۃ فیہا لیست بشرط حتی لو صلی الامام بجماعۃ فیہا کان علی طہارۃ دونہم لا تعاد ولان حق المیت تأدی بصلاۃ الامام وبالعکس تعاد لان صلاتہ غیر جائزۃ فکذا صلاتہم لانہا بناء علی صلاتہ۔ ہندیہ میں ہے الصلاۃ علی الجنازۃ تأدی باداء الامام

[۱] فتاوٰی عالمگیری مع حاشیہ جلد اول ص۱۶۲ مطبوعہ بیروت [۲] بزازیہ مع عالمگیری جلد اول ص۸۰ بیروت

وحدہ لان الجماعۃ لیست بشرط الصلاۃ علی الجنازۃ کذا فی النہایۃ۔

یہاں تک کہ عورت اگرچہ جاریہ ہو امامت کرے جب بھی نماز کا اعادہ نہ ہوگا مردوں کی نماز اس کے پیچھے نہ ہوگی مگر اس کی اپنی ہو جائے گی اور وہ ادائے فرض کو کفایت کرے گی۔ برہان صاحب المحیط میں ارشاد فرمایا امت امرأۃ فی صلاۃ الجنازۃ لاتعاد۔ اشباہ میں ہے لاتکرر فی الجنازۃ ولو فعلت اسقط الفرض اصلاتہ علامہ حموی نے فرمایا وان بطلت صلاۃ الرجال خلفہا۔ درمختار میں فرمایا لوام بلاطہارۃ والقوم بہا اعیدت وبعکسہ لا کما لو امت امرأۃ ولو امۃ لسقوط فرضہا بواحد اس پر علامہ شامی نے ردالمحتار میں فرمایا ای بشخص واحد رجلا کان او امرأۃ فہو تعلیل لمسألۃ العکس ومسألۃ المرأۃ قال فی البحر والحیلۃ وبہذا تبین انہ لاتجب صلاۃ الجماعۃ فیہا اھ ومثلہ فی البدائع دربارہ اجرت بر طاعات شامی میں فرمایا قد اتفقت کلمتہم جمیعا علی التصریح باصل المذہب من عدم الجواز ثم استثنوا بعدہ ما علمتہ فہذا دلیل قاطع وبرہان ساطع علی ان المفتی بہ لیس ہو جواز الاستیجار علی کل طاعۃ بل علی ماذکروہ فقط مما فیہ ضرورۃ ظاہرۃ تبیح الخروج عن اصل المذہب من طرو المنع فان مفاہیم الکتب حجۃ اھ اسی میں ہے وقد اغتر بما فی الجوہرۃ صاحب البحر فی کتاب الوقف وتبعہ الشارح فی کتاب الوصایا حیث یشعر کلامہما بجواز الاستیجار علی کل الطاعات ومنہا القراءۃ وقد ردہ الشیخ خیر الدین الرملی فی حاشیۃ البحر فی کتاب الوقف حیث قال اقول المفتی بہ جواز الاخذ استحسانا علی تعلیم القرآن لا علی القراءۃ المجردۃ کما صرح بہ فی التاتارخانیۃ حیث قال لامعنی لہذہ الوصیۃ ولصلۃ القاری بقراءتہ لان ہذا بمنزلۃ الاجرۃ والاجارۃ فی ذلک باطلۃ وھی بدعۃ ولم یفعلہا احد من الخلفاء وقد ذکرنا مسألۃ تعلیم القرآن علی استحسان اھ یعنی للضرورۃ ولا ضرورۃ فی الاستیجار علی القراءۃ علی القبر اھ پھر اجرت بھی کیسی معقول کہ نکاح خوانی کے حقوق سمجھے دیے جائیں۔

نیز فتاوی عزیزیہ میں ہے۔ قاعدہ اجارہ آن ست کہ بر واجب ومندوب منعقد نمی شود وتعلیم القرآن فرض بالکفایۃ ومندوب علی العین پس محل اجارہ نیست وتعلیم قرآن را متاخرین جائز داشتہ اند کہ باجرت قرآن کردہ مراد ایشاں ہمیں تعلیم ست کہ در ضمن افعال دیگر ودر آں تعلیم مشروط باشد کہ محل اجارہ تواند شد نہ محض تعلیم مثلاً شخصے بایدکہ مرا فلاں آیت تعلیم کنی وایں از روئے مزدوری خواہد کہ ایں اجرت بالاجماع بین المتقدمین والمتاخرین حرام ست اھ مختصرا اسی میں فرمایا نکتہ در آں کہ اجارہ او لائے بر طاعت خواہ فرض باشد خواہ نفل یا

عہ جلد ۵ ص ... مطبوعہ ... عہ ردالمحتار شامی جلد اول ص ... مطبوعہ ... عہ الاشباہ والنظائر ص ... عہ حموی جلد ۲ ص ...

نیت آنست کہ شخصے بمباشرت طاعت شدہ است بحکم وعدہ الٰہی مستحق اجرت اخروی گشتہ پس اگر اجر دنیوی
را از مخلوق برآں طلب نماید اجتماع اجرین و عوضین در حق یک کس یک فعل لازم خواہد آمد مثل آنکہ شخصے اجیر
خاص یک کس قرار یافتہ و منافع در مدت اجیر خاص شخص دیگر شود و بجاں ساعت کذا فی الہدایہ فتاویٰ رشیدیہ
میں فرمایا لایحل اخذ الاجرۃ علی الامامۃ والتاذین بالشرط اھ یہاں امامت صلاۃ جنازہ پر وہ اجرت ٹھہرا
رہا ہے اور اجرت بھی کیا نکاح خوانی کے حقوق تو لینا جائز رہنا جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اس صورت میں وہ فرض ہوئے کہ گو۱۲ اگرچہ سنتوں کے ارادے سے ہوا تھا مگر تکبیر پر نیت فرض کہی اور
اعادہ اسی نیت کا ہے جو مقارن تکبیر ہو۔ عالمگیری میں ہے لو افتتح ثم نوی التطوع او الفرض او الفائتۃ او
الجنازۃ و کبر یخرج من الاول و یشرع فی الثانی والنیۃ بدون التکبیر لیس بمخرج کذا فی التتارخانیۃ
عن العتابیۃ۔ ظاہر ہوا کہ یہ تو بعض کہتا ہے اگر سنتیں شروع ہی کر دیتا پھر فرضوں کی نیت سے دوسری
تکبیر کہتا تو نیت تطوع باطل ہو جاتی اور وہ شارع فی الفرض ٹھہرتا کہ نیز غنیہ میں فرمایا لو کبر ینوی التطوع ثم
کبر ینوی الفرض یصیر شارعا فی الفرض و تبطل نیۃ التطوع لان النیۃ من الافعال یمنع تبدیلھا
الافعال بتجدید واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ داڑھی منڈے کو مسجد میں اذان و صلاۃ و تکبیر کہنا جائز ہے یا نہیں اگر جائز نہیں تو دوسرے
نمازیوں کی پچھلی نمازوں کے متعلق کیا کرنا چاہئے وہ دوبارہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

الجواب۔ مؤذن عاقل بالغ صالح متقی عالم بالسنۃ مواظب علی الاذان اوقات صلاۃ کا عارف بلند
آواز تاکہ اس کا خیال کہ کون جماعت میں داخل نہ ہوا اور کیوں نہ ہوا جو لوگ بے عذر ترک جماعت کرتے ہیں انہیں زجر
کرنے والا یا اگر مولوی ہونا چاہئے۔ عالمگیری میں ہے اھلیۃ الاذان تعتمد بمعرفۃ القبلۃ والعلم بمواقیت
الصلاۃ کذا فی فتاویٰ قاضی خان و ینبغی ان یکون المؤذن رجلا عاقلا صالحا تقیا عالما بالسنۃ کذا فی النہایۃ
و ینبغی ان یکون مہابا یتفقد احوال الناس و یزجر المتخلفین عن الجماعات کذا فی القنیۃ و ان یکون مواظبا
علی الاذان ھکذا فی البدائع والتتارخانیۃ و ان یکون محتسبا فی اذانہ کذا فی النہر الفائق
داڑھی منڈانا حرام ہے داڑھی منڈا فاسق، فاسق کی اذان مکروہ مگر اذان دے تو ہو جائے گی
عالمگیری میں ہے یکرہ اذان الفاسق ولا یعاد ھکذا فی الذخیرۃ اس کی اذان و اقامت
کے سبب یہ نہیں کہ نماز ہی نہ ہو گی۔۔۔ پچھلی نمازیں ہو گئیں اذان اقامت اگر بالکل نہ

[illegible]

ہوتی جب بھی نماز ہو جاتی ان نمازوں کے اعادہ کا حکم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۔ از مولانا عبد الرؤف صاحب بنگالی طالب علم دار العلوم منظر اسلام محلہ سوداگران بریلی شریف

۲۷ رجب سنہ ۵۶ھ

مسجد کے قریب ایک عیدگاہ ہے اور اس عیدگاہ میں چند قبریں بھی ہیں اور امام کے منبر کے بالکل متصل قبر ہے اور میان قبر و منبر کوئی حائل بھی نہیں ہے اس صورت میں عیدگاہ مذکور میں نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ وبصورت اگر منبر کا کچھ حصہ قبر پر ہوں یا بلکہ اکثر حصہ قبر پر ہوں تو اس صورت میں نماز میں تو کوئی خرابی نہیں آئے گی؟ بینوا بالدلیل مع حوالہ کتب فقط۔

الجواب۔ اگر وہ عیدگاہ خاص قبرستان میں بنی ہے کہ وہ جا بجا لائنہ قبریں چھوڑ دی ہوں یا کہ مسمار کر دہ سطح برابر کر وہ وہاں عیدگاہ بنائی جب تو ظاہر کہ نماز نہ ہوگی۔ اور جنھوں نے ایسا کیا وہ گنہگار جرائم ہوئے اور فرض ہے کہ اس جگہ کو قبرستان ہی رکھیں جب کہ وہ قبرستان وقف ہو کر کسی وقف کو دوسرے بدلنا ناجائز اور کسی کے بدلنے سے بدل نہیں سکتا وہ جگہ مقبرہ ہی ہے۔ عیدگاہ نہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ لا یجوز تغییر الوقف عن ہیئتہ[1] اور اگر کسی کی مملوک زمین قبریں اس کی اجازت سے بنائی گئی تھیں تو بھی وہاں عیدگاہ نہیں ہو سکتی کہ نماز قبروں کی طرف اور قبروں کا درمیان اور قبروں پر جائز نہیں اگر صورت یہ ہے کہ عیدگاہ میں قبریں بنالی ہیں یا کوئی قطعہ زمین جس میں دو چار قبریں بھی تھیں کسی نے اپنا بچا عیدگاہ کے لئے دے دیا تو اس صورت میں جب وہ قبریں امام کے سامنے نہیں صرف ایک طرف منبر سے متصل ہیں امام اور ان تمام مقتدیوں کی نماز بے کراہت ہو جائے گی جن کا بین یدی وہ قبور نہیں۔ ہاں وہ مقتدی جن کے بین یدی وہ پڑیں گی اور بیچ میں کچھ حائل نہ ہوگا تو ان کی بہت قریب ہوگی نماز اسی صورت میں مکروہ ہوگی جب کہ قبر بین یدی المصلی ہو کہ خاشعین کی سی نماز پڑھے تو اس کی نگاہ قبر پر پڑے۔ اور اگر خاشعین کی طرح نماز پڑھے تو قبر پر نگاہ نہ پڑے گی اتنی دور وہ قبور مصلی سے ہیں تو ان کی نماز بھی بلا کراہت ہوگی۔

بہتر یہ ہے کہ ان قبور پر ٹاٹ لگا دی جائے قبریں اس کے اندر چھپ جائیں یا وقت نماز کوئی آڑ کر دیا کریں مضمرات پھر قہستانی میں ہے لا تکرہ الصلوٰۃ الی جہۃ القبر الا اذا کان بین یدیہ بحیث لو صلی صلاۃ الخاشعین وقع خانیہ پھر حاوی پھر عالمگیریہ میں ہے ان کان بینہ وبین القبر مقدار

[1] فتاویٰ عالمگیری مطبوعہ جلد دوم ص ۔۔۔ ، [2] ایضاً جلد اول ص ۔۔۔ مطبوعہ بیروت

مالوکان فی الصلاۃ وغیر انسان لایکرہ۔ حاوی پھر مفید المستفید پھر خزانۃ الروایۃ میں ہے سئل ابونصر عنہ ذلک فقال ان کان القبور وراء المصلی لایکرہ فکذا ھھنا والحد الفاصل موضع سجودہ انتہی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) منبر پر خطبہ ہوتا ہے نماز نہیں ہوتی جب نماز نہ قبر پر پڑھی نہ بین القبور بطرف قبر قریب کہ صلاۃ خاشعین بصر قبر پر پڑے پڑھی تو نماز ہو گئی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۲: از محلہ براہم پورہ بریلی ۱۲ شعبان المعظم ۱۳۵۶ھ

نماز فجر کے بعد امام کو کس رخ پر بیٹھ کر دعا مانگنا چاہئے اور دیگر نماز ظہر و عصر و مغرب و عشا کس رخ پر امام کو بیٹھ کر دعا مانگنا چاہئے ہر اوقات نماز کی تفصیل علیحدہ معلوم ہونا چاہئے فقط

الجواب: امام مخیر ہے چاہے جس طرف انصراف کرے خواہ داہنے ہاتھ یا بائیں ہاتھ چاہے رو بمشرق ہو کر بیٹھے مگر جب کہ کوئی پچھلی صف میں کوئی مصلی اس کے محاذات میں ہو مگر داہنے ہاتھ کا انصراف محبوب ہے یعنی رو بشمال ہو کر بیٹھے داہنے ہاتھ کو مقتدی ہوں بائیں کو قبلہ۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو تیامن محبوب ہے اور حضور کا انصراف یوں ہی ہوتا حدیث مسلم میں ہے کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ینصرف عن یمینہ اور کان استمرار پر دلالت کرتا ہے یہاں بیان جواز کے لئے کہ کوئی اس عادت سے یہ اعتقاد کرے کہ یہی حق ہے یہی لازم ہے کہ یوں ہی انصراف کرے بہت بار حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے یسار بھی فرمایا یعنی رو بجنوب پشت بشمال ہو کر تشریف رکھنا۔ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ آپ نے فرمایا لایجعل احدکم للشیطان شیئا من صلاتہ یری ان حقا علیہ ان لاینصرف الا عن یمینہ لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کثیرا ینصرف عن یسارہ۔ غنیہ شرح منیہ میں ہے اذا اتمت صلاۃ الامام فھو مخیر ان شاء انحرف عن یسارہ وجعل القبلۃ عن یمینہ وجعل القبلۃ عن یسارہ وھذا اولی لما فی مسلم من حدیث البراء کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم احببنا ان نکون عن یمینہ حتی یقبل علینا بوجہہ فان مفھومہ ان وجھہ عند الاقبال علیھم کان یقابل من ھو عن یمینہ وذلک انما یکون اذا کان المسجد عن یمینہ والقبلۃ عن یسارہ وقیل معناہ حتی یقبل علینا بوجہہ قبل من ھو عن یسارہ فیفید الانصراف عن یمینہ لانہ یجلس منحرفا بل یستقبل القوم بعد الانصراف عن یمینہ کما فی حدیث انس

۱؎ بخاری مسلم مشکوٰۃ ص۸۴ ۲؎ غنیہ ص۳۲۹

فی مسلم ایضا کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ینصرف عن یمینہ۔

وما فی الصحیحین وغیرھما من حدیث ابن مسعود قال لا یجعل احدکم للشیطان شیئا من صلوتہ یری ان حقا علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کثیرا ینصرف عن یسارہ، لا ینافی ذلک لان فعلہ علیہ الصلاۃ والسلام لذلک لتعلیم الجواز مع محبتہ للتیامن واعتیادہ بہ وھو ای الجواز مراد ابن مسعود فانہ انما نھی عن ان یری الانصراف عن الیمین حقا لا یجوز غیرہ والمراد من الانصراف الالتفات عن جھۃ الصلاۃ وھی القبلۃ اعم من ان یجلس بعدہ او لا (الی قولہ) وان شاء استقبل الناس بوجھہ ای وجلس لما فی الصحیحین وغیرھما عن سمرۃ بن جندب کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا صلی صلوۃ اقبل علینا بوجھہ وھذا اذا لم یکن بحذائہ ای فی مقابلتہ مصل استقبال القوم مصل حتی لو کان بحذائہ مصل لا یستقبلھم بل ینحرف یمنۃ ویسرۃ سواء کان المصلی فی الصف الاول او فی الصف الاخر اذا لم یکن وجھہ مقابل الامام ملخصا۔ یہ کچھ نہیں ہے کہ فجر میں اس رخ پر انصراف کرے ظہر میں اس رخ پر عصر مغرب عشا میں اس رخ پر اولیٰ یہی ہے کہ رو بشمال کرے اور کبھی کبھی رو بجنوب بھی بیٹھے اور کسی صف میں اگر کوئی مصلی نہ ہو تو پشت بقبلہ رو بمشرق بھی بیٹھ سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲۔ از شہر بریلی محلہ گلاب نگر مسئولہ جناب شاکر اللہ خاں صاحب۔ ۱۲ شعبان المعظم ۵۹ھ

جمعہ کے دن خطیب نے خطبۂ اول کے درمیان اعلان کر کے کہا کہ یہ ایک شخص سنتیں پڑھ رہا ہے اس کو منع کر دو کہ یہ سنتیں نہ پڑھے تو خطیب کو خطبے کے درمیان بہت اعلان کر کے بات کرنا اور بولنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب۔ خطبہ میں خطیب کو کلام کرنا جائز نہیں۔ مگر جو امر بالمعروف نہی عن المنکر ہو۔ خطبہ ہوتے سنتیں شروع کرنا جائز نہیں اس کو روکنا خطبہ کی حالت میں جائز تھا۔ غنیہ[1] میں ہے یکرہ للخطیب ان یتکلم حال الخطبۃ بکلام الدنیا کما فی الاذان والاقامۃ بل اولی۔ عالمگیریہ[2] میں ہے یکرہ للخطیب ان یتکلم فی حال الخطبۃ الا ان یکون امرا بمعروف۔ مگر اسے خود روکنا تھا دوسروں کو حکم کرنا کہ تم روکو نہ تھا کہ انھیں خطبے کے وقت سے پہلے ہی سے جب امام خطبہ کے لئے چلے پوری توجہ کے ساتھ متوجہ ہو کر بیٹھنا چاہئے اور ہر طرح کلام ممنوع ہے۔ وہ اگر کسی کو امر بالمعروف یا نہی عن المنکر کریں تو زبان سے

[1] غنیہ ص [illegible]۔ [2] جلد اول ص ۱۴۷

نہیں کرسکتے ہاں آنکھ یا سر یا ہاتھ کے اشارہ سے کرسکتے ہیں۔ عالمگیریہ[1] میں ہے۔ اذا خرج الامام فلا صلاۃ ولا کلام سواء کان الکلام امر الناس او التسبیح او تشمیت العاطس او رد السلام (الی ان قال) واذا لم یتکلم بلسانہ ولکنہ اشار بیدہ او برأسہ او بعینہ نحو ان رای منکرا من انسان فنہاہ بیدہ او اخبر بخبر فاشار برأسہ الصحیح انہ لاباس بہ ھکذا فی المحیط۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۴

از محلہ باغ خانہ بریلی مسئولہ عبداللہ خاں۔

زید جو کہ صلاۃ کا منکر ہے اور دو ایک اس کے ساتھی اور بھی ہیں جو کہ منکر صلاۃ ہیں انھوں نے اس بات کی کوشش کی کہ صلاۃ نہ ہو مگر اہل محلہ نے ان کے خلاف جس طرح سے روزمرہ صلاۃ وقت مقررہ پر ہوتی ہے قائم رہی اور یہ طے کیا کہ صلاۃ بند نہ ہوگی اور بدستور ہوتی رہے گی اس فیصلہ میں دو چار آدمیوں نے یہ بھی کہا کہ صلاۃ ایک نیک کام ہے اگر بعد نماز ختم ہونے کے دس دس مرتبہ اور کہو اور ہم بھی شریک ہیں یہ کلمات درود وسلام بھیجنے کے ہیں اس پر تمام اہل محلہ نے کہا دس دس مرتبہ نہیں بلکہ جس قدر جس کو زیادہ درود وسلام بھیجنے کا موقع ہو پڑھے اور یہ بات بعد نماز عشاء کے طے ہوا تھا آج زید کو رے یعنی منکر صلاۃ نے ظہر کی جماعت جب ختم ہوگئی اور جو آدمی باقی رہ گئے تھے نماز پڑھ رہے تھے باواز بلند صلاۃ پکاری اس صورت سے اس منکر صلاۃ کا صلاۃ کہنا کہاں تک درست ہے۔ مفصل تحریر فرمادیجئے ورنہ یہاں پر خطر وفساد کا ہے۔ فقط

الجواب۔ بےشک صلاۃ وسلام عرض کرنا نیک کام ہے جب وہ نیک کام مانتے ہیں تو نیک کام سے کیوں روکتے ہیں نماز سے پہلے بھی نیک کام ہے نماز کے بعد بھی نیک کام ہے جس وقت عرض کریں نیک کام ہے نماز کے بعد اس سے جو دوسرا مقصد ہے وہ حاصل نہیں ہوگا نماز سے پہلے وہ مقصد بھی حاصل ہوگا ایک بات کئی مقصد رکھ سکتی ہے مثلاً اذان سے اعلام ہی مقصود نہیں بلکہ اس سے جیسے اعلام مقصود ہے یونہی اعلام کلمۃ اللہ اعلان ذکر اللہ نشر ثنائے الٰہی رفعت رسالت پناہی جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وتذکیر جن وانس۔ مقتدی کا نماز میں سبحان اللہ کہنا اس سے ذکر الٰہی تسبیح بھی مقصود اصلاح نماز بھی امام کو اس کی غلطی پر ضمناً تنبیہ ہوتی ہے بحرالرائق[2] میں فرمایا المقصود من الاذان لم ینحصر فی الاعلام بل ھو واعلان الذکر ونشر ذکر اللہ تعالٰی وتذکیر الجن والانس۔ یونہی صلاۃ وسلام بعد اذان سرکار سرورکار علیہ الصلاۃ والسلام پر درود بھی ہے اور اس وقت اس سے تثویب اعلام بعد اعلام بھی

[1] فتاوٰی عالمگیری مع شامی جلد اول ص۱۵۱ مطبوعہ بیروت
[2] بحرالرائق جلد اول ص[illegible] مطبوعہ کوئٹہ

حاصل۔ ع چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار۔

دیکھو ایک نماز نفل چار نیت سے ادا کی جا سکتی ہے اگر کوئی وہ دو رکعت ان چار نیتوں سے پڑھے سب باتوں کا ثواب خدا چاہے حاصل ہوگا۔ اور چاروں باتوں کا ادا کرنے والا ٹھہرے گا۔ وضو کرکے دو رکعت بہ نیت تحیۃ الوضو و تحیۃ المسجد پڑھے دونوں باتیں ادا ہو جائیں گی۔ اور اگر وقت چاشت ہو اور اس وقت کسوف بھی ہو اور ان دونوں کی بھی نیت کرے تو چاروں ادا ہو جائیں گی۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں فرمایا یصح لونوی بالفتین: واکثر کما لونوی تحیۃ مسجد وسنۃ وضوء وضحٰی وکسوف[ا] اور دیکھو اگر کوئی غسل کر رہا ہو غسل جنابت اور دن جمعہ کا ہو اور اسی دن عید بھی اور وہ جنابت و عید و جمعہ سب کی نیت سے غسل کرے سب ادا ہوں گے۔ اور سب کا ثواب پائے گا یوہیں اگر کوئی سوتے وقت اس نیت سے وضو کرے کہ با وضو سوئے گا اور ساتھ ہی اس کی نیت بھی کرے کہ غیبت کی ہے بعد غیبت وضو مستحب ہے۔ یوہیں اونٹ کا گوشت کھایا ہے اور اس کے بعد وضو کرنا مستحب و مستحسن ہے تو ایک ہی وضو ہے جو سب کی نیت سے کرے گا سب باتوں کا ثواب پائے گا۔ حاشیہ علامہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے الجمع بین عبادات الوسائل فی النیۃ صح کما لو اغتسل لجنابۃ وعید وجمعۃ اجتمعت لثواب الکل وکما لو توضأ لنوم وبعد غیبۃ واکل لحم جزور۔

تثویب اعلام بعد اعلام کو وہابی بھی جائز ثواب مانتا ہے۔ وہابی۔ الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ سے جلتا ہے۔ وہابی تثویب کا دراصل مخالف نہیں بلکہ اس صلاۃ وسلام کا مخالف ہے۔ اسے شرک جانتا ہے جب تثویب مستحسن اور کسی کے دل کی راحت دل کا چین ایمان کی رونق الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو اس کی مخالفت کے کیا معنی سوا اس کے کہ ایسے لوگ وہابیوں کے جھوٹے پروپیگنڈے کا شکار ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالٰی خدا انھیں ہدایت فرمائے اور توفیق خیر دے راہ ثواب پر چلائے کار ثواب ان سے کرائے ضد و عناد اور ہر فساد سے بچائے انھیں وہابیہ کی چھاپی کتاب عبارۃ تثویب کے ص۲۲ پر ہے بقیہ اوقات صلاۃ تثویب زمانہ تابعین سے مستحسن ہوئی ہے اور اس میں الا بجملہ الفاظ درست ہیں جو دال علی الاعلام ہوں الخ اسی میں اسی صفحہ پر کچھ سطر کے آگے ہے متاخرین نے مغرب کے علاوہ جملہ نمازوں میں تثویب جائز قرار دی اور علت اس کی صرف وقت علم اور غفلت ہے اور عوام کی سستی اور کاہلی کا ظہور ا ھ وغیرہ میں کما صرح فی العنایہ شرح الہدایہ اور یہ جملہ امور

[ا] طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۱۲

صحیح میں پس متاخرین نے بضرورت تہاون ناس مستحسن جانا کہ اس کو جائز قرار دیا ہے اھ ص۲۳ پر ہے تثویب کا مقصد جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے صرف یہی ہے کہ مخاطب کو نماز کے لئے متنبہ کیا جائے اور اس جملہ الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کو فعل تثویب میں استعمال کرنا جہل مرکب اور ضلال مبین ہے اور چوں کہ یہ الفاظ دال بر تثویب نہیں اس لئے تثویب کے ثواب سے محروم رہیں گے۔

ان عبارتوں سے ظاہر ہے روز روشن کی طرح روشن ہے کہ تثویب کو وہابی بھی جائز نہ صرف جائز مستحسن مانتا ہے ہاں اس میں درود شریف صلاۃ وسلام کا انکار کرتا ہے اور اس کے انکار میں اپنی جہالت اپنی حماقت کا طرح طرح تماشہ دکھاتا ہے جو لوگ کسی جگہ جہاں اذان واقامت کے درمیان صلاۃ و سلام عرض کیا جاتا اور اس سے اعلام بعد اعلام کا فائدہ بھی لیا جاتا ہے بعد نماز با آواز بلند صلاۃ وسلام عرض کرتے ہیں اور کہتے ہیں صلاۃ وسلام نیک کام ہے اگر بعد نماز ختم ہونے کے دس دس مرتبہ اور کہو ہم بھی شریک ہیں وہ از راہ چالاکی صلاۃ وسلام کو بند کرنا چاہتے ہیں کہ جب بعد نماز بھی صلاۃ ہوگی تو قبل نماز اعلام بعد اعلام کا افادہ نہ کرے گی یوں لوگ درمیان اذان واقامت با آواز بلند نہ کیا کریں گے کہ اس وقت آواز بلند صلاۃ وسلام عرض کرنے کا جو ضمنی فائدہ تھا وہ اب نہ رہا اس خیال سے لوگ اذان کے لئے بھی کبھی یہی کہیں گے کہ اذان نیک کام ہے بعد نماز بھی ہوا کرے دس دس مرتبہ یا سو سو مرتبہ ہم بھی شریک ہیں جو صلاۃ مابین اذان واقامت جاری ہے وہ جاری رہے بعد نماز بھی اگر کچھ لوگ دس دس بار عرض کریں عرض کریں وہاں کے لوگ سمجھ لیں کہ بعد نماز جو صلاۃ وسلام دس بار یا بیس بار ہے وہ بعد نماز ہے نماز سے پہلے جو صلاۃ وسلام عرض کیا جاتا ہے جس سے اعلام بعد اعلام کا بھی فائدہ ہے وہ دس بیس سو پچاس بار نہیں ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ فقط۔

مسئلہ ۳۴ ۔ از موضع بھنڈوروہ ڈاکخانہ بشارت گنج ضلع بریلی مسئولہ شیر محمد خاں

ایک شخص نماز میں ولا الضالین کے بجائے ولا الضالین ظ کی آواز سے پڑھتا ہے لہذا ایسے پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں وہ کہتا ہے کہ میں ولا الضالین کو ظ کی آواز سے پڑھوں گا بہت اصرار کرنے پر اس نے ایک جمعہ کو ولا الضالین کو صحیح پڑھا تو اس نے یہ کہا کہ نہ میری نماز ہوئی اور نہ مقتدیوں کی۔

الجواب ۔ جب تک وہ توبہ نہ کرے اور ض کو ض نہ پڑھے اس وقت تک اس کے پیچھے

نماز نہ پڑھی جائے جو شخص ض کو ض پڑھ سکتا ہے اور عمداً ظ پڑھتا ہے اس کی نماز نماز نہیں اس کے پیچھے نماز پڑھنا نماز کھونا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ بعض جگہ اگر ض کی جگہ ظ نکل گئی یا کوئی شخص ہزار ض کو ض کے مخرج سے نکالنے کی کوشش کرتا ہو مگر وہ ناکام رہتا ہے تو یہاں دال نہ پڑھے اگر ظ پڑھے گا نماز ہو جائے گی کوشش ض کو صحیح نکالنے کی کرتا ہے مگر اس صورت میں اوروں کی نماز اس کے پیچھے نہ ہوگی۔ ہاں اگر بے قصد ض کی جگہ ضالین میں ظ نکل جائے گی تو اس کی اور وہ امام ہو تو اوروں کی بھی ہو جائے گی۔ جو شخص ض کو ض پڑھ ہی نہ سکے یا جو پڑھ سکے مگر عمداً ض نہ پڑھے بجائے ض کے ظ وغیرہ پڑھے تو اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی۔ اور عمداً ایسا پڑھنے والا اشد گنہگار مستحق نار مستوجب غضب جبار ہے۔ علماء نے اسے کفر فرمایا یہ شخص اس سے بھی بدتر ہے کہ ض پڑھنے کو کہا کہ نہ میری نماز ہوئی نہ مقتدیوں کی۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ شخص جب تک توبہ نہ کرے تجدید اسلام اور بی بی رکھتا ہو تو اس سے بھی تجدید نکاح جب تک نہ کرے اس کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھی جائے یوں ہی جب تک کہ ض کو ض نہ پڑھے جب تک تائب نہ ہو اس سے میل جول سلام کلام اور ربط ضبط بھی موقوف کر دیا جائے جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں سب کا اعادہ لازم وہ شخص جو ض کو ظ کی آواز ہی سے پڑھنے پر مصر ہے اور صحیح ضالین پڑھنے کو مفسد نماز جانتا ہے ہرگز لائق امام نہیں جب تک توبہ نہ کرے اس کے ساتھ نشست برخاست یک لخت ترک کر دی جائے۔

عالمگیری[1] میں ہے ان ذکر حرفا مکان حرف ولم یغیر المعنی بان قرأ ان المسلمون ان الظالمون وما اشبہ ذلک لم تفسد صلاتہ وان غیر المعنی فان امکن الفصل بین الحرفین من غیر مشقۃ کالطاء مع الصاد فقرأ الطالحات مکان الصالحات تفسد صلاتہ عند الکل وان کان لا یمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد والصاد مع السین والطاء مع التاء اختلف المشائخ قال اکثرھم لا تفسد صلاتہ ھکذا فی فتاوی قاضی خان وکثیر من المشائخ افتوا بہ قال القاضی الامام ابو الحسن والقاضی الامام ابو عاصم ان تعمد فسدت وان جری علی لسانہ او کان لا یعرف التمییز لا تفسد وھو اعدل الاقاویل والمختار ھکذا فی الوجیز للکردری ومن لا یحسن بعض الحروف ینبغی ان یجھد ولا یعذر فی ذلک اھ مختصرا فتاوی قاضی خاں میں ہے ان کان لا یمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد اختلف المشائخ فیہ قال اکثرھم لا تفسد صلاتہ اسی[2] میں ہے لو قرأ الامام الطرد تم

[1] جلد اول ص۸۱ مطبوعہ بیروت ، [2] جلد اول مطبوعہ بیروت ص۱۳۱

بالظاء تفسد صلاتہ وکذا لو قرأ الاعمرا ذظرب حتمر بالذال مکان الضاد تفسد صلاتہ ولو قرأ بالتام مع الضاد الا اما امترتم لا تفسد صلاتہ۔ اسی میں ہے[۱] لو قرأ غیر المغضوب بالظاء و بالذال تفسد صلاتہ ولو قرأ الضالین بالظاء او بالذال لا تفسد صلاتہ ولو قرأ الذالین بالذال تفسد صلاتہ۔ جامع الفصولین میں ہے یقرأ الظاء مکان الضاد ویقرأ کیف یشاء واصحاب الجنۃ مکان اصحاب النار لم تجز امامتہ ولو تعمد کفر۔ ملا علی قاری کی منح الروض الازہر میں فرماتے ہیں کون تعمدہ کفرا لا کلام فیہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۵

سوال بجز اس کے کہ مقرر کیا گیا اور قابل امام موجود ہے ملازم پیشہ کی امامت صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب - اگر کوئی شخص قابل امامت موجود ہے اور وہ بے معاوضہ اس خدمت کو انجام دیتا ہے تو اسی کے پیچھے نماز پڑھی جائے دوسرا شخص اگرچہ قابل امامت ہو اور مسجد سے بے ضرورت تنخواہ پر نہ رکھا جائے اور اگر خود لوگ چندہ کرکے تنخواہ دیں جب بھی کہ اگرچہ متاخرین کے نزدیک اجرت امامت لینا دینا جائز پھر بھی خود امامت پر عقد نہ کرنا چاہئے مگر ظاہر ہے کہ ایسے شخص کی امامت سے اس کی امامت کہیں بالا ہے جو بے معاوضہ پڑھاتا ہے یہ تو اس صورت میں ہے کہ دوسرا بھی امامت کے لائق ہو کر سنی صحیح العقیدہ ہو وہابی وغیرہ بدمذہب نہ ہو اور اگر وہ بدمذہب ہے جب تو اس کے پیچھے نماز ناجائز اور اس کی بدمذہبی معاذ اللہ کفر تک پہونچی ہوئی ہو جیسے آج کل کے وہابی اور قادیانی وغیرہم جب تو اس کے پیچھے نماز ہی باطل جیسے کسی ہندو مجوسی نصرانی یہودی کی پیچھے یونہی اگر بدمذہب تو نہیں مگر فاسق معلن ہو کہ مثلاً داڑھی حد شرع سے کم رکھتا ہو یا کسی اور فسق کا ارتکاب علی الاعلان کرتا ہو تو بھی اس کی امامت جائز نہیں اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی کہ پڑھنی گناہ اور جو پڑھی ہو اس کا پھیرنا واجب یونہی اگر فاسق بھی نہ ہو مگر مسائل ضروریہ طہارت وصلوٰۃ سے ناواقف یا واقف بھی ہو مگر بہر حال ان پر عامل نہ ہو۔ قرآن عظیم صحیح نہ پڑھتا ہو حلال ملازمت رکھنے والے کے پیچھے نماز میں حرج نہیں اس کی امامت درست ہے خود امامت کی ملازمت مراد ہے تو اس کا حکم اوپر گزر چکا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱] خانیہ مع عالمگیری جلد اول ص ۱۴۳ مطبوعہ بیروت

مسئلہ ۳۶ ـ جو شخص اپنی ذاتی غرض سے ایک عالم کو برسرِ اجلاس فحش گالیاں حتی کہ ماں دادی بیوی وغیرہ کی دے کر کفر کا فتویٰ لگائے اور بغیر توبہ یا معافی کے پھر مسجد کا امام بن جائے اس کے پیچھے نماز درست ہے حالاں کہ خود بھی مولوی ہونے کا مدعی ہو اور کسی جائداد وغیرہ کے جھگڑے میں اپنے بزرگ مولوی کو برا کہہ کر کفر کا فتویٰ لگا کر مسجد کا مالک بننے کی کوشش کرکے امام بنے کیا اس کی امامت درست ہوگی؟

الجواب ـ نہیں جب تک وہ توبہ نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۷ ـ از قصبہ مکہر محلہ شیر پور ضلع بستی عبد الحامد شرقی ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ

ملا زید حنفی سنی کہتا ہے کہ ضالین پڑھنا جائز ہے۔ اور بکر کہتا ہے کہ ظالین پڑھنا جائز ہے

اس دیوبندی ظالین پڑھنے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا کہ نہیں حالاں کہ عقیدہ باطلہ بھی رکھتا ہے اور وہ کس گناہ کا مرتکب ہو سکتا ہے اور ایسے عقیدہ والوں سے سلام کلام طعام اور بیاہ شادی کرنا کیسا ہے؟

۲ـ بعد نماز فجر فرض قبل طلوع آفتاب کے سنت پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

۳ـ بعد نماز وتر کے نفل بیٹھ کر پڑھنا چاہیے یا کھڑے ہوکر۔ بینوا توجروا

الجواب ـ جو شخص ض کو بمشقت بھی اس کے مخرج سے نہ نکال سکے وہ اس کو اس کے مخرج سے نکالنے کی کوشش کرتا رہے یہ اس پر فرض ہے وہ معذور نہ ٹھہرایا جائے گا اگر اس نے کوشش چھوڑی تو ملزم ہوگا اور اگر ض کی بجائے جان کر کوئی دوسرا حرف پڑھے تو نماز نہ ہوگی ہاں وہ کوشش کرے بھی صحیح صحیح ض نہ پڑھے اور اس کی زبان سے بجائے ض کے اگر ظ ادا ہو تو اس صورت میں نماز ہو جائے گی مگر اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی جب تک وہ صحیح نہ پڑھے گا۔ یوں ہی وہ شخص جو ض اور ظ میں فرق سے واقف نہیں اسے تمیز نہیں وہ اگر بجائے ض ضالین میں ظا پڑھ دے تو اس کی نماز ہو جائے گی یونہی اگر کسی کی زبان سے بجائے ضالین ظالین نکل گیا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر ایسے لوگ بجائے ض و ضالین میں پڑھ جائیں تو نماز نہ ہوگی۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ ہر جگہ ایسے لوگ اگر ض کو ظ پڑھ جائیں گے تو نماز ہو جائے گی اور کہا اور پڑھ جائیں گے تو نہ ہوگی بلکہ مغضوب کو اگر مغظوب یا مغذوب پڑھا جائے گا نماز فاسد ہو جائے گی۔ یوں ہی اضطر ہ، ستم کو اگر اظطر رستم یا اذطر رتم پڑھ دیا جائے گا نماز فاسد ہو جائے گی۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ یہ جو جاہل وہابیوں نے جاہلوں کو بہکایا ہے کہ ض کو ظا پڑھے یہ محض ان

کی تفصیل ہے، ظاد تو کوئی حرف ہی نہیں وہی ض کو ظا پڑھنا بتایا اور ظا پڑھنے سے بعض صورتوں میں نماز فاسد ہوگی اور عمداً ض کو ظا یا کسی حرف سے بدل کر پڑھنا اس سے نماز تو نماز ایمان ہی جاتا رہے گا کہ یہ تحریف اور قصداً تحریف ہے یقرأ الظاء مکان الضاد لم تجز امامته ولو تعمد کفر۔ منح الروض الازہر میں ہے کون تعمده کفرا لاکلام فیه عالمگیری میں ہے ان ذکر حرفا مکان حرف ان غیر المعنی فان امکن الفصل بین الحرفین من غیر مشقة کالطاء مع الصاد تفسد صلاته عند الکل وان کان لا یمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقة کالظاء مع الضاد اختلف المشائخ قال اکثرهم لا تفسد صلاته هکذا فی فتاوی قاضی خان وکثیر من المشائخ افتوا به قال القاضی الامام ابو الحسن و القاضی الامام ابو عاصم ان تعمد فسدت وان جری علی لسانه او کان لا یعرف التمیز لا تفسد وهو اعدل الاقاویل والمختار هکذا فی الوجیز للکردری ومن لا یحسن بعض الحروف ینبغی ان یجهد ولا یعذر فی ذلك اه مختصرا۔ فتاوی قاضی خان میں ہے لو قرأ الامام الخطر ثم بالظاء تفسد صلاته ولو قرأ الامام اوطر ثم بالدال مکان الضاد تفسد صلاته ولو قرأ بالتاء مع الضاد الا ما اضطررتم لا تفسد صلاته۔ اسی میں ہے لو قرأ غیر المغضوب بالظاء والذال مکان الضاد تفسد صلاته ولو قرأ الظالین بالظاء او بالذال لا تفسد صلاته ولو قرأ الدالین بالدال تفسد صلاته۔ جو عمداً ظالین پڑھتا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا نماز فاسد کرنا ہے اگرچہ اپنے آپ کو سنی کہتا ہو یا واقع میں نہ ہو۔ اور اگر وہ وہابی وغیرہ بدمذہب ہو تو یوں بھی اس کی امامت ناجائز اگرچہ ضالین بہت صحیح وصاف پڑھتا ہو۔ بدمذہب کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے اور اگر اس کی بدمذہبی حد کفر تک پہنچی ہوئی ہو جیسے آج کل وہابی قادیانی دیوبندی رافضی وغیرہ جب تو اس کے پیچھے نماز باطل محض ہے جیسے کسی یہودی نصرانی ہندو مجوسی کے پیچھے۔ اس سے سلام کلام ربط ضبط اس کے ساتھ کھانا پینا راہ و رسم رکھنا سب حرام ہے قال تعالیٰ واما ینسینك الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین ۝

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۸: زید نے رکعت ثانی میں اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا پر وقف کیا اور رکوع کر لیا اور اس آیت کے بعد ایک آیت پوری چھوڑ دی جو یہ ہے یُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا۔ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ یدخل کے یاء میں تشدید ہے لہذا امام نے دوسری قضا

[illegible]

دریافت طلب یہ امر ہے کہ حکیما پر وقف کیسا ہے اور اس شخص کا کہنا کہ ملانا ضروری تھا صحیح ہے یا غلط؟ بینوا توجروا۔

المستفتی محمد فخرالدین مونگیری

الجواب۔ حکیما پر وقف کرسکتا ہے۔ رت آگے کی یاد تھی جب تو کوئی بات نہیں ہاں یاد تھی اور چھوڑ دی یہ برا کیا وہاں وصل ضروری نہیں وہ غلط کہتا ہے یہاں وصل بہتر ہے وقف سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم یہاں حکیما کے بعد یہ تین علامتیں قرآن عظیم میں مکتوب ہیں لا صلی۔ ق۔ ق خود علامت قیل علیہ الوقف اور صلی مخفف الوصل اولیٰ اور لا اشارہ عدم وقف ہے تو نہ ٹھہرنا اور ملانا بہتر ہے نہ یہ کہ لازم و ضروری۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۲۔ از منشی جان محمد محمدی بستی شہر کہنہ بریلی۔ ۲۴ جمادی الآخرہ ۱۳۵۶ھ

امام کو نیت کس طرح کرنا چاہیے۔ نیت امام کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ امام ویسے ہی نیت کرے جیسے منفرد کرتا ہے وہ نیت امامت کرنے کا محتاج نہیں عالمگیری[1] میں ہے والامام ینوی ما ینوی المنفرد ولا یحتاج الی نیۃ الامامۃ حتی لو نوی انہ لایؤم فلانا فجاء فلان واقتدی بہ جاز ھکذا فی فتاوی قاضی خان۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۳۔ از مقام کوسد گنڈہ ضلع اجمیر شریف۔ فیض محمد ولد محمد بخش صاحب۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں۔

(۱) ایک شخص نے مسجد کے اندر لونڈا بازی کی مسلمانوں کو معلوم ہونے پر توبہ استغفار کرایا۔ (۲) یہی شخص محلہ کے اندر چوری کی جس کی وجہ سے جرم قائم ہوکر کے سزایافتہ ہوا (۳) یہی شخص غیر عورت سے زنا کیا دونوں شادی شدہ تھیں دوبارہ توبہ استغفار کرایا اور قرآن ہاتھ میں لے کر قسم کھائی کہ آئندہ زنا ہرگز نہ کروں گا (۴) پھر شادی شدہ عورت کے ساتھ زنا کرتے وقت دیکھا اور ہر قوم میں و ہر جگہ اس شخص کی شہرت پھیل گئی جدہ محلہ کے تمام مسلمان اکٹھے ہوکر مشورہ کیا کہ یہ شخص اپنے محلے کے اندر بار بار زنا کیا ہے اس سے اقرار نامہ لکھا کر آئندہ کے لئے اس شخص کو محلہ کے اندر نہ آنا چاہیے ترک موالات کرایا (۵) یہ شخص غیر محلہ کا رہنے والا ہے اور چھ سال تک ہمارے محلے کے اندر نہ آنے پائے بعضے شخص نااتفاقی کی وجہ سے اس شخص کو مسجد کے اندر لائے اور اس شخص کے آنے سے محلے کے اندر فتنہ فساد پھیل گئے ہیں اس شخص کے مسجد میں آنے کی وجہ سے ہمارے محلے کے اندر نااتفاقی پھیل کر پنج وقتہ نماز میں

[1] فتاوی عالمگیری مسائل جلد اول ص۶۶ مطبوعہ بیروت

کی جماعت ٹوٹ گئی۔ (۶) یہی شخص ہنود کے ساتھ خنزیر کا شکار کھیلنے گیا تھا اور کئی کئی روز شکارگاہ
تک رہ جاتا ہے۔ اس شخص کا شرعاً مسجد محلہ کے اندر آنا جاتا ہے یا نہیں اور یہ مسجد محلہ کے اندر ہے (۷)
اور یہی شخص امامت کے قابل شرعاً ہے یا نہیں۔ اوپر لکھے ہوئے سوالوں کا جواب ساتھ دلیل کے
دے کر ثواب دارین حاصل فرمائیں اندیشۂ خونریزی کا ہے جواب جلد مرحمت فرمائیں؟

الجواب۔ وہ شخص سخت شدید گنہگار مستحق نار ہے اس سے میل جول ناجائز ہے اس کے اس
حال بد حال پر مطلع ہو کر جو اس کے ساتھی ہیں وہ بھی گنہگار ہیں اس ظالم کی رسی میں گرفتار ہیں ان پر بھی
توبہ لازم یہ لوگ اگر توبہ نہ کریں تو اس کی طرح ان کا بھی حقہ پانی بند کر دینا چاہئے ان سے بھی میل جول
موقوف کیا جائے وہ ہرگز امامت کا اہل نہیں اسے ہرگز امام نہ بنایا جائے اس کے پیچھے نماز مکروہ اسے امام
بنانا گناہ [illegible] تبیین الحقائق وغیرہا میں ہے لو قدموا فاسقا یاثمون[1] درمختار میں ہے کل صلاۃ ادیت مع
کراھۃ التحریم تجب اعادتہا[2] جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں ان کا اعادہ کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۲ — مرسلہ ابو شیخ رسول صاحب سیونی نیا پورہ ضلع ہوشنگ آباد مالوہ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں۔

(۱) مسجد اہل سنت و جماعت میں حنفی امام کے پیچھے وہابی نماز پڑھتے ہیں اور آمین بالجہر کہتے ہیں
اس پر اکثر اوقات حنفیوں اور وہابیوں میں فساد ہوتے ہیں کیا اس حالت میں وہابیوں کو آمین بالجہر کہنے
سے روکا جائے تو کیا خلاف مسئلہ ہوگا حالانکہ وہابی بضد ہیں کہ اگر ہم یہاں حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھیں گے
تو آمین بالجہر ضرور کہیں گے ایسی خطرناک حالت میں اگر وہابیوں کو مسجد مذکور میں آنے سے بھی روکا
جائے تو کیا مسئلہ کے خلاف ہوگا؟

(۲) سوا آمین بالجہر کے جو وہ رفع یدین وغیرہ کرتے ہیں اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہے کیونکہ
رفع یدین پر ہر شخص کی نظریں نہیں پڑتی ہیں اور آمین بالجہر کا آواز کس و ناکس کے کانوں تک پہونچتا
ہے؟

(۳) اکثر مساجد پر وہابی لوگ اپنا قبضہ ناجائز اسی طرح جمانا چاہتے ہیں اور حنفیوں کی مسجد میں ممبر
بھی بنتے ہیں ایسی صورت میں ان کو ممبر بھی رکھا جائے یا نہیں؟

(۴) وہابی، شافعی غیر مقلدین میں کیا فرق ہے یا ان کا اصول و فروع ایک ہیں یا مختلف؟

[1] تبیین ص [illegible] [2] درمختار مع شامی جلد اول ص ۴۳۳ مطبوعہ کوئٹہ

الجواب ۔ (۱) وہابی اپنے عقائد خبیثہ کے سبب اسلام سے خارج ہیں ان کا مع احکام طریق جب انھیں مسلمانوں کی مسجد میں آنے کا کوئی حق نہیں انھیں روکا جائے اگر وہ نہ رکیں یا مخالفت پر فتنہ فساد کرنے پر اتر آئیں تو حکومت سے انھیں رکوایا جائے مسجد سے ہر موذی کو روکنے کا حکم ہے خصوصاً ایسا موذی درمختار میں ہے یمنع منہ کل موذ ولو بلسانہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) آمین اور رفع یدین خود تو ایذا کی چیز نہیں شوافع کریں تو ان کی ممانعت نہ کی جائے وہابی تو بھی ایذا کی چیز ہے بوجہ اپنی بدمذہبی کے اگرچہ آمین بالجہر اور رفع یدین حنفی مذہب کی ضد پر نہ بھی کرے واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) کفار مرتدین کو مسجد سے روکنے کے بابت جب معلوم ہو گیا تو اس سوال کا جواب بھی اس سے واضح ہو گیا جب مسجد میں آویں گھسنے بھی نہ دینا چاہئے تو انھیں مسجد کی کمیٹی کا رکن بنانا کیسے روا ہو سکتا ہے ہرگز وہ ممبر کے اہل نہیں اگر نادانستہ اسے ممبر کیا گیا ہو تو اب اسے ممبری سے نکال باہر کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۴) شافعی ہمارے بھائی سنی مسلمان ہیں ہم میں ان میں کچھ فرعی اختلافات ہیں ہم امام اعظم کے مقلد ہیں وہ امام اعظم کے شاگرد کے شاگرد حضرت امام شافعی کے مقلد ہیں وہ دونوں اہل حق و ہدایت ہیں دونوں باہم اصولاً متحد ہیں اور ہم اہل سنت سے وہابیوں کا اختلاف محض فرعی نہیں اصولی بھی ہے اور فرعی بھی ویسا نہیں جیسا حنفی شافعی کا مالکی حنبلی کا بلکہ ان کا اختلاف اصولی اور عناداً ہے۔ دوسرے تقلید ہی کو شرک جانتے ہیں وہابی دونوں طرح کا ہوتا ہے مقلد بھی جو دعوی تقلید کرتا ہے اور تقلید کو ضروری بتاتا ہے جیسے دیوبندی اور غیر مقلد بھی جو تقلید کو حرام و شرک بتاتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳ ۔ اگر وہابی لوگ مسجد اہل سنت و جماعت میں حنفی امام کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور اپنی جماعت علٰحدہ قائم کرکے آمین بالجہر کہیں تو کیا ان کو جماعت قائم کرنے دی جائے یا وہ اگر جماعت قائم کرکے نیت باندھ چکے ہوں اور آمین بالجہر کہہ رہے ہوں تو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے کیوں کہ ہر وقت ایسے واقعات سے بلوہ ہونے کا اندیشہ ہے اور وہابی لوگ آمادہ فساد ہیں از روئے شرع شریف جواب مرحمت فرمائیں۔

ل‍ه درمختار مع شامی جلد اول ص۴۲۹ مطبوعہ کوئٹہ

الجواب۔ اس کا جواب اوپر کے جوابوں سے واضح ہے انھیں مسجد ہی میں آنے کی ممانعت حکومت سے کرائی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۴۔ از عبد الغنی صاحب محلہ ذخیرہ بریلی

مغرب کے تین فرض امام کے ساتھ ادا کئے لیکن جس وقت امام نے سلام پھیرا اور دعا سے فارغ ہوگیا تو اگلی صف کا ایک مقتدی تین آدمیوں کے آگے سے سیدھے ہاتھ کی طرف نکل گیا وہ تین آدمی جو اپنی نماز ادا کر چکے تھے اور انھیں تینوں آدمیوں کے پیچھے جن کی نماز باقی تھی وہ تین آدمی دوسری صف میں ادا کر رہے تھے اس میں کیا حکم ہے؟ فقط

الجواب۔ اس صورت میں کہ مصلی اور گزرنے والے کے درمیان کوئی حائل ہو شجر یا آدمی وغیرہ تو گزرنے میں کوئی حرج نہیں قال فی الغنیۃ[1] لایکرہ المرور بین یدی المصلی اذا کان من وراء الحائل اسی میں اس عبارت سے اوپر ہے حائل[2] طول بینہ وبین المار ای العصا المرکوزۃ امامہ او الاسطوانۃ او نحوھا من شجرۃ او آدمی او دابۃ او غیر ذلک۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۵۔ مستورات حافظ تراویح کی نماز پڑھا سکتی ہیں یا نہیں یعنی ایسی جماعت جس میں صرف عورتیں ہی ہوں؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ عورتوں کو جماعت کا حکم فرض عین نہیں نفل تو نفل ہے عورتوں کی جماعت مکروہ ہے اور اگر کریں تو ان میں جو امام بنے وہ ان کے وسط میں کھڑی ہو۔ مردوں کے امام کی طرح آگے نہ کھڑی ہو فرض میں بھی یونہی تراویح میں بھی کہ اس صورت میں ان کی امام آگے کھڑی ہو کراہت دوہری ہو جائے گی اور امام دوہری گنہگار۔ درمختار[1] میں ہے ویکرہ تحریما جماعۃ النساء ولو فی التراویح واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۶۔ از شہر کہنہ از مکان مصطفیٰ علی خاں بریلی شہر۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین ان مسائل میں۔

۱۔ عورت اگر نماز کی نیت باندھے تو انگوٹھوں کو شانے پر لگا کر باندھے یا ہتھیلی کا رخ کعبہ کی طرف کرکے نیت باندھے اور انگلیوں کے سرے کانوں کی لو تک اٹھائے جاویں یا اس سے اوپر کیسے؟

۲۔ رکوع کرنے میں عورت کے گھٹنے کس قدر جھکے رہیں یعنی جھکنے میں کس قدر آگے کو نکلے

---

[1] غنیہ ص۳۵۳

[2] درمختار مع شامی جلد اول ص۴۱۸ مجتبائی

رہیں یا بالکل کھینچے رہیں؟

۳۔ عورت اگر سینہ پر ہاتھ باندھے تو تینوں انگلیاں اوپر رکھے اور باقی انگوٹھے اور چھنگلیا کا حلقہ کرے۔

الجواب۔ ۱؎ عورت کاندھوں تک ہاتھ اٹھائے انگوٹھے شانوں سے ٹکنے کا حکم نہیں مرد و عورت میں یہی فرق ہے کہ مرد کان کی لو تک ہاتھ اٹھائے گا عورت شانوں تک اس طرح کہ انگلیاں شانوں تک اٹھیں ہتھیلیاں چھاتی کے مقابل رہیں۔ ہاتھ اٹھاتے وقت ہتھیلیاں قبلہ رخ کرنی چاہئے اور انگلیاں پھیلالیں اور بند نہ رکھنی چاہئے۔ عالمگیریہ میں ہے اذا اراد الدخول فی الصلاۃ کبر ورفع یدیہ حذاء اذنیہ حتی یحاذی بابہامیہ شحمتی اذنیہ وبرؤس الاصابع فروع اذنیہ کذا فی التبیین قال الفقیہ ابوجعفر یستقبل ببطون کفیہ القبلۃ وینشر اصابعہ ویرفعہما فاذا استقرتا فی موضع محاذاۃ الابہامین شحمتی الاذنین یکبر۔ والمرأۃ ترفع حذاء منکبیہا ہو الصحیح کذا فی الہدایۃ والتبیین۔ غنیہ شرح منیہ میں ہے المرأۃ فانہا ترفع یدیہا عند التکبیر حذو منکبیہا بحیث تکون رؤس اصابعہا حذاء منکبیہا لان ذلک استر لہا وامرہا مبنی علی الستر۔

۲؎ عورت مرد کی طرح رکوع نہ کرے کہ پشت کو ایسا بچھادے کہ اگر پیالہ پانی سے لبریز پشت پر رکھا جائے تو وہ ٹھہر جائے بلکہ تھوڑا جھکے کچھ گھٹنوں کو بھی جھکائے اور گھٹنوں پر اعتماد نہ کرے اور انگلیاں کھلی نہ رکھے بلکہ ملی ہوئی اور بازو نہ پھیلائے عالمگیری میں ہے۔ المرأۃ تنحنی فی الرکوع یسیرا ولا تعتمد ولا تفرج اصابعہا ولکن تضم یدیہا وتضع علی رکبتیہا وضعا وتحنی رکبتیہا ولا تجافی عضدیہا گھٹنے جھکتے ہوئے رکھے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ سجدہ میں دونوں ہاتھ کانوں کے سامنے رہیں مرد و عورت ہر ایک کے اور انگلیاں قبلہ رو پیٹ زانوں سے چپٹا ہوا رکوع اور سجود دونوں میں سجدہ کے بعد دونوں پاؤں پر بیٹھے۔ مرد کے سجدہ سے اتنی بات میں عورت کا حکم جدا ہے اور میں جدا نہیں کہ عبارت عالمگیری سے ظاہر یضع یدیہ فی السجود حذاء اذنیہ ویوجہ اصابعہ نحو القبلۃ وکذا اصابع رجلیہ ویعتمد علی راحتیہ ویبدی ضبعیہ عن جنبیہ ولا یفترش ذراعیہ ویجافی بطنہ عن فخذیہ والمرأۃ لا تجافی فی رکوعہا وسجودہا وتقعد علی رجلیہا وفی السجدۃ تفترش بطنہا علی فخذیہا واللہ تعالٰی اعلم۔

۱؎ جلد اول ص۷۳ مطبوعہ بیروت ۲؎ غنیہ ص۳۰۳ ۳؎ جلد اول ص۷۴ ۴؎ ایضاً ص۷۵

۲- ہاں عورت اس طرح ہاتھ باندھے جیسے مرد بس اتنا فرق ہے کہ مرد زیر ناف باندھے اور عورت سینہ پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ مسئولہ از شہر کہنہ بریلی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں۔

۱- اگر امام سے قبل بعد تشہد درود شریف ودعا سے فارغ ہوگیا تو سلام پھیرنے تک زید کچھ پڑھے یا خاموش رہے شرکت جماعت ابتدائی ہو یا درمیانی؟

۲- جماعت کے اندر بالغوں کی صف میں بچوں کا شامل ہونا ابتدائی یا درمیان میں جماعت بالغوں کو کوئی نقصان پہونچاوے گا یا نہیں؟

۳- تکبیر اولیٰ کا وقت کب تک ہے؟

۴- زید کم از کم کتنی نماز پانے پر جماعت پانے کا مستحق کہا جاسکتا ہے؟

۵- اگر رمضان المبارک میں فرض با جماعت نہیں ملے تو وتر با جماعت کا کیا حکم ہے حنفی مذہب میں مستحب کب سے کب تک ہے لہذا جنتری کے لحاظ سے آج کل کس وقت پڑھنا چاہئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ مقتدی اگر امام سے قبل تشہد اور درود ودعا سے فارغ ہوجائے تو تشہد کو اول سے مکرر پڑھے یا اگر کوئی دوسری دعا محفوظ یاد ہو جو مشابہ الفاظ قرآن نہ ہو کرے یا کلمہ شہادت کی تکرار کرے یا سکوت کرے جو چاہے اور صحیح یہ ہے کہ عجلت سے نہ پڑھے اس طرح پڑھے کہ امام کے ساتھ فارغ ہو غنیہ میں ہے اذا فرغ من التشہد قبل سلام الامام یکرر من اولہ وقیل یکرر کلمۃ الشہادۃ وقیل یسکت وقیل یاتی بالصلاۃ والدعاء والصحیح انہ یترسل لیفرغ من التشہد عند سلام الامام اور اگر قعدہ اولیٰ میں امام سے پہلے تشہد سے فارغ ہو تو تا فراغ امام خاموش ہی بیٹھے یہاں اقوال مختلف نہیں اسی میں ہے اذا فرغ من التشہد الاول قبل فراغ الامام منہ فانہ یسکت قولا واحدا۔ اس اشتغال یا سکوت کو تاخیر سلام سے علاقہ نہیں تاخیر تو جب ہوتی کہ جب تشہد ودرود ودعا سے فارغ ہوتے ہی سلام واجب ہوتا خروج عن الصلاۃ بلفظ السلام واجب ہے نہ یہ کہ تشہد ودرود ودعا پڑھتے ہی سلام معاً واجب ہے جائز ہے کہ وہ ایک دعا کے بعد اور چند دعائیں پڑھے۔

پھر یہاں تو ہر طرح متابعت امام میں ہے جب تک امام سلام نہ پھیرے ہاں اگر امام قبل فراغ
مقتدی از درود و دعا سلام پھیر دے تو اس لئے کہ یہ درود و دعا سنت ہے مقتدی کو چاہئے کہ متابعت
امام کرے سلام امام کی متابعت میں پھیرے۔ متابعت امام فرائض و واجبات میں ہے تاخیر لازم جب کہ
کوئی دوسرا واجب معارض نہ ہو اور اگر کوئی واجب معارض ہو تو یہ نہ کرے کہ اس واجب کے سبب اس
کو بالکل ترک کر دے بلکہ اسے کرے اور پھر متابعت بجا لائے اس لئے کہ اس واجب کو کرلینا متابعت
کو بالکلیہ فوت نہیں کرتا صرف موخر کرتا ہے اور متابعت بے تاخیر سے وہ واجب بالکل فوت ہو گیا ہے تو ایک
واجب کی تاخیر ایک کے بالکل تفویت سے اولیٰ ہوئی ہاں اگر واجب کے موقع پر کوئی سنت معارض ہو تو اسے
ترک کیا جائے گا کہ ترک سنت تاخیر واجب سے اولیٰ ہے۔ هكذا في الغنية۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲- بچوں کو پیچھے کھڑا کرنا چاہئے۔ اگر کوئی بچہ اچھے کے پاس جگہ پائے وہ اگلی صف میں شامل ہو گئے
تو اس سے نماز میں کوئی خلل نہ آئے گا مگر بچوں کو اس سے روکا جائے جو بچے ۱۰ سال یا اس سے کم کے ہوں
انہیں زیادہ تاکید پیچھے کھڑے ہونے کی کی جائے اور جو نابالغ بچے نہ ہوں نماز سے پورے واقف ہوں انہیں
بھی پیچھے کھڑا ہونا چاہئے اگرچہ ۱۰ سال سے زیادہ کے ہوں اگر اگلی صف میں ایسے بچے کھڑے ہوں تو بالغ
نہیں مگر قریب البلوغ ہوں تو نا سمجھ بچوں کی طرح برا نہیں مانتے یہی بہتر کہ اگلی صف مردوں کی ہو اس کے
پیچھے ان کی جو ابھی مرد نہیں ان کے پیچھے عورتوں کی اگر ہوں ان سے پیچھے لڑکیوں کی اگر ہوں کما فی العالمگیریہ
واللہ تعالیٰ اعلم

بالکل نا سمجھ بچہ اگر بیچ صف میں ہوں گے تو یہ برا ہوگا جیسے کچھ فاصلے سے آدمی کھڑے ہوں کہ
یہ برا اور مکروہ بھی ہے حدیث میں فرمایا تراصوا الصفوف وسدوا الخلل اور چھوٹے بچوں کے کھڑے ہونے سے
یہ بات سد خلل گویا حاصل نہ ہوگی۔ اس لئے اگر کوئی بچہ کھڑا ہو جائے تو اسے پیچھے کر دیا جائے یا ہٹا دیا جائے
اسے ایک طرف ہٹا کر اس کی جگہ خود کھڑا ہو جائے مگر جب کہ وہ بچہ نماز سے واقف اور ایسا ہو کہ مرد قریب
البلوغ اسے نہ ہٹایا جائے کہ جو اسا میں بلوغ کے قریب ہے گویا وہ بالغ ہے اور اس بارے میں اسے اہل مرد
رجال ہی جانا چاہئے۔ خلاصہ میں فرمایا ان الاصل ان الغلام اذا بلغ مبلغ الرجال ولم يكن صبيا فحكمه حكم
الرجال فان كان صبيا فحكمه حكم النساء وهو عورة من قرنه الى قدمه لا يحل النظر اليه ولو
حاذى الامرد رجلا لا تفسد صلاة الرجل في ظاهر الرواية وعند محمد تفسد والله تعالى اعلم

ما عندی والعلم بالحق عند ربی۔

ترتیب بین الرجال والصبیان سنت ہے فرض وواجب نہیں جس کے ترک پر نماز میں فساد ہو جیسے رجال ونساء میں یہ ترتیب فرض ہے کہ اگر یہاں ترک کی گئی کہ کوئی عورت یا وہ سمجھدار صبیہ جو نماز جانتی ہو اور مشتہاۃ ہو مرد کی ہی صف میں کھڑی ہوگی یا مرد سے آگے بڑھ گئی تو اس صورت میں مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی خنثٰی مشکل ہو تو وہ عورتوں کی صف سے آگے بچوں کی صف کے پیچھے کھڑا ہوگا۔ غنیہ[عہ] میں ہے: والسنۃ ان یصف الرجال ثم الصبیان ثم النساء لما مر من حدیث انس وخنثی المشکل یقوم قدام النساء ولا یخفی ان هذا الترتیب بین الرجال والصبیان سنۃ لا فرض هو التقدیم فیما بینهم وبین النساء ففرض عندنا حتی لو حاذت امرأۃ او صبیۃ مشتہاۃ تعقل الصلاۃ رجلا اوتقدمت علیہ (الی ان قال) فسدت صلوۃ الرجل۔

۲۔ اجماع جماہیر علماء فضل جماعت ان شاء اللہ تعالٰی اسے سلام سے پہلے جزء اخیر میں بھی شرکت سے ملے گا۔ غنیہ میں فرمایا: اجمع العلماء علی ان فضل الجماعۃ الموعود فی قولہ علیہ الصلاۃ والسلام صلاۃ الجماعۃ تفضل صلاۃ الفذ بسبع وعشرین درجۃ علی ما رویا فی الصحیحین یحصل بادراک الصلاۃ مع الامام وان ادرک آخر القعدۃ الاخیرۃ قبل السلام لا علی قیاس قول محمد فانہ لابد ان یکون رکعۃ بان یدرکہ قبل رفع رأسہ من رکوع الرکعۃ الاخیرۃ حتی یدرک فضیلۃ الجماعۃ لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام من ادرک رکعۃ من الصلاۃ فقد ادرک الصلاۃ رواہ مسلم والجمہور علی خلافہ لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام اذا اتیتم الصلاۃ فلا تأتوها وانتم تسعون واتوها وعلیکم السکینۃ فما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا متفق علیہ ولفظہ ما للبخاری اوفی جزء ولیس فی ذلک الحدیث ان من ادرک دون الرکعۃ لم یدرک الصلاۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسجد میں نماز جماعت میں امام صاحب کے سلام پھیرتے ہی کچھ مقتدیوں کا اس قدر زور وشور سے نعرہ لگانا اور یا غوث یا غوث اس طرح چلا چلا کر کہنا کہ ان لوگوں کی بقایا نماز میں جو جماعت میں بعد کو شامل ہوتے ہیں خلل پڑے اور وہ اطمینان قلب سے نماز ادا نہ کرسکیں کیسا ہے۔ ایسے لوگوں کی نسبت شرع شریف کا کیا حکم ہے اور ان کا یہ فعل کیسا ہے اگر امام صاحب اس فعل کو منع نہ کریں تو ان کے واسطے کیا حکم ہے؟ بینوا

عہ [illegible] مطبوعہ [illegible] ص ۲۶۰

تحریراً فقط۔ محمد احمد عالی مسکہ

الجواب۔ اتنی آواز سے ذکر بعد نماز نہ کریں جس سے کسی مسلمان نمازی کو تشویش پریشانخاطری ہو نہ کر بجہر مفرط کیا جائے گا اگرچہ یا اللہ یا اللہ کہیں اس وقت جو ذکر بھی کریں وہ ایسی آواز سے کہ اوروں کی نماز میں خلل نہ ہو حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے بعد ختم نماز ذکر جہری بعض ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں ثابت مگر نہ بجہر مفرط جہر مفرط جائز نہیں ہاں اگر بعد نماز سے یہ مقصود ہو کہ علی الاتصال بعد ختم فرض نہیں بلکہ بعد فراغ از فرائض و سنن اہلسنت جو اللہ کے نام زور سے نعرے لگاتے ذکر خدا ذکر رسول ذکر غوث جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرتے ہیں جس سے مریض القلب گھبراتے ہیں اور اس کو اس پردہ میں رکھ کر اس کی آڑ لے کر نماز کے بعد اتنے زور سے ذکر کرنا کیسا ہے کہ اور نمازیوں کی نماز میں خلل پڑے۔ سوال پیش کرکے جواب اپنی منشا کے موافق چاہتے ہو تو بھی جواب یہی کہ حد سے زائد بلکہ ضرورت سے زائد افراط اگر کرتے ہیں برا کرتے ہیں یا غوث اگر اتنی آواز سے کہیں گے کہ مسجد میں حاضر ہونے اور کسی نمازی مسلمان کی نماز میں اس سے خلل نہ پڑے تو کچھ حرج نہیں جب کہ بعد جماعت ہو نہ کہ بعد فراغ از سنن و نوافل خالی وقت میں نمازی مسلمان سے مراد وہ ہے جو در حقیقت مسلمان ہے ہر مسلمان صورت مسلمان نام رکھنے والا مراد نہیں۔ اے بسا ابلیس آدم روئے ہست صرف آدمی کی شکل رکھنے سے آدمی ہونا کچھ ضروری نہیں تو اگر کوئی قادیانی رافضی وہابی نجدی اس مسجد میں اس وقت حاضر ہوا اور وہ صورت نماز ادا کر رہا ہو تو اس کی نماز نماز نہیں جس میں خلل کے اندیشہ سے ذکر جہر کو روکا جائے مسلمان کی نماز میں خلل ہوگا تو روکا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۹۔ جو شخص جھوٹی اور لغویات لوگوں سے کہے یعنی زید سے یہ کہے کہ عمرو نے تجھے گالی دی اور عمرو سے یہ کہے کہ زید نے تجھے برا کہا اور اس کا یہ کہنا صریح جھوٹ مثل ہے کہ دو مسلمان کے اندر آپس میں لڑائی ہو جائے اور جو شخص ایسا کرتا ہے وہ کیسی بھی امامت کر سکتا ہے لہذا ایسے شخص کو امام بنانا جائز ہے یا نہیں اور بغیر توبہ کئے ہوئے امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟ عبدالستار خاں موضع راتن ضلع نجیر

الجواب۔ ایسا شخص گنہگار ہے جھوٹ خود سخت کبیرہ ہے خصوصاً ایسا جھوٹ افترا کرنا جھوٹ بولنا دھوکا دینا فریب کرنا خصوصاً مسلمانوں میں لڑائی جھگڑا فساد کرانا یہ سب شدید گناہ ہیں۔ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لیے جو جھوٹ بولا جائے اور مسلمانوں پر افترا کیا جائے وہ اور بھی زیادہ ملعون کام ہے جھوٹ بولنا افترا کرنا کسی مسلمان کا کام نہیں بلکہ ایسا جھوٹ ایسا گندہ افترا و اللہ تعالیٰ انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون قال

سلہ سورۂ نحل آیت ۱۰۵

تعالٰی لاتفتروا علی اللّٰہ کذبا فیسحتکم بعذاب[1]۔ وقال تعالٰی فنجعل لعنۃ اللّٰہ علی الکٰذبین[2]۔ وقال صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم لیس منا من غشنا[3] وہ شخص اگر ایسا جھوٹا مشہور ہوچکا ہو علی الاعلان جھوٹ بولنے کا عادی ہوچکا ہو تو فاسق معلن ہے اس کے پیچھے نماز گناہ ہے جب تک توبہ نہ کرے امام نہ بنایا جائے۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۰: ایک شخص صریح جھوٹ بولا اور عام مجمع پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وہ جھوٹا ہے اس پر ایک شخص نے بلکہ عام مجمع نے لعنۃ اللّٰہ علی الکٰذبین کہا اور نام اس کاذب کا نہ لیا بلکہ مطلق کہا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسا کہنا جائز ہے یا ناجائز اور جس جس نے کہا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اور جھوٹے کا نام لے کر اس کی اس کذب بیانی پر لعنۃ اللّٰہ علی الکٰذبین کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: لعنۃ اللّٰہ علی الکٰذبین کہا تو ان پر شخص خاص پر لعنت کرنے کا الزام نہیں، فتاوٰی حدیثیہ میں ہے امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں: لعن المسلم المعین حرام بل لعن الکافر المعین ... بل لعن الحیوانات کذٰلک و سبب ذٰلک ان اللعن عبارۃ عن الطرد والابعاد عن اللّٰہ وذٰلک غیر جائز الا علی من اتصف بصفۃ تبعدہ عن اللّٰہ تعالٰی وھو الکفر والبدعۃ والفسق فیجوز لعن المتصف بواحد منھا باعتبار من الوصف الاعم نحو لعنۃ اللّٰہ علی الکٰفرین والمبتدعۃ والفسقۃ او الوصف الاخص نحو لعن اللّٰہ الیہود والنصارٰی والمجوس والقدریۃ والروافض والزنادقۃ والظلمۃ واکل الربٰو[4]۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۱: از مولانا انوار الحق صاحب

امام نے تراویح کی نماز دو دو رکعت کی نیت کی دو رکعت پڑھنے کے بعد قعدہ بھول کر کھڑا ہوگیا پھر دو رکعت پڑھ کے سجدہ سہو کیا اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: ہوگئی اس میں سجدہ سہو کی کچھ ضرورت نہیں اگر پہلی دو رکعت میں قعدہ کرلیا ہو تو چاروں دو تسلیمہ سے ہوگئیں اور اگر قعدہ نہ کیا ہو تو ایک تسلیمہ سے چاروں ہوگئیں نزد شیخین کریمین یہی مختار ہے اس کو امام فقیہ ابو جعفر نے اختیار فرمایا نیز امام ابو بکر محمد بن الفضل نے اسی کو امام فقیہ النفس قاضی خاں نے صحیح فرمایا۔ غنیہ میں ہے: ان صلی اربع رکعات بتسلیمۃ واحدۃ والحال انہ لم یقعد علی رکعتین منھا قدر التشھد تجزی الاربع عن تسلیمۃ واحدۃ ای عن رکعتین عند ابی حنیفۃ وابی یوسف وھو المختار اختارہ الفقیہ ابو جعفر وابو بکر محمد بن الفضل قال قاضی خاں وھو الصحیح الٰی قولہ ولو قعد علی راس الرکعتین جازت عن

[1] سورہ طٰہٰ آیت ۶۱ [2] آل عمران آیت ۶۱ [3] فتاوٰی حدیثیہ ص ۱۴۰ [4] غنیہ ص ۴۱۰

تسلیمنین واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۲: امام جس وقت جمعہ یا عید الفطر و عید الاضحی کا خطبہ پڑھتا ہو اور اس میں رسول اکرم سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اسم شریف آئے تو اس وقت خطبہ سننے والوں کو پیارے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اسم شریف سن کر با آواز بلند صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہنا یا درود شریف کا پڑھنا درست ہے یا نہیں۔ اکثر عربی خطبوں میں آیہ کریمہ ان اللہ وملٰئکتہ الخ پڑھی جاتی ہے اور اس کو سن کر درود شریف کا پڑھنا ضروری ہے لہذا خطبہ میں سن کر سامعین کو اس وقت درود شریف کا پڑھنا باآواز بلند یا آہستہ درست ہے یا نہیں۔ دیگر یہ کہ اکثر اردو نظم جس میں جمعہ کے فضائل لکھے ہوتے ہیں خطبہ ثانیہ کی تین یا چار لائنیں رہ جاتی ہیں تو پڑھا کرتے ہیں اس کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ مہربانی فرماکر ان مسائل کا جواب باصواب کتب واحادیث وائمہ کے اقوال کا ثبوت دے کر ارقام فرمائیں۔ دیگر جو مسائل وآداب سامعین خطبہ وقارئین خطبہ کے لئے ازبس ضروری ہوں مہربانی فرماکر اس کا بھی جواب مرحمت فرمائیں۔

نذیر احمد لکھنوی

الجواب: بحالت خطبہ جب نام پاک حضور سید لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خطیب تو زبان سے سامع دل میں درود شریف پڑھے سنت انصات ترک نہ کرے (کہ واجب ہے) عالمگیریہ میں ہے: اذا خرج الامام فلا صلٰوۃ ولا کلام واذا صلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الناس فی انفسہم امتثالا للامر والسنۃ الانصات کذا فی التاتارخانیۃ ناقلا عن الحجۃ۔[1] طحطاوی میں ہے قولہ فی انفسہم .... الانصات یجب لکھتے ہیں: قولہ والسنۃ الانصات۔ ھذا احد اقوال .... والمشہور الوجوب۔ با آواز بلند کیا زبان ہلانے کہ انصات لازم ہے آیہ کریمہ سن کر بھی ایسے وقت درود شریف دل میں پڑھے اس وقت زبان نہ ہلائے جیسے نماز میں اگر امام اس آیہ کریمہ کی تلاوت کرے خطبہ میں سوائے عربی اور زبان کا خلط کرنا خلاف سنت متوارثہ ہے کما حققنا .... مزید علیہ فاضل لکھنوی مولوی عبدالحی صاحب نے بھی اپنے فتاوٰی میں غالباً متعدد جگہ یہی تحقیق کیا ان کا فتاوٰی مطبوع ہے جو چاہے دیکھ لے اس وقت نقل عبارات کی مہلت نہیں جلسہ جمعہ کا قبل صلٰوۃ بعد زوال ہونا فرض ہے اور اس میں ذکر اللہ ہونا بھی وہ بھی بقصد خطبہ خطیب تنہا پڑھے یا بعض عورتوں کے سامنے نہیں ہو یا ایک مرد کا حضور ضرور ہے ورنہ صحیح یہ ہے کہ جائز نہ ہوگا اس لئے سنن سے ہے کہ باطہارت ہو بے طہارت نہ ہو کہ مکروہ ہے۔

نیز خطیب قیام کرے دونوں خطبوں کے درمیان تین آیت کی مقدار بیٹھے اس جلوس کا ترک اساءت

[1] عالمگیری جلد اول ص ۱۴۷ مطبوعہ بیروت

ہے خطبہ سے قبل منبر پر بیٹھے۔ منبر پر جاتے ہی کھڑا ہو، خطیب اہل امامت صلاۃ جمعہ ہو، تعوذ دل میں قبل خطبہ حمد الٰہی سے شروع کرنا، خطبہ میں ثنائے الٰہی ہونا، دونوں شہادتوں کا ہونا، حضور پر درود کا ہونا، نصیحت و وعظ و تذکیر یعنی آیات تھا یا ایک آیت طویل کے قدر تلاوت قرآن، دوسرے خطبہ میں حمد و ثنائے الٰہی کا اعادہ، نیز درود شریف، دعا تمام مسلمان مرد و زن کے لئے، دونوں خطبوں کا بقدر طوال مفصل ہونا، تطویل مکروہ ہے، اس کے آداب سے ہے کہ آواز بلند ہو، پہلے خطبہ سے دوسرے خطبہ میں آواز دھیمی ہو، خطبہ میں ذکر خلفائے راشدین و عمین کریمین مستحسن ہے، بحال خطبہ خطیب سوا امر بالمعروف بکلام دنیا تکلم نہ کرے، جو خطیب ہو وہی نماز پڑھائے، سامعین پر انصات لازم اسی وقت سے جب امام خطبہ کے لئے منبر کی طرف چلے، قریب و بعید انصات میں برابر ہیں، خطبہ میں ہر بات حرام ہے جو نماز میں حرام ہے، خطیب کی جانب متوجہ ہو کر بیٹھنا مستحب ہے، جو امام سے داہنے بائیں طرف ہو وہ بھی جانب امام انحراف کرے، استماع خطبہ کے لئے تیار ہو کر بیٹھیں، اول سے آخر تک خطبہ کا سننا سامعین پر فرض لازم، امام سے قریب ہونا افضل، مگر جب امام خطبہ شروع کر دے اس وقت آنے والا جہاں مسجد میں آئے وہیں بیٹھ جائے کہ اس وقت چلنا بحالت خطبہ نہ چاہئے، تو جائز عمل ہے، بحال خطبہ اسی طرح بیٹھے جیسے نماز میں، یہ مستحب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۳: مسئولہ جناب منشی خلیل صاحب سکریٹری انجمن اصلاح المسلمین محلہ پورہ چندن ڈاکخانہ کوپاگنج ضلع اعظم گڑھ۔ ۱۰ ذی القعدہ ۵۵ھ

امسال عید الفطر کی نماز کے موقع پر عید گاہ میں بالغوں کی صفوں میں نابالغ بچے بھی تھے، حضرت مولانا محمد محی اللہ صاحب نے فرمایا کہ بچوں کو صف سے پیچھے کیا جائے، اس حکم کو سن کر چند لوگوں نے بچوں کو صفوں سے پیچھے ہٹانا شروع کر دیا، لیکن حاجی سلیمان صاحب نے اپنے لڑکے کے متعلق کہا کہ یہ لڑکا نہیں ہٹے گا اور اس بچے کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ کس کی مجال ہے کہ اس کو ہٹا دے، چند لوگوں نے ان کو سمجھایا کہ حاجی صاحب یہ شرع کا حکم ہے آپ مخالفت کیوں کرتے ہیں، تو انہوں نے کہا کہ یہ تین دن سے آتے ہیں پڑھتے ہیں یا نماز پڑھتے ہیں، یہ لڑکا نہیں ہٹ سکتا، ایسے ایسے مولویوں کو ہم نے بہت دیکھا ہے اور تاڑی پاروں کو بھی تو دیکھا ہے۔ مزید توضیح کے لئے دو گواہوں کا بیان اور ایک رپورٹ منجانب اصلاح المسلمین کوپاگنج منسلک ہے۔

(۱) مندرجہ بالا مضمون سے شرع کے حکم کی مخالفت اور توہین ظاہر ہوتی ہے یا نہیں؟

(۲) ایسے شخص کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے؟

(۳) عام مسلمانوں کو ایسے شخص کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے؟ امید کہ مدلل جواب عنایت فرمائیں گے۔

الجواب ۔ نابالغ کو بالغین کی صف میں پیچھے کھڑا ہونا چاہئے جنھوں نے بچوں کو صف سے جدا کرکے پیچھے کھڑا ہونے کو کہا انھوں نے صحیح کہا جس نے ضد کی اس نے بیجا اور حدیث کی ناحق مسلمانوں سے لڑنے کے لئے آمادہ ہوا اور انھیں اپنی بے ہودہ گوئی سے ایذا دی اسے توبہ لازم انھیں اپنے قول و فعل سے ایذا دی ان سے معافی چاہئے حدیث[1] میں ہے عن ابی مسعود الانصاری قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یمسح مناکبنا فی الصلاۃ ویقول استووا ولا تختلفوا فتختلف قلوبکم لیلنی منکم اولوا الاحلام والنھی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم۔ حضرت شیخ محقق مطلق مولانا عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں روایت ست از ابی مسعود انصاری کہ از مشاہیر صحابہ است گفت بود آنحضرت کہ مسح می کرد کتفہائے ما را در نماز و دست برابر و ہموار ساخت آں را و تسویہ می کرد صف نماز را و یقول استووا و لا تختلفوا فتختلف قلوبکم برابر شوید و موافق باشید و اختلاف نکنید پس مختلف گردد دلہائے شما بیان ترتیب صفوف می کند و می فرماید باید کہ متصل شوند مرا در صف اول بایستند خداوندان بلوغ و عقل ثم الذین یلونھم پس تر آں کسانیکہ قریب اند بایشاں در رتبہ چنانکہ صبیان و آنہاں کہ قریب بلوغ اند کہ ایشاں را مراہق خوانند ثم الذین یلونھم پس تر آں کسانیکہ نزدیک و متصل اند بایشاں چنانکہ خنثی کہ علامت مردی و زنی ہر دو دارند و ہمچنیں ست کہ بعد ازوے صف نساء خواہد بود قال ابو مسعود فانتم الیوم اشد اختلافا۔ پس شما امروز سخت ترید از روئے اختلاف و مکر و نوع فتن و ایں بسبب ترک تسویہ صفوف و عدم امتثال امر شارع ست رواہ مسلم انتہی۔ نیز اس سے اگلی حدیث کے تحت فرماتے ہیں مراتب صفوف چہار خواہد بود و در حدیث سابق مرتبہ نساء ذکر نکردہ از جہت تعین آں و ذکر کردہ است در ہدایہ صف اول برائے مردان ست بعد ازوے صبیان بعد ازوے نساء ذکر نکردہ صاحب ہدایہ خنثی را و شیخ ابن الہمام گفتہ است کہ صف خنثی میان صبیان و نساء ست و ہمچنیں ست در وقایہ و مذہب شافعیہ نیز ہمیں ست چنانچہ در شرح شیخ مذکور ست۔ وہ شخص توبہ کرے کہ اس نے حدیث کی مخالفت کی شرع کی نافرمانی کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۲ ۔ از شیر و اکہاڑ گنج ضلع رائے بریلی سائل شیخ چھدا صاحب اکو فروش۔

سورج یا چاند میں گرہن جب لگتے ہیں تو نماز پڑھنے کے لئے کیا حکم ہے یعنی سورج یا چاند گرہن کی نماز کی نیت اور گرہن کے شروع ہونے پر پڑھے یا ختم گرہن پر اور جماعت سے پڑھے یا اکیلے قرأت کے ساتھ بلند آواز سے یا آہستہ پڑھے اور اگر گرہن کے وقت فرض نماز کا وقت آجائے تو اس کو ادا کرنا چاہئے یا نماز ادا کرنا چاہئے جیسا حکم

[1] مسلم شریف جلد اول ص۱۸۲، مشکوٰۃ ص۹۸

شرعاً شریعت ہو۔

الجواب۔ کسوف شمس سورج گرہن کی نماز سنت ہے سنت کی نیت کریں گرہن کے وقت پڑھی جائے گرہن سے چھٹنے پر نہ پڑھی جائے گی۔ اگر چاہیں شروع گرہن پر پڑھیں یا درمیان۔ اگر گرہن سے چھٹنے پر کچھ باقی ہے پڑھ لیں تو بھی جائز ہے ایسے اوقات میں جن میں نماز پڑھنا منع نہیں۔ اگر ایسے وقت کسوف ہو جس میں نماز پڑھنی نہ چاہئے ایسے وقت میں نہ پڑھیں دو رکعتیں بجماعت پڑھی جائیں ہر رکعت ایک رکوع دو سجدے جیسے اور نمازیں ہر دو رکعت میں بعد الحمد جو سورت چاہیں پڑھیں بہتر ہے کہ قرأت ہر دو رکعت میں طویل کریں بقدر سورۂ بقرہ بعد نماز دعا میں مشغول رہیں یہاں تک کہ پورا گہن سے چھٹ جائے قرأت طویل کریں دعا میں تخفیف کریں یا قرأت میں تخفیف کریں دعا طویل کریں یہ بھی جائز ہے ایک میں اگر تخفیف ہو تو دوسری طویل ہو ہر کوئی اس نماز کی امامت نہیں کر سکتا امام جمعہ و عیدین سلطان اسلام یا اس کا ماذون یعنی جیسا امام جمعہ و عیدین کے لئے درکار ہے وہی اس میں امامت کرے۔ اگر امام اعظم موجود نہ ہو تو اپنی مساجد میں تنہا تنہا پڑھیں ہاں اگر امام اعظم نے لوگوں کو حکم دے دیا ہو امر فرما دیا ہو تو اس صورت میں جو امام مقرر ہے اس کے ساتھ بجماعت نماز ادا کریں۔

اس نماز میں قرأت میں جہر نہ کریں اس کے بعد یا پہلے خطبہ نہیں۔ یہ نماز مسجد جامع میں یا شہر سے باہر میدان عیدگاہ میں پڑھیں تو بہتر۔ اگر اکیلے اکیلے اپنے گھروں میں پڑھیں یہ بھی جائز ہے گرہن کے وقت وقتیہ نماز کی جماعت نہیں اگر وقت طویل ہے تو چاہے پہلے گرہن کی نماز سے فارغ ہو لیں پھر وقتیہ پڑھیں چاہے وقتیہ پڑھ کر گرہن کی پڑھیں اگر کسوف کی نماز پڑھیں اور وقت اتنا تنگ ہے کہ وقتیہ نماز وقت میں نہ ہو گی تو وقتیہ پڑھیں کہ سنت کے لئے فرض فوت کرنا ناجائز ہے نیز یہ کہ اس کا وقت ہے نماز کسوف کا کوئی وقت خاص نہیں تو جس کا وقت ہے اسے فوت کر دینا اور اس میں مشغول ہونا جس کو بعد میں پڑھ سکتے ہیں خلاف شرع ہی نہیں خلاف عقل بھی ہے۔

اگر یہ صورت بھی ہو کہ وقتیہ نماز پڑھتے پڑھتے گرہن سے پورا چھٹ جائے گا کہ اب وقت صلاۃ کسوف کا نہ رہے گا اور وقتیہ کا وقت اتنا تنگ ہے کہ کسوف کی پڑھیں تو اس کا وقت جاتا ہے تو جب بھی شرع و عقل کے خلاف ہے کہ فرض فوت کریں اور کسوف کی نماز میں مشغول ہوں۔ وقت طویل بھی ہو مگر وقتی نماز کا وقت مقرر ہو جیسا کہ بعض مساجد میں ہوتا ہے تو اس صورت میں وقتی نماز اپنے وقت مقررہ پر پڑھی جائے پھر کسوف کی پڑھیں کہ پیچھے بعد نماز وقتی کسوف کی نماز میں شرکت کسی عذر سے نہ کر سکی ہو کہیں جانا یا کوئی اور کام ہو وہ چلے جائیں وقتی نماز سے وقت پر فارغ ہو کر اپنے کام میں لگیں گے۔ نماز جنازہ نماز کسوف پر مقدم کی جائے۔

ہے اس اختلاف کی بنا پر ہندوستان میں بعض نے جمعہ ترک کیا کہ یہاں اس کی فرضیت کے قائل نہ ہے کہ سلطان اسلام یا اس کا نائب موجود نہیں یا بعض بوجہ اختلاف در تعریف مصر بعض مواضع میں جہاں ان کی مختار تعریف صادق نہ آتی تھی فرضیت جمعہ سے منکر ہوئے بعض نے جمعہ کو فرض کہا اور اسی پر اکتفا کیا بعض نے ظہر اپنے گھروں میں جمعہ کے دن پڑھنی شروع کی بعد ظہر پڑھنے کے جمعہ کو جاتے اکثر جمعہ کو پڑھتے بعد جمعہ احتیاطاً چار رکعت آخر ظہر جس کا وقت پایا اور جواب تک ذمہ پر باقی ہے پڑھتے رہے خواص کو اس کا حکم فرماتے عوام کو نہیں کہ بوجہ شک و تردد ان کا جمعہ اور ظہر دونوں رہ جاتے عوام کو اکثر شعار اسلام جمعہ کی فرضیت و اہمیت ہی سے منکر نہ ہو جائیں یا ایک وقت میں جمعہ اور ظہر دونوں کو فرض نہ سمجھ لیں جیسا کہ منیہ میں بیان ہے۔

مسئلہ ۔ از قصبہ بگہر علاقہ شیر پور ضلع بستی عبدالحمید قادری اشرفی ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) بعد نماز فجر فرض قبل طلوع آفتاب کے سنت پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

(۲) بعد نماز وتر کے نفل بیٹھ کر پڑھنا چاہئے یا کھڑے ہو کر۔ بینوا توجروا

الجواب ۔ (۱) مکروہ ہے نہ چاہئے۔ جب آفتاب بلند ہو جائے اس وقت سنتیں ادا کرے عالمگیری[1] میں ہے تسعة اوقات یکرہ فیھا النوافل وما فی معناھا لا الفرائض (الی قولہ) ومنھا بعد صلاۃ الفجر قبل طلوع الشمس ھکذا فی النھایۃ والکفایۃ ولو احدث سنۃ الفجر ثم قضاھا بعد صلاۃ الفجر لم یجزہ کذا فی محیط السرخسی واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) وتر کے بعد دو رکعت نفل بھی کھڑے ہو کر پڑھیں اسی میں زیادہ ثواب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از میرٹھ مرسلہ جناب مولوی غلام جیلانی صاحب مدرس مدرسہ اسلامی عربی۔ ۸ جمادی الاولٰی ۱۳۳۵ھ

(۱) قنوت نازلہ کو قبل رکوع پڑھنا بہار شریعت میں ظاہر قرار دیا ہے اور اس پر اعلٰی حضرت رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تصدیق بھی ہے علامہ شامی نے بعد رکوع پڑھنا اظہر فرمایا اور اس کی دلیل بھی پیش فرمائی اعلٰی حضرت رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے حاشیہ میں اس دلیل کا کیا جواب تحریر فرمایا ہے اور اگر حاشیہ میں کوئی دلیل تحریر نہ فرمائی تو علامہ شامی کی تحقیق کیوں ترک فرمائی۔

(۲) تسبیح رکوع کے متعلق احادیث میں جب کہ امر وارد ہے جو بدلالت قرینہ صارفہ کے وجوب پر دلالت

---

[1] فتاوٰی عالمگیری جلد ۱ ص ۵۲ و ۵۳ مطبوعہ بیروت

بھی جانتے ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ انھیں آہستہ آہستہ اس کی تلقین کی جائے کہ ظہر بھی پڑھ لیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از رتناپور۔ بریلی محمد غوث خاں حامدی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک فتویٰ بشکل اشتہار عوام کے
پیش نظر ہے جس کی سرخی یہ ہے کہ دیہات میں جمعہ کی نماز ناجائز اور گناہ ہے نہ ایک گناہ بلکہ چند گناہ اور
اس میں ہر سوال کا جواب امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے فتاویٰ رضویہ سے لکھا ہے اور یہ بھی لکھا
ہے کہ جو نہ شہر ہے اور نہ فنائے شہر اس میں جمعہ پڑھنا حرام ہے اور جواب دہندہ مفتی سید افضل حسین مونگیری
ہیں اور اس میں انشاء اللہ علمائے اہلسنت کی تصدیقات ہیں خصوصاً حضرت مفتی اعظم ہند وغیرہم اس اشتہار
کے سبب دیہات میں بے حد انتشار برپا ہے اور دوسرا فتویٰ رہپورہ میں میری نظر سے گذرا جس میں حضرت
مفتی اعظم ہند کا جواب ہے اس میں لکھا ہے کہ جہاں ہمارے مذہب میں جمعہ نہیں اور عوام پڑھتے ہوں تو ان
لوگوں کو منع نہ کیا جائے کہ آخر نام الٰہی لیتے ہیں جو بعض ائمہ کے طور پر صحیح آتا ہے تو اب سوال یہ ہے کہ ان
دونوں فتووں میں ہم کس کو غلط سمجھیں اور جب دیہات میں جمعہ پڑھنا گناہ ہے تو پھر یہ حکم کیوں ہوا کہ ذکر الٰہی
تو ہے اور پہلے فتوے میں حضرت مفتی اعظم ہند نے تصدیق کیوں فرمائی اور علماؤں نے بھی یہ خلافات تصدیق
کیوں فرمائی ہم کو صاف صاف اور اسی زبان میں سمجھایا جائے جس میں گول مول بات نہ ہو کہ فتویٰ بشکل اشتہار
غلط ہے اور دیہات (نمبر۱) جمعہ پڑھنا گناہ نہیں ہے فقط بینوا توجروا اور دیہات میں جمعہ کے بعد جو چار فرض
ظہر احتیاطی کو حکم رہنمائی کے فتوے میں ہے (۲) جماعت سے پڑھے جائیں یا علیحدہ علیحدہ فقط بینوا توجروا
نمبر(۳) زید کا کہنا ہے کہ جب دیہات (نمبر۱) جمعہ نہیں ہے تو آج کل شہر میں بھی نہیں ہو سکتا کیوں کہ
ہندوستان دارالاسلام نہیں دارالحرب ہے کہ ہماری شریعت کی بہت سی باتیں نہیں مانی جاری ہیں جیسے
آج کوئی عورت اپنے شوہر کو طلاق دینا چاہے تو کلکٹر کے یہاں وہ طلاق دے سکتی ہے اور نہ انصاف کی بہت
سی باتیں اور جو علما میں جبر انگریز مسلمانوں پر لادا جاتا ہے اور گائے کی قربانی بھی نہیں کر سکتے اور مسلمانوں کو پورا
بھی نہیں مل رہا ہے کہ جہاں شریعت کی سب باتیں ہر شکل میں باقی ہوں وہ جگہ دارالحرب ہے وہاں جمعہ نہیں ہو سکتا
تو کیا زید کا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں اور ہندوستان دارالاسلام ہے کہ دارالحرب اس کی پوری تفصیل حدیث شریف
سے یا دیگر کتب ائمہ سے عنایت فرمائی جائے فقط بینوا توجروا۔

(۴) گاؤں میں لوگ اگر جمعہ پڑھیں تو اس میں جانے والا شریک ہوا کہ نہیں فقط

الجواب۔ کسی کو بھی نہیں۔ اشتہار میں جو احکام اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ سے چھاپے ہیں وہ برنائے مذہب حنفی ہیں۔ دوسرے فتوے میں جو تحریر ہے وہ بھی اس اشتہار میں ہے وہ بھی اعلیٰ حضرت کا ارشاد ہے جہاں عوام پڑھتے آئے ہیں وہاں انھیں اس سے روکنے میں فتنہ کا اندیشہ ہو تو نہ روکا جائے۔ صرف ظہر کے فرض پڑھنے کی تاکید کی جائے۔ اور اگر ایسے لوگ سمجھدار ہوں کہ وہ مذہب کا حکم سمجھ کر گردن رکھ دیں اور کسی قسم کا فتنہ نہ ہو تو وہاں انھیں اقامت جمعہ سے روکا جائے کہ جہاں فرض نہیں وہاں پڑھنا خلاف مذہب ہے جو فرض نہیں اسے فرض سمجھنا خلاف مذہب ہے۔ جو فرض ہے ظہر اس کا ترک۔ اور جہاں ظہر فرض ہے وہاں جمعہ سے اس کا ذمہ سے اترجانا سمجھنا خلاف مذہب ہے ذکر تو ہے مگر مذہب حنفی کے خلاف اس کی اقامت ہے اس کی اقامت سے وہاں فرض ظہر کی اضاعت ہے۔ تو ذکر ہونا اور بعض ائمہ کے طور پر صحیح ہونا اور بات ہے اور اس کا اس جگہ جہاں ظہر فرض ہے بے جا ہونا اور بات ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے وہ فتاوے سب بحمدہٖ تعالیٰ درست ہیں اس لئے تصدیق کی گئی دوسرا فتویٰ اعلیٰ حضرت کے ان فتاوے سے ہرگز معارض نہیں دوسرے فتوے میں جو یہ تحریر ہے کہ جہاں ہمارے مذہب میں جمعہ نہیں اور عوام پڑھتے ہوں تو ان لوگوں کو منع نہ کیا جائے۔ یہ وہی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ارشاد ہے۔ وہ اوپر کے احکام کے معارض نہیں جہاں فتنہ عوام کا اندیشہ صحیح ہو وہاں منع نہ کیا جائے۔ فرض ظہر بھی پڑھنے کی تاکید کی جائے۔ دیہات میں جمعہ پڑھنا مذہب حنفی میں ہرگز جائز نہیں مگر عوام پڑھتے ہیں اور منع کرنے سے باز نہ آئیں گے فتنہ برپا کریں گے تو ان کو اتنا ہی کہنا ہوگا کہ بھائیو ظہر کے چار رکعت بھی پڑھو کہ تم پر ظہر ہی فرض ہے جمعہ پڑھنے سے تمہارے ذمہ سے وہ ظہر ساقط نہ ہوگی۔ وہ فرض ظہر بھی جماعت ہی سے پڑھنے کو کہا جائے کہ بے عذر ترک جماعت گناہ ہے۔

۲۔ ہندوستان دارالاسلام ہے اعلیٰ حضرت کا رسالہ اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام دیکھیں زید کا کہنا غلط ہے۔ تفصیل کے لئے اعلیٰ حضرت کا یہی رسالہ دیکھیں۔

۳۔ جاننے والا شریک نہ ہو اور بخوف فتنہ شرکت کرے تو ظاہر کردے کہ جمعہ یہاں پڑھنا خلاف مذہب حنفی ہے اس سے ظہر ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی چار فرض ظہر پڑھو اور خود بھی پڑھے۔ واللہ الہادی وھو تعالیٰ اعلم۔

احکام مسجد

مسئلہ ۱ ۔ جو نمازی ہیں مسجد کی چاردیواری سے ایک دیوار پر دونوں جانب دو دو اینٹیں مع نفیری بجھالے کیا یہ گناہ نہیں اگر ہے تو ایسے شخص کی بابت کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ۔ مسجد کی دیوار کو اپنے استعمال میں لانا حرام ہے نہ کہ اس پر کچھ نجاست ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مسئلہ ۲ ۔ ما قولکم رحمکم اللہ دریں مسئلہ کہ یہاں لوگوں نے یہ دستور کر لیا ہے کہ قبل ہر نماز اور بعد نماز صحن مسجد میں بیٹھ کر یا ٹہل کر باتیں کرتے ہیں کچھ لوگ فحش و غیبت اور کچھ لوگ اپنے کارنامے فحش و لغویات اور خلاف شرع حرکات سے بھرے ہوئے فخریہ بیان کرتے ہیں اکثر کو اس سے روکا گیا لوگوں نے عمل بھی کیا اور صحن مسجد کو چھوڑ کر خارج مسجد میں بیٹھنا شروع کیا مگر اکثر لوگ اب تک بدستور سابق عمل پیرا ہیں۔ یہاں اکثر مسجد میں باتوں ہی باتوں میں لڑائی پر نوبت آجاتی ہے یہ قصے بند نہیں کئے جاتے۔

۲۔ یہاں مسجد میں چھوٹے چھوٹے بچے ہر وقت پھرتے رہتے ہیں کبھی صحن مسجد میں کبھی حوض میں کنکر پتھر ڈالتے ہیں اور کبھی مسجد کے نل کو .... مسجد میں جمع رہتی ہیں اکثر لوگ اپنے بچوں کو خود ہمراہ لاتے ہیں اکثر نماز ہوتی ہے اور یہ لوگ شور مچاتے ہوتے ہیں، اگر کوئی شخص ان کے والدین سے کہتا یا بچوں کو ڈانٹتا ہے تو وہ لوگ لڑنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ ان احکام کو ذرا تفصیل سے بحوالہ کتب بیان فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب ۔ ۱۔ مسجد میں دنیا کی مباح باتیں کرنا تو حرام ہے فحش و غیبت کا کیا پوچھنا جو خود حرام ہیں اور مسجد میں سخت تر حرام۔ دنیوی مباح باتیں مسجد میں نیکیوں کو ایسا کھاتی ہیں جیسے چوپایہ گھاس، پھر لغو کہانی قصے اور فحش و غیبت کا کیا کہنا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ غنیہ[1] میں علامہ ابراہیم حلبی فرماتے ہیں: یجب ان تصان عن حدیث الدنیا الخ مختصراً۔ واجب ہے کہ مساجد کی دنیوی باتوں سے صیانت کی جائے اسی کے حاشیہ میں ہے والکلام المباح فیہ مکروہ ویاکل الحسنات کما تاکل البہیمۃ الحشیش یعنی کلام مباح

[1] غنیہ ص ۶۱۱ ؍ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند

مسجد میں مکروہ ہے اور وہ حسنات کو اس طرح کھا لیتا ہے جیسے چوپایہ گھاس کو، یہ مضمون خود حدیث شریف میں موجود ہے یہی علامہ شامی غنیہ میں فرماتے ہیں کہ ذکر حدیثا صاحب الکشاف یہاں تک کہ مسجد میں اپنی گمی چیز کا دریافت کرنا ناجائز ہے۔ حدیث میں فرمایا من سمع رجلا ینشد فی المسجد ضالۃ فلیقل لا ردھا اللہ علیک فان المساجد لم تبن لھذا ان لوگوں پر توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جو لوگ مساجد میں اپنے بچوں کو لاتے یا ان کے بچے جاتے ہیں اور وہ انھیں نہیں روکتے روکنے والوں سے لڑتے ہیں گنہگار ہیں اس ارشاد حدیث سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی و مخالفت کرتے ہیں حدیث شریف میں فرمایا جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وشراءکم وبیعکم وخصوماتکم ورفع اصواتکم واقامۃ حدودکم وسل سیوفکم الحدیث غنیہ میں فرمایا یجب ان تصان عن ادخال المجانین والصبیان لغیر الصلاۃ واجب ہے کہ مساجد مجنون اور بچوں کو علاوہ نماز کی داخل کرنے سے بچائی جائیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زید بہ نیت حسنات دیوار الف میں سوراخیں کرکے کڑیاں ڈال کر ب میں ایک حجرہ بنانا چاہتا ہے جس وجہ سے ب کا کچھ حصہ توڑنا پڑے گا۔ آیا یہ اس کا جائز ہوگا یا نہیں۔ ج زینہ نہایت ماحاطہ ہے اور مصرف نماز سے خارج زید اس کو مسدود کرکے اور تین سوراخیں بناکر اور کڑیاں ڈال کر د کا پورا حصہ دوکانی صورت میں تبدیل کرکے کرایہ پر جاری کرسکتا ہے یا نہیں۔ اس کے کرایہ سے مسجد کے اخراجات میں سہولت حاصل ہوں گی۔ واقف بقید حیات نہیں ہے۔ علاوہ ان محکمہ آبکاری سے چندے کر مسافرخانہ اندر احاطہ مسجد حجرہ مسجد خواہ مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں نقشہ مسجد برائے معائنہ منسلک ہے۔

المستفتی شاہ محمد یٰسین کا پسٹ کلکری

الجواب۔ بعد تمام مسجدیت دیوار مسجد کو کسی کام میں نہیں لاسکتے اگرچہ مسجد کے مصالح کے لئے بجا و تاف ہوں ان میں نہ اس کے آثار پر کوئی دیوار اٹھا سکیں نہ اس پر کڑیاں رکھ سکیں۔ تاتارخانیہ و درمختار میں ہے لو بنی فوقہ بیتا للامام لا یضر لانہ من المصالح اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذلک لم یصدق اس میں اس کے بعد بزازیہ سے ہے فاذا کان ھذا فی الواقف فکیف بغیرہ فیجب ھدمہ ولو علی جدار المسجد ولا یجوز اخذ الاجرۃ منہ ولا ان یجعل شیئا منہ مستغلا ولا

سلہ درمختار مع شامی جلد سوم ص۴۲۱، سلہ غنیہ ص۶۱۱، ص۶۱۲ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند

سکنی بحرالرائق پھر رد المحتار میں ہے لایوضع الجذع علی جدار المسجد وان کان من اوقافہ ملخصاً کہ
دیوار مسجد ہے اس میں سوراخ کرکے حجرہ کی کڑیاں رکھنا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ صورت بھی ناجائز ہے کہ وہ بھی دیوار مسجد ہے اور اس میں کڑیاں رکھنا ناجائز پھر فنائے مسجد کا حکم وہی ہے جو مسجد کا حکم ہے فنائے مسجد میں بھی بعد تمام مسجدیت دوکانیں نہیں بنائی جاسکتیں، مبسوط امام سرخسی پھر عالمگیری میں ہے قیم المسجد اراد ان یبنی حوانیت فی فناء المسجد لا یجوز لہ ذلک لانہ یسقط حرمۃ المسجد لان فناء المسجد لہ حکم المسجد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) ملازمان آبکاری کو تنخواہ اگر خاص اس زر حرام سے ملتی ہے اور ان کے پاس اس کے سوا اور کوئی ذریعہ آمدنی نہیں تو وہ زر حرام ہے ان سے لینا جائز نہیں اور بنانا اس کا ثواب، ان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب ہاں اگر وہ قرض لے کر دیں تو اس کا اخذ جائز ہوگا۔ اور وہ اس پر ثواب کے بھی مستحق ہوں گے مسافر خانہ اگر خلاف شرط واقف بنایا جائے گا تو یہ حرام ہوگا احاطہ مسجد میں مسجد کے خارج مصالح کے لئے جو عمارت جائز ہے وہ ثواب کا کام ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کسی شخص کی اراضی کو کوئی دوسرا شخص بغیر مالک کی اجازت سے اراضی کو مسجد کے تصرف میں کر سکتا ہے یا نہیں اور اگر اس کی بغیر اجازت کے کچھ حصہ جبراً مسجد کے تصرف میں لایا گیا تو آیا یہ حصہ مسجد کا ہو گیا یا نہیں اور ان کا یہ فعل کیسا ہے جو حکم ہو مطابق شریعت صادر فرمایا جائے۔ بینوا توجروا

الجواب۔ غیر کی مملوک زمین ہے اس کی اجازت کے زبردستی بغیر معاوضہ دیئے مسجد میں داخل کر لینے کا کسی کو حق نہیں خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ مسجد کو اس کی حاجت نہ ہو۔ مسجد کی وسعت کی ضرورت نہ ہو۔ وہ مسجد وہاں کے لوگوں کو کافی ہو ہاں جب مسجد تنگ ہونے کی ضرورت ہو کہ ناکافی ہو تو معاوضہ دے کر زمین داخل کی جاسکتی ہے یوں اگر وہ شخص راضی نہ ہو اسے جائز طور پر معاوضہ لینے زمین دینے پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔ اسعاف وغیرہ میں ہے لو ضاق المسجد علی الناس وبجنبہ ارض لرجل تؤخذ ارضہ منہ بالقیمۃ کرہاً [illegible] جو زمین غصب کر کے مسجد میں داخل کی گئی اتنا حصہ ہرگز مسجد نہیں جن لوگوں نے ایسا کیا وہ ظالم غاصب مستحق نار حق اللہ اور حق العبد دونوں میں گرفتار ہیں ان پر توبہ لازم ہے۔ مسجد کو اگر حاجت نہ ہو فوراً اتنی زمین اس سے خارج کر دی جائے اگر مالک راضی نہ ہو اور اگر حاجت ہو تو مالک کو اس کا معاوضہ دیا جائے۔ اگر صورت وہ ہو کہ مسجد کو حاجت نہ ہو اور مالک اپنی

لہ عالمگیری مصری جلد دوم ص ۴۶۲ مطبوعہ بیروت، لہ بحرالرائق جلد ۵ ص ۲۷ مطبوعہ کوئٹہ

زمین ہی لینا چاہتا ہو معاوضہ لے کر زمین چھوڑ دینے پر راضی نہ ہو تو زمین واپس کی جائے گی۔ اور اس کے داخل اور خارج کرنے میں اور مسجد کی پھر درستی میں جو کچھ صرف ہوگا اس کا ذمہ دار وہی ہوگا جس نے پرائی زمین مسجد میں ڈال لی تھی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵: از بمبئی لال باغ نمبر ۱۱ مسئولہ سیٹھ محمد ابراہیم صاحب مرسلہ مولوی نذیر احمد صاحب ۱۸ شوال المکرم [illegible]ھ

ایک مسجد اس طرح واقع ہے کہ اس کا دروازہ صحن مسجد سے جدا اور سطح مسجد سے بالا حصہ میں ہے دروازہ سے متصل ایک مندر ہے بلدیہ کا محکمہ تعمیرات اس طرف ایک سڑک بنانا چاہتا ہے وہ چاہتا ہے مسجد کی اس خارج از مسجد زمین میں سے جہاں صرف دروازہ واقع ہے ایک حصہ سڑک کے لئے دیا جائے اور اس کے بدلے کی زمین اسی کے متصل ایسی لے لی جائے جس میں صدر دروازہ شاندار تعمیر ہونے کے علاوہ اس کے ہر دو جانب کچھ دکانیں بھی تعمیر ہوسکیں گی۔ اس جدید دروازہ اور دکانوں کی تعمیر محکمہ مذکور کے ذمہ ہوگی۔ جب کہ مسجد کی ملحقہ وہ زمین جو صحن مسجد سے جداگانہ صرف دروازہ کی صورت میں ہے۔ محکمہ مذکور کو دینے سے دو فوائد مترتب ہوں گے۔

(۱) اہم ترین فائدہ یہ ہے کہ مندر بالکلیہ سڑک میں آجائے گا۔ اور ہمیشہ کے لئے بت پرستی کی جڑ بنیاد قرب مسجد سے نیست نابود ہوجائے گی جس کی وجہ سے اس نازک زمانہ میں ہر وقت فساد و فتنہ پیدا ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔

(۲) دکانوں کے بن جانے سے مسجد کی آمدنی کا ایک سامان ہوجائے گا تو سوال یہ ہے کہ ان دو اہم فوائد کو مدنظر رکھ کر بالخصوص بنیاد شرک مٹ جانے کی نیت سے اس حصہ زمین کا محکمہ تعمیرات بلدیہ کو بالمعاوضہ دے دینا جائز ہے یا نہیں۔ مدلل بسند جواب دیجئے اور اجر حاصل کیجئے۔

الجواب: ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، کسی وقف کی ہیئت کا بدلنے کا کسی کو اختیار نہیں۔ لان تغییر الوقف عن ھیأتہ[1] عامہ کتب معتبرہ میں موجود ہے۔ بعض متون کی اس عبارت سے کوئی دھوکا نہ کھائے مثلاً تنویر الابصار میں فرمایا جعل شیئ من الطریق مسجدا جاز کعکسہ۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسجد کی عمارت باطل کرکے گزرگاہ بنادی جائے بلکہ یہ مطلب ہے کہ مسجد کے کسی جز کو بحالہ رکھ کر وقت حاجت فقط مرور انسان غیر محدث کے لئے اگر ٹھہرالیا جائے، درمختار میں فرمایا (کعکسہ) ای کجعل المسجد طریقا وھو ما اذا جعل فی المسجد ممر لتعارف اھل الامصار فی الجوامع وجاز لکل احد ان یمر فیہ حتی الکافر الا الجنب والحائض والدواب[2]

۱؎ درمختار مع شامی جلد سوم ص ۲۱ مطبوعہ کوئٹہ پاکستان ۲؎ فتاوٰی عالمگیری مع خانیہ جلد دوم ص ۴۹۰ مطبوعہ بیروت

پھر یہ جواز بھی مختلف فیہ ہے اور وسعت بھی بہرحال نہیں بلکہ وقت ضرورت وعند الحاجت رد المحتار[1] میں فرمایا قوله ککنیف متلاف کما بان تحریرہ وھذا عند الاحتیاج کما قیدہ فی الفتح رد المحتار میں تتارخانیہ اس میں فتاوٰی ابو اللیث سے تو اس کا عدم جواز نقل کیا اور اسی کو تتارخانیہ میں صحیح فرمایا۔

اور فتاوٰی عتابیہ اس میں خواہرزادہ سے یہ نقل فرمایا کہ اگر راستہ تنگ ہو اور مسجد وسیع ہو تو جائز ہے تو راستہ میں مسجد سے زیادت جائز ہے اور چونکہ اسی پر متون کا اطباق تھا تو اسی کو معتمد بتایا عبارت یہ ہے فی التتارخانیۃ عن فتاوٰی ابی اللیث وان اراد اھل المحلۃ ان یجعلوا شیئا من المسجد طریقا للمسلمین فقد قیل لیس لھم ذلک وانہ صحیح ثم نقل عن العتابیۃ عن خواھرزادہ اذا کان الطریق ضیقا والمسجد واسعا لا یحتاجون الی بعضہ تجوز الزیادۃ فی الطریق من المسجد لان کلھا للعامۃ اھ والمتون علی الثانی فکان ھو المعتمد۔ اس راہ پر جنب وحائض ونفساء مسلمان اور کافر وں کے مرور کی حرمت بوجہ ضرورت ساقط ہوگی۔ جمیع احکام مسجد اس سے ساقط نہ ہوں گے۔ اسی میں ہے تسقط حرمۃ المرور فیہ للضرورۃ لکن لا تسقط عنہ جمیع احکام المسجد فلذا لا یجوز المرور فیہ لجنب ونحوہ کما مر۔ در المختار میں فرمایا یتخذ فی المسجد ممرا ای تمر فیہ المارۃ مع بقاء المسجدیۃ وحفظ الآداب فلا یحل دخول جنب ولا حائض ولا نفساء وادخال دابۃ کما مر شرحا نص علیہ فی التبیین والبحر وغیرھما مسجد کی مسجدیت کسی مصلحت کے لئے باطل نہیں ہوسکتی جو زمین مسجد ہوچکی بجمیع اجزائہ ابدا مسجد رہے گی رد المحتار[2] میں فرمایا المسجد لا یخرج عن المسجدیۃ ابدا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶ از گورکھپور مرسلہ مولوی الفت علی صاحب

سوال۔ کیا حکم ہے شریعت غرا ملت بیضاء کا صور مسئولہ میں

(۱) دروازہ احاطہ مسجد کی بام نماز توسیع بلا ضرورت سخت مع انہدام کوٹھری کرایہ مسجد بندیہ کثیر موقوفہ مسجد جائز ہے یا نہیں؟

(۲) دروازہ احاطہ مسجد کی تحویل وتوسیع میں سے جب کہ تحویل میں مسجد کی آمدنی کا اضافہ ہو اس طرح پر کہ اس کی جگہ پر ایک اور کوٹھری بنادی جائے اور توسیع میں جب کہ نقصان ہو اس طرح پر کہ بجائے تعمیر انہدام کوٹھری لازم آتا ہے مگر اس کی مکافات دروازہ پر کوٹھری بنا کر کی جاوے بظاہر مع عدم مکافات کے تو کس پر عمل کیا جاوے؟

[1] رد المحتار جلد سوم ص۵۷۳ مطبوعہ کوئٹہ پاکستان ۔ [2] ایضاً ص۴۳۰

الجواب: بے ضرورت وحاجت ومصلحت اپنے روپے صرف کرنا بھی نہ چاہئے نہ کہ وقف کا مال۔ اگر تحویل باب میں نفع ہو یا مصلحت وضرورت ہو تو کرسکتے ہیں۔ یونہی اگر توسیع کی حاجت ہو تو توسیع بھی کی جا سکتی ہے جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو۔ وقف کے روپے پیسے بھی کرسکتے ہیں جبکہ وہ روپیہ تعمیر کے لئے ہو اور اگر تعمیر کے لئے نہ ہو تو شرط واقف کے خلاف صرف نہیں کرسکتے کہ شرط واقف مثل نص شارع واجب الاتباع ہے۔ مسجد کا اگر کوئی متولی ہے تو وہ کرے گا ورنہ اہل محلہ۔ اسعاف فی احکام الاوقاف میں ہے: لاھل المحلة تحویل باب المسجد من موضع الی موضع اخر[1]۔ عامہ کتب فقہ میں ہے: شرط الواقف کنص الشارع مگر سوال ہذا میں جبکہ بلاضرورت کا لفظ ہے نیز یہ کہ بجائے نفع کے مسجد کا نقصان ہے پھر یہ کہ شرط واقف کا خلاف بھی ہے وقف کو اس کی ہیئت سے بدلنا بھی ہے تو کسی طرح یہ توسیع ہرگز جائز نہیں۔ کتب معتبرہ میں ہے لایجوز تغییر الوقف عن هیأته فلا یجعل الدار بستانا الخ[2] جو ایسا کریں گے وہ زر مسجد کے بھی ذمہ دار ہوں گے اور ان کے ذمہ لازم ہوگا کہ جیسی دوکان پہلی تھی ویسی ہی کردیں۔

یہاں تو دوکان سرے سے اڑا ہی دی، وقف کی تغییر ہیئت کہاں جائز ہے ہی نہیں جیسا کہ مذکور ہوا اگرچہ مقصود دونوں کا ایک ہی ہو جیسے دوکان سے بھی مقصود کرایہ ہے تو یہ جائز نہیں کہ دوکان کو حمام کردیا جائے لان شرط الواقف کنص الشارع فی وجوب العمل به نہ کہ خلاف مقصود اور وہ بھی بالکل بے سود نہ صرف بے سود بلکہ بجائے نفع نقصان موجود یہ اس صورت میں ہے جبکہ وہ دوکان مسجد پر وقف ہو مسجد کی دوکان ہونا اصالۃ ہے اور مسجد پر اس کا وقف ہونا اظہر اثبات ہے اور اگر وہ مسجد پر وقف نہیں تو تو کچھ کرسکتے ہیں جب کہ اس کی حاجت ہو اور جبکہ وقف کا روپیہ تعمیر کے لئے ہو اور اگر وہ تعمیر کے لئے نہ تھا اور صرف کا تھا تب تو بہرحال اس روپے کی ذمہ داری صرف کرنے والوں پر ہے یعنی اگرچہ جس صورت سے توسیع جائز ہو اسی صورت میں اس کو توسیع میں صرف کیا ہو۔

۲ جائز ہے جبکہ نفع ہو اور مصلحت ہو اس کے بجائے دوکان ہوگی فنائے مسجد سے خارج ہو فنائے مسجد کا حکم وہی ہے جو مسجد کا جیسے مسجد کا کوئی حصہ دوکان وغیرہ نہیں کیا جاسکتا یوں ہی فنائے مسجد کا بھی اور اس توسیع کا حکم اوپر معلوم ہوگیا جس صورت میں جائز نہیں اگرچہ اس کے بجائے دس کوٹھریاں بناکر مکانات کی جائے اگرچہ وہ دسوں کرایہ کی ہوں۔ ہرگز جائز نہیں۔ اسعاف میں فرمایا: لو اراد قیم المسجد ان یبنی حوانیت فی حدود المسجد او فنائه۔ قال الفقیه ابو اللیث لایجوز له ان یجعل شیئا من المسجد مسکنا و مستغلا

---

[1] فتاویٰ عالمگیری بحوالہ خانیہ جلد دوم ص ۴۹۰، [2] رد المحتار جلد سوم ص ۴۴۲ مطبوعہ کوئٹہ

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷: از بریلی شہر کہنہ ۲۹ جمادی الآخر ۱۳۱۵ھ

عمرو نے دو درخت مسجد کے امام کے واسطے لگائے اگر اس میں کچھ لکڑی کسی وجہ سے کٹوائی گئی تو مسجد کے اندر صرف ہونا چاہئے یا بجائے عمرو کے زید اپنے صرف میں لاسکتا ہے اپنی ملکیت بنا کر؟

الجواب: جو درخت مسجد میں لگائے گئے ہیں وہ مسجد کے ہیں، مسجد کے درخت کی لکڑی اپنے کام میں نہ عمرو لاسکتا ہے نہ زید نہ کوئی اور، مسجد ہی میں صرف کی جائے گی، خواہ فروخت کرکے اس کی قیمت۔ اسعاف فی احکام الاوقاف میں ہے: لو غرس فی المسجد تکون للمسجد لانہ لایغرس فیہ لیکون ملکا لہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸: از رنگون برما مرسلہ مولوی اہل احمد صاحب امام مسجد ۲۰ ذی القعدہ ۱۳۱۵ھ

اذان کی جگہ چھوڑ کر مسجد کے اندر اذان دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہو تو فقہا کے اقوال مسطورات الذیل سے مطلوب کیا؟ چنانچہ فتاویٰ قاضی خاں فتاویٰ خلاصہ خزانۃ المفتین فتاویٰ عالمگیریہ بحر الرائق شرح نقایہ برجندی فتح القدیر ان تمام کتابوں میں منصوص ہے کہ لایؤذن فی المسجد۔ الصغیری فی شرح المنیۃ میں ہے الاذان انما یکون فی المئذنۃ او خارج المسجد والاقامۃ فی داخلہ۔ فتح القدیر کے باب الجمعہ میں ہے ہو ذی الاذان ذکر اللہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراہۃ الاذان فی داخلہ۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں مرقوم ہے یکرہ ان یؤذن فی المسجد کما فی القہستانی عن النظم۔ عمدۃ الرعایہ فی شرح الوقایہ میں ہے قولہ بین یدیہ ای مستقبل الامام فی المسجد کان او خارجہ والمسنون ہو الثانی۔ اور اگر جائز نہ ہو تو مقرری مؤذن ہوتے ہوئے اس کے بغیر اذن و حکم وسعت وقت کے اندر اگر کوئی دوسرا شخص باستہزاء مسجد اپنی اذان کہنے کے تہجد کے پیشتر مسجد کے اندر کھڑے ہو کر اذان دے دیوے اور مؤذن مقرر اعادہ کرلیوے تو کیا ہے؟ مدلل مفصل مع حوالہ کتب معتبرہ تصحیح و توضیح فرما کر ممنون فرمایئے۔

الجواب: مسجد یعنی موضع صلاۃ میں اذان خلاف سنت و مکروہ تحریمی ہے، قاطبۃً ائمہ کرام علمائے اعلام فقہائے عظام رحمہم اللہ تعالیٰ اس کی ممانعت فرماتے آئے، کتب فقہ اس سے مالا مال ہیں، سائل نے جو چند کتب معتمدہ کی عبارات سوال میں لکھیں ان کا صریح مطلب یہی ہے کہ مسجد میں اذان نہ کہی جائے، اذان مسنونہ میں یہ ہو کہ خارج مسجد ہو اور اقامت داخل مسجد، جو اذان حدود مسجد میں ہو کر داخل مسجد ہو وہ اذان مکروہ ہے، مکروہ ہے کہ اذان مسجد میں دی جائے، خارج مسجد کی اذان ہونا مسنون ہے، نیز امام فخر الملۃ والدین زیلعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تبیین الحقائق

۱؎ ... بیروت ، ۲؎ ... ، ۳؎ ... جلد اول

شرح کنز الدقائق میں فرمایا السنۃ ان یکون الاذان فی المنارۃ والاقامۃ فی المسجد سنت یہ ہے کہ اذان منارہ پر ہو اور اقامت مسجد میں جو مؤذن مقرر ہے اس کے ہوتے ہوئے بے اس کی اجازت دوسرے کو اذان کہنا گویا اس کی حق تلفی کرنا ہے ایسا نہ چاہئے خصوصاً اس طرح کہ اس کے ساتھ اس سے استہزاء مقصود ہو اس کی ایذا منظور ہو ایسا شخص یقیناً گنہگار اور مؤذن کے حق میں گرفتار ہے اس مسخرہ پن اس تمسخر کا وبال ہے اس کے سر ناحق ایذائے مسلم اور مسجد میں قہقہہ زنی کا الزام سوا ہے حدیث میں ناحق ایذائے مسلم کو ایذائے اللہ و ایذائے رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ۔ اذان کے ساتھ استہزاء تو کفر ہے اس نے یہ استہزاء مؤذن کے ساتھ کیا یہاں اذان کے ساتھ استہزاء کا تو کوئی محل سمجھ میں نہیں آتا مؤذن کو اسی اذان کا اعادہ ہی چاہئے تھا جو خلاف سنت مسجد کے اندر کہی گئی کہ مسجد کے اندر کی اذان سے غالباً تو بالکل ہی اعلام حاصل نہ ہوگا یا بروجہ کافی اور اذان نہیں مگر محلہ والوں کے اعلام ہی کے لئے اگر کوئی آہستہ آہستہ اذان کہے جس سے اعلام حاصل نہ ہو اس اذان کا اعادہ کرنا ہوگا تو ویسے اس اذان کا اعادہ چاہئے یوں ہی اس کا بھی اذان کے سنن سے ہی یہ ہے کہ ایسی جگہ کہی جائے جو جامع الجیران ہو مبسوط امام سرخسی میں فرمایا یؤذن المؤذن حیث یکون اسمع للجیران لان المقصود اعلامہم برفع صوتہ ولان الاعلام لایحصل الابہ اور اگر اذان مسجد کے باہر صحن میں کہی تو اگرچہ اس صورت میں اعلام میں کوئی نمایاں کمی نہ ہوگی مگر خلاف سنت و مکروہ ہے لہٰذا اعادہ چاہئے اس شخص پر لازم ہے کہ مؤذن سے جس کے ساتھ تمسخر کیا ناحق ایذا پہنچائی معافی مانگے اور مولیٰ عزوجل کی جناب میں توبہ کرے کہ تمسخر حرام ہے اس میں حق اللہ و حق العبد دونوں ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹ : مرسلہ نذیر احمد مظفرپوری ڈاکخانہ دیدیبانی ضلع ہگلی بشرف ملاحظہ حضرت قبلہ مفتی اعظم جناب مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب دامت برکاتہم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل مندرجہ ذیل میں۔

(۱) ایک مسجد بہت پرانی ہے نئے سرے سے بنوانے کی تجویز پیش کی گئی اب چند لوگوں کی رائے ہے کہ ایک مدرجہ مسجد کا پیچھے یعنی پچھم کی طرف چھوڑ دیا جائے حجرہ یا حوض یا غسل خانہ وغیرہ بنانے کے خیال سے اور پورب کی طرف ہٹ کر مسجد بنائی جائے کیا اصل مسجد کی جگہ جماعت خانہ کی چھوڑ کر مسجد بنا سکتے ہیں؟ اور اس جگہ کو کسی اور کام میں لا سکتے ہیں یا نہیں اور اگر مسجد مسجد ہی رہے گی دوسرے مصرف میں اس کی جگہ نہیں لا سکتے تو جو لوگ کسی اور کام میں مسجد کی جگہ لانے پر راضی ہوئے ہیں اور پورب میں ہٹ کر نئی مسجد بنانے پر تلے ہوئے ہیں

۱؎ تبیین الحقائق جلد اول ص ۹۲ ، ۲؎ جلد اول ص ۱۳۵ مطبوعہ بیروت

تو اس صورت میں عامہ مسلمین کو حق یا متولیان روکنے کا شرعاً حاصل ہے یا نہیں نیز اس پر اصرار کہ مسجد اپنی اصل ہی جگہ پر رہے اس کا حق بھی حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب ۔ جو جگہ مسجد یعنی موضع صلوٰۃ وقف ہو چکی اسے کسی دوسرے کام میں لانا حرام اشد حرام ہے وہ جگہ نماز و ذکر خدا ہی کے لئے ہے وہاں حجرہ یا حوض و غسل خانہ بنانا خانۂ خدا کی توہین اور اس کی ویرانی ہے جو لوگ اس پر اٹھے ہیں وہ بیت اللہ کی توہین کرنے کو اٹھے ہیں انھیں ہر ممکن مگر جائز طور پر اس شنیع کام سے روکا جائے ہر مسلمان پر انھیں اس خبیث حرکت سے باز رکھنے کی سعی فرض ہے دالان وہیں رہے یا پورب کی طرف ہٹ کر بنے مگر وہ جگہ ہرگز کسی دوسرے کام کے لئے نہیں ہو سکتی اگرچہ وہ کام ایسا ہی ہو جس میں اتمام توہین و تلویث بھی نہ ہو غسل خانہ تو غسل خانہ ہے یوں ہی حوض و حجرہ مسجد تو مسجد کسی وقف کو اس کی ہیئت سے بدلنا جائز نہیں شرط واقف کا اتباع مثل اتباع نص شارع واجب ہے کتب معتمدہ معتبرہ میں تصریح ہے شرط[1] الواقف کنص الشارع فی وجوب الاتباع والعمل نیز تصریح ہے لایجوز[2] تغییر الواقف عن ہیئتہ فلا یجعل الدار بستانا اھ

مسجد کو تو ہر ایسی چیز سے بچانا لازم ہے جس میں توہم اہانت و تلویث ہو نہ کہ اسے حوض و غسل خانہ کر دینا ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا جائز نہیں یہاں تک کہ اگر کوئی اپنی گمی چیز وہاں دریافت کرے تو اس سے بجائے بتانے کے یہ کہا جائے لا ردھا اللہ علیک خدا تیری گمی چیز تجھے نہ ملائے مسجدیں اس لئے نہیں بنیں یہ حدیث کا ارشاد ہے نہ کہ اسے موضع صلوٰۃ و ذکر جس کے لئے وہ بنی تھی اس سے نکال کر اس کی یہ حرمت باطل کر کے نجاسات حرام تھی اس کے لئے کر دینا وہ لوگ جو اس شنیع ارادہ خبیثہ پر اٹھے ہوئے ہیں وہ کیا ہیں اگر خود واقف بعد تمام مسجدیت ایسا کرنا چاہتا ہے ہرگز نہ کر سکتا متولی ہوتا تو اس کی تولیت توڑ دی جاتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰ ۔ از [illegible] بنارس مرسلہ عبدالرحمن صاحب معرفت جلد ساز عبدالغنی صاحبان ۲۹ محرم الحرام [illegible]

مکرمی قبلہ السلام علیکم الجامع دست بستہ آداب بجا لاکر قبول ہو اس استفتا کے جواب کی اشد ضرورت ہے جہاں تک ممکن ہو جلد سے جلد تحریر کریں کہ مسجد سے ملحق ایک چبوترہ افتادہ ہے اگر حضرات دیکھا جاتے ہیں مگر متولی مسجد نے چبوترہ پر وضو کے لئے ایک حوض بنوا لیا اور پانی کا نلکا بھی رکھ دیا اب نمازی لوگ اسی چبوترہ کو فرش مسجد میں شامل کرنا چاہتے ہیں تو متولی راضی نہیں ہے اور کہتا ہے کہ زمین ہماری ہے لیکن لوگ دلیل میں رشید احمد گنگوہی کے فتاوی ج ۲ ص ۹۶ کی یہ عبارت کہ مصالح کل و ضرورت بجز جگہ کے مسجد میں

[1] ردالمحتار جلد سوم ص [illegible] ، [2] فتاوی عالمگیری جلد دوم ص [illegible]

بھٹھانا درست ہے۔ پیش کرتے ہوئے جبریہ اس چبوترہ کو مسجد میں شامل کرلینا چاہتے ہیں۔ اس لئے ضروری سوالات دریافت طلب مندرجہ ذیل ہیں۔

اول یہ کہ چبوترہ مذکورہ جبریہ مسجد میں شامل کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر مسجد سے ملی ہوئی زمین جوکہ دوکان کے لئے موجود ہے اسے نہ شامل کیا جائے اور جبریہ زید کا چبوترہ لے لیا جائے تو اس مسجد میں کسی کی نماز ہوگی۔ اور یہ کہ چبوترہ مذکورہ بالا پر بغیر رضامندی زید وضو کرنا درست ہے یا نہیں اگر نادرست ہے تو ایسے وضو سے نماز درست ہوتی ہے۔ فقط بینوا توجروا

موقع کی حالت سمجھنے کے لئے یہ نقشہ ہے

مغرب
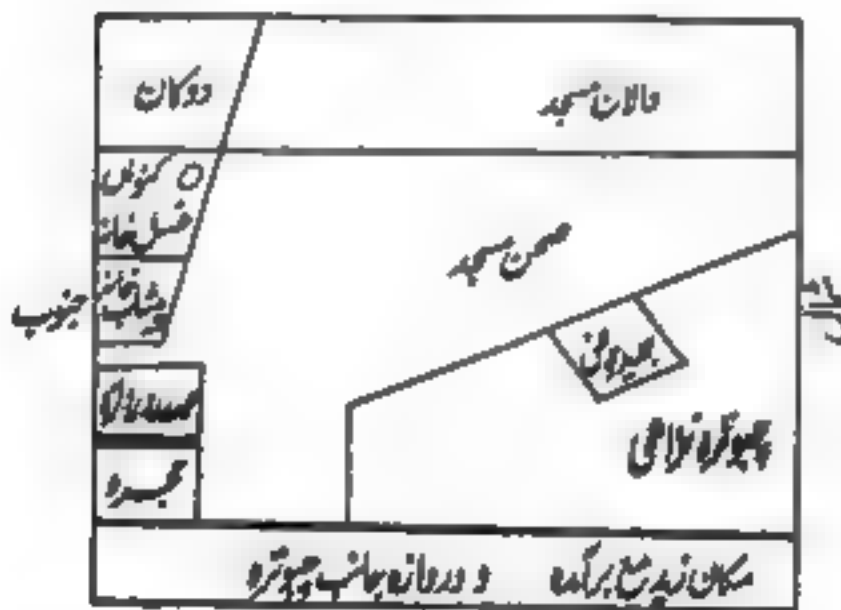
مشرق

الجواب: جب کہ وہ چبوترہ مسجد کا نہیں زید کا مملوک ہے تو اس میں بلا اجازت زید حوض بنانا محض ظلم تھا اس نے ظلم کیا جن لوگوں کو معلوم ہے کہ یہ زمین مسجد کی نہیں ملک غیر ہے اور وہ اس سے راضی نہیں کہ وہاں وضو کیا جائے انہیں وہاں وضو کرنا حلال نہیں۔ اگرچہ وضو ہوجائے گا مگر بے اجازت مالک اس کی زمین میں وضو کرنے کا الزام ان کے سر ضرور ہوگا۔ متولی پر لازم ہے کہ حوض وہاں سے ہٹالے اگر پانی کی تنگی وہاں سے اٹھائے جو لوگ چبوترہ کو زبردستی مسجد میں جبریہ شامل کرنا چاہتے ہیں ظالم ہیں، اگر مسجد کو ضرورت نہیں یا اس کی ضرورت اس کی اپنی زمین پوری کرسکتی ہے جسے ان لوگوں نے دوکان بنانے کے لئے رکھ چھوڑا ہے تو وہ لوگ

نہیں جب کہ وہ پاک کپڑوں پاک جسم سے ساتے ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴ ۔ از سرائے خام مدرسہ اشاعت العلوم مرسلہ علی حسین بہاری۔ مورخہ ۲۷ ربیع الثانی سنہ ۵۴ھ

علمائے اسلام اور دیانت وتقویٰ شعار اہل علم کی توجہ ذیل کے معاملہ کی طرف مبذول کرائی جاتی ہے امید ہے کہ احکام شرعی صادر فرمائے جاویں گے۔

لاہور میں مسجد شہید گنج کی تحریک نے اب ایک پیچیدہ صورت اختیار کی ہے کیوں کہ بعض مسلمانوں نے اس سے اختلاف کرنا شروع کیا ہے جن کو عام مسلمان لاہور غدار وغیرہ کے القاب سے یاد کرتے ہیں اور وہ اس تحریک کو بے کار قرار دیتے ہیں جس کی بنا پر عام مسلمانوں میں یہ شبہات پیدا ہو رہے ہیں۔

(۱) آیا مسجد شہید گنج کو شرعاً مسجد قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں اور جب اس کو سکھوں نے گورنمنٹ پنجاب کی امانت وحفاظت میں کر لیا ہے تو کیا اس زمین کو اب مسجد کا حکم حاصل ہے یا نہیں؟

(۲) اس کی حفاظت کے جذبہ میں سرشار ہو کر جن مسلمانوں نے اس کے گرانے کو اپنے مذہب پر اور اس کے ضمن میں اپنی ملی عزت پر ایک شدید حملہ سمجھا اور بحیثیت مسلمان اپنی عزت کو بچانے کی غرض سے مسجد شہید گنج میں جانا چاہا اور بصورت ممانعت بطور احتجاج راستہ پر بیٹھ گئے اور محض اس جرم کی پاداش میں کہ مسجد اور اپنی عزت کی حفاظت کی غرض سے وہ راستہ پر سے نہ ہٹتے تھے ان پر آتش باری کی گئی جس سے ان پیاری جانوں کی جانیں تلف ہو گئیں آیا وہ شرعاً شہید ہیں یا نہیں؟

(۳) مسجد کو موجودہ قانون مسلمانوں کے حوالہ کرانے میں اپنے آپ کو عاجز پاتا ہے اس لئے عدالت اس بارے میں مسلمانوں کی مدد نہیں کر سکتی لیکن مسلمانوں میں یہ عقیدہ مضبوط ہے کہ وہ اس کارروائی کے خلاف زبانی احتجاج کریں پر امن مظاہرے کرکے مخالفین کو مجبور کریں کہ وہ زمین مسجد سے باز آجائیں ان کی یہ کارروائی ان کے باعث ہلاکت نہیں ہو سکتی بلکہ اگر کوئی تکلیف جسمانی یا تہدید کی اس کے مقابلہ میں ان کو پہنچے گی بھی تو وہ قابل برداشت ہوگی اس لئے اس بارے میں پر امن احتجاج اور مظاہرے کرنا مسلمانوں کے لئے من حیث المذہب ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب ۔ لاہور کی مسجد شہید گنج ہو یا کہیں کی کوئی مسجد جو مسجد ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسجد ہے اس کی مسجدیت کبھی کسی وقت نہیں جا سکتی مسجد کے شہید کر دینے سے اس کی مسجدیت باطل نہیں ہو سکتی سکھوں نے شہید کی ہو یا کسی نے وہ مسجد جیسے شہید ہونے سے پہلے مسجد تھی یوں ہی اب بھی مسجد

ہے اور قیامت تک مسجد رہے گی یہاں تک کہ کافروں کے قبضہ میں مسجد آجانے سے کسی کے نزدیک اس کی مسجدیت نہیں جاتی کعبہ برسہا برس قبضہ کفار میں رہا جس کے گرداگرد مشرکوں نے تین سو ساٹھ بت رکھے ہر دن ایک نئے بت کی پوجا کرتے اس قبضہ سے کعبہ غیر کعبہ نہیں ہو گیا وہاں بتوں کے نصب کرنے اور پوجا ہونے سے قبلہ بت خانہ نہیں بن گیا وہ جیسا خالصاً اللہ تعالیٰ برائے قربت وطاعت الٰہی پہلے تھا یوں ہی جب رہا یوں ہی اب ہے یوں ہی ابد الآباد تک رہے گا اسی طرح مسجد کا وہ بقعہ طاہرہ جو خالص اللہ تعالیٰ برائے طاعت وقربت وقف کیا گیا وہ جب مسلمانوں کے قبضہ میں تھا جیسا جب تھا ویسا ہی سکھوں کے قبضہ میں چلے جانے کے بعد ہے ویسا ہی مسجد کی عمارت شہید ہو جانے کے بعد اب ہے اصل مسجد تو وہ موضع صلاۃ ہے عمارت ہو یا نہ ہو جو جگہ مسجد ہو گی مسجد رہے رہے گی الا عند محمد فی بعض الصور وھذا لیس منھا۔

غنیہ میں فرمایا فی زمان الفترۃ قد کان حول الکعبۃ عبدۃ الاصنام ثم لم یخرج موضع الکعبۃ بہ ان یکون موضعا للطاعۃ والقربۃ خالصاً للہ تعالیٰ فکذلک فی سائر المساجد۔ مسجد کی ابدیت ان بعض کتب معتمدہ کی ان عبارات سے روشن حاوی قدسی و تنویر الابصار و در مختار میں ہے ولو خرب ما حولہ واستغنی عنہ یبقی مسجدا عند الامام والثانی ابدا الی قیام الساعۃ بہ یفتی۔ رد المحتار میں ہے قولہ ولو خرب ما حولہ ای ولو مع بقائہ عامرا وکذا لو خرب ولیس لہ ما یعمر بہ وقد استغنی الناس عنہ لبناء مسجد اٰخر اسی میں بحر و فتح و مجتبیٰ و حاوی سے تائید لیتے ہوئے فرمایا قولہ عند الامام والثانی فلا یعود میراثا ولا یجوز نقلہ ونقل مالہ الی مسجد اٰخر سواء کانوا یصلون فیہ او لا وھو الفتوی حاوی القدسی واکثر المشائخ علیہ مجتبیٰ وھو الاوجہ فتح اھ بحر ولو خرب المسجد وفی الفتاوی [illegible] القریۃ التی فیہا المسجد وجعلت مزارع وخرب المسجد ولا یصلی فیہ احد فلا بأس بان یأخذہ صاحبہ ویبیعہ وھو قول محمد وعن ابی یوسف لا یعود الی ملک البانی ولا الی ملک ورثتہ وھو مسجد ابدا اھ۔

بحر الرائق پھر شامی میں ہے علم ان الفتوی علی قول محمد فی اٰلات المسجد وعلی قول ابی یوسف فی تابید المسجد۔ رد المحتار میں ہے ان الفتوی علی ان المسجد لا یعود میراثا ولا یجوز نقلہ ونقل مالہ الی مسجد اٰخر حاشیہ علامہ سید ابن عابدین علی الدر میں ہے ای قولہ بعدہ فیتفرع علی قول الامام وابی یوسف من ان المسجد لا یخرب بل مسجد ابدا۔ اسی میں ہے علمت ان المفتی بہ قول ابی یوسف انہ لا یجوز نقلہ ونقل مالہ الی مسجد اٰخر کما مر عن الحاوی۔ فتاویٰ حجہ پھر مضمرات پھر ہندیہ میں فرمایا لو صار احد المسجدین قدیما

لہ در مختار مع شامی جلد سوم ص [illegible] مطبوعہ کوئٹہ پاکستان لہ رد المحتار جلد سوم ص [illegible] لہ حاشیہ [illegible] جلد دوم ص [illegible] مطبوعہ بیروت

وقد الحق الی الخراب مقلدا اہل المحلۃ بیع القدیم وصرف ثمنہ فی المسجد الجدید فانہ لا یجوز اما علی قول ابی یوسف فلان المسجد وان خرب واستغنی عنہ اہلہ لا یعود الی ملک الباني واما علی قول محمد وان عاد بعد الاستغناء ولکن الی ملک الباني وورثتہ فلا یکون لاہل المسجد علی کلا القولین ولایۃ البیع والفتوی علی قول ابی یوسف انہ لا یعود الی ملک مالکہ ابدا۔

ان عبارات سے آفتاب نصف النہار کی طرح روشن و آشکارا ہوا کہ مسجد شہید گنج مسجد ہی ہے بستی کے مسلمان اسے وہ تو دے کسی ایسی مسجد کو جو بوجہ قدامت بوسیدہ و خراب ہو چکی ہوتی جس سے استغنا ہو گیا ہوتا غیر آباد ہو گئی ہوتی ویرانہ میں پڑ گئی ہوتی ایسی مسجد کو بھی فروخت نہیں کر سکتے مسجد شہید گنج کو مسلمان سکھوں یا کسی کے ہاتھ فروخت کر ڈالتے تو بھی وہ بیع نہ ہو سکتی۔ وہ ہزار بار اگر فروخت کی جائے تو بھی وقف ہی ہے۔ ع۔
ہزار بار جو یوسف بکے غلام نہیں۔ مسلمانوں کی شامت اعمال کہ ہر معاملہ میں کچھ نہ کچھ لوگ کسی نہ کسی وجہ اپنی ذاتی غرض و منفعت یا بغض و عناد میں اختلاف کا علم اٹھا لیتے ہیں یہ بات بھی کوئی اختلاف کی تھی۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ایسی جہالت سے اسلام و مسلمین کو نقصان پہنچاتے غیرہ کفرہ کا زور ہونے کا موجب ہوتے ہیں کفار کی امداد و اعانت کرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

گورنمنٹ کا قانون کہ وہ کسی کے مذہب میں مداخلت نہ کرے گی کبھی دست انداز نہ ہو گی۔ مگر ایسے ہی لوگ ہیں جو حکومت کو اپنے بدعمل سے فریب دیتے ہیں اور اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرکے گورنمنٹ کو بدنام کراتے ہیں۔ رعایا میں بداعتمادی پھیلاتے ہیں۔

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ گورنمنٹ اس قانون معاہدہ کے ہوتے ہوئے مسجد کو مسجد جانتے ہوئے پھر مسلمانوں کو اس سے روکتی اور مسلمانوں کی عبادت گاہ سکھوں کو شہید کرنے دیتی اور سکھوں کی حفاظت کرکے جو مسجد کو شہید کرتے ہیں ان کی امداد و اعانت کرتی۔ جب تک اسے ایسے ہی لوگوں نے کوئی سخت خطرناک فریب نہیں دیا ہو سکتا ہے کہ ایسے کو گورنمنٹ نے یہی باور کرایا ہو کہ اب وہ مسجد نہ رہی ایک فریب اور بھی سوجھا ہو گا کہ جسے مسجد شہید گنج کہا جاتا ہے یہ در حقیقت مسجد نہیں۔ مسجد نما ایک عمارت ہے جو کسی قاضی کی کچہری تھی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ان دشمنان عقل و خرد کو یہ معلوم نہیں کہ مسلمان کوئی عمارت مسجد نما نہیں بناتے کیا کوئی اور عمارت ایسی دکھائی جا سکتی ہے جو مسجد نما ہو مسجد نہ ہو۔ قاضی کی کچہری کی بھی ایک ہی ہوئی۔ ان جہلا کو کیا معلوم کہ پہلے مقدمات و مجالس نکاح وغیرہ عموماً مساجد ہی میں ہوا کرتے خود زمان برکت نشان حضور پرنور

والاجان میں بھی تھا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو کیا اسے وہ مسجدیں مسجدیں نہ رہیں، تماشیوں کی کچہریاں ہو گئیں؟ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

۲۔ مساجد بیوت اللہ ہیں اللہ کے دین کا شعار عظیم ہیں اور کسی شعار دین کی ادنیٰ سے ادنیٰ ہتک ہر مسلمان برداشت نہیں کر سکتے بیشک شعار دین پر حملہ دین پر حملہ ہے مسلمانوں کی ذاتی ہی عزت پر حملہ نہیں بلکہ مسلمانوں کی دینی عزت پر بھی جس پر مسلمان اپنی عزت و آبرو اپنی جان و مال تن من دھن سب کچھ قربان کر دینے کا سچا جذبہ رکھتے ہیں اور جو بن پڑے اور جس کی ان کا دین و مذہب اجازت دے وہ سب کچھ کر گذرنے کو تیار رہتے ہیں۔ مسجد شہید گنج یقیناً شعار دین ہے مسجد کی حفاظت و صیانت فرض عین ہے جہاں تک جس جائز طریقہ سے ہو کن ناگریز ہے کلیجہ اس مسلمان کہلانے والے کا دیکھو جو ان مسلمانوں کو جنھوں نے مسجد کی حفاظت و صیانت چاہی گورنمنٹ کے خلاف ہاتھ اٹھانا کیا لب تک نہ ہلایا اور مسجد کی حفاظت و صیانت چاہتے ہوئے اپنی جانیں جان آفریں کے سپرد کر دیں شعار دین پر اپنی قربانیاں چڑھا دیں اللہ کے راستے میں اپنی جانیں نثار کیں انھیں حرام موت مرنے والا کہے حدیث تو ارشاد فرمائے کہ[1] من قتل دون ماله فهو شهيد ومن قتل دون دمه فهو شهيد ومن قتل دون دينه فهو شهيد ومن قتل دون اهله فهو شهيد اور یہ برخلاف حکم حدیث کہے نہیں نہیں جو مسجد کی حفاظت و صیانت میں مارے گئے وہ شہید نہ ہوئے۔

حدیث فرماتی ہے اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے اپنے گھر والی یا کسی قرابت والے کی حرام سے حفاظت میں بلکہ اپنے مال کی حفاظت میں جو مارا جائے وہ شہید ہے دین کی حفاظت تو دین کی حفاظت ہے؟ تیسیر شرح جامع صغیر میں حدیث مذکور کی شرح میں علامہ مناوی قدس سرہ یوں فرماتے ہیں من قتل دون ماله ای عند دفعه من یرید اخذه ظلماً فهو شهيد ای فی حکم الآخرة لا الدنیا ومن قتل دون دمه ای فی الدفع عن نفسه فهو شهيد ومن قتل دون دينه ای فی نصرة دین الله والذب عنه فهو شهيد ومن قتل دون اهله ای فی الدفع عن بضع حليلته او قريبته فهو شهيد فی حکم الآخرة لا الدنيا لان المؤمن محترم ذاتاً ودماً واهلاً ومالاً فاذا ارید منه شیء من ذلک جاز له الدفع عنه فاذا قتل بسببه فهو شهيد۔ جہاں لوگوں کو حرام موت مرنے والا بتاتا ہے اس کے طور پر بھی نہیں بلکہ جو مسلمان اذان پر یا قربانی گاؤ پر شہید ہوتے رہے وہ سب بھی حرام موت مرے اور یہی نہیں بلکہ تیرہ سو برس کے اندر جتنے لوگ اپنا فرض ادا کرتے ہوئے مارے گئے وہ سب معاذ اللہ ایسی ہی حرام موت مرے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

[1] ترمذی شریف جلد اول ص ۲۹

قرامطہ ملعون نے مکہ معظمہ پر حملہ کیا ہزاروں حجاج کو قتل کیا جن میں بڑے بڑے حضرات علماء بھی تھے اولیا
تھے وہ قتل ہوتے رہے اور گاجر مولی کی طرح کٹتے رہے مثلاً حضرت شیخ علی بابویہ صوفی اسلام الاسلام میں سے
لم يقطع طوافه على بابويه وجعل يقول ع ترى المحبين صرعى في ديارهم كفتية الكهف لا يدرون
كم لبثوا والسيوف تنفقوه الى ان سقط ميتا رحمه الله تعالى۔ آنجناب نے طواف جاری رکھا تلواریں
پڑ رہی ہیں اور وہ طواف قطع نہیں فرماتے وہاں سے بھاگنا کیسا طواف جاری رکھتے ہوئے یہ شعر پڑھنا شروع
کر دیا تری المحبین الخ تو محبتوں کو ان دیار میں مدہوش پائے گا جیسے اصحاب کہف کہ انھیں خبر نہیں کہ وہ کہف
میں کتنا رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے وہ صحابہ کرام جو اوائل اولوالعزم ہوئے گئے اور بحیثیت یاؤں کے ساتھ
قتل کئے گئے کہ اپنا فرض چھوڑ دیں انھوں نے ساری ایذائیں تکلیفیں آلام خوشی سے برداشت کئے قتل ہونا منظور
کیا مگر جسے اپنا فرض جانتے تھے نہ چھوڑا یہ سب معاذ اللہ شہید ہوئے بلکہ .... انالہ
منکر کرنے سے اس کے تین مرتبے حدیث میں ارشاد ہوئے کہ فرمایا ﷺ من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم
يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الايمان جو تم میں کوئی منکر دیکھے تو اس پر لازم ہے کہ
اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دے اگر اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو زبان سے اور اگر اس کی قوت نہ رکھتا ہو تو دل سے
اسے برا جانے اور یہ اضعف ایمان ہے۔ مسجد جو شعار دین ہے اس کو گرانا یا کسی طرح اہانت کرنا بھی منکر اعظم ہے
اور ضرور اس کا ازالہ جس طرح ہو سکے ہر طور پر واجب و لازم ہے مسلمانوں نے یہاں اس کی استطاعت نہ تھی کہ وہ مسجد
ڈھانے والوں کو بقوت روکتے ان پر جہاد کرتے جہاد ہوتے تو انھوں نے ایسا نہ کیا کہ یہ اس حالت میں اس کی
انھیں اجازت نہ تھی اب دوسری صورت یہ تھی کہ زبان سے احتجاج کریں اپنی حق بات کا خوب روشن طریقہ پر اثبات
کریں غیروں کے باطل دعوی کا واضح طور پر ابطال کریں مسجد میں اور مسجد کے راستوں میں بیٹھ جائیں کہ پہلے مسجد
والوں کو ختم کرو پھر مسجد کو ہاتھ لگاؤ۔ اتنا ہم ایک ساتھ ایک بات بالحاظ کے شایان پر آمادہ ہوا انھوں نے
اپنا فرض ادا کرنا چاہا متفق ہو کر شہید گنج کی طرف چلے بنام کنٹرول حکومت نے انھیں روکا وہ رک گئے پھر جذبہ
حفاظت و صیانت سے متاثر ہو کر شعر پھر بڑھے گئے بار بار ہوا آخر کار ان نہتوں پر جن سے کسی طرح کسی
خطرناک کاروائی کا اندیشہ صحیح نہیں تھا حکومت نے آتشبازی کی اور افسوس کتنے مجروح ہوئے کتنے شہید
کتنی بی بیاں بیوہ ہو گئیں اور کتنے بچے یتیم کتنے گھر بے چراغ ہوئے اور کتنے مکانات ماتم کدہ بن گئے۔
امر بالمعروف اور ازالہ منکر میں اگر کوئی ضرر لاحق ہو تو ترک حلال ہے لازم نہیں بلکہ کرنا افضل ہے جبکہ جان

لہ مسلم مشکوٰۃ ص ۴۳۶

ایسا اعتبار کیوں کرتی ہے کہ انھیں آگے دن ایسی غلط اور پرخطر کارروائیاں کرنے کی جرأت ہوتی ہے۔

ہاں ایک ہی صورت ہے جس سے گورنمنٹ مسلمانوں کی اشک شوئی کر سکتی ہے وہ یہ کہ جو کچھ عمال حکومت نے دانستہ یا نادانستہ غلطی کی اور ناقابل تلافی نقصان پہونچایا کافی تحقیقات کے بعد اس کا ان سے انتقام مسلمانوں کی جانب سے لے۔ اور مسجد مچھلی بازار مسلمانوں کے حوالہ کرے سید حبیب اور جن نا کردہ خطا لوگوں کو عمال حکومت نے بے وجہ گرفتار کیا ہے انھیں آزاد کرے۔ دو آنکھیں خدا نے اسی مصلحت سے دی ہیں کہ دونوں جانب نظر کی جائے حکام کی حمایت ضرور حکومت پر لازم ہے کہ اگر حکام کی حمایت نہ کی جائے تو حکام کام نہ کر سکیں رعایا سے ان پر اندیشہ زیادتی ہو مگر رعایا کی رعایت بھی حکومت کا فرض ہے اگر وہ ادھر نظر التفات نہ کرے گی تو وہی نتیجہ ادھر ہوگا کہ حکام رعایا پر ظلم توڑیں گے اور اس پر زیادتی کریں گے جو حاکم غلطی کا ارتکاب کرے اسے سرزنش کرنا لازم اور جیسی غلطی ہو ویسی سزا ضرور۔ گورنمنٹ جیسے اپنے معاملات میں خطا پر فوری سزا دیتی ہے اور جیسی تحقیقات کرتی ہے ویسی ہی تحقیقات ویسی ہی سزا اس پر نافذ کی جائے۔ ماننا نہ ماننا اس کے اختیار ہے۔ ہم تو اس کا کہیں اتحاد ہے ہم نیک وجہ سے آپ کو آگاہ کر چکے۔

تقریر بالا سے روشن ہو گیا کہ مسلمانوں پر مسجد کی حفاظت و صیانت لازم ہے وہ ان کا فرض ہے جائز ذریعوں سے تا حد امکان اس میں سعی کریں جو امر جائز اور مفید ہو اسے کریں اور ناجائز نامفید سے بچیں کوئی ایسی بات نہ کی جائے جس سے فائدہ کے بجائے نقصان ہو پر امن احتجاج اور مظاہرہ اگر مفید ہوں اور کر سکتے ہوں تو بے شک کریں اپنا فرض کسی کی کراہت کی وجہ سے اور کسی کی خوشنودی سے ہرگز ترک نہیں کیا جاسکتا مگر جب کہ اس سے ضرر رسانی کا اندیشہ ہو۔ جب قانون اس سے مانع نہیں تو کوئی اندیشہ نہیں ایسا قانون ہو بھی نہیں سکتا آخر عام اضطراب اور بے چینی کا اظہار اور کس طرح ہو سکتا ہے اور حکومت کو اس کا علم اور کیسے کرایا جاسکتا ہے اگر ایسا قانون ہو تو کیا اس کے یہ معنی نہ ہوں گے کہ نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے۔ ہرگز کوئی قانون ایسا نہ ہوگا اور اگر ہو جائے تو جب بھی اتنا ہی ہوگا کہ لزوم نہ ہوگا و بس۔

قیود دین و مذہب سے آزادوں نے احرار اسلام اپنا نام رکھا ہے۔ سلطان معظم عبد الحمید خاں ان کی دینی آزادی جس موقع پر انھیں جیسا چلاتی ہے ویسا چلتے ہیں۔ کشمیر سے جیسا لازم تھا وہاں مسلمانوں کو قید و بند کی مصیبتوں میں ڈالنا ان کا فرض تھا دشمنان دین کے ہاتھوں مسلمانوں کے اپنے گلے کٹوانے کے لئے تیار کرنا ضرور تھا اپنا یہ فرض ادا کر رہے تھے اس لئے یہ غدار نہ تھے دین کے دوست دار تھے دشمن نہ تھے غدار اور

دشمن دین وہ تھا جو انھیں ایسا کرانے کو منع کرتا۔ اب شہید گنج کے معاملہ میں جو مسلمان شہید ہوئے وہ حرام موت مرے کہ یہ کام انھوں نے ان کی سرپرستی میں ہو کر انجام دیا۔ فرض تو جب ادا ہوتا جب ان سے پوچھ کر کرتے ان کی مجلس سے باضابطہ اجازت لیتے۔ جب انھوں نے ان سے نہ پوچھا تو حرام کیا اور حرام موت مرے۔ سید حبیب وغیرہ نے انھیں نہ پوچھا اور ان حرام کاروں کی حمایت نہ کی ان کی مجلس سے اجازت نہ لی اس سے بڑھ کر غداری اور دین سے عداوت ان کے نزدیک اور کیا ہوسکتی۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴: از بنگال فرید پور مسکوار مولوی عبدالمجید صاحب قادری رضوی۔ جمادی الاولٰی ۱۳۵۲ھ

مسجد کے اندر اذان ثانی دینا جائز ہے یا نہیں مع الدلائل حوالہ کتب۔ بینوا توجروا۔

الجواب: مسجد کے اندر جمعہ کی اذان ثانی ہو یا کوئی اذان دینا مکروہ ہے۔ یہ امر بفضلہ تعالٰی روز روشن سے زیادہ روشن کرکے دکھا دیا گیا ہٹ دھرمی کا کسی کے پاس علاج نہیں، رسائل اہل حق ملاحظہ کیجئے اس میں احادیث و فقہ و اقوال ائمہ و حدیث سے ہے اس کی کراہت اور اذان کے باہر ہونے کی سنیت کے بے شمار ثبوت ملیں گے دو چار عبارتیں اس وقت پیش کی جاتی ہیں۔ عالمگیری میں ہے: یؤذن علی المئذنۃ اوخارج المسجد ولایؤذن فی المسجد[1]۔ فتاوٰی امام فقیہ النفس قاضی خاں رحمۃ اللہ تعالٰی میں بھی یہی ہے[2]۔ عالمگیری میں اسی سے لیا ہے بعینہٖ یہی خلاصۃ الفتاوٰی میں ہے۔ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی میں علامہ ابراہیم حلبی فرماتے ہیں: الاذان انما یکون فی المئذنۃ اوخارج المسجد والاقامۃ فی داخلہ[3]۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں امام فخر الدین زیلعی فرماتے ہیں: السنۃ ان یکون الاذان فی المنارۃ والاقامۃ فی المسجد۔ فقہا ارشاد فرمائیں اذان خارج مسجد ہونا سنت ہے فقہا کہیں کہ اذان منارہ پر ہو یا خارج مسجد فقہا ممانعت فرمائیں کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے مسجد میں اذان مکروہ ہے مگر ہٹ دھرم ایک نہیں سنتے اپنے ائمہ کی نہیں سنتے تو جمال کے مولوی عبدالحی صاحب کی کون سنے گا جنھوں نے حاشیہ شرح وقایہ میں تشریح کی کہ خارج مسجد اذان ہونا مسنون والمسنون ھو الاتفق۔ شاید مولوی صاحب کے تلامذہ یا ان کے تلامذہ کے تلامذہ ان کا یہ قول دیکھ کر اپنی ہٹ سے باز آئیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵: از ناسک مرسلہ قاضی چراغ دین صاحب ڈپٹی کلکٹر ریٹائرڈ موضع ۔ ۹ر شعبان المعظم ۱۳۵۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ذیل کے مسائل میں:

(۱) شہر گلشن آباد عرف ناسک کی تمام مسجدوں میں اذان ثانی جمعہ دروازہ اصل پہلی اور ایک ہی اذان

[1] فتاوٰی عالمگیری مع حاشیہ جلد اول ص۵۵ مطبوعہ بیروت، [2] جلد اول ص[illegible]، [3] غنیہ ص[illegible] مطبوعہ لاہور

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وخلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے زمانہ مبارک میں تھی) بالکل منبر کے
متصل آہستہ دی جانے کا خلاف سنت رواج پڑ گیا تھا اسی موافق خطبہ مخلوط بزبان اردو وخلاف سنت متوارثہ
پڑھا جاتا تھا اس فقیر نے تحقیق وتدقیق کے بعد شہر کی جامع مسجد میں اذان خطبہ خارج از محل صلاۃ مسجد کے
دروازہ پر خطیب کے سامنے دی جانے کا اور خطبہ خالص عربی زبان میں پڑھے جانے کا رواج بہ نیت
احیاء سنت متروکہ جاری کیا دو سال تک یہ سلسلہ برابر جاری رہا آخر ماہ صفر ۴۵ھ میں عبدالشکور مولوی سورتی
گجراتی ناسک تشریف لائے ان میں شہر خطیب کے رشتہ داروں میں سے شیخ حسن صاحب بھتیجے صاحب
خطیب اور مصلیوں میں سے مسمی چاند خاں ابن حاجی ولی خاں و مراد خاں و شیخ حنیف الدین وغیرہ کے
شامل ہو کر مولوی صاحب موصوف کو بہ بہانہ وعظ تاریخ ۲۹ صفر ۱۳۴۵ھ روز جمعہ مسجد جامع میں لائے اور
اذان خطبہ جو بالکل مطابق سنت نبوی علیہ الصلاۃ والسلام خارج از محل صلاۃ دی جاتی تھی موقوف کرا کے
منبر کے قریب خطیب کے روبرو بالکل آہستہ سے دلوائی اور شیخ حسن صاحب خطیب نے خلاف سنت متوارثہ
خطبہ مخلوط بزبان اردو پڑھا۔

بعد از نماز مولوی صاحب نے وعظ فرمایا لیکن اذان و خطبہ کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں فرمایا
وعظ کے بعد مسجد سے باہر تشریف لے گئے اس وقت مولوی صاحب فرمانے لگے کہ اذان خطبہ مسجد کے
اندر منبر کے قریب ہاتھ دو ہاتھ پر خطیب کے روبرو دیا جانا سنت ہے علاوہ زمانہ حال میں چونکہ مسلمان عربی
نہیں جانتے ان کے وعظ و نصیحت کے لئے خطبہ بزبان اردو پڑھ دینا بہت افضل ہے سامعین میں
مولوی حافظ محمد اسمٰعیل صاحب برکاتی نقشبندی رئیس شانہ ضلع ناسک نے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا
خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجدد مأتہ حاضرہ نے کئی رسالہ و فتویٰ اذان و خطبہ کے متعلق شائع فرمائے اور
بدلائل ثابت کیا کہ اذان خطبہ جمعہ خارج از محل صلاۃ دینا ہی سنت ہے مسجد کے اندر منبر کے قریب اذان دینے
سے یہ اذان جو کہ اصل اذان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی اذان ہی نہیں رہتی مولوی صاحب
کو جواب کی تاب نہ ہونے کو تھی کہ سلسلہ بحث شیخ حنیف الدین نے اس طرح منقطع کیا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب
نے کئی ہزار مسلمانوں کو کافر بنایا ان کے صاحبزادے نے ایک کافر کو مسلمان کیا تو کیا ہوا (اشارہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ
کے وہابیوں کے خلاف فتویٰ شائع کرنے کی طرف) سلسلہ بحث ٹوٹ گیا۔ اذان خطبہ خارج از محل صلاۃ خطیب
کے روبرو بین یدیہ وعلی باب المسجد دینا ہی سنت ہے لیکن یہ سنت مردہ ہو گئی تھی۔ اس فقیر نے محض

احیار سنت کی وہ اس پر ثواب حاصل کرنے کی نیت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم و خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مبارک زمانہ میں جیسی کہ دروازہ پر دی جاتی تھی دلوانی شروع کی وہ سال تک کسی نے کسی طرح کی مزاحمت نہ کی وہ سال تک جاری ہوئی۔ سنت کو بریں سو قوف کرا دینے والے اور اس فعل کو خلاف سنت سمجھنے والوں کے حق میں کیا وعید آئی اور کس گناہ کے مرتکب ہوئے۔

(۲) اذان خطبہ خارج از محل صلاۃ دینا احناف کے نزدیک سنت ہے ترک سنت سے اذان مکروہ تحریمی ہو جاتی ہے ترک سنت پر اصرار اور خلاف سنت فعل کو عین سنت سمجھنے والوں کے حق میں کیا وعید آئی ہے؟

(۳) ترک سنت کی عادت و اصرار پر جو اذان دی جائے اسی اذان سے خطبہ و نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

(۴) اور جو مسلمان ترک سنت پر ہٹ دھرمی کرے ان کے حق میں کیا وعید آئی ہے؟

(۵) اسی موافق خطبہ غلط بزبان اردو یا اور کوئی زبان میں پڑھے اور مخلوط زبان میں خطبہ پڑھنے پر اصرار کرے اور عادت ڈال لیوے اور مصلی بھی مخلوط خطبہ پڑھے جانے پر اصرار کرے تو ان کا خطبہ و نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

(۶) جو امام یا خطیب اذان خطبہ محل صلاۃ میں خطیب یا امام کے روبرو دیئے جانے پر اصرار کرے اور اسے عین سنت سمجھے اور مصلیوں کی خاطر مخلوط زبان میں خطبہ خلاف سنت متوارثہ پڑھا کرے اور ایسے فعل کو افضل جانے کہ مضمون خطبہ مصلیوں کی سمجھ میں آتا ہے اور انھیں وعظ و نصیحت کا کام دیتا ہے جو خطبہ کی غرض ہے ایسے خطیب یا امام کی امامت درست ہے یا نہیں اور ایسے امام کی اقتدا کی جائے یا نہیں؟

(۷) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مکتوبات شریف جلد اول مکتوب ۱۹۶ میں فرماتے ہیں بدعت بر دو نوع سنت حسنہ دیدہ حسنہ آن عمل نیک را گویند کہ بعد از زمان آن سرور و خلفاء راشدین علیہ وعلیہم الصلاۃ والسلام آں را دا من التحیات اکملہا پیدا شدہ باشد و رفع سنت نہ نماید و سیئہ آنکہ رافع سنت باشد۔ اذان خطبہ جمعہ جو حضور اقدس و خلفاء راشدین علیہ وعلیہم الصلاۃ والسلام کے زمانۂ مبارک میں مسجد کے دروازہ پر خارج از محل صلاۃ دی جاتی تھی اسے منبر کے قریب محل صلاۃ میں دلانا اور اسی موافق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے مبارک زمانہ میں خطبہ خالص عربی زبان میں پڑھا جاتا تھا اسے مخلوط زبان میں پڑھنا بدعت سیئہ ہے یا نہیں۔ یہ دونوں فعل رافع سنت اصلی ہے۔

(۸) ان دونوں فعلوں کو جائز و افضل سمجھ کر کرنے والوں کا بدعتیوں میں شمار ہوگا یا نہیں اور جو امام یا خطیب یہ دونوں فعل خود کرے اور روا رکھے اس کی امامت جائز ہے یا نہیں اور ایسے امام یا خطیب کی اقتدا میں نماز

ہو جائے گی یا نہیں؟

(۹) اذان خطبہ جمعہ کے وقت قاضی شرع جو مسجد میں نماز کے لئے حاضر تھا اس نے اذان جمعہ کے متعلق مسئلہ بیان کیا فقہ حنفی کی مستند کتابوں میں مثلاً غنیہ، شرح وقایہ، بہار شریعت، فتاویٰ رضویہ و فتویٰ مبارکہ بریلی وغیرہ میں اذان ثانی جمعہ خارج از محل صلاۃ مسجد کے دروازہ پر خطیب کے روبرو دی جانی سنت ہے اور اس نے (قاضی نے) جو جگہ اس اذان کے لئے مقرر کی ہے وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ مبارک کی سنت کے مطابق ہے مسجد کے اندر منبر کے متصل آہستہ اذان دینا خلاف سنت و مکروہ تحریمی ہے اس پر مصلیوں میں سے ایک شخص قاضی کو ڈانٹ کر کہتا ہے تم تمہارے دل میں سے نکالا ہوا مسئلہ نہیں مانتے کسی شہر میں ایسی یہ رواج نہیں ہے تمام دنیا کی مسجدوں میں یہ اذان منبر کے متصل دی جاتی ہے ہم ہرگز یہ اذان دروازہ مسجد پر نہیں ہونے دیں گے۔ خطیب صاحب منبر پر بیٹھے ہوئے سن رہے ہیں انھوں نے زبان تک نہیں ہلائی بلکہ خاموشی علامت رضامندی کے مطابق مؤذن کو مسجد کے اندر منبر کے بالکل متصل خود کے روبرو آہستہ سے اذان دلوائی اور خطبہ بھی حکومتاً بزبان اردو پڑھ دیا مصلیوں میں سے ایک شخص مسمیٰ کھڑے رہ کر فرماتے ہیں صحیح بخاری شریف میں فلاں نمبر کی حدیث میں یوں لکھا ہے کہ اذان خطیب نے سننا چاہئے اور جواب دینا چاہئے حدیث کی اصل عبارت اس شخص نے تلاوت نہیں کی خطیب صاحب و صاحبان موصوف اور جو مصلی ان کے اس فعل میں شریک ہو جائے گے وہ آیت شریفہ یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم کے تحت قاضی شرع کی جو کہ اولی الامر میں شمار ہوتا ہے نافرمانی و ہتک کے علاوہ اور کن کن گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔

پہلا شخص جو قاضی شرع کے مستند فقہ کی کتابوں میں سے بیان کئے ہوئے شرعی مسائل کو ایسی تعبیر و حقارت سے تعبیر کرے اور ان کے نہیں جاننے پر اصرار کرے وہ کفر کی حد تک پہونچتا ہے یا نہیں دوسرا شخص پہلے کی تائید میں احکام فقہی کے خلاف بیحدیث کا مکمل ترجمہ سنائے اور خطیب صاحب جو دل سے قاضی شرع کے بجائے فقہی مسائل کو جھوٹ جانے اور ان مسائل کے خلاف عمل کرے وہ کن کن گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں گو اسلامی حکومت نہ ہو تاہم ایسی صورت میں قاضی شرع اولی الامر کی حیثیت رکھتا ہے یا نہیں اگر رکھتا ہے تو ایسی ہستیوں پر شرعاً کیا حد مقرر ہے اسلامی حکومت نہ ہونے سے قاضی شرع کو شرعی حد جاری کرنے سے مجبور ہے تاہم عام مسلمانوں کو یہ تو معلوم ہو جائے گا کہ ایسی ہستیاں شرعاً کس سزا کے مستحق ہیں آیت شریفہ

ف سورۂ نساء آیت ۵۹

کا دوسرا جزو فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول[1] سے متعلق اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ اذان خطبہ جمعہ مسجد کی سیڑھیوں پر دلوانے کا اور خطبہ جمعہ خالص زبان عربی میں پڑھا جانے کا دو سال کا طویل زمانہ گزر گیا خطیب صاحب جب کبھی نماز جمعہ کے لئے جامع مسجد میں شریک رہے اذان ثانی مسجد کی سیڑھیوں پر جہاں قاضی نے اذان دلوانی شروع کرا دی تھی دیئے جانے پر مزاحمت نہیں فرمائی گو خطبہ مخلوط بزبان اردو خطیب صاحب پڑھا کرتے تھے خطیب صاحب نماز جمعہ کے لئے جامع مسجد میں ہفتوں شریک نہیں رہتے اور ان کی عدم حاضری میں قاضی شرع خطبہ و نماز پڑھایا کئے صاحبان موصوف کو یا خطیب صاحب کو اذان یا خطبہ کے متعلق کسی قسم کا شک نہیں گذرا دونوں صاحبان موصوف اور ان کے ساتھی کا کوئی جمعہ قضا نہیں ہوا دو سال کے عرصہ میں قریب ۱۰۰ جمعہ کی نمازیں اس طرح ادا کیں اور ہمیشہ قاضی شرع کی تعریف کرتے رہے کہ قاضی صاحب جب سے وطن کو چھوڑ کر آئے جامع مسجد میں نماز جمعہ مطابق شرع شریف سنت نبوی علیہ الصلاۃ والسلام و فقہ حنفی کے مطابق ادا ہوتی ہے مولوی عبد اللہ کے آجانے سے دفعتاً انھیں احساس ہوا کہ اذان ثانی مسجد کے دروازہ پر خارج از محل صلاۃ دی جانا خلاف سنت ہے۔

بالفرض اگر یہ بھی مانا جائے کہ مولوی عبد اللہ نے یہ مسئلہ انھیں بتلایا تو ان کا فرض تھا کہ قاضی شرع سے دریافت کرتے کہ مولوی عبد اللہ اذان و خطبہ کے متعلق ایسا مسئلہ بیان کرتے ہیں ان کے نزدیک کیا دلائل ہیں کوئی تین ہفتہ مولوی عبد اللہ کا قیام رہا بلکہ مولوی صاحب موصوف کو قاضی شرع نے بار کر ان سے سوال میں دریافت کیا تو کہنے لگے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب مرحوم ایک ضعیف حدیث پر عمل کرانا چاہتے تھے اب وہ فوت ہو گئے حال کے مفتی کفایت اللہ صاحب جید عالم حنفی کہ ہیں ان سے اس بارے میں مسئلہ دریافت کیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے میں بیمار ہوں بیماری کی وجہ سے کل جمعہ کے دن وعظ کو بھی نہیں جا سکوں گا میں ان قصوں میں پڑنا نہیں چاہتا لیکن جب کہ اگر مصلیوں کی خواہش ہے کہ اذان منبر کے قریب مسجد (محل صلاۃ) میں دی جائے اور خطبہ مخلوط بزبان اردو پڑھا جائے تو آپ خواہ مخواہ کیوں لڑائی کرتے ہو احمد رضا خان صاحب نے ہر جگہ یہ فساد برپا کر رکھا ہے میں دفع شر کے لئے بہتر ہے کہ ضعیف حدیث پر عمل نہ کیا جائے مولوی عبد اللہ دیوبندی عالم ہیں دیوبندی عالموں کے معتقد نظر آتے ہیں دیوبندی علماء مثلاً رشید احمد اشرف علی عبد الشکور وغیرہ کی فقہ کی کتابوں پر مولوی عبد اللہ کا دار و مدار تھا سنن ابو داؤد شریف کی حدیث کو بے تحقیق ضعیف قرار دیتے اور آخر میں صاف کہہ بھی دیا کہ مفتی کفایت اللہ کے فتوی منگوا کر ان پر عمل کیا جائے۔

[1] سورۂ نساء آیت ۵۹

دیوبندی عقائد کے مولوی صاحب ہونے کی اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مولوی عبداللہ مکہ شریف میں سکونت
کی طرف سے عرب کے بچوں کو اردو سکھانے پر مقرر ہیں۔ اور ان کا ایک لڑکا امینیہ مدرسہ میں پڑھتا ہے اسے
مکہ شریف سے جانے ہندوستان آئے تھے اور دہلی جاتے جاتے مارہرہ آگئے تھے خود کے قول و قرار پاسداری کا یہ حال
اتنا تھا کہ بیماری کی وجہ سے وعظ کے لئے جانا نہیں ہوگا نہ میں وعظ کہوں گا نہ آپ کے کاموں میں دخل
دوں گا ایسا وعدہ کرکے بھی آپ نے وعدہ خلافی کی مسجد جامع میں تشریف لے گئے وعظ بھی کہا اور خلاف
سنت اذان و خطبہ ہونے دیے غیر مصلیوں کو یا خطیب صاحب کو اگر حقیقت میں تحقیق مسئلہ کی ضرورت ہوتی
تو قاضی شرع کی جس جمعہ کے دن مخالفت کی اور اس کے بتائے ہوئے مسائل کو ٹھکرا دیا (غالباً یہ واقعہ تاریخ
۱۰ ربیع الثانی کا ہے) اس کے بعد آج تک مصلیوں میں سے کسی نے یا خطیب نے جھوٹ بھی ان مسائل
کی تحقیق کے لئے قاضی کے گھر جانے کی تکلیف گوارہ نہ کی حالانکہ قاضی نے انہیں ۱۲ ربیع الثانی بروز اتوار
تحقیق مسائل کے لئے گھر آنے اور کتابیں دیکھنے کے لئے بلایا بھی تھا۔

قاضی شہر تو حسب فرمان آقائے نامدار سرکار دو عالم علیہ الصلاۃ والسلام (۱) من احیا سنتی فقد احبنی
ومن احبنی کان معی فی الجنۃ (۲) مشکوۃ احیا سنۃ من سنتی قد امیتت فان لہ من الاجر مثل اجر
من عمل بہا من غیر ان ینقص من اجورہم شیئا (۳) مشکوۃ تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ
شہید اجر و ثواب کا مستحق ہوگا لیکن جن جن ہستیوں نے جاری کی ہوئی سنت متروکہ کو جبراً موقوف کرایا اور اپنے
اس فعل پر اصرار بھی کرتے ہیں تو وہ کس وجہ سے مستحق ہوتے ہیں بعد ترک سنت پر تو یہ وعید آئی ہے کہ من ترک
سنتی لم ینل شفاعتی۔ فقط ترک سنت پر یہ وعید ہے تو جاری کی ہوئی سنت متروکہ کو جبراً موقوف کرانے کا گناہ
تو ترک سنت سے بہت زیادہ ہونا چاہیے۔

ایک بات اور قابل غور ہے کہ مولوی عبداللہ کے بہکانے سے خطیب صاحب اذان کے ساتھ تحریری
مثلاً رشید احمد اشرف علی وغیرہ جن پر حرمین شریفین سے کفر کا فتویٰ جاری کیا گیا ان کے بتائے ہوئے فتووں پر
عمل کیا گیا تو ان صاحبوں کا شمار دیوبندی علماء کے مقلدین میں ہوگا یا نہیں؟ ناظرین خود فیصلہ کریں۔

الجواب۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ط اللہم [illegible] من ترک السنن [illegible]
خطبہ کی دوسری اذان ہے جو عہد کریم حضور نبی رؤف رحیم علیہ الصلاۃ والتسلیم میں پیش خطیب خارج مسجد دی جاتی
تھی اور زمانہ خلافت شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں بھی یہ ایک اذان اسی طرح دی جاتی اور جب زمانہ حضرت

۱ ترمذی شریف جلد دوم ص ۹۲ ، ۲ بیہقی مشکوۃ ص ۳۰

ذی النورین رضی اللہ تعالٰی عنہ میں مدینہ طیبہ کی آبادی زائد ہوگئی تو حضرت نے ایک اذان اور خطبہ سے قبل مقام زوراء میں اور اضافہ فرمائی اور اذان خطبہ بدستور خارج مسجد کہا ہشام کے زمانہ میں دو منارہ والی اذان بھی مسجد کی طرف منتقل ہوگئی اسی لئے ہمارے تمام علمائے کرام ائمہ تمام تاحال اپنی تصنیفات عالیات میں برابر کھلی کھلی تصریحات فرماتے آئے کہ خارج مسجد اذان مسنون ہے مسجد یعنی موضع صلاۃ میں اذان مکروہ ہے داخل مسجد اذان نہ دی جائے علامہ ابراہیم حلبی غنیہ[1] میں فرماتے ہیں الاذان انما یکون فی المئذنۃ او خارج المسجد والاقامۃ فی داخلہ علامہ طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں قہستانی اور نظم سے ناقل یکرہ[2] ان یؤذن فی المسجد اسی میں فتح القدیر سے ہے فان لم یکن ثمہ مکان مرتفع للاذان یؤذن فی فناء المسجد قہستانی میں ہے لا یؤذن فی المسجد فانہ مکروہ اھ جامع کتب میں ہے لا یؤذن فی المسجد نیز یکرہ الاذان فی المسجد فتح القدیر امام ابن الہمام فرماتے ہیں[3] قولہم الکائن فی مسئلۃ المعتکف یقتضی کون المعہود اختلاف مکانہما وکذلک شرعا والاقامۃ فی المسجد ولابد اما الاذان فعلی المئذنۃ فان لم یکن ففی فناء المسجد وقالوا لا یؤذن فی المسجد امام اتقانی غایۃ البیان اور امام محقق علی الاطلاق ابن الہمام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما فتح القدیر میں خاص باب الجمعہ میں فرماتے ہیں ھو ای الاذان ذکر اللہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراہۃ الاذان فی داخلہ اھ

فقہائے کرام کے باب الاذان میں یہ ارشادات کہ یکرہ الاذان فی المسجد اور لا یؤذن فی المسجد ہر سمجھ والے کے نزدیک عام ہیں کہ ہر ایک اذان کو شامل ہیں مگر بعض ہٹ دھرم زبردستی یہاں یہ کہتے ہیں کہ اذان پنجگانہ کے لئے ہے اذان خطبہ اس سے مستثنیٰ ہے مگر ان دونوں جلیل اماموں نے خاص باب الجمعہ میں یہ فرما کر ان معاندوں کی دھن دوزی فریادی اور اس ہٹ دھرمی کی پوری خبر گیری رسائل اہل حق میں کافی طور پر کی گئی جس کے اعادہ کی یہاں حاجت نہیں ہے مسجد میں اذان یقیناً مکروہ خلاف سنت ہے مدخل امام محمد بن الحاج میں نہی عن الاذان فی المسجد کی خاص ایک فصل قائم فرماتے ہیں فصل فی النہی عن الاذان فی المسجد وقد تقدم ان الاذان ثلثۃ مواضع المنارۃ وعلی سطح المسجد وعلی بابہ واذا کان ذلک کذلک فیمنع من الاذان فی جوف المسجد بوجوہ احدہا انہ لم یکن من فعل من مضی الثانی ان الاذان انما ھو نداء الناس لیاتوا الی المسجد ومن کان فیہ فلا فائدۃ لندائہ لان ذلک تحصیل ما حصل ومن کان فی بیتہ فانہ لا یسمع من المسجد غالبا واذا کان الاذان فی المسجد علی ھذہ الصفۃ فلا فائدۃ لہ وما لیس فیہ فائدۃ تمنع الثالث ان الاذان فی المسجد فیہ تشویش علی من ھو فیہ متنفل او یفعل غیر

[1] غنیہ ص ۳۷۲ مطبوعہ سہیل [2] طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۰۷ مطبوعہ بیروت [3] فتح القدیر ص ۲۱ مطبوعہ پشاور

ذالک من العبادات التی ہی فی المسجد اجتنبوا ما کان بھذہ الصفۃ فیمنع لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام لا
ضرر ولا ضرار او لمقصود لہ

اذان اعلام غائبین کے لئے ہے اذان خطبہ اعلام غائبین کے لئے نہ مان کر اعلام حاضرین کے لئے جاننا
نری ہٹ دھرمی اور تغیر سنت ہے اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ عہد رسالت سے اول عہد عثمان رضی اللہ تعالیٰ
عنہ تک یہی ایک اذان تھی تو یقیناً اعلام غائبین ہی کے لئے تھی ایک اذان مزید اعلام کے لئے اضافہ ہوئی اس
نے اس اذان خطبہ کا مقصود بدل دیا مسجد میں اذان سے اعلام غائبین نہ ہوگا اور یہ اپنے مقصود سے خالی
ہوتی ہے باطل ہو جاتی ہے مسجد کے اندر کی اذان اذان ہی نہیں اسکی مثل امام ابن الحاج سے گزرا اذا
کان الاذان فی المسجد علی ہذہ الصفۃ فلا فائدۃ لہ وما لیس فیہ فائدۃ تو یمنع۔ نیز علماء فرماتے ہیں اذا
خلا الشیئ من المقصود بطل جو لوگ مسجد کے اندر اذان دلواتے ہیں وہ یہی نہیں خلاف سنت اور مکروہ کام
کرتے ہیں بلکہ ایک اذان ہی کو باطل کر دیتے ہیں جو لوگ ترک سنت کرتے ہیں یقیناً معاتب ہیں اس وعید
سے ڈریں من ترک سنتی لم ینل شفاعتی ان کا یہ عذر مسموع نہ ہوگا کہ ہم خارج مسجد اذان کو سنت نہیں
جانتے داخل مسجد اذان کو سنت مانتے ہیں خصوصاً اس صورت میں کہ حدیث و فقہ کے ارشادات سے انہیں
بتا بھی دیا گیا یہ جہل عذر نہیں بلکہ وہ خود دوسرا وبال ہے اور جہالت کرنا اور شدید الزام جس نے حمایت سنت
کی ہو اسے سو شہید کے اجر کا حدیث شریف وعدہ ہے من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ
شہید رواہ البیہقی فی الزہد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

خارج مسجد اذان ہونا حدیث سے ثابت داخل مسجد اذان کی کراہت وممانعت فقہائے کرام کے
ارشادات سے واضح برخلاف حدیث و فقہ یہ کہنا کہ اذان خطبہ مسجد کے اندر منبر کے قریب ہاتھ دو ہاتھ کے
فاصلے سے دی جانا ہی سنت ہے۔ کیسا کھلا افترا اور سخت ہٹ دھرمی اور شدید جہالت ہے اللہ عزوجل محفوظ
رکھے۔ کیا اس کے قائل میں دم ہے کہ وہ کسی ایک ہی معتبر مستند عالم سے اپنے کسی ایک دعوی کی تائید پیش
کر سکے اس نے یہ دعوی کیا ہے مسجد کے اندر منبر کے قریب ہاتھ دو ہاتھ کے فاصلے سے خطبہ خالص
عربی زبان ہی میں ہونا مسنون ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر سراسر افترا ہے کہ انھوں نے معاذ اللہ
کئی ہزار مسلمانوں کو کافر بنا دیا یہ ان لوگوں کا پروپیگنڈہ ہے جو اپنے کفروں پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں اور اپنے
واضح کفریات کی بنا پر علماء عرب و عجم کی تکفیر کو بے اعتبار کرنا چاہتے ہیں یہ شخص جس نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا

[1] مشکوٰۃ شریف ص

کی نسبت یہ کہا یا تو خود ان میں کا ایک ہے یا ان کا دام افتادہ ان کا فریب خوردہ یہ سب مل کر پوری کوشش
سے کسی ایک شخص کا نام لیں کہ فلاں شخص کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے کافر بنایا ہے ہزار تو در کنار
اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ان لوگوں کی تکفیر کی ہے جنھوں نے جنت و دوزخ کا انکار کیا فرشتوں اور
شیاطین کا انکار کیا۔ نماز روزہ کا انکار کیا اور وہ جنھوں نے اللہ و رسول کی کھلی کھلی توہینیں کیں اس سبوح قدوس
جل مجدہ کو بھی جانا جھوٹ جیسے عیب کو اس سے واقع مانا چوری شراب خوری جہل و ظلم جیسے عیوب کا اس
پاک ذات پر دھبہ لگایا حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے علم عظیم سے شیطان لعین کے علم کو وسیع بتایا شیطان کے
لئے علم غیب نص سے ثابت مانا اور حضور کے لئے ماننے کو شرک بتایا۔ یوں یا شیطان کو غیر خدا نہ جانا یا اپنے
منہ شیطان کے لئے علم غیب مان کر شرک ہوا اور شرک کو نص سے ثابت جانا اور وہ جس نے حضور علیہ الصلاۃ
والسلام کے علم شریف کے بارے میں یہ لکھا کہ ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے
لئے حاصل ہے معاذ اللہ اور وہ جس نے حضور خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد نبوت کی جگہ رکھی
اور قرآن پر بے ربطی کی الزام لگائی حضور کے بعد بلکہ حضور کے زمانہ میں کہیں کوئی نبی پیدا ہونے سے ختم نبوت
میں کوئی خلل نہ جانا خاتم النبیین کے نئے معنی گھڑے اور جو معنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام
اور آج تک تمام مسلمان سمجھے سب اسے خیال عوام ٹھہرایا اور اسے صحیح نہ جانا اور وہ جنھوں نے اپنی نبوت کا
ادعا کیا اور وہ ان جھوٹے مدعیوں کو بھی مانتے یا مجدد جانتے یا کم از کم مسلمان جانتے ہیں۔ اور وہ جنھوں نے
حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام یا کسی اور نبی کی توہینیں کی ہیں یا ان کی نبوت سے انکار کیا ہے اور محض مدبر
مداری واعظ اور ایک مصلح جانا ہے۔ اور وہ جنھوں نے مولیٰ علی کو خدا مانا یا خدا کو ان میں سمایا ہوا ٹھہرایا یا حضرات
اہل بیت کرام کو سوا حضور علیہ الصلاۃ والسلام اور انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام سے افضل جانا یا جبریل امین علیہ الصلاۃ
والسلام کو غلطی کا اور خائن ٹھہرایا یا غیر نبی مولیٰ علی کو نبوت کا اہل اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام نبی الانبیاء کو نبوت
کے لائق نہ جانا جن کا یہ عقیدہ ہے کہ نبوت بھیجی تو اللہ نے مولیٰ علی کو تھی اور جبریل غلطی سے حضور علیہ الصلاۃ
والسلام کو دے گئے اور وہ جنھوں نے اس قرآن کو دخل بشری سے محفوظ نہ جانا یا اس کو عثمانی ٹھہرایا یا ناقص
بتایا جنھوں نے خدا پر عیب لگایا کہ وہ حکم دے کر پچھتاتا ہے وغیرہ وغیرہ کفریات اور وہ جن کا یہ عقیدہ ہے جو
لا الہ الا اللہ کہتا ہے کیسے گندے گھنونے کفری عقیدے رکھتا ہو مسلمان ہے اور وہ جو گاندھی کی آندھی میں اڑے
جنھوں نے کھلے کھلے الفاظ کفر بکے اور افعال کفر کئے۔

یونہی اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ہر اس شخص کی تکفیر کی ہے جو ضروریات دین سے کسی ضروری دینی کا منکر ہو مسلمان تھے سوا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کسے کافر کہا ہے کیا لوگ محض نام اسلام رکھ کر اور گائے کا گوشت کھا کر مسلمان کہے جا سکتے ہیں کہ ان کی تکفیر صحیح ہے کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو کافر کہا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ یہ دیوبندی لوگوں کا پروپیگنڈہ ہے محض اس لئے کہ ان کی صحیح تکفیر لوگوں کی نظر میں بے اعتبار ہو جائے ان لوگوں کے نزدیک کفر کرنا عیب نہیں کافر کو کافر کہنا عیب ہے قاتلهم الله انّى يؤفكون وسيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون ہم ابھی آگے چل کر ثابت کریں گے کہ یہ جھوٹے مفتری دیوبندی جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر تکفیر مسلمین کا بہتان افترا کرتے ہیں خود واقعی تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر مشرک جانتے ہیں یونہی ان لوگوں کی بھی جو ضروریات دین کے منکر ہوں تو یہ تکفیر کرتا رہنے والے اپنے طور پر بھی لاکھوں کی تعداد مسلمان کہلانے والوں کو کافر کہہ چکے ہیں۔ وہابی کی بنا مذہب ہی مسلمانوں کی تکفیر اور شرک گوئی ہے ان کے نزدیک شرک اتنا عام سے ہے جس سے کوئی مسلمان نہیں ان کے شرک کی بوچھار یہی نہیں کہ تمام زندہ مردہ مسلمانوں ہی پر پڑی ہیں اور ان کا شرک عالمگیر شرک ہے بلکہ معاذ اللہ خود رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ان کا حکم شرک جاری ہے اس کی بحث طویل اور اس کے ثبوت طویل دیکھنی ہوں تو رسالہ مبارکہ اکمال الطامۃ علی شرک سوّی بالامور العامہ دیکھیں۔

یہاں مختصر صرف اتنی گزارش ہے کہ یہاں وہابی مذہب کا امام اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب تقویۃ الایمان جس کے متعلق دیوبندی کے امام گنگوہی کی تصریح ہے کہ کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ اور سچی کتاب ہے اور موجب قوت و اصلاح ایمان ہے اور قرآن و حدیث کا پورا پورا مطلب اس میں ہے اور رد شرک و بدعت میں لاجواب ہے۔ استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں اور اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے تقویۃ الایمان میں ایک حدیث کا ترجمہ کر کے لکھتے ہیں کہ اللہ ایک باؤ بھیجے گا سو جان نکال لے گی جس کے دل میں ہو گا رائی کے دانہ بھر ایمان۔ اس پر یہ فائدہ جڑا ہے سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا یعنی وہ ہوا چل گئی اور سارے زمین پر کوئی مسلمان باقی نہ رہا دیوبندیو اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو تمہاری وہ کتاب جس کا لکھنا تمہارے نزدیک عین اسلام ہے یعنی جہاں وہ نہ ہو وہاں اسلام ہی نہیں وہ روئے زمین کے تمام مسلمانوں کو کافر کہتی ہے تو کیا تم روئے زمین سے کہیں علیحدہ کسی کونے میں بستے ہو اور تم آپ کیسے مسلمان تمہاری کتاب کے طور پر جہان بھر کے مسلمان ہوئے ہی تم خود بھی کافر ہو گئے یا نہیں [illegible]

ولعذاب الآخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون ۝ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر جھوٹا افترا کرنے والو اعلیٰ حضرت نے کئی ہزار مسلمان کہلانے والوں کو کافر بنایا یا تم نے جہاں بھر کے مسلمانوں کو کافر بنا ڈالا اور اس تکفیر جمیع مسلمین کو دین اسلام بنا والله الهادی وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) مسجد کے اندر اذان مسجد کی بے ادبی اور بدعت ہے بدعت کو سنت سمجھنا اور سنت کو بدعت سخت وبال عظیم ہے اور سنت کو مٹانا اور اس کے معارض فعل کرنا سنت سیئہ ہے اور حدیث میں فرمایا من سن سنۃ سیئۃ فعلیہ وزرھا ووزر من عمل بھا الی یوم القیامۃ اور ایسے شخص کو جو سنت مٹانے کے درپے ہو اسے حدیث میں من ترد سنتی ثم یتمثل شئ حق سے ڈرایا جائے اور معلوم ہو چکا کہ جہل عذر نہیں حدیث میں ہے من جادل فی خصومۃ بغیر علم لم یزل فی سخط الله حتی ینزع تیسیر میں اس حدیث کے نیچے فرمایا من جادل فی خصومۃ ای استعمل التعصب والمراء حتی ینزع ای ترک ذلک ویتوب منہ توبۃ صحیحۃ حدیث میں ہے من کانت فترتہ الی سنتی فقد اھتدی ومن کانت فترتہ الی غیر ذلک فقد ھلک رواہ الطبرانی فی معجم الکبیر وابن حبان والحاکم باسنادھم کما فی الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ اور حدیث میں ہے ما من امۃ ابتدعت بعد نبیھا فی دینھا الا اضاعت مثلھا من السنۃ روی الطبرانی باسنادہ عن غضیف بن الحارث رضی الله تعالیٰ عنہ اور حدیث میں ہے قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم ان الله حجب التوبۃ عن کل صاحب بدعۃ حتی یدع بدعتہ رواہ الطبرانی باسنادہ عن انس رضی الله تعالیٰ عنہ ابی الله ان یقبل عمل صاحب بدعۃ حتی یدع بدعتہ رواہ ابن ماجۃ باسنادہ عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنھما والله تعالیٰ اعلم۔

(۳) اذان سنت خطبہ وصلاۃ کی شرط نہیں لہٰذا اذان کے خلاف سنت ہونے سے خطبہ وصلاۃ کی صحت میں خلل نہیں آتا۔ والله تعالیٰ اعلم۔

(۴) اس کا جواب اوپر ہو چکا۔

(۵) خطیب اگر تمام تر اردو میں پڑھے گا یا مخلوط پڑھے گا تو خطبہ ہو جائے گا مگر یہ فعل خلاف سنت ہوگا لوگ اگر اصرار کریں گے کہ نماز بھی ہماری سمجھ میں نہیں آتی لہٰذا اردو میں یا کسی اور میں ایسی زبان میں جو ہم سمجھ سکیں پڑھائی جائے تو ان کے لحاظ سے نماز بھی ایسا خطیب پڑھا کرے گا۔ عہد صحابہ کرام میں بہت

لے مسلم، مشکوٰۃ ص ۳۳ ۲ے سنن ابن ماجہ ص ۶

کثیر فتوحات عجم کی ہوئیں اور جوامع بنائی گئیں مگر کبھی کسی صحابی سے یا بعد صحابہ کسی سے ثابت نہیں کہ وہاں کی زبان میں خطبہ پڑھا ہو ہمیشہ خطبہ خالص عربی ہی ہوتا رہا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۶) اس کا جواب بھی اوپر کے جواب سے واضح ہے وعظ وتذکیر خطبہ سے پہلے اہل شہر کی زبان میں کرسکتا ہے یا بعد نماز اس کے لئے سنت کی تغییر کا وبال کیوں لے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۷) خطبہ میں کسی اور زبان کا خلط یقیناً اساءت ہے اور اذان مسجد کے اندر بدعت رافع سنت ہے مدخل میں اسی فصل نہی عن الاذان فی المسجد میں فرمایا انظر رحمنا اللہ تعالٰی وایاک الی ھذہ البدعۃ کیف جرت الی بدع اخر اھ اور معلوم ہوچکا کہ مسجد کے اندر کی اذان اذان ہی نہیں کہ اس سے غائب اعلام غائبین نہیں ہوتا تو اندر اذان کہلوانا سنت کی مخالفت اور اس کا منع ہے اور اذان کو بے معنی کردینا مدخل میں ہے۔ الاذان انما ھو نداء الی الصلاۃ ومن ھو فی المسجد لا معنی لندائہ اذ ھو حاضر ومن ھو خارج المسجد لا یسمع النداء اذا کان النداء فی المسجد۔ اللہ تعالٰی رحم فرمائے سنت متروک ہوگئی اور اس کی جگہ یہ بدعت عادت ہوگئی آنکھ کھول کر اپنے گردوپیش جو یہ بدعت جاری دیکھی تو اب لاکھ کہو کہ یہ بدعت ہے اسے چھوڑو اور حدیث وفقہ سے ہزار ثابت کرو کہ یہ سنت ہے اسے اختیار کرو مگر کون سنتا ہے بدعت سے استیناس سنت سے وحشت اس عادت نے قلب حقیقت کردیا سنت کو بدعت کر ڈالا بدعت کو سنت ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ امام ابن الحاج مدخل میں فرماتے ہیں۔ انما ھی عوائد وقع الاستیناس بھا فصار المنکر بھا کانہ یاتی ببدعۃ علی زعمھم فانا للہ وانا الیہ راجعون علی قلب الحقائق لانھم یعتقدون ان ما ھم علیہ ھو الصواب والافضل ولو فعلوا ذلک مع اعتقادھم انہ بدعۃ لکان اخف ان یرجی لاحدھم ان یتوب واللہ تعالٰی اعلم

(۸) اس کا جواب اوپر کے حوالوں سے واضح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۹) ہرگز یہ حکم کہ اذان خطبہ خطیب کے روبرو خارج مسجد ہو داخل مسجد خلاف سنت ہے قاضی کا من گڑھت حکم نہیں جسے اس شخص نے یوں رد کیا کہ ہم تمہاری بغل سے نکالا ہوا حکم نہیں مانتے وہ حکم شریعت ہے حدیث وفقہ سے خارج مسجد اذان کا ہونا ثابت ہے اور داخل مسجد کراہت وممانعت ہے اس نے حکم شریعت کو رد کیا خدا اسے توبہ کی توفیق دے اور یہ جھوٹ بکا کہ تمام دنیا میں اذان منبر سے متصل دی جاتی ہے اس نے اپنے گردوپیش کا نام ساری دنیا رکھ لیا ہے ساری دنیا تو ساری دنیا ہندوستان میں

بھی سب جگہ یہ بدعت نہیں، بہت جگہ خارج مسجد موافق سنت اذان ہوتی ہے رسائل اہل حق میں بعض جگہ کا بھی ذکر ہے جہاں اذان خارج مسجد مطابق سنت دی جاتی ہے اس نے جھوٹ کہا وہ بھی مسجد میں اور وہ بھی حکم شریعت سے رد کو۔ خطیب نے جو سکوت کیا اور پھر اذان خلاف سنت مسجد کے اندر دلوائی اس کا وہ ملزم نہ ہوا قاضی شرع عزیر اولی الامر میں سے ہے شرعی سزا پوچھنا کس لئے ہے یہاں کون شرعی سزا دے سکتا ہے اسلامی حکومت ہوتی تو قاضی حسب رائے ایسے معاندین کو تعزیر کرتا۔ مولوی عبداللہ نے جو اس حدیث کو ضعیف کہا محض جھوٹ اور غلط کہا وہ حدیث حسن ہے اور اگر عند المحدثین ضعیف بھی ہوتی تو جب ہمارے ائمہ نے اسے قبول کیا اور اسی سے بین یدی کا سنت ہونا بھی ثابت کیا تو ضعیف سند ایسی صورت میں کوئی چیز نہیں تلقی علماء بالقبول اعلیٰ درجہ کی قوت ہے سنت کے جاری کرنے کو اور مردہ سنت کے احیاء کو اور بدعت کے مٹانے کو فساد کہنا بڑے مفسد جاہل کا کام ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فساد برپا کر دیا ہے کہ جہاں اٹھانے والا حق اللہ وحق العبد میں گرفتار ہے مستحق نار ہے جب مردہ سنت زندہ کی جائے گی اور اس کی جگہ جو بدعت جاری ہوگئی ہے اس کے مٹانے کی کوشش کی جائے گی تو جاہل مفسد اسے فساد ہی کہیں گے حدیث میں ایسے شخص کے لئے سو شہیدوں کے ثواب کا مژدہ دیا گیا ہے ایسے کو جسے حدیث اپنا عظیم مژدہ دے مفسد کہنے والے خود مفسد ہیں الا انہم ھم المفسدون ولکن لا یشعرون۔[1] حدیث میں شہید کا لفظ فرمایا وجہ یہ ہے کہ شہید ایک بار قتل کی تکلیف اٹھا کر دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے اور احیائے سنت و تخریب بدعت کرنے والا عمر بھر طعن اور سنان لسان سے زخمی ہوتا رہتا ہے نہ صرف زندگی میں بلکہ بعد موت بھی۔ مولوی عبداللہ اور دوسرے لوگ جو پیشوایان وہابیہ گنگوہی تھانوی نانوتوی وغیرہم اور ان کے متبعین مولوی کہلانے کے اقوال و احوال پر مطلع ہو کر انھیں اپنا مقتدا پیشوا جانتے ہیں وہ سب وہابی ہیں اہلسنت کو ان سے مجالست ان سے ربط وضبط حتی کہ ان سے سلام کلام حرام ہے۔ قال تعالیٰ واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظٰلمین۔[2] واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: محمد جہانگیر خان محلہ کمبھی تولہ بریلی متصل قلعہ ۲۲ رجب المرجب ۳۹ھ

اگر کوئی رافضی سنیوں کی مسجد میں اپنے روپیہ سے حوض میں پانی بھروائے یا تعمیر (میں) کوئی حصہ لے وغیرہ وغیرہ جائز ہے یا ناجائز کہ سنیوں کی مسجد میں رافضی کے روپیہ سے حوض میں پانی بھروانا مسجد کی برجیوں پر

۱؎ سورۃ البقرۃ آیت ۱۲ ۲؎ پ ۷ ع ۱۴

کلس چڑھوانا یا مسجد میں پیسیدی کرانا از روئے شرع شریف جو حکم ہو آگاہ فرمایئے۔

الجواب۔ روافض زمانہ کفار مرتدین ہیں اور کفار مرتدین کو مسلمانوں کی مسجد سے کیا سروکار۔ قرآن عظیم کا ارشاد ہے۔ ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ شاہدین علی انفسھم بالکفر اولئک حبطت اعمالھم وفی النار ھم خالدون ○ انما یعمر مساجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر الاٰیۃ۔[1] تفسیرات احمدیہ[2] میں ہے۔ قال صاحب المدارک وعند الشافعی الاجل احد امن کلام صاحب الکشاف وعمارتھا تتناول رمّ ما استرم منھا وقمھا وتنظیفھا وتنویرھا بالمصابیح وصیانتھا مما لم تبن لہ المساجد من احادیث الدنیا لانھا بنیت للعبادۃ والذکر والمراد من الذکر درس العلم ملخصا کلامہ فعلم منہ ان البناء الجدید ممنوع لھم بالطریق الاولی فان الکافر ان یبنی مسجدا او یعمرہ لا یمنع منہ وھو المفھوم من النص وان لم یدل علیہ روایۃ۔ نزول آیت اگرچہ در بارہ مشرکین ہے مگر حکم مشرکین سے خاص نہیں تمام کافرین کو عام ہے اور کبھی مشرک ہر کافر پر اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں خود روافض پر مشرک کا اطلاق ہے پھر اس سے مسلمانوں کا مرتدین سے میل ان کی طرف میل ظاہر ہے کہ ہے اس کے ایمان ہوتا اور مرتدین سے میل جول اور ان کی طرف ادنیٰ میل حرام ہے اگر کسی نے روافض سے روپیے لے کر صرف کر دیا اچھا نہ کیا مگر اس کے یہ معنیٰ بھی نہیں کہ اب اس پیسیدی کو چھیل کر پھینکو حوض کا پانی بہا دو کلس اتار کر پھینکو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از الہ آباد محلہ [illegible] مسئولہ جناب سید ضمیر الدین احمد صاحب قادری رضوی [illegible] رمضان [illegible]

ایک مسجد بہت پرانی ہے اس کے دروں کے آگے ٹین کا سائبان ڈالا گیا ہے لہٰذا ٹین کی رکاوٹ کے لئے صحن مسجد میں لوہے کے پائے گاڑے گئے ہیں تو کیا مسجد کے کام کے لئے صحن مسجد میں لوہے یا اینٹ کے پائے قائم کئے جاسکتے ہیں یا نہیں جب کہ مسجد تیار ہو چکی اور بانی مسجد نے کوئی ارادہ ظاہر نہیں کیا تھا کہ صحن مسجد میں سائبان پڑے گا۔ زید کہتا ہے کہ مسجد کے کام کے لئے ہر حصہ مسجد کو کھود کر پائے وغیرہ قائم کر سکتے ہیں۔ بکر کا کہنا ہے کہ نہیں۔ کوئی حدیث یا اور معتبر کتابوں کے حوالے سے جواب تحریر فرمایئے گا۔

الجواب۔ ہاں کر سکتے ہیں مگر اس کا لحاظ ہے کہ خواہ مخواہ پائے چھوٹے نہ بنائے جائیں کہ جگہ خواہ مخواہ گھر جائے حاجت سے زیادہ زمین فضول نہ دبائی جائے۔ اول تو جب مصلحت مسجد کے لئے مسجد میں پیڑ لگانا بھی جائز اور ظاہر ہے کہ درخت کے تنے بہت چوڑے موٹے ہوتے ہیں جو کئی کئی آدمی کی جگہ گھیر لیتے ہیں اور ایک کی جگہ تو اکثر و بیشتر گھر جاتی ہے تو پھر مصلحت مسجد کے لئے سائبان کیوں نہیں ڈالا جا سکتا۔ اور اگر

---

[1] سورۂ توبہ آیت [illegible] — [2] تفسیرات احمدیہ ص [illegible] مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ

سائبان بے ستون ہو ہی نہیں سکتا تو سائبان کے لئے ستون صحن میں قائم کرنا پیڑ کے بونے سے بدرجۂ اولٰی جائز ہاں اگر کوئی جگہ ایسی ہو جہاں ایسا موقع ہو کہ بے ستون لگائے سائبان ڈالا جاسکے کہ ایک کڑی جنوبی وشمالی دیوار میں بحضر کرکے اس پر سائبان رکھا جائے اور اس کڑی کو کسی ستون کی حاجت نہ ہو تو بے حاجت مکان صلاۃ کو خواہ مخواہ مشغول نہ کیا جائے گا اگر بے حاجت ایسا کیا جائے گا تو ناجائز ہوگا۔ ردالمحتار میں خلاصہ سے ہے غرس الاشجار فی المسجد لاباس بہ اذا کان فیہ نفع للمسجد بان کان المسجد ذانز والاسطوانات لاتستقر بدونہا وبدون ھذا لایجوز۔ ہندیہ میں ہے۔ ان کان لنفع الناس بظلہ ولایضیق علی الناس لاباس بہ۔ جب بمصلحت سایہ مسجد میں درخت لگا سکتے ہیں تو سائبان میں تو سایہ بھی ہے اور اس کے علاوہ بھی مصلحت ہے پھر واقف کا اذن صریح اس کے لئے کچھ ضرور نہیں یہاں عرفی اذن کافی ہے جیسے کوئی قطعہ زمین کو مسجد کردے بعد مسجدیت پھر عمارت مسجد بنے یونہی یہاں کہ عمارت مسجد کے آگے سائبان یا دوسرا دالان بنانا وقت حاجت معروف ہے والمعروف کالمشروط واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از اجمیر مقدس محلہ سیدوخاں ڈگی بازار مرسلہ حاجی محمد فخرالدین صاحب ہیڈ منشی پوسٹ ماسٹر مختار منزل ۱۵ رمضان ۳۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ استفتاء۔ یا حضرات علماء کرام مقبوضہ جائداد کو جس کا نقشہ حسب ذیل ہے دکانوں کے بالائی حصہ یعنی چھت پر مسجد بنانا چاہتا ہے اور پانچوں دکانوں اور دونوں تہ خانوں کو بدستور قائم رکھنا چاہتا ہے تاکہ ان کے کرایہ سے جو بعد محصول سولہ روپے ماہوار آمدنی ہے اس سے مسجد کا فرش اور وظیفہ امام کی تنخواہ کی سبیل ہوتی رہے گی مسجد کو یہ دکانیں اور تہ خانہ وقف کردیے جائیں گے حضرات علماء دین ومفتیان شرع متین سے موافق فقہ حنفیہ فتوٰی کا خواستگار ہوں کہ آیا دوکانیں و تہ خانہ بدستور کرایہ پر رہیں اور ان کے اوپر مسجد بنے تو یہ شرعی مسجد ہوگی یا دوکانوں پر مسجد نہیں بن سکتی یا بن سکتی ہے تو کس حالت میں نقشہ ارسال فرمایا جائے تاکہ نقشہ کے مطابق مسجد بنوائی جائے۔

شمال
چبوترہ
مشرق — مغرب
کوٹھری | دروازہ دکان | کوٹھری | کوٹھری | دروازہ دکان | کوٹھری | کوٹھری | دروازہ دکان | کوٹھری
تہ خانہ | دکان | دکان | زینہ | دالان
دروازہ | دروازہ | دروازہ | دروازہ
جنوب

۱؎ ردالمحتار [illegible] مطبوعہ مصر ۲؎ ہندیہ [illegible] مطبوعہ بیروت

نوٹ: ۱؎ اجمیر شریف میں اس مقام ذوقی اتار جہاں یہ دو دکانیں واقع ہیں دو فرلانگ تک چاروں طرف مسجد نہیں ہے اس جگہ مسجد کا ہونا ضروری ہے اور کوئی زمین نہیں ہے صرف ان دو دکانوں کی مسجد بن سکتی ہے اجمیر شریف چونکہ اسلام کا مرکز ہے یہاں حتی الامکان ایسی جگہ مسجد بنانا چاہتا ہے۔

۲؎ زمانہ کی رفتار دیکھتے ہوئے ظاہر ہے زمانہ بہت نازک ہے لہذا ضروری ہے کہ دو دکانیں تہ خانہ بدستور کرایہ پر ہیں تاکہ مسجد کا صرفہ چلتا رہے گا اور کسی دوسرے محلہ والوں سے دست نگر نہ ہونا ہوگا۔

۳؎ دیکھنے میں آیا ہے کہ مسجدیں غیر آباد ویران ہیں وہ کیونکہ ان مسجدوں اخراجات کے لئے مستقل آمدنی کی سبیل نہیں ہے۔

الجواب: جائز ہے جب کہ وہ دو کانیں تہ خانے مسجد کے ہوں گے۔ عالمگیریہ میں ہے: لو کان السرداب لمصالح المسجد جاز کما فی مسجد بیت المقدس کما فی الھدایۃ۔ قبل مسجدیت جب کہ وہ دو کانیں موجود ہیں ان پر مسجد بنائی جائے گی یہ دو کانیں مسجد کی ہوں گی تو اس میں حرج نہیں وہ مسجد مسجد ہوگی۔ اس کی مسجدیت کے بعد مسجدیت پر یہ تصرف جائز نہ ہوگا کہ اس کی زمین خالی کرکے دو کانیں بنائی جائیں تہ خانہ بنائے جائیں۔ درمختار میں ہے: (اذا جعل تحتہ سردابا لمصالحہ) ای المسجد (جاز) کمسجد القدس۔ ردالمحتار میں ہے: صرح فی الاسعاف بانہ اذا کان السرداب او العلو لمصالح المسجد او کانا وقفا علیہ صار مسجدا اھ شرنبلالیۃ قال فی البحر وحاصلہ ان شرط کونہ مسجدا ان یکون سفلہ وعلوہ مسجدا لینقطع حق العبد عنہ لقولہ تعالٰی وان المسٰجد للّٰہ اھ وتمامہ فی العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ میں ہے۔ لایضر کون الحوانیت تحتہ لکونہا وقفا علیہ۔ درمختار میں ہے۔ لو بنی فوقہ بیتا للامام لایضر لانہ من المصالح اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذلک لم یصدق تاترخانیۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: ہدایت اللہ ساکن قصبہ سلیم پور وارد حال بریلی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مسجد میں نماز پنجگانہ کے علاوہ وہ امور جو کہ آج کل عام طریقہ پر مروج اور جاری ہیں مثلاً سیاسی جلسہ کرنا اور مذہبی جلسہ کرنا اور دوران تقریر میں دیگر مذہب والوں کو برا بھلا کہنا اور مجلس میلاد شریف اس طرح پر منعقد کرنا کہ جس کے پڑھنے والے امرد۔ داڑھی منڈے اور حاری ہوں اور اشعار مثل قوالی کے پڑھنا اور اس پر کودنا اور لوگوں کا حال لانا کیسا ہے تفصیلاً بیان فرمائیے مسجد میں رنگ برنگ

۱؎ جلد ۲ ص ۴۵۶ مطبوعہ بیروت ۲؎ جلد ۳ ص ۳۵۵ ص ۳۵۸

سے کا مقتدا اور جھنڈیاں اور پھول وغیرہ اس قدر لگائے کہ نمازیوں کو اس کی وجہ سے دل میں انتشار پیدا ہوتا ہو اور یکسوئی باقی نہ رہتی ہو اس کا کیا حکم ہے۔ مدلل فرمایا جائے۔

مسجد میں وعظ و تسبیح اس قدر بلند آواز سے پڑھنا کہ جو اور نماز پڑھنے والوں کے لئے مخل ہو اور دل میں اوروں کے انتشار پیدا ہوتا ہو تو یہ اس قسم کا ذکر جہری کرنا مناسب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: مساجد ذکر اللہ کے لئے ہیں جو جلسے مذہبی کسی طرح نہیں ٹھہر سکتے انہیں مسجد میں نہ کیا جائے دوسرے مذاہب اور ان کے اصحاب کا رد مساجد میں جائز ہے دوسرے مذاہب رکھنے والوں کے رد کی بنا پر جلسوں کو مسجد سے نہیں روکا جا سکتا مجلس میلاد منعقد کرنا باعث ہزاروں ہزار برکات ہے مگر ہر چیز کو اسی طرح کرنا چاہئے جس میں شرع کا بھی شامل نہ ہو اور وہ سے نہ پڑھوانا چاہئے یوں ہی داڑھی منڈے سے اور کسی فاسق معلن سے نہ پڑھوانا چاہئے جیسے نماز میں امام کسی فاسق کو نہ بنایا جائے موزوں آواز سے پڑھنے میں حرج نہیں مگر لہراؤ اس کا ہرگز نہ کرے کہ موسیقی کے قواعد پر گایا جائے ورنہ کوئی آواز موسیقی سے باہر نہیں کبھی بے جانی خود بناوٹ سے حال لانا کودنا جائز ہے مگر اگر کسی نے ایسا کیا تو اس سے انعقاد مجلس پر کیا اثر۔ وہابیہ سے اندیشہ ہے کہ کسی دن وہ یہ دیکھ کر کہ لوگ نمازیں داڑھی منڈے کے پیچھے پڑھتے خصوصاً تراویح میں تو اس کا لحاظ بہت کم ہی لوگ رکھتے ہیں کہ امام غیر فاسق حافظ ہو اور مصری لوگوں کے لہجہ جس میں بہت اتار چڑھاؤ بالقصد کیا جاتا ہے ایسا کہ عزت سے بہت زائد ہو جاتا ہے اور اس پر لوگوں کے جھومنے کو دیکھ کر نماز پڑھنے اور قرآن عظیم کی تلاوت ہی کو حرام نہ ٹھہرا دیں۔ مسجد آراستہ کرنا ان کی زینت ہو تو وہ جھوٹ ہے جو (کہتا ہے) جھنڈیوں سے نمازیوں کے دل میں انتشار پیدا ہوتا ہے۔ اتنی بلند آواز سے ذکر نہ کیا جائے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ اتنی آواز بھی نہ ہو جو مسموع نہ ہو مگر اتنی آواز سے کہ مسموع مگر کسی مسلمان نمازی کی نماز میں خلل نہ ہوتا ہے ذکر کرے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از جے پور محلہ گھاٹ دروازہ مکان [illegible] جے پور مرسلہ امام اعظم علی صاحب

۲۲ محرم ۵۸ھ

جناب عالی علماء دین بعد السلام کے آداب کے عرض ہے کہ جو حادثہ یہاں جامع مسجد کے معاملہ و صحن کرنے پر فائرنگ ہوئی اس کی بابت اسٹیٹ کے حکام بالا منشی خان بہادر عبدالعزیز خاں یہ فرماتے ہیں کہ مہاراجہ بہادر کی یہ مرضی ہے کہ جامع مسجد مسلمانان جے پور سے لے 12 ایک لاکھ روپیہ خرچ کرکے دوسری بنوادی

جائے لہٰذا اس پر غور طلب ہے کہ شریعت سے اس کی بابت کیا حدیث ہے کہ کفار ایسے روپے سے مسجد بنانے پر اس مسجد میں نماز جائز ہے یا نہیں اور اس مسجد کے معاوضہ میں دوسری مسجد لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ جو مسجد ہو چکی تا قیام قیامت وہ مسجد رہے گی مسجد بیچ ڈالنے بدل لینے کی چیز نہیں اگر چند یا ساری دنیا کے مسلمانوں کے بیچنے بدل لینے سے وہ مسجد مسجد ہونے سے نکل سکے ایک لاکھ نہیں اگر ایسے اپنی ساری ریاست دے ڈالیں مسجد نہیں مسجد میں سے ایک گز زمین نہیں لے سکتے ہر گز مسلمانوں کو اس کا اختیار نہیں جو اس پر راضی ہوں گے اشد گنہگار ہوں گے۔ بیچنے خریدنے والے سب ظالم جفاکار ٹھہریں گے نہ مسجد کی تعمیر سوا مسلمانوں کسی کے لئے صحیح و درست۔ قال تعالیٰ ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ شٰھدین علی انفسھم بالکفر اولئک حبطت اعمالھم وفی النار ھم خالدون ۰ انما یعمر مساجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ ولم یخش الا اللہ فعسی اولئک ان یکونوا من المھتدین[1]

ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ غیر مسلم مسلمانوں کو روپیہ دیدے مسلمان اس روپیہ کا مالک ہو کر مسجد بنالے یا غیر مسلم کسی زمین پر تعمیر بنا کر مسلمانوں کو دیدے مسلمان اس پر قابض ہو کر اس کے مالک ہو کر اسے وقف کر دیں ان دونوں صورتوں میں وہ مسجد ہو جائے گی۔ اس صورت میں کہ غیر مسلم مسجد بنائے اور اسے اپنی ملک پر باقی رکھے یا خود وقف کرے وہ مسجد نہ ہوگی۔ نماز اس میں ہو جائے گی مگر مسجد کا ثواب نہ ہوگا نہ اس کے لئے احکام مسجد ثابت ہوں گے۔

اگر مسجد جامع کی بجائے دوسری مسجد بنا کر مسلمانوں کو دیدینے کا خیال ہے کہ مسلمان اس پر قابض ہو کر اسے وقف کریں اور اسے مسجد جامع کرلیں۔ اور جو مسجد اب تک جامع تھی اسے جامع نہ رکھیں مگر وہ مسجد رہے صرف جامع نہ رہے بجائے اس کے جامع یہ نئی مسجد کی جائے تو یہ کر سکتے ہیں مگر سوال کے لفظ یہ ہیں کہ مسجد کے معاوضہ میں دوسری مسجد لینا جائز ہے یا نہیں ان کا مطلب ظاہر یہی ہے کہ دوسری لے کر پہلی کو مسجد ہی نہ رکھا جائے گا یہ ہر گز نہیں ہو سکتا اس پر جو راضی ہوگا وہ عذاب الیم اور شدید وبال و نکال اپنے سر لے گا وہ مسجد ابدالآباد تک مسجد ہی رہے گی مسجد خالص ملک الٰہی ہے جسے نہ کوئی بیچ سکتا ہے نہ بدل سکتا ہے آباد و معمور مسجد تو آباد و معمور ہے جو مسجد غیر آباد ہو گئی ہو خراب پڑی ہو بہت خستہ بالکل شکستہ ہو چکی ہو وہاں اس کے گرد آبادی بھی نہ رہی ویرانہ لگ گیا ہو لوگ اس سے مستغنی ہو چکے ہوں

[1] سورۂ توبہ آیت ۱۸

غرض کوئی بھی حالت ہو ایسی مسجد کو بھی نہیں بیچا جاسکتا بلکہ اس کا ملبہ کڑی تختہ اینٹ پتھر کو دوسری مسجد میں نہیں لگایا جاسکتا کہ ردالمحتار میں ہے: ان المسجد اذا خرب یبقی مسجدا ابدا[1]۔ اسی میں حاوی قدسی سے ہے: لایجوز نقلہ ونقل مالہ الی مسجد آخر[2]۔ عالمگیریہ میں ہے: لوصار احد المسجدین قدیما وتداعی الی الخراب فاراد اھل السکۃ بیع القدیم وصرفہ فی المسجد الجدید فانہ لایجوز[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از میرٹھ مرسلہ جناب مولوی غلام جیلانی صاحب مدرس مدرسہ اسلامی عربی ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

اگر مسجد میں ایسا نل لگا ہو جس میں ٹنکی سے چوبیس گھنٹے پانی آتا ہو کیا اس نل سے اہل محلہ پانی لے سکتے

الجواب: لے سکتے ہیں جب کہ نل لگانے والے کی کنواں بنانے والے کی طرح سب کو لینے کی اجازت ہو اور اگر نل لگانے والے کی خاص مسجد ہی کے لئے نیت ہو کہ وضو وغسل وغیرہ نماز کے لئے طہارت ہی کے کام میں لیا جائے یا اس نل کے پانی کی قیمت مسجد کے مال سے ادا کی جاتی ہو تو گھروں کو لے جانا جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] ردالمحتار جلد ۳ ص ۴۰۹ مطبوعہ مصر [2] ردالمحتار جلد ۳ ص ۴۰۸ [3] عالمگیری جلد ۲ ص ۴۷۸ مطبوعہ بیروت

بَابُ الجَنائِز

جنازہ وغیرہ کا بیان

مسئلہ: از شہر کہنہ محلہ لودھی ٹولہ مسئولہ جناب سید سجاد احمد صاحب رضوی سلمہٗ ۸ شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ

بے اجازت مالک کوئی غیر قوم علاوہ حکومت کے جو مسلمان نہ ہو اپنی لاش دفن کرے اس کے واسطے شرعاً کیا حکم ہے؟

کوئی شخص مالک آراضی اپنے کسی خدمت گار وغیرہ کو کسی وجہ سے اپنی ملکیت میں دفن کرنے کی اجازت دیدے بعد دفن کرنے کے غیر قوم کے ایک برادری کے لوگ بلا اجازت حاصل کئے مالک کے لاش دفن کرجاویں ان کے واسطے شرعاً کیا حکم ہے ایسی صورت میں کہ کوئی وقف نامہ بھی تحریر نہ ہوا ہے۔

(۲) جو درخت وغیرہ وہاں موجود ہوں قبل دفن کرنے لاش کے یا خودرو پیدا ہوں ان کا مالک، مالک گاؤں یا وارثان لاش مدفون کے۔ فقط

الجواب: بے اجازت مالک زمین غیر مسلم تو غیر مسلم اگر کوئی کسی مسلمان کو بھی دفن کردے تو مالک زمین کو اختیار ہے کہ اس لاش کو اپنی زمین سے نکلوادے یا قبر کو زمین سے برابر کردے اور اس پر کھیتی باڑی کرے جیسا ہے۔ غنیہ[1] میں فرمایا: او دفن فی ارض مغصوبۃ او اخذت بشفعۃ یخرج منہ لانہا حق العبد۔ اسی[2] میں ہے: لایباح نبشہ بعد الدفن اصلا الا ان تکون الارض مغصوبۃ او سقط مال فیہا او تکون الارض حق الشفیع ان شاء المالک اخرجہ وان شاء سوی القبر وزرع فوقہ۔ وہ لوگ غیر میں دفن کرنے والے ظالم گنہگار حق غیر میں دست انداز ستمگار جفاکار ہیں اور سخت مجرم بدکار۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) بلا اجازت مالک دفن کردینا تو ظلم ہے باجازت مالک کے دفن ہونے سے بھی وہ زمین وقف نہ ہوجائے گی جب تک مالک زمین وقف نہ کردے بغیر زمین موقوف میں غیر قوم کے دفن کی وہاں اجازت

---

[1] غنیہ ص [illegible] مطبوعہ لاہور پاکستان [2] غنیہ ص [illegible] مطبوعہ لاہور پاکستان

نہیں ہو سکتی جس زمین میں مسلمانوں کے مردے دفن ہوتے ہیں وہاں کوئی غیر مسلم دفن نہیں ہو سکتا اگرچہ واقف سے اجازت دفن لے لی جائے اگر واقف اب اس کی اجازت دے گا خود گنہگار ہوگا اور اس کی اجازت محض لغو و بے کار ہوگی کچھ اثر نہ رکھے گی مردود ٹھہرے گی کہ جو زمین وہ وقف کرچکا اب اس کا وہ مالک نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) جس کی زمین ہے اسی کے درخت ہیں اور جو پیدا ہوں گے جب تک کہ وہ زمین جس کی ہے اسی کے رہیں گے لاش دفن ہونے سے وہ زمین لاش والوں کی نہ ہوگی نہ پیڑ و ثمر ان کے ہو جائیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم

سوال: جس مسلمان نے کبھی نماز نہ پڑھی ہو اس کے جنازے کی نماز پڑھنا درست ہے۔ بینوا توجروا

جواب: فرض ہے اگر کوئی نہ پڑھے گا سب گنہگار ہوں گے نماز کا ترک گناہ ہے بڑا اور بہت بڑا گناہ ہے مگر کفر نہیں فقط واللہ تعالٰی اعلم۔

سوال: مرد کو تختے کس جانب سے دیئے جائیں سرہانے سے یا پائنتی سے۔ یوں ہی عورت کو۔

جواب: دونوں کو سرہانے سے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از گیا ڈاک خانہ رفیع گنج محمد عبدالحق نمبردار موضع ہورہ ۲ صفر ۱۳۳۸ھ

ایک قبرستان اندرون آبادی ہے جو لوگوں کے دست برد و حفاظت سے غیر محفوظ ہے اور اس کا ایک حصہ ایسا ہے جو پہلے سے قبرستان میں نہ تھا بلکہ دوبارہ سروے ناپ میں ان لوگوں نے اس کو قبرستان میں داخل کر دیا اور اسی کا ایک گوشہ ایسا ہے جس میں اس کے قرب کے باشندے نجاست و کوڑا وغیرہ پھینکتے تھے اور کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ زمین قبرستان کی ہے اور اس میں قبر ہونے کا احتمال بھی نہیں ہے زمیندار نے اس کو اپنی زمین سمجھ کر ایک شخص کے ساتھ مکان بنانے کے واسطے بندوبست کر دیا اس بندوبست لینے والے نے اس گوشہ میں مکان بنا لیا تھا اور کچھ باقی تھا کہ یہاں کے مسلمانوں نے نقشہ وغیرہ سے معلوم کیا کہ یہ زمین قبرستان کی ہے زمیندار کو حق بندوبست نہیں اس لئے اس کی عدالت سے مسلمانوں نے چارہ جوئی کی اور مکان بننا موقوف ہو گیا ہے۔

اب بندوبست لینے والا شخص یہ چاہتا ہے کہ اس زمین کے عوض عام مسلمان کچھ روپے لے لیں تاکہ قبرستان کا احاطہ ہو جائے اور میرے مکان کا قطعہ بھی خراب نہ ہو اور یہاں کے مسلمانوں میں کسی آدمی کی ہمت نہیں ہے کہ اس کی حد بندی کرا دیں تاکہ غیروں کے دست برد و نجاست وغیرہ سے محفوظ ہے اس

سے مگر یہاں کے عام مسلمانوں کا خیال یہ ہے کہ اس کے عوض روپیہ لے کر قبرستان کی حد بندی کرادی جائے تاکہ نجاست وغیرہ سے قبرستان محفوظ ہو جائے۔ ایسی صورت میں کچھ زمین قبرستان کی جو پہلے سے قبرستان میں نہ تھی بندوبست کرکے اس روپیہ سے قبرستان کی حد بندی کرانا یا اس زمین کو کرایہ پر بندوبست کرکے اس کرایہ سے قبرستان کی حفاظت کا سامان کرنا بشرطیکہ قبرستان میں کوئی خرابی نہ ہو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ سوال اور نقشہ سے ظاہر ہے کہ یہ زمین سرخ رنگ زمین موقوفہ نہیں اور نہ اس میں کوئی قبر ہے اس صورت میں جبکہ قبرستان کی حفاظت وصیانت کی حاجت بھی ہے مسلمان اتنے حصہ سے فروخت کرکے قبرستان میں لگا سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از بہار مچھوا صعادنہ مسئولہ کمال الدین صاحب ۲۰ جمادی الآخرہ ۱۳۸۳ھ

زید کہتا ہے کہ تجہیز و تکفین کے بعد میت کی قبر پر کھڑے ہو کر اذان کہنا بدعت ہے اور اس کے ثبوت میں شامی اور توضیح کی مندرجہ ذیل عبارت پیش کرتا ہے جو طلب امر یہ ہے کہ شامی اور توضیح اہل سنت کی مستند قابل العمل کتابیں ہیں یا نہیں اور آیا اس خاص مسئلہ میں شامی اور توضیح کی متفقہ فیصلہ کی بنا پر اذان علی القبر درست رہے گی یا نہیں بہر دو صورت اور لعدہ شرعیہ سے دلیل قائم کی جاوے اور صاحب مذہب کا قول نقل کیا جائے۔ بینوا توجروا۔ وہ دونوں عبارتیں یہ ہیں۔ لا یسن الاذان عند ادخال المیت فی قبرہ کما ھو المعتاد الآن وقد صرح ابن حجر فی فتاویہ بدعۃ شامی جلد ۱ اور توضیح سے عبارت نقل کرتا ہے۔ الاذان علی القبر لیس بشیء۔

الجواب۔ کتب مستند و معتمد ہونا اور بات ہے اور کتاب میں جو لکھا ہے وہ سب معتمد علیہ ہونا اور بات۔ اذان قبر کو سنت کس نے بتایا ہے؟ جس پر شامی کی عبارت دکھائی جاتی ہے کہ اس میں اسے بدعت لکھا ہے بےشک بدعت ہے مگر بدعت حسنہ اس کے ثبوت کو ایذان الاجر فی اذان القبر دیکھیں شامی اور توضیح کا متفقہ فیصلہ یہی تو ہے کہ اذان قبر جو مسلمانوں میں آج کل رائج و معتاد ہے مسنون نہیں یا ان کی عبارت میں یہ ہے کہ یہ فعل حرام ہے ناجائز ہے گناہ ہے بدعت تو مسجد کے گنبد و مینار بھی ہیں بدعت تو یہ مروجہ مدارس بھی ہیں بدعت تو قرآن عظیم میں زیر زبر پیش وغیرہ کی کتابت بھی ہے بدعت تو تعلیم علوم دینیہ پر اجرت بھی ہے کیا یہ عبارت پیش کرنے والے مساجد کے گنبد و مینار ڈھانے اور ان کے ناجائز و ناروا ہونے کے فتوے دیں گے اور کیا یہ لوگ ان مدارس کو آج بیخ و بن سے برکندہ کریں گے اور ات

کے اجزار کو حرام بتائیں گے کیا ایسے مصحف جن میں جنبد و حرکات کی بدعت ہے معاذ اللہ دفن کرا دیں گے اور اس بدعت واجبہ کو ممنوع و حرام ٹھہرائیں گے جس کے بغیر قرآن عظیم کا صحیح پڑھنا تقریباً ناممکن ہے اس قدر دشوار ہے۔

جو امر غیر مسنون مسلمانوں میں شرقاً و غرباً رائج و معتاد ہے علماء نبلاء احتیاطاً تنبیہ کے لئے اسے فرمائیں کہ یہ مسنون نہیں ہے۔ کہ کہیں مسلمان اسے سنت سمجھ کر غلطی میں مبتلا نہ ہوں اسے علماء کے لا بأس فرمانے سے بدعت محرمہ اعتقاد کرنے والے جیسے خوش فہم ہیں ظاہر ہے رہا صاحب توشیح کا اسے لیس بشئ کہنا تو وہ خود لیس بشئ ہے کہ اذان ذکر الٰہی ہے اور ذکر سے نزول نور و رحمت و سرور و اطمینان قلب یقینی رقال تعالیٰ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ اذان سے فائدہ دفع وحشت و رد بلا و فرار شیطان بھی ہے اور تلقین بھی اور وقت دقیق اور وہ وقت سوال کیا شدید وقت ہے۔ اللہم ثبتنا بالقول الثابت وہ وقت نزول سکینہ و رحمت اور دفع وحشت و غفلت و سکون و اطمینان قلب کی کیسی شدید حاجت ہے تو اس کے لئے اذان لیس بشئ ہوگی یا شیئ عظیم النفع۔ جس سے زندہ اور مردہ دونوں کا بھلا یہاں ذکر اللہ مستحب ہوگا یا لیس بشئ وہ وقت نہایت نازک وقت ہوتا ہے اور دشمن ایمان دشمن مسلمان یعنی ابلیس لعین اس وقت ایمان کی گھات میں اندرون قبر پیش میت قریب دفن کو کھڑا ہوتا ہے سوال منکر نکیر من ربک پر اپنی جانب اشارہ کرتا ہے کہ معاذ اللہ میت اس شیطان کو اپنا رب بتادے ایسے وقت اذان جس سے وہ ملعون گوز زناں بھاگے اور میت مسلمان اسے سنے اور غفلت سے جاگے لیس بشئ ہوگی یا اعلیٰ درجہ کی مستحسن۔

حدیث میں خاص اذان کے لئے بھی ارشاد ہوا کہ میت ہمیشہ اذان سنتی ہے جب تک قبر کی تطیین نہ ہو۔ فی الحصن و منہ فی اللغۃ عن الحسن عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لایزال المیت یسمع الاذان ما لم یطین قبرہ۔ مگر ایسے بدخواہ مسلمان خیر خواہ شیاطین کو کیونکر گوارا ہو کہ اس وقت کسی مسلمان کو اس ذکر اللہ سے نفع پہنچے اور شیطان وہاں سے گوز زناں بھاگے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اگر یہ عبارت پیش کرنے والے کچھ بھی سمجھ سے کام لیتے یا بحکم کرالٰہی نہ کچھ انصاف کے گلے پر چھری نہ چلاتے تو یہ عبارت ہرگز پیش نہ کرتے اور عوام کو نہ بہکاتے ان عبارتوں کے کون سے لفظ نے یہ بتایا کہ اذان علی القبر نا درست و نا روا و ناجائز و ممنوع و حرام و گناہ ہے۔ حرام و گناہ ہونی

لہ سورۃ الرعد آیت ۲۸ ، ۲ لہ فتاویٰ ... مطبوعہ ...

تو لایسن ہی کیوں کہا جاتا؟ ممنوع و ناروا ہوتی تو لیس بسنۃ ہی کیوں بتایا جاتا؟ اگر یہاں کراہت پر کوئی قرینہ ہوتا تو اس سے کسی طرح یہ قول کیا جاسکتا کہ کراہت مراد ہے اور جس کراہت کا قرینہ ہوتا اسی کراہت کا کوئی قول کرسکتا۔ پھر بھی یہ مسئلہ ایسا ہوتا کہ علماء ہی اس کی بنا پر اس کے مجیز و مدعی ہونے کا حسب عادت مستوجب ہوتی منع آئے کہ اس کا مکروہ و مندوب یا جائز و مکروہ تحریمی اور نا بدعت و سنت ہونے کی طرح مختلف فیہ ہوتا۔

ابن حجر کا بدعت بتانا تو نظر آیا اور اسی رد المحتار میں علامہ خیر الدین رملی کے حاشیہ بحر سے جو انھوں نے نقل کیا ہے کہ میں نے بعض کتب میں دیکھا ہے کہ مردہ کو قبر میں اتارتے وقت اذان کو مسنون کہا گیا ہے نہ دیکھا۔ یہ تو باب الاذان میں تھا اور یہ کتاب الجنائز میں اس عبارت میں جو سوال میں پیش کی گئی ہے جہاں کے یہ ہے۔ ومن ظن انہ سنۃ الخ یہ نظر نہ آیا کہ ابن حجر اس کے سنت ہونے کے منکر ہیں اسے بدعت فرماتے ہیں انھوں نے سنت بتانے والے کو بدعتی نہ بتایا اتنا فرمایا کہ نہ صحیح جس نے اسے سنت کہا اس نے ٹھیک نہ کیا۔ یہ عبارت پیش کرنے والے صاحب در مختار کا قول لایسن لغیر کی اذان غیر نماز فرض کے لیے مسنون نہیں ہے دیکھ کر مولود کے کان میں اذان دیں گے یونہی مہموم یعنی مصروع ہو یا سخت غضب ناک ہو یا بد خلق جانور ہو یا بد عادت انسان کے کان میں اذان کہتے ہیں وقت جنگ یونہی آگ لگ جانے کے وقت یونہی جن کی سرکشی اور شرارت و ایذا دہی کے وقت یونہی وہ شخص جو جنگل بیابان میں راہ بھٹکے اس کی اذان کو بدعت سیئہ حرام و ناجائز و گناہ بتائیں گے؟

اگرچہ علامہ شامی اس کے حاشیہ[1] میں علامہ خیر الدین رملی کے حاشیہ بحر سے یہ نقل کیا کریں کہ فی حاشیۃ البحر للخیر الرملی رایت فی کتب الشافعیۃ انہ قد یسن الاذان لغیر الصلوۃ کما فی اذان المولود والمھموم والمصروع والغضبان ومن ساء خلقہ من انسان او بھیمۃ وعند مزدحم الجیش وعند الحریق قیل وعند انزال المیت القبر قیاسا علی اول خروجہ للدنیا لکن ردہ ابن حجر فی شرح العباب وعند تغول الغیلان ای عند تمرد الجن لخبر صحیح فیہ اقول ولا بعد فیہ عندنا اھ اگرچہ وہ شرعۃ الاسلام سے نقل کیا کریں کہ ولمن ضل الطریق فی ارض قفر۔ یونہی اگرچہ وہ کہا کریں کہ امام ابن حجر نے اذان و اقامت خلف مسافر کو مسنون بتایا ہے۔ اللہ اکبر یہ عبارتیں جو سوال میں ہیں خود افادہ جواز فرما رہی ہیں۔

[1] رد المحتار جلد اول [illegible] مطبوعہ مصر

مگر ایسی گنگا بہانے والے ان سے ناجائز کی کہتے ہیں ارے سبحان اللہ ارے خوش فہمو جو ناجائز و
ناروا ہو گا اسے حرام کہا جائے گا ممنوع بتایا جائے گا گناہ فرمایا جائے گا۔ ایسی بدعت کو بدعت سیئہ لکھا جائے گا
یا نہیں دشنی، نہیں دشنی کبھی کسی نے اسے جائز بتایا ہے وہ الزام ہم کو دیتے تھے قصور فہم اپنا تھا۔ الحمدللہ
جواز میں ہم سے دلیل طلب کرنا تو الٹی بات ہے کہ اصل جواز ہے تو جو ممنوع و حرام کہے اس سے پوچھا جائے
کہ کس دلیل سے حرام بتایا ہے اور وہ بھی ذکر اللہ کو۔ کون سی وجہ حرمت و کراہت عارض ہے۔ مگر وہ تنزیہی بھی
(خلاف اولیٰ) ہٹ دھرمی کے لئے تو تصریح علماء دلیل خاص درکار کما فی البحر وردالمحتار وغیرہما من الاسفار
مگر معاندین کی ہر ہٹ ختم کرنے اور ہر ضد پوری کرنے کو ہم تیار ہیں سنئے اللہ عزوجل اپنی کتاب مجید فرقان حمید
میں ارشاد فرماتا ہے۔ یایھا الذین امنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا[1]۔ نیز فرماتا ہے فاذکروا اللہ کذکرکم اباءکم او
اشد ذکرا[2] اور فرماتا ہے فاذکرونی اذکرکم[3]۔ حدیث میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ارشاد عظیم ہے۔ ذکر اللہ
[illegible]۔ نیز فرماتے ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا مجنون۔ اور فرماتے ہیں
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لم یفرض اللہ علی عبادہ فریضۃ الا جعل لھا حدا معلوما ثم عذر اھلھا
فی حال العذر غیر الذکر فانہ لم یجعل لہ حدا ینتھی الیہ ولم یعذر احدا فی ترکہ الا مغلوبا علی
عقلہ وامرھم بہ فی الاحوال کلھا۔

دیکھئے اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذکر کا حکم مطلقًا فرمایا ذکر الٰہی ہر جگہ مطلوب و مندوب
ہوا تو کسی خاص جگہ ممنوع ہونے کے لئے دلیل خاص درکار ہے اور جہاں نہی نہیں آئی ہے وہاں زبردستی
ذکر الٰہی ممنوع بتانا اور گناہ کہا جائے نری ڈھٹائی سخت بے حیائی نہیں تو اور کیا ہے اور اللہ کی ہر اس مسلمان
کے نزدیک بلکہ اس کے نزدیک بھی جو محض نام اسلام رکھتا ہو ذکر خدا ہے۔ تو ہر جگہ خوب در خوب ہے۔ ہر جگہ
میں نزد قبر مسلم بھی ہے اور یہاں کوئی نہی موجود نہیں تو جائز کیا مستحسن و مندوب ہے کیا کوئی نہی دکھائی جا سکتی
ہے کہ قرآن پاک یا حدیث اور جانے دو کسی معتبر و مستند امام بلکہ کسی عالم نے اسے ممنوع بتایا ہو۔ مگر لاوست نہ ہو
کہ لاوست کا تیر لا تعدوا نہیں۔ یا یہ ٹھہرائی ہے کہ جو مسنون نہیں وہ ناجائز ہے۔ پھر دیکھئے ہمارے علماء کا اجماعی
قاعدہ مسلمہ ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ تو اذان علی القبر بھی اصل میں اباحت پاتا ہے۔ اور حرمت
کراہت و حرمت کسی دلیل سے ثابت نہیں۔ ھذا اجمال الکلام والتفصیل فی رسالۃ سیدنا الوالد العلامۃ
المجدد الامام شیخ المسلمین والاسلام ایذان الاجر فی اذان القبر واللہ تعالیٰ اعلم۔ صاحب مذہب کے

[1] سورۂ احزاب آیت ۴۱ [2] سورۂ بقرہ آیت ۲۰۰ [3] سورۂ بقرہ آیت ۱۵۲

قول کا مطالبہ تو اگرچہ یہی دلیل و نہایہ ہیں تو فقہ حنفی کے وہ معدود مسائل جن میں امام اعظم کا نص موجود ہو لائق تسلیم ہوں گے باقی سب رد۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم العصمہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از شہر بریلی محلہ قراولان مرسلہ مستری مرزا احمد بیگ صاحب سہ شنبہ ۳۰ جمادی الاولٰی ۱۳۲۳ھ

میت کے آگے دو شخص یا اس سے زیادہ نعت پڑھتے چلیں جیسے کہ خدا پوچھے گا دنیا سے تو کیا لایا ہے تو کہہ دوں گا تیرے دیدار کا ارمان لایا ہوں۔ وغیرہ وغیرہ یا اس مضمون کے یا جیسے حرم پہ لاکھوں درود وغیرہ وغیرہ ہمراہ کرم اس کے آگے ہی تشییع کریں یہ سنت کا فعل ہے یا مکروہ یا حرام یا بالکل شرکت بدعت ہے۔ یہ فعل کرنے والا کفر کے نزدیک تو نہیں پہنچتا یا فعل شرعاً جائز ہے۔ تو کیا ثواب میت کو اور کیا ثواب ہمراہ میت والوں کو ہوگا بزیادہ ادب۔

الجواب: اللہ پھر اس کے رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر کرو یہ بھی بحکم حدیث ذکر اللہ ہی ہے کہ حدیث قدسی میں رب تبارک و تعالٰی اپنے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرماتا ہے: جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک فقد ذکرنی۔ اے محبوب (علیہ الصلوۃ والسلام) میں نے تمہیں اپنے ذکروں سے ایک ذکر بنایا تو جس نے تمہارا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا۔ ذکر مطلقاً ہر نوع اور ہر حال ہر زمان و مکان میں مستحسن و مستحب و مندوب و مطلوب ہے مگر بعض انواع بعض احوال و ساعات و لمحات جن میں کراہت شرعی ہو جیسے نماز مطلقاً خیر موضوع ہے مگر بحال جنابت و حدث بے طہارت یا اوقات مکروہہ یا ارض مغصوب یا بروضع ناپاک یا بمقام غیر طاہر یا لباس نجس۔ یا بہیأت و وضع ناجائز۔ قرآن عظیم و حدیث نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم میں ذکر کا حکم مطلق ہے اور مطلق ہمیشہ اپنے اطلاق پر رہے گا۔ المطلق یجری علی اطلاقہ۔ اس میں اپنی طرف سے کوئی تقیید و تخصیص نہیں کی جاسکتی۔

دیکھو آیات و صدہا ارشادات قرآنیہ میں ذکر کا حکم مطلق ہے کہیں ارشاد ہوا فاذکرونی۔ کہیں فرمایا اذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم او اشد ذکرا۔ کہیں فرمان ہوا یایھا الذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا۔ دیکھو احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ میں بھی ذکر کا حکم مطلق ہے کہیں فرمایا اذکروا اللہ حتی یقولوا مجنون کہیں فرمایا اذکروا اللہ عند کل حجر و شجر۔ کہیں ارشاد ہوا لم یفرض اللہ علی عبادہ فریضۃ الا جعل لہا حدا معلوما ثم عذر اھلہا فی حال العذر غیر الذکر فانہ لم یجعل لہ حدا ینتہی الیہ ولم یعذر احدا فی ترکہ الا مغلوبا علی عقلہ وامرھم بہ فی الاحوال کلہا۔ حضرت سیدتنا عائشہ ام المؤمنین صدیقہ

ۓ [illegible] ۲؎ سورۃ البقرۃ ۲/۱۵۲ ۳؎ سورۃ البقرۃ ۲/۲۰۰ ۴؎ سورۃ الاحزاب ۳۳/۴۱ ۵؎ نسیم الریاض [illegible] بیروت ۶؎ مسند احمد بن حنبل [illegible] ۷؎ [illegible]

رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یذکر اللہ تعالیٰ علی کل احیانہ ان اطلاقات قرآنیہ وحدیثیہ سے ذکر کا مطلقاً خیر وحسن اور علی کل حال مطلوب ہونا روشن ہوگیا۔ کسی نوع میں کسی حال میں اگر کراہت ہوگی تو کسی عارض سے ہوگی اور وہ عارض جب تک رہے گا اسی وقت تک رہے گی جب عارض جاتا رہے گا اس نوع سے کراہت جاتی رہے گی اور وہی اصل حکم استحباب ہوگا۔

اس تمہید جمیل کے بعد اب نفس مسئلہ کی جانب عنان توجہ موڑیئے۔ جنازہ کے ساتھ ذکر الٰہی وذکر رسالت پناہی جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ خاص نوع خاص حال کا ذکر بھی قرآن وحدیث کے ان مطلق ارشادات کے نیچے داخل ہے۔ تو یہ بھی باعتبار اصل ضرور جائز ومندوب ومستحسن ہے کون عاقل کہہ سکتا ہے کہ ہر چیز پتھر کے پاس ذکر مندوب ومطلوب ہو اور جنازہ کے پاس ناجائز وکار غیر مرغوب ہاں یہ ممکن ہے کہ بعض ازمنہ وامکنہ میں کسی عارض سے اس پر بھی حکم کراہت ہو جیسے کہ کسی عارض سے کسی کسی جگہ کسی کسی وقت وحالت میں بعض انواع علوم واحوال ذکر پر ہوتا ہے۔ کوئی عوارض سے کراہت یا ممانعت کو علی الاطلاق کراہت یا ممانعت نہیں کہا جا سکتا جیسے عوارض کے سبب کراہت کی بنا پر علی الاطلاق نماز کو مکروہ کوئی مجنون ہی کہے گا نماز ایک نوع ذکر ہے جیسے بعض عوارض سے اس کے بعض افراد مکروہ ہوتے ہیں مگر ان افراد کی کراہت کی بنا پر خود نوع نماز پر حکم کراہت وممانعت نہیں ہو سکتا جن افراد کو وہ عوارض لاحق ہیں انہیں تک وہ حکم مقصور رہے گا یونہی بعض انواع ذکر کو اگر کسی خاص زمانہ میں بعض عوارض کی بنا پر حکم کراہت عارض ہو تو وہ علی الاطلاق ہر زمانہ کے لئے نہ ہوگا بلکہ اسی زمانہ تک مقصور رہے گا جس میں وہ عوارض پائے جائیں یونہی اگر بعض احوال میں کسی ذکر کو کسی زمانہ میں بعض عوارض سے سارے علما یا بعض نے مکروہ کہا ہو تو وہ اسی زمانہ تک رہے گا جب تک اس حال میں ذکر کو وہ عوارض لاحق ہوں علما فرماتے گئے ہیں۔ کم من حکم یختلف باختلاف الزمان یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے۔

یہ اختلاف محذورات امر مختلف فیہ میں نہیں ہوتا بلکہ تو ہو وار عارض ہوتا ہے جب تک وہ عوارض رہے حکم کراہت ثابت نہ رہے تو اصل حکم پھر ہوگا کبھی ایک ہی امر پر دو جہت سے دو حکم مختلف ہوتے ہیں ایک جہت سے ایک حکم دوسری جہت سے دوسرا دیکھو رفع الصوت عند قراءۃ القرآن کو علما نے مکروہ بھی کہا اور نہایت محمود بھی بتایا حدیقہ ندیہ[1] میں ہے۔ روی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ کرہ رفع الصوت عند قراءۃ القرآن من غیر القاری لما فیہ من المنع عن کمال الاستماع واما من القاری

[1] جلد ۲ صفحہ ۵۲۲ مطبوعہ لائل پور

فانہ یوقع البعض فی عدم الاستماع الیہ ولہذا قال فی الملتقط کرہ قراءۃ القرآن فی الطواف والاسواق لانہ لا یستمع انتہی وفی شرح الوالد رحمہ اللہ تعالیٰ علی شرح الدرر من مسائل شتی معزیا الی شرح المشارق قال ہذا یتعلق بالنیۃ فمن کانت نیتہ صادقۃ فرفع صوتہ بقراءۃ القرآن والذکر اولیٰ لما فیہ من اظہار الدین ووصول برکتہ الی السامعین فی الدور والبیوت والخلوات ویوافق القائل من سمع صوتہ شہد لہ یوم القیٰمۃ کل رطب ویابس ومن خاف علی نفسہ الریاء فالاولیٰ لہ اخفاء الذکر فلا یقع فیہ مکان وزمان کا اختلاف وہ اصل اختلاف ہی نہیں۔ جنازہ کے ساتھ ذکر کا اصل حکم تو یہی جواز و استحباب ہے مگر بعض ازمنہ میں بعض عوارض کی بنا پر بعض علما نے اسے مکروہ کہا تھا پھر علما نے ان عوارض کے نہ رہنے اور حاجت میں زیادت منفعت اور اجازت میں درکی مصلحت پانے کی بنا پر اسے وہی اصل حکم دیا کہ وہ جائز و مندوب و مرغوب ہے۔ جن بعض علما نے اسے مکروہ کہا تھا انھوں نے بوجہ تشبہ نا اہل کتاب کہا تھا مگر جب یہ عارض نہ رہا اور تشبہ جاتا رہا تو پھر اصل حکم لوٹ آیا۔

پھر ظاہر ہے کہ اس بنا پر ان کا وہ حکم خود اس زمانہ میں عام نہ تھا بلکہ اسی مقام سے مخصوص جہاں تشبہ ہو اور اول تو بعض علما کے اس حکم کراہت کا جواب ظاہر کہ ہر بدل سے مطلقاً تشبہ کب مکروہ ہے انھیں امور میں مکروہ ہے جو ان کا شعار ہوں علامہ علی قاری مکی شرح فقہ اکبر امام اعظم میں لکھتے ہیں۔ جواب بعض العلماء فی مقام الانکار معنیہ لیس بعظیم الکوتہ بان کالقلنسوۃ الاتبکیۃ بدعۃ فلیس فی محلہ فانا ممنوعون من التشبہ بالکفرۃ واہل البدعۃ المنکرۃ فی شعارہم لا منہیون عن کل بدعۃ ولو کانت مباحۃ سواء کانت من افعال اہل السنۃ او من افعال الکفرۃ واہل البدعۃ فالمدار علی الشعار۔ حضرت علامہ شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ میں ہے علمائے مستقیمین ما وراء النہر ایں اطلاق را بر تشبہ باشیعہ منع نوشتہ اند انما التشبہ بایشاں در امر غیر مشروع منہی تواند شد۔ بعض نے حکم کراہت کی علت یہ بتائی کہ صمت سنن مرسلین ہے۔ اور خلاف سنت مکروہ۔ صمت اولیٰ ہے اور اس کا ترک مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ مگر اب جب کہ ایک مدت دراز سے صمت بالکل متروک ہو گیا لوگ جنازے کے ساتھ دنیا بھر کی لغو باتیں کرتے اور بعض ہنسی دل لگی سے باز نہیں رہتے ہیں تو اس زمانہ میں ذکر جس سے قلوب کی قساوت جائے خوف و خشیت پیدا ہو ضرور مطلوب ہے صمت تو اسی لئے مطلوب تھا اور وہ وجہ قساوت قلوب غیر تو غیر میت کے اعزہ

لہ فقہ اکبر ص ۱۸۵ مطبوعہ مصر

واقع ہوتا ہی ہیں جیسا چاہئے شدہ موت کا خوف کم ہو گیا ایسے وقت بھی اس کا تفکر قطعاً ہا کہ پا تو ذکر اللہ و رسالت پناہ اور ذکر موت و روز حساب وغیرہ جن سے قساوت دور ہو دلوں کا زنگ جائے قلب جلا پائے جو خشیت و خوف خدا کا رنگ لائے اپنے آپ ہی مندوب ہو گا ہرگز مکروہ نہیں۔ حرام کیسا؟ اب ایسے مشروع فعل کو ناجائز و حرام کہنے والا نرا جاہل مصداق شریعت سے غافل مسلمانوں کا بدخواہ ہے اور شرک جاننے والا تو مبتلائے سخت اشد گناہ ہے۔

ذکر اللہ و ذکر رسول اللہ کو معاذ اللہ شرک جاننے والا مسلمان ذاکرین خدا و رسول کو مشرک بتانے والا وہابی نجدی خود ہی اس ناحق تکفیر کے وبال سے بلائے شرک و کفر میں گرفتار۔ یہ بدعت ہے مگر بدعت ضلالت نہیں جس کا بھوت وہابیہ کے سر پر ہر وقت سوار رہتا ہے بلکہ بدعت حسنہ محمودہ۔ بالسنہ جو امر اخلاقی ہیں بعض امور کی نسبت فرمایا۔ هو ان كان احداثنا فيما له حسنة فكم من شئ يختلف باختلاف الزمان والمكان۔ ہر بدعت بدعت ضلالت نہیں ہوتی بعض بدعتیں مباح بعض مستحب بعض واجب بعض مکروہ خلاف اولیٰ ہوتی ہیں۔ علامہ قاری کی عبارت مذکورہ میں ابھی گزرا کہ ہر بدعت بری حسنہ نہیں ہوتی۔ ایک علامہ علی قاری کیا ہے کچھ بھی واقف ہے وہ جانتا ہے کہ علماء نے بدعت کی پانچ قسمیں فرمائی ہیں۔ مباح، مستحب، واجب، مکروہ تحریمی، مکروہ تحریمی۔ امام اجل نووی اپنی کتاب تہذیب میں اور یہی امام علامہ مناوی شرح جامع صغیر پھر فاضل علامہ مولیٰ عبدالحلیم کا بیر قدم اللہ مرقدہ حاشیہ مدارک میں فرماتے ہیں۔ والمعنى الاخير ان البدعة منقسمة الى انواع محرمة وهى اعتقاد مذهب القدرية او الجبرية او المرجئة او المجسمة او نحوهم وواجبة وهى نصب ادلة المتكلمين للرد على هؤلاء وتعلم علم النحو الذى به يفهم الكتاب والسنة ونحو ذلك ومندوبة كاحداث نحو رباط ومدرسة وكل احسان لم يعهد فى الصدر الاول ومكروهة كزخرفة مسجد وتزويق مصحف ومباحة كالمصافحة عقيب كل صبح وعصر والتوسع فى لذيذ المأكل والمشرب والملبس والمسكن ولبس الطيلسان وتوسيع الاكمام۔

وہابی جن کا مسلمانوں کو مشرک بنانا اور مبتدع بتانا ہی شیوہ ہے وہ اور علماء کرام کی نہ سنے گا مگر شاہ عبدالعزیز صاحب کے فتاویٰ کو کیا کرے گا۔ شاہ صاحب کے فتاویٰ سے بھی ظاہر ہے کہ ہر بدعت بدعت سیئہ نہیں ہوتی بعض بدعتیں مکروہ تحریمی خلاف اولیٰ ہوتی ہیں بعض حسنہ فتاویٰ عزیزیہ میں ہے۔ لفظا حقیقۃ الحقائق در اصطلاح قدماء صوفیاء نیست کہ در شرع زیادہ دہر از قدیما از فرقہ اہلسنت بعضے الفاظ مصطلح شدہ

بعد فیر قبور و بر قبور بدعت ست احتراز اولی ست۔

اللہ اللہ جنازہ کے ساتھ ذکر اللہ و ذکر رسول تو وہابیوں کے نزدیک حرام و شرک و بدعت سیئہ ہوا اور شاہ صاحب عنا بر قبر کے رد کو جائز بتائیں کہ احتراز کو صرف اولیٰ کہیں کیا شاہ صاحب کے نزدیک اگر یہ بدعت سیئہ ہوتا تو وہ احتراز اولی ست فرماتے یا یہ فرماتے کہ احتراز فرض ست یا لازم ست یا واجب ست۔ نہیں نہیں تو شاہ صاحب کے فتاوی سے دکھانا اتنا تھا کہ بدعت سیئہ ہی نہیں ہوتی حسنہ بھی ہوتی بعض ایسی بھی ہوتی ہیں جو ہوتی تو مباح ہیں مگر خلاف اولیٰ۔ اور وہابیوں کی قسمت کہ یہ مسئلہ ان کے فتاوی میں ایسا نکلا جس نے اس مسئلہ کا حکم بھی صاف صاف بتایا علمائے کرام اور شاہ صاحب درکنار خود حضور پر نور سید ابرار سرکار سرکار سیدنا احمد مختار علیہ الصلوٰۃ والسلام من ربہ العزیز الغفار عادات الیالی والایام نے بدعت کی قسمیں فرمادیں حسنہ جس میں مباح و مستحب و واجب داخل دوسری بدعت ضلالت جو حرام و ضلال و کفر سب کو شامل ایک حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بہا الی یوم القیامۃ ومن سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ فعلیہ وزرھا ووزر من عمل بہا الی یوم القیامۃ لاینقص من اوزارھم شیئ۔

دوسری حدیث میں فرماتے ہیں علیہ الصلاۃ والسلام من ابتدع بدعۃ ضلالۃ لا یرضی اللہ بہا ورسولہ کان علیہ من الاثم مثل آثام من عمل بہا لاینقص من اوزارھم شیئ۔ موت کا تفکر و تذکر نہایت محمود و مندوب و مرغوب و مطلوب ہے زمانہ سلف میں جنازہ کے ساتھ سکوت و صموت خالی نہیں ہوتا تھا بلکہ وہی جن میں تفکر و تذکر موت ہوتا وہ سب حضرات اس میں مستغرق ہوتے ایسے وقت میں ایسی بات جو اس تفکر و تذکر میں فرق ڈالے نہ کرتے تھے اب کہ زمانہ منقلب ہوا موت کا خوف اس کی ہیبت جاتی رہی لوگوں پر کوئی اثر نہیں رہا فضول ولغو باتیں کرتے ہیں وہ صموت جو خالی نہ ہوتا بلکہ تفکر و تذکر سے ہوا کرتا کیسا، خالی سکوت بھی نہیں رہتا اور رہے بھی تو بے فائدہ لہٰذا اب زبان سے ذکر جس سے قساوت قلب دور ہو خدا اور رسول کی محبت بڑھے موت یاد آئے خدا کا خوف دل میں سمائے عمر کے رائیگاں جانے کا افسوس ہو کہ لحظہ رائیگاں نہ کرنے کا خیال ہو کیوں مندوب و محمود مطلوب و مرغوب و مقصود نہ ہوگا۔

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں حضرت عارف باللہ سیدی علامہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے اس مسئلہ کے متعلق نہایت عمدہ اور اعلیٰ تحقیق کمال تنقیح و تدقیق فرمائی ہے فرماتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱؎ حدیقہ ندیہ جلد دوم ص ... ۲؎ مشکوٰۃ ص ۳۳ ، ۳؎ جامع ترمذی جلد دوم ص ۹۹

وایضا ومما قال فی شرح الطحاوی وفی شرح الجنازة الصمت ومثله فی المجتبی والتجرید والحاوی ینبغی ان
یطیل الصمت وسنن المرسلین الصمت معها کذا فی منیة المفتی ویکره لهم رفع الصوت بالذکر وقراءة
القرآن کما فی شرح الطحاوی لانه یشبه اهل الکتاب کما فی الایضاح وعن قیس بن عبادة کان اصحاب
رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم یکرهون رفع الصوت عند ثلاثة القتال وفی الجنازة والذکر
کذا فی الایضاح کراهة تحریم وقیل تنزیه کما فی المبتغی وکراهة تنزیه وقیل تحریم کما فی القنیة
وهو یکره علی معنی انه ترك الاولی کما صرح به فی التتمة الی والده وعن ابراهیم یکره ان یقول الرجل وهو
یمشی معها استغفروا له غفر الله لکم کذا فی التتمة والخانیة واذا اراد ان یذکر یذکر فی نفسه کما فی الظهیریة و
الخانیة وقولهم کل حی سیموت ونحوه خلف الجنازة بدعة کما فی السراجیة ومنیة المفتی ذکره الوالد
رحمه الله تعالی فی جنائز شرحه علی شرح الدرر وفی شرح الشرعة المسمی بجامع الشروح قال وان یستکثر
من التسبیح والتهلیل علی سبیل الاخفاء خلف الجنازة وان لا یتکلم بشیء من امر الدنیا وان لا یضحك
فان ذلك یقسی القلب وان یقول الله اکبر الله اکبر اشهد ان الله یحیی ویمیت وهو حی لا یموت
سبحان من تعزز بالقدرة والبقاء وقهر العباد بالموت والفناء وان لا یرفع صوته بشیء من التسبیح و
التهلیل وغیرهما من الادعیة والاثنیة فانه شبیه بیوم الحشر فی ظهور حکم الله تعالی وعدم تاثیر
قدرة احد وکلامه وقد قال الله تعالی فی حق ذلك الیوم وخشعت الاصوات للرحمن ای سکنت
وذلت وخضعت له لخوف منه تعالی فلا تسمع الا همسا وصف الاصوات بالخشوع والمراد اهلها انتهی

ما قیل انه یکره رفع الصوت بالذکر وقراءة القرآن فی تشییعها الا ان فیه موافقة لاهل الکتاب۔

لکن بعض المشائخ جوز الذکر الجهری ورفع الصوت بالتعظیم وبغیر التغییر بادخال حرف
فی جلاله قدام الجنازة وخلفها لتلقین المیت والاموات والاحیاء وتنبیه الغفلة والظلمة وازالة قساوة
القلوب وقساوتها بحب الدنیا وریاستها وفی کتاب العهود المحمدیة للشیخ عبد الوهاب الشعرانی قدس
الله سره قال وینبغی لعالم الحارة او شیخ الفقراء فی الحارة ان یعلموا من یرید المشی مع الجنازة ادب
المشی معها من عدم اللغو فیها وذکر من تولی وعزل من الولاة او سافر او رجع من الحج ونحو ذلك
لان ذکر الدنیا فی ذلك المحل ما له محل وقد جرب ان کثرة الکلام اللغو یمیت القلب والاموات القلب
فی طریق الجنازة شعروا الی الموت بقلوب میتة فلا یستجاب لهم فلینظر الانسان فی طریق الجنازة فی حق

نفسہم فی حق المیت وقد کان السلف الصالح لایتکلمون فی الجنازۃ الا قلیلا وکان الغریب لایعرف من هو القریب للمیت حتی یعرف لغلبۃ الحزن علی الحاضرین کلہم وکان سیدی علی الخواص یقول اذا علم من الماشین مع الجنازۃ انہم لایترکون اللغو فی الجنازۃ ویشتغلون باحوال الدنیا فینبغی ان یأمرہم بقول لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ فان ذلک افضل من ترکہ ولاینبغی لفقیہ ان ینکر ذلک الا بنص او اجماع فان مع المسلمین الاذن العام من الشارع بقول لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کل وقت شاؤا ویا اللّٰہ العجب من عمی قلب من ینکر مثل ھذا اھ

اسی میں ہے۔ وذکر الشعرانی ایضا رحمہ اللّٰہ تعالٰی فی کتابہ عہود المشائخ قال ولا نمکن احدا من اخواننا ینکر شیئا ابتدعہ المسلمون علی جہۃ القربۃ الی اللّٰہ تعالٰی ورأوہ حسنا کما مر تقریرہ مرارا فی ھذہ العہود ولاسیما ماکان متعلقا باللّٰہ تعالٰی ورسولہ علیہ السلام کقول الناس امام الجنازۃ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ او قراءۃ القرآن امامہا ونحو ذلک فمن حرم ذلک فہو قاصر عن فہم الشریعۃ لانہ ماکل مالم یکن فی عہد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم یکن مذموما وقد رجح النووی ان الکلام خلاف الاولٰی فقط واعلم انہ لو فتح ھذا الباب لردت اقوال المجتہد من اولہا الٰی اٰخرہا مما استحسنوا من المحاسن ولا قائل بہ وقد فتح رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم لعلماء امتہ ھذا الباب واباح لہم ان یسنوا کل شیئ استحسنوہ ویلحقوہ بشریعۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم بقولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرہا واجر من یعمل بہا وکلمۃ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ اکبر الحسنات فکیف یمنع منہا وتأمل احوال غالب الخلق الاٰن فی الجنازۃ تجدہم مشغولین بحکایات الدنیا لم یعتبروا بالمیت وقلبہم غافل عن جمیع ما وقع لہ بل رأیت منہم من یضحک واذا تعارض عندنا مثل ذلک وکونہ لم یکن فی عہد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم قدمنا ذکر اللّٰہ عزوجل بل حکل حدیث لغو اولٰی من حدیث اہل الدنیا فی الجنازۃ فلو صاح کل من فی الجنازۃ بلا الٰہ الا اللّٰہ فلا اعتراض ولم یأتنا فی ذلک شیئ من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فلو کان ذکر اللّٰہ تعالٰی فی الجنازۃ منہیا عنہ لبلغنا ولو فی حدیث کما بلغنا فی قراءۃ القرآن فی الرکوع فاذا ہو شیئ سکت عنہ الشارع اوائل الاسلام لایمنع منہ اواخر الزمان وبالجملۃ فلا یجتری علی امر الناس بترک قول لا الٰہ الا اللّٰہ الا ان یجد فی ذلک حدیثا یمنع من ذلک۔

ان امام جلیل عارف باللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ لکھا کہ شرح طحاوی میں فرمایا کہ مشیع جنازہ پر صمت لازم ہے۔ اور مجتبیٰ و تجرید حاوی میں یوں تعبیر کیا کہ سزاوار ہے کہ صمت طویل کرے اور سنن مرسلین سے جنازے کے ہمراہ صمت ہے یونہی منیۃ المفتی میں ہے اور رفع الصوت بالذکر و قراءۃ القرآن انھیں مکروہ ہے جیسا کہ شرح طحاوی میں ہے اس لئے کہ وہ مشابہ اہل کتاب ہے جیسا کہ ایضاح میں ہے اور قیس بن عبادہ سے مروی ہے کہ صحابہ تین جگہ رفع صوت کو ناپسند رکھتے تھے وقت قتال اور جنازہ اور ذکر کے ساتھ ایسا ہی ایضاح میں ہے۔ کراہت تحریم اور کہا گیا کراہت تنزیہہ جیسا کہ مجتبیٰ میں ہے اور کراہت تنزیہہ اور کہا گیا کراہت تحریم جیسا کہ قنیہ میں ہے اللہ مکروہ ہے اس معنی کر ایسا کرنے والا تارک اولیٰ ہے۔ جیسا کہ تتمہ میں ہے مصنف تتمہ نے اپنے والد سے اس کا عزو کیا اور ابراہیم سے منقول ہے کہ آدمی چلتے ہوئے کہے اس کے لئے دعا مغفرت کرو خدا تمہاری مغفرت فرمائے ایسا ہی تتمہ اور خانیہ میں ہے اور جب ذکر کا ارادہ کرے تو دل میں ذکر کرے جیسا کہ ظہیریہ میں ہے اور ہمراہیان جنازہ کا جنازہ کے ہمراہ یہ قول ہر زندہ عنقریب مرے گا نئی بات ہے ایسا ہی سراجیہ اور منیۃ المفتی میں ہے اسے والد مصنف نے اپنی شرح شرح وہبانیہ کے باب الجنائز اور شرح شرعۃ الاسلام میں جس کا نام جامع الشروح ہے ذکر کیا۔

فرمایا چپکے چپکے جنازہ کے پیچھے خوب تسبیح و تہلیل میں مشغول رہے اور چاہئے کہ دنیوی کوئی بات نہ کرے اور ہنسے نہیں اس لئے کہ یہ قلب کو سخت کرتا ہے اور کہے اللہ اکبر اللہ اکبر اشہد ان اللہ یحیی و یمیت اللہ اکبر اللہ اکبر میں شہادت دیتا ہوں کہ بیشک اللہ جلاتا ہے اور وہی مارتا ہے وہ خود حی لایموت اور وہ زندہ ہے کہ مرے گا نہیں سبحٰن من تعزز بالقدرۃ والبقاء وقہر العباد بالموت والفناء۔ پاک ہے وہ ذات پاک کہ جو غالب ہے اپنی قدرت و بقاء سے اور جس نے تمام بندوں کو موت اور فنا سے مقہور و مغلوب فرمایا اور یہ کہ تسبیح و تہلیل وغیرہ ہا رشتہ کے ساتھ آواز بلند نہ کرے اس لئے کہ یہ دن روز حشر کے مشابہ در بارۂ ظہور حکم الٰہی اور عدم تاثیر قدرت احدے و کلام احدے ہے اور بیشک اللہ عزوجل نے روز قیام حشر فرمایا وخشعت الاصوات للرحمٰن فلا تسمع الا ھمسا[1] یعنی آوازیں رحمٰن کے لئے ساکن و ذلیل و خاشع ہو گئیں تو تو نہیں سنے گا مگر نہایت خفیف آواز۔ آوازوں کو فرمایا خاشع ہو گئیں مگر آواز والے ہیں۔ اور اس قول والا کا مؤید وہ ہے جو کہا گیا ہے کہ مکروہ ہے رفع صوت بالذکر و قراءۃ القرآن جنازہ کی مشایعت میں اس لئے کہ اس میں اہل کتاب سے موافقت ہے۔ یہ تحقیق جلیل و تدقیق جمیل فرمائی لیکن بعض شیوخ ائمہ نے جنازہ کے آگے اور پیچھے

[1] سورۂ طٰہٰ آیت ۱۰۸

ذکر جہر اور رفع الصوت بالتعظیم بغیر تطویل کہ اس میں کوئی حرف بڑھائیں بہ علت تلقین میت و اموات واحیاء ہ
بجائے تحسین فلان وظالمین لائے ہے کراہت جائز کہ امتیاز ہو جائے از اثر رنگ قلوب وقساوت آن باسبب حب
دنیا وریاست دنیا۔

اور کتاب عہود محمدیہ شیخ شعرانی قدس اللہ سرہ النورانی میں ہے کہ علم اور وہاں کے شیخ طریقت کو چاہئے کہ
جو لوگ جنازے کے ہمراہ جانا چاہتے ہوں انھیں اس کے ہمراہ چلنے کے آداب سکھائیں کہ بیہودہ باتیں نہ کریں
اور یہ ذکر نہ کریں کہ حکومت سے فلاں اس عہدہ پر فائز ہوا فلاں معزول ہوا اور تاجروں سے فلاں گیا اور فلاں
واپس آگیا اور ایسی ہی لغو باتیں۔ اس لئے کہ دنیوی باتوں کا اس مقام پر کوئی محل نہیں۔ اور بے شک تجربہ
کی بات ہے کہ لغو باتوں کی کثرت قلب کو مردہ کر دیتی ہے اور جب طریق جنازہ میں قلب یوں مردہ ہو جائے گا
تو میت کے لئے دعائے مغفرت مردہ قلوب سے ساتھ کریں گے تو اجابت نہ ہوگی۔ تو وہ شخص جس نے لغو باتیں جنازہ
کے ساتھ راستے میں کیں اس نے اپنے اور میت دونوں کے حق میں خطا کی بے شک سلف صالح جنازہ
کے ساتھ کوئی کلام نہ کرتے تھے مگر تھوڑی۔ جو وارد ہوا۔ سلف کی حالت یہ تھی کہ میت کے عزیز قریب وغیر قریب
میں امتیاز نہ ہوتا جب تک کوئی بتاتا نہیں۔ یہ بوجہ غلبہ حزن ہر شخص حاضرین پر تھا۔ اور سیدی علی خواص رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب ہمراہیان جنازہ کی حالت معلوم ہو کہ وہ جنازے کے ساتھ لغو باتیں نہ چھوڑیں گے اور احوال
دنیا میں مشغول رہیں گے تو انھیں کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے میں مشغول کرنا چاہئے =
اس لئے کہ یہ پڑھنا اس کے ترک سے افضل ہے اور کسی فقیہ کو اس کا انکار نہ چاہئے مگر نص پایا جائے اس لئے
کہ مسلمانوں کو شارع علیہ الصلاۃ والسلام سے اس کا اذن عام ہے کہ جب چاہیں اللہ کو یاد کریں۔ اور اے خدا
اس شخص کا دل کتنا منطبق ہے جو اس جیسی بات سے منع کرے۔

نیز امام شعرانی قدس سرہ النورانی نے اپنی کتاب عہود المشائخ میں ذکر کیا فرمایا ہم اپنے برادروں کو اس
کی اجازت نہیں دیں گے کہ وہ کسی ایسی بات کا انکار کریں جو مسلمانوں نے بہ نیت قربت نکالی ہو اور اسے اچھا
جانا ہو خصوصاً وہ جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق ہو جیسے لوگوں کا جنازے کے آگے
کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا یا کسی کا پیش جنازہ قرآن عظیم پڑھنا اور اس کی مثل۔ تو جو اسے حرام جانے
وہ علم شریعت سے قاصر ہے اس کو شریعت کی سمجھ نہیں کہ ہر وہ بات جو عہد نبی علیہ الصلاۃ والسلام میں نہ تھی محرم
نہیں۔ اور امام نووی نے اسی قول کو ترجیح فرمایا کہ کلام مطلقاً خلاف اولیٰ ہے۔ اور یہاں لوگ اگر اس کا ورد ترک کرنے

کہ جوبات عہد نبوی میں نہ تھی وہ مذموم ہو تو جس قدر مستحبات اور مستحسنات ائمہ مجتہدین نے نکالے ان کے وہ سارے اقوال مردود ہوجائیں گے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد سے کہ من سن سنۃ حسنۃ الحدیث۔ یعنی جو شخص دین اسلام میں نیک بات پیدا کرے اسے اس کا ثواب ملے اور قیامت تک جتنے اسے کریں سب کا ثواب اسے ملے۔ اپنی امت کے علماء کے لئے اس کا دروازہ کھول دیا ہے اور انھیں اس کی اجازت مرحمت فرمائی ہے کہ نیک طریقے ایجاد کریں اور اسے شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ سے لاحق کریں۔

اور کلمہ طیبہ اکبر حسنات ہے تو اس سے کیونکر منع کیا جاسکتا ہے اور غالب خلقت کی حالتوں کو بغور تامل دیکھو تو تم انھیں حکایات دنیا میں مشغول پاؤگے کہ انھیں میت سے کوئی عبرت نہ ہوئی ان کے قلوب غافل ہیں کہ میت پر کیا گذری (فرماتے ہیں) بلکہ میں نے ان میں بعض کو ہنستے دیکھا ہے اب جب یہ عدم عبرت اور غفلت اور ہنسنا اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانہ میں کلمہ طیبہ جنازہ کے ساتھ ساتھ نہ ہونا متعارض ہوئے تو ہم نے ذکر اللہ کو مقدم کیا۔ بلکہ ہر لغو بات کرنے سے بدتر ہے جنازہ میں اہانت دنیا کا بات کرنا تو اگر سب کے سب ہمراہی جنازہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ خوب بلند آواز سے پڑھیں کوئی اعتراض نہیں۔ اور اس بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی ممانعت ہمیں نہ پہونچی اور اگر ذکر الٰہی بجنازہ میں منہی عنہ ہوتی تو ضرور نہی وممانعت فرماتے اور وہ ہمیں پہونچتی اگرچہ ایک ہی حدیث۔ جیسا کہ رکوع میں قرآن عظیم کی قراءت کے بارے میں پہونچی تو کچھ بات اور دوسری بات جس سے شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے اوائل اسلام میں سکوت فرمایا اور آخر زمان میں اس سے منع کیا جائے گا خلاصہ یہ ہے کہ اس پر جرأت نہیں کی جاسکتی کہ لوگوں کو ترک ذکر لا الٰہ الا اللہ کا حکم کیا جائے۔ مگر جب کہ کوئی ایسی حدیث ہو جس میں اس سے ممانعت کی گئی ہو۔

امام عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی کے اس ارشاد فیض بنیاد سے مسئلہ کی پوری وضاحت ہوگئی کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے بعض نے مکروہ کہا بعض نے بلا کراہت جائز اور اسی کو ان امام جلیل نے کہ وجوہ طرح ثابت فرمایا اور عارف بالاختصاص بحر معرفت کے غواص سیدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مادام العام والخاص نیر امام ربانی عارف باللہ شعرانی قدس سرہ النورانی کے ارشادات سے مؤید کیا اور ہم بتا چکے کہ یہاں اختلاف کوئی اختلاف نہیں اس زمانہ میں اگر اس زمانے کے مکروہ کہنے والے ہوتے تو وہ بھی یہی فرماتے

بھی حضرات فرماتے ہیں۔ دیکھو عہد پاک رسالت میں عورتوں کو مسجد کی حاضری کا حکم تھا مسجد کی حاضری سے
روکنے کی ممانعت قطعی کی ارشاد اقدس تھا: لا تمنعوا اماء اللّٰہ مساجد اللّٰہ۔ اللہ کی بندیوں کو مساجد سے نہ روکو[۱]
یہاں تک کہ بعض وقت اس والی کو بھی عیدگاہ میں آنے اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہونے کا حکم تھا مگر عہد پاک نبوی
زمانہ بدلا ہے اور عہد صحابہ ہی میں عورتیں مسجد سے روکی جاتی ہیں جبراً مسجد سے نکال دی جاتی ہیں وہ حضرت
سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایت لے کر ام المؤمنین عائشہ صدیقہ میں حاضر آتی ہیں۔ ام المؤمنین فرماتی
ہیں کہ خود حضور علیہ الصلاۃ والسلام اگر نقش نفیس ہم میں اس وقت تشریف فرما ہوتے تو وہ بھی آج عورتوں کو
مسجد سے روکنے کا حکم فرماتے۔[۲]

ظاہر ہو گیا کہ معاذ اللہ صحابہ کرام نے حضور کے ارشاد سے سرتابی نہ کی حضور کے امر کی مخالفت نہ کی
بلکہ اختلاف زمانہ سے حکم مختلف ہوا۔ تو آج ہرگز ذکر مع الجنازہ کسی کے نزدیک مکروہ نہیں ٹھہر سکتا بلکہ وہ محمود و مستحسن
و مستحب و مندوب و مقصود و مرغوب و مطلوب ہے بحق بالشان ہے اسے حرام و بدعت سیئہ اور جہنم کو لے جانے
والا جانے یا قطعی شرک کہنے والا نرا اپنے دعوی اسلام کی تجنیس دکھلاتے اس کے بعد اس کا یہ منصب ہے کہ وہ
اسلام کا دعوی کرے۔ ذکر اللہ و ذکر رسول کو شرک و کفر بتائے اور اسلام کا دعوی۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی
العظیم۔ فرض کر دم اگر اس بارے میں علماء کے درمیان آج ہی نہیں نہیں دائمی اختلاف ہوتا کہ ہمیشہ رہتا
زمانے کے تغیر و تبدل کے ماتحت نہ ہوتو بھی عوام کو اس ذکر خیر سے ممانعت نہ کی جاتی اسے حرام و بدعت سیئہ
و شرک و کفر کہنا تو نرا کذب بالکل دروغ اور خالص ظلم اور کھلا باطل محض اور یقینی ظلم ہے ایسی گندی
گمراہی بحس ممانعت کا تو کبھی محل تھا ہی نہیں۔ نہ ہو سکتا ہے جو امور مختلف فیہ ہیں ان سے ممانعت کی علماء
ممانعت فرماتے ہیں۔ دیکھو طلوع شمس کے وقت نماز پڑھنا حنفیہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ مذہب جہر کو مطلقاً بعض
نے مکروہ کہا صلاۃ رغائب و صلاۃ قدر با جماعت پڑھنا مکروہ بتایا وغیرہ وغیرہ علماء نے عوام کو اس سے ممانعت کی
ممانعت فرمائی کہ وہ یوں خدا کی یاد کرتے ہیں کرنے دو منع کیا تو وہ بوجہ قلت رغبت کہیں بالکل ہی نہ چھوڑ
بیٹھیں۔

حدیقہ ندیہ میں ہے۔ ذکر الوالد رحمہ اللّٰہ تعالیٰ فی شرحہ علی شرح الدرر وعبارتہ قال صاحب
المحصل شرح المنیۃ سمعت عن الشیخ الامام الاستاذ حمید الدین عن شیخہ الامام الاجل شمس الائمۃ
الحلوانی انہ قال کسالی العوام لا یمنعون عن الصلاۃ وقت طلوع الشمس الی ارتفاع الشمس لانہ الغالب

۱؎ صحیح مسلم جلد اول ص۱۸۳ ومشکوٰۃ مجیدیہ پاکستان ۲؎ بخاری جلد اول ص۱۲۰ مطبع رضا اکیڈمی

انهم ان منعوا عن ذلك وامروا بالمكث فى المسجد الى ارتفاع الشمس او بالرجوع الى بيوتهم لم يفعلوا ذلك ولم يقضوها ولو صلوها فى هذه الحالة فقد جازت عند اصحاب الحديث والاداء فى وقت يجيزه بعض الائمة اولى من الترك اصلا وهكذا النقل عن شمس الائمة الحلوانى حين سأله السيد الامام ابو شجاع عن منع الناس عن الصلاة فى هذا الوقت فاجاب بهذا اذ ذكر فى القنية برمزى النسفى و الحلوانى اھ ومن هذا القبيل نهى الناس عن صلاة الرغائب بالجماعة وصلاة ليلة القدر ونحو ذلك وان صرح العلماء بالكراهة بالجماعة فيها لا يفتى بذلك للعوام لئلا تقل رغبتهم فى الخيرات وقد اختلف العلماء فى ذلك فصرح ابن الصلاح من ائمة الشافعية وهو من كبار المحدثين رحمه الله تعالى بعدم الكراهة وصنف فى جوازها رسالة مستقلة وان ناقشه فى ذلك معاصره العز بن عبد السلام برسالة اخرى وكذلك صنف فى جوازها جماعة من المتأخرين فابقاء العوام الحريصين فى الصلاة اولى من تنفيرهم عنها وفى الغالب انهم اذا لم يصلوها كسلوا عن المجئ الى المساجد ليلة النصف من شعبان وليلة اول جمعة من شهر رجب وليلة القدر يشتغلون بكلام الدنيا المكروه وربما ذهبوا الى ما هو اشد من الاثم الواقع فى الشهوات والغفلات ۔

ومن هذا القبيل نهى الناس عن حضور مجالس الذكر بالجهر وانشاد اشعار الصالحين وان صرح فقهاء الحنفية بكراهة الجهر بالذكر فان ائمة الشافعية كالنووى وغيره قائلون بحسن ذلك ولا ينبغى ان ينهى العوام عما تقول به ائمة المسلمين ومن هذا القبيل نهى العوام عن المصافحة بعد صلاة الصبح والعصر فان بعض المتأخرين من الحنفية صرح بالكراهة فى ذلك لكن الامام ابن عبد السلام مع انه يدخل فى عموم سنة المصافحة مطلقا فلا ينبغى الا ان يراد التخصيص بالوقتين المذكورين ليتحقق ابتداع ذلك وصرح النووى فى كتابه الاذكار وغيره من الشافعية بانها فى هذين الوقتين بدعة مباحة فلا ينبغى للواعظ او المدرس ان ينهى العوام عما افتى بجوازه بعض ائمة الاسلام ومن هذا القبيل زيارة القبور والتبرك بضرائح الاولياء والصالحين والنذر لهم بتعليق ذلك على حصول شفاء او قدوم غائب فانه مجاز عن الصدقة على الخادمين لقبورهم وكما صرح الشيخ ابن حجر الهيتمى المكى فى فتاواه ان هذا النذر للولى الميت الا ان قصد به الناذر قربة لخدمى قبره او لاولاد الولى الميت وخلفائه او اطعام الفقراء الذين عند قبره صح النذر ووجب صرفه فيما قصده الناذر الخ

وغالب الناس فی هذا الزمان یقصدون ذلك فحصل الکلام علیه ولا یستحق ان یبحث الواعظ عما قال به
احد من ائمة المسلمین بل ینبغی ان یقع النهی عما اجمع الائمة کلهم علی تحریمه والنهی عنه وهو معلوم
بالضرورة من الدین کحرمة الزنا والربا والریاء وشرب الخمر والظن السوء باهل الاسلام والظلم واکل
وغصب الاموال والمصادرات بغیر حق والخیانة فی البیوع والاجارات ورشوات القضاة والامراء والتکبر
والاعجاب والحسد والبغی والافتراء والکذب والریاء ونسیان عیوب النفس والتجسس عن عیوب الناس
والتهاون بالمسلمین والمسلمات بالفواحش وهتك استار المذنبین ومحبة اشاعة الفاحشة فی الغیر والغیبة
والنمیمة والاستهزاء بالفقراء والسخریة علی المساکین والضعفاء من الناس والطعن فی اولیاء الله
تعالی المتقدمین والخوض فی دینهم واعتقاداتهم والجهل فی معانی کلامهم وعدم معرفة المطابقة
بین کلامهم وکلام الله تعالی ورسوله وانکار کراماتهم بعد الموت واعتقادات ولایتهم انقطعت
عن قبورهم ونهی الناس عن التبرك بهم الی غیر ذلك من القبائح التی حصلها الاٰن غالب اهل زماننا
فی بلادنا وغیرها نسأل الله تعالی العافیة۔

حاشیہ مولوی الفاضل عبدالحکیم المرحوم بر رسالہ صلاۃ الرغائب باجماعت ہے فظهر ان من
منع من هذه الصلاة بالجماعة فقد غلط او اخطأ حتی تضلیل الاسلاف الکرام والاخلاف الفی وفعلی الولاة
منع المانعین وتعزیر المعاندین۔ ذاکرین وسامعین ومیت سب کو ذکر خدا ورسول سے فائدہ ہونا ظاہر، ذاکرین
کو ذکر کرنے کا، سامعین کو سننے کا، ذاکرین کو غافلین خاطئین کی تنبیہ اور ان کے دلوں کی زنگ چھڑانے قساوت
دور کرنے کا جو عظیم اجر ہے وہ ملے گا، سامعین کی غفلت دور ہوگی قلب کی سختی اور زنگ جائے گی خدا کا خوف
دل میں سمائے گا یاد خدا ورسول سے ان کی محبت قلب میں بڑھے گی یہ عظیم فائدہ ہوگا، میت کو تلقین کا ثواب
ذاکرین کو ملے گا اور تلقین سے میت کو فائدہ عظیم ہوگا، هذا ما عندی بفتوی شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا الوالد
الملهم اعلیٰ حضرت المجدد قدس الله تعالی سرہ وافاض علی المسلمین برہ فی هذا الباب والله تعالی
اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب۔ ہم نے جن جن عبارتوں پر خط کشیدہ کردیے ہیں وہ وہابیوں کے لئے
نہایت جگر دوز اور وہابیت سوز ہیں جنھوں نے مذہب وہابیہ کی جڑیں کھوکھلی کردیں اسے از بیخ برکندہ کردیا
ہے مسلمان انھیں بار بار دیکھیں اور یاد رکھیں کہ وہابیوں کی بہت سی بدعتوں شرکوں کو رد کرنے میں انھیں
کام دیں، وباللہ التوفیق۔

مسئلہ: از سرنیا محمد شاہ صاحب نگریا سادات ڈاکخانہ میرگنج ضلع بریلی ۲۴ صفر المظفر ۱۳۵۵ھ

(۱) نمازِ جنازہ غائب پر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اگر بالغ اور نابالغ کے جنازے جمع ہوجائیں تو ایک ہی نماز جنازہ پڑھی جائے یا علیحدہ علیحدہ پڑھنا چاہئے اور دعا جو بالغ کے لئے ہے وہ پڑھی جائے یا جو نابالغ کے لئے ہے وہ۔

الجواب: (۱) نہیں جنازہ کا پیش مصلی رکھا ہونا شرط ہے غنیہ میں فرمایا۔ شرط صحتہا وضعہ امام المصلی وبہذا القید علم انہا لاتجوز علی غائب ولا حاضر محمول علی دابۃ او غیرہا ولا موضوع متقدم علیہ المصلی وہو کالامام من بعض الوجوہ۔[۱] ہاں اگر بلا نماز دفن کردیا گیا ہو تو اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے گی جب تک تفسخ کا ظن غالب نہ ہو اسی میں ہے۔ دفن ولم یصل علیہ صلی علی قبرہ مالم یغلب علی الظن انہ تفسخ لما مر من صلاتہ علیہ السلام علی القبر ولا اعتبار بالتقدیر بالایام فی التفسخ وعدمہ علی الصحیح بل المعتبر غلبۃ الظن لان ذلک یختلف باختلاف الحال من السمن والہزال وباختلاف الزمان من الحر والبرد وباختلاف المکان من کون الارض سبخۃ او غیرہا۔

(۲) اچھا یہ ہے کہ ایک ہی پڑھیں چاہیں علیحدہ علیحدہ کرکے۔ ایک پڑھیں تو امام کے سامنے مرد کا جنازہ ہو پھر مرد کے بعد نابالغ لڑکے کا پھر خنثی کا پھر عورت کا پھر نابالغہ لڑکی کا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں۔ لیلنی منکم اولوا الاحلام والنہی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم۔ پھر یہ کہ حالت نماز میں خلف امام جس طرح کھڑے ہوتے ہیں ان کے جنازے پیش امام رکھے جائیں بدائع ومشائخ میں ہے۔ لو اجتمع جنازۃ رجل وصبی وخنثی وامرأۃ وصبیۃ وضع الرجل مما یلی الامام والصبی وراءہ ثم الخنثی ثم المرأۃ ثم الصبیۃ۔[۲] درمختار میں ہے۔ اذا اجتمعت الجنائز فافراد الصلوۃ علی کل واحدۃ اولی من الجمع وان جمع جاز،[۳] نیز درمختار میں ہے۔ راعی الترتیب المعہود خلفہ حالۃ الحیاۃ فیقرب منہ الافضل فالافضل الرجل مما یلیہ فالصبی فالخنثی فالبالغۃ فالمراہقۃ والصبی الحر یقدم علی العبد والعبد علی المرأۃ۔ اگر ایک ہی نماز پڑھیں تو دعائے بالغین بہ نیت دعائے للبالغین پڑھ کر پھر نابالغوں کے لئے جو دعا ہے وہ بہ نیت دعا برائے نابالغین پڑھیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: (۱) کیا میت مدفونہ کو ایک جگہ سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرنا بروئے شرع محمدی جائز ہے

---

[۱] غنیۃ المستملی ص ... مطبوعہ ... لاہور پاکستان [۲] بدائع الصنائع جلد اول ص ... مطبوعہ کراچی پاکستان [۳] درمختار جلد اول ص ... مطبوعہ مصر

معہ حوالہ کتب۔

۲ــ اولیاء اللہ یا بزرگانِ دین میں سے چند ایک کی نعش ہائے مبارک ایک جگہ سے نکال کر دوسری جگہ یا تیسری جگہ دفن کی گئی ہیں وہ کون سے حکم شرع کے ماتحت ہیں بمعہ حوالہ کتب۔

۳ــ بوقت دفن کرنے کے جو کہ عام طور پر کئی میتیں امانت رکھی جاتی ہیں اور کچھ عرصہ بعد ان کو قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرتے ہیں کیا یہ عمل درست ہے۔

۴ــ ایک شخص بزرگ سیرت اور خاندان سادات سے ہو اپنے لڑکوں میں سے ایک لڑکا جو کہ اس کا تابعدار و خدمت گذار تھا اس کو ہر وقت عرصہ سے اس بات کی وصیت کرتا رہتا ہو کہ مجھے گورستان میں کسی کی قبر کھود کر دفن نہ کرنا بلکہ میری زر خرید جگہ پر جو کہ محض اسی غرض سے خرید کی گئی ہے اس میں دفن کرنا لیکن بوقت مرگ اس لڑکے کو عمداً اطلاع نہیں دی گئی اور متوفی کے خلاف وصیت و ہدایت عمداً مخالفت کی گئی ہے اب وہ موصی اپنے والد کی وصیت کے مطابق عمل کرنا چاہتا ہے۔

الجواب۔ ۱ــ نہیں، ہاں صحیح مگر اس صورت میں کہ زمین حق غیر میں بے اجازت مالک دفن کیا ہو اور وہ راضی نہ ہو کما ہو مذکور فی مسئلہ ۳ ہے۔ بعد ما دفن فلا یجوز اخراجہ حتی قالوا لو ان امرأۃ مات ولدھا فدفن ببلد غیر بلدھا وھی غائبۃ لا تصبر وارادت نبشہ ونقلہ الی بلدھا لا یباح لھا ذلک ولا یباح نبشہ بعد الدفن اصلا الا لما ذکرنا من سقوط مال فیہ او کون الارض حق الغیر ویخرج ان شاء ذو الحق وان شاء سوی القبر وزرع فوقہ ویجوز البعض النقل بعد الدفن استدلالا بما نقل ان یعقوب علیہ السلام بعد ما مضی علیہ زمان نقل من مصر الی الشام لیکون مع آبائہ والصحیح الاول لان شرع من قبلنا انما یلزمنا اذا قصہ اللہ او رسولہ علینا من غیر تغییر لا یکون شرعا لنا فلا یجوز الاستدلال بہ وفی القنیۃ مقابر بلغ البلی حملۃ جیرون لا یجوز نقلھما الی موضع آخر سے شرح حموی[۱] عالمگیری مصری ص ۱۶۹ جلد اول میں ہے۔ ولا ینبغی اخراج المیت من القبر بعد ما دفن الا اذا کانت الارض مغصوبۃ او اخذت بشفعۃ کذا فی فتاوی قاضی خان واذا دفن المیت فی ارض غیرہ بغیر اذن مالکھا فالمالک بالخیار ان شاء امر باخراج المیت وان شاء سوی الارض وزرع فیھا کذا فی التجنیس واللہ تعالی اعلم۔

۲ــ جن کی نعشیں دوسری جگہ منتقل کی گئیں وہ دوسری روایت کی بنا پر کسی خاص وجہ سے مثلاً مہاجر کی[۲] واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۳ــ اس کا جواب پہلے جواب سے واضح ہے۔ ۴ــ نہیں کر سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱] غیر مشتہ مطبوعہ لاہور پاکستان

کتابُ الزکاۃ

زکاۃ کا بیان

مسئلہ۔ از بنارس مرسلہ عبد الرحمٰن

کیا زکاۃ کی ادائیگی کے لئے شرط مشروط کے علاوہ اظہار زکاۃ بھی ضروری ہے؟ بینوا توجروا

الجواب۔ زکاۃ جسے دی جائے اس سے یہ کہنا کچھ ضرور نہیں کہ یہ زکاۃ کا مال ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از بنارس مرسلہ عبد الرحمٰن

جن رشتہ داروں کو زکاۃ کا مال دینا چاہتا ہے اگر رشتہ دار زکاۃ کا مال بوجہ شرم لینا خفت جانتا ہے حالانکہ فاقہ کشی کرتا ہے بغیر زکاۃ کا اظہار کے ہوئے دے کر مالک بنادے زکاۃ کی ادائیگی ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب۔ زکاۃ جسے دی جائے اس سے یہ کہنا کچھ ضرور نہیں کہ یہ زکاۃ کا مال ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از شہر ڈاک خانہ فرید بخش گنج ضلع رائے بریلی سائل شیخ چھیدا قبا کو فروش [illegible] ذی الحجہ [illegible]

(۱) اہل سنت وجماعت کے لوگوں کو کتنے مال وزر روپے ہونے پر زکاۃ دینا چاہئے اور کتنی زکاۃ نکالنا چاہئے؟

(۲) اہل سنت وجماعت کے لوگوں کو کتنے جانور ہونے پر زکاۃ دینا چاہئے اور جانوروں میں گائے بھینس اونٹ بکری وغیرہ ان میں سے ہر ایک کتنی تعداد تک ہونے پر زکاۃ نکالنا چاہئے؟

الجواب۔ (۱) سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ ہے جس کے پاس کم از کم اتنا سونا یا اتنے سونے کی اشرفیاں یا زیور ہو اس کا چالیسواں حصہ اس پر جب سال گزرے دینا لازم ہوگا یا اس کے چالیسویں حصہ کی قیمت۔ چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے جس کے پاس اتنی چاندی یا زیور یا روپیہ ہو اور اس پر سال گزر جائے تو چالیسواں حصہ دینا فرض ہوگیا اس قدر کی قیمت۔ یہاں کے روپیہ میں سوا گیارہ ماشہ چاندی ہے تو ساڑھے باون تولہ چاندی کے پورے چھپن روپیہ ہوئے۔ چاندی کا نصاب دو سو درہم شرعی ہے اور درہم شرعی ۲۵ ۱/۵ رتی ہے ۸ رتی کا ایک ماشہ تو درہم شرعی تین ماشہ ۱ ۱/۵ رتی کا ہوا دو سو درہم ہوا برابر ساڑھے باون تولہ۔ یوں کہ

دو سو درہم کی پانچ ہزار چالیس رتیاں ہوئیں اور اس قدر رتیوں کے چھ سو تیس ماشے ہوئے اتنے ماشوں کے ساڑھے باون تولے ہوئے یعنی روپے کے ساڑھے باون تولے چاندی ہوئی۔ عالمگیری[1] میں ہے۔ تجب فی کل مائتی درھم خمسۃ دراھم وفی کل عشرین مثقال ذھب نصف مثقال مضروبا کان اولم یکن مصوغا او غیر مصوغ حلیا کان للرجال او للنساء تبرا کان او سبیکۃ کذا فی الخلاصۃ۔ درمختار[2] میں ہے۔ نصاب الذھب عشرون مثقالا والفضۃ مائتا درھم کل عشرۃ دراھم وزن سبعۃ مثاقیل۔

العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ[3] میں حضرت والد ماجد شیخنا المجدد قدس سرہ فرماتے ہیں مثقال ساڑھے چار ماشے ہے تو درہم کہ اس کا ۷/۱۰ ہے تین ماشے ایک رتی اور پانچواں حصہ رتی کا ہوا کشف الغطاء میں ہے مثقال بست قیراط وقیراط یک حبہ وچہار خمس حبہ وحبہ کہ آں را بفارسی سرخ گویند ہشتم حصہ ماشہ است پس مثقال چہار ونیم ماشہ باشد جواہر اخلاطی میں ہے۔ الدرھم الشرعی خمس وعشرون حبۃ وخمس حبۃ یعنی درہم شرعی پچیس رتی اور پانچواں حصہ رتی کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) بھیڑ بکری، گائے، بھینس، اونٹ ان میں سے نر ہوں یا مادہ یا مخلوط جب کہ جوتنے کھانے لادنے کے لئے نہ پالے ہوں سمن یا گوشت میں زیادتی کے لئے ہوں یا دودھ یا نسل کے لئے یا شوقیہ اور سال کا اکثر حصہ جنگل میں چھوٹے چرنے پر اکتفا کرتے ہوں اور ان پر حولان حول ہوا ہو اور جو نوع ہو گائے بھینس بھیڑ بکری شتر قدر نصاب ہوں یا سب مل کر قدر نصاب ہوں اور سب ایک سال سے کم کے نہ ہوں کم از کم ان میں ایک ہی ایک سال کا ہو تو زکوٰۃ فرض ہوگی بھینس گائے ایک ہی نوع کے شمار کئے جاتے ہیں بھیڑ بکری دنبے، بھینس کا نصاب تیس ہے۔ تیس سے کم پر زکوٰۃ نہیں۔ تیس ہونے پر ایک بچہ پورے ایک سال کا چالیس ہونے پر ایک بچہ پورے دو سال کامل کا دینا ہوگا۔ انسٹھ تک یہی واجب ہوگا ساٹھ سے انہتر تک دو بچے ایک ایک سال کے۔ ستر سے اناسی تک ایک بچہ ایک سال ایک دو سال۔ اسی پر نواسی تک دو بچے دو دو سال کے نوے پر ننانوے تک تین بچے ایک ایک سال کے تو ۱۰۰ سے ۱۰۹ تک دو بچے ایک سال کے ایک بچہ دو سال کا ۱۱۰ سے ۱۱۹ تک ایک ایک سال کا دو دو سال کے ۱۲۰ سے ۱۲۹ تک چار ایک ایک سال کے یا تین دو دو سال کے وقس علی ھذا۔

یونہی بھینس کا حساب ہے اور اگر گائے بھینس مخلوط ہوں تو جو زیادہ ہوں انھیں کا بچہ زکوٰۃ میں دینا ہوگا اور برابر ہوں تو جو قسم اعلیٰ ہو اس کا ادنیٰ۔ یا ادنیٰ کا اعلیٰ دیا جائے۔ کوئی نوع اگر قدر نصاب نہ ہو مثلاً گائے

[1] عالمگیری جلد اول ص۱۷۸ مطبوعہ بیروت [2] در مختار جلد دوم ص۳۳ مطبوعہ مصر [3] فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص۵۳۶ [illegible]

بقدر نصاب ہوں تو جو نوع زائد ہوگی اسی سے زکوٰۃ ادا ہوگی۔ بکری بھیڑ کا نصاب چالیس ہے، گائے بھینس کا تیس، اونٹ کا پانچ۔ ہندیہ[۱] میں ہے: الباب الثانی فی صدقۃ السوائم یجب الزکاۃ فی ذکورها واناثها ومختلطها والسائمۃ ھی التی تسام فی البراری لقصد الدر والنسل والزیادۃ فی السمن والثمن کذا فی محیط السرخسی۔ ردالمحتار[۲] میں ہے: الجاموس نوع من البقر کما فی المغرب فهو مثل البقر فی الزکاۃ والاضحیۃ والربا ویکمل به نصاب البقر وتؤخذ الزکاۃ من اغلبها وعند الاستواء یؤخذ اعلی الادنی وادنی الاعلی نهر ودل هذا الحکم البخت والعراب والضأن والمعز ابن ملک۔ کما فی الفتاوی الرضویہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از علی بھیت، مستفتی حکیم سعید الرحمٰن صاحب ۲۵ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۵۸ھ

کیا حکم ہے شریعت مطہرہ کا مسائل ذیل میں۔

(۱) الف: زید کے پاس ۱۰ اگست ۳۸ء کو مبلغ ۴۰ روپے تھے جس پر حولان حول نہیں ہوا تھا۔

ب: ۱۰ اگست ۳۹ء کو مبلغ ۔۔۔ تھے درمیان سال میں یہ رقم بسلسلۂ تجارت کم وبیش ہوتی رہی۔

ج: ۱۰ اگست ۴۰ء کو مبلغ ۔۔۔ تھے درمیان سال میں یہ رقم بسلسلۂ تجارت کم وبیش ہوتی رہی۔
اس کی زکوٰۃ کس حساب سے ادا کی جائے گی اور سنین ماضیہ کی بھی جو سہواً ادا نہیں کی گئی اب ادا کی جائے یا سال بسال کی۔

(۲) الف: عشر جو اوائل اسلام میں منجانب حکومت اسلامیہ وصول کیا جاتا تھا اب بھی مسلمانوں پر واجب ہے غلہ کی پیداوار میں سے اور باغات کے پھلوں میں سے کیا دسواں حصہ پہلے نکال لے یا اس کی تخمینی قیمت مصارف مقررہ میں صرف کرے۔ آم، امرود، نارنگی وغیرہ کی فصل اکثر فروخت کردی جاتی ہے، پولہٰذا ان کا صحیح شمار دشوار ہے۔

ب: بوجہ عدم واقفیت اب تک جو عشر ادا نہیں کیا گیا اور اب اگر گزشتہ ایام کا ادا کرنا ممکن ہے اس کے لئے کیا کیا جائے۔

الجواب: ۱۰ اگست ۳۸ء میں جو چالیس روپے ہیں وہ تو قدر نصاب بھی نہیں وہ حاجت اصلیہ سے فارغ ہوتے اور ان پر حولان حول ہوتا جب بھی زکوٰۃ واجب نہ ہوتی۔ درمختار[۳] میں فرمایا: شرط افتراض ادائها حولان الحول وهو فی ملکه۔ جس وقت سے رقم قدر نصاب ہوگی اسی وقت سے زکوٰۃ

۱؎ ہندیہ جلد اول ص ۱۷۶ مطبوعہ بیروت ۲؎ ردالمحتار جلد دوم ص ۲۰ مطبوعہ مصر ۳؎ درمختار جلد دوم ص ۱۱ مطبوعہ کوئٹہ پاکستان

واجب ہوگی۔ بعد حولان حول عمّا ادا لازم ہوگی۔ درمیان سال کی کمی بیشی کبھی نظر سے ساقط رہے گی اور کبھی ملحوظ کی جائے گی۔ بعد حولان حول اصل ونفع روپیہ اور مال تجارت جو باقی رہا اس سب کا حساب لگایا جائے گا اس میں ایک دو تین یا چار جتنے نصاب کامل اور جو کامل سے زائد بقدر خمس ہوں گے تو ایک خمس یا جتنے زائد ہوں ان سب کی زکوٰۃ دینا ہوگی اور جو نصاب کامل کے بعد خمس نصاب سے کم زیادت رہے گی وہ عفو رہے گی۔ سونے کا نصاب ۷½ تولہ ہے اور چاندی کا ساڑھے باون تولہ اور ہر مال تجارت کی قیمت سونے یا چاندی سے کی جائے گی۔ ساڑھے باون تولہ چاندی کے چھپن روپیہ ہوتے ہیں کہ تولہ بارہ ماشہ کا اور انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشہ کا ہے۔

جس تاریخ (کو) مالک نصاب ہوا اس دن سے جس قدر مال بڑھے گا اسی تاریخ سے سال تمام پر کل کی زکوٰۃ دینا ہوگی یعنی مثلاً یکم محرم کو چھپن روپیہ کا مالک ہوا اس کے پاس یہ چھپن روپیہ تھے پھر ذی الحجہ میں مثلاً ہزار روپیہ اور اس نے پائے تو یہ نہیں کہ یکم محرم کو چھپن ہی روپیہ کی زکوٰۃ دے گا اور اس ہزار کی اگلے ذی الحجہ کی اسی تاریخ سال تمام ہونے پر بلکہ ذی الحجہ کو جو اس چھپن کا سال تمام ہوگا اسی سال میں جو زائد بھی پایا ہے وہ اسی نصاب سے ملتا رہے گا اور کل پر زکوٰۃ دینا ہوگی مگر اتنے ہی حصہ کی جو نصاب کامل ہوتا رہے گا پہلے نصاب پر جب حولان حول ہوگا اسی پہر سال میں جتنا مال مل گیا ہے نصاب پر حولان حول سمجھا جائے گا اتنا مال بھی اس پہلے نصاب سے ملاتے ہیں اس کا اگلا عدد بھی رکھا جائے گا گر کسی مال پہ سال میں دوبارہ زکوٰۃ لازم نہ ہو جس سال پر اس نصاب کے ملنے پر دوبارہ زکوٰۃ لازم آئے گی وہ مال نہ ملایا جائے گا کمی و بیشی کے متعلق اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے فتاویٰ سے بعض عبارات لکھتا ہوں جس سے ہر حکم واضح ہو جائے گا۔

العطایا النبویہ میں ہے جو شخص مالک نصاب ہے اور ہنوز حولان حول نہ ہوا کہ سال کے اندر ہی کچھ اور مال اسی نصاب کی جنس سے بذریعہ ہبہ یا میراث یا بشرا یا وصیت یا کسی طرح اس کی ملک میں آیا تو وہ مال بھی اصل نصاب میں شامل کر کے اصل پر سال گزرنا اس سب پر حولان حول قرار پائے گا یہاں سونا چاندی تو مطلقاً ایک ہی جنس ہیں خواہ ان کی کوئی چیز ہو اور مال تجارت بھی انہیں کے جنس سے گنا جائے گا اگرچہ کسی قسم کا ہو کہ آخر اس پر زکوٰۃ یوں ہی آتی ہے کہ اس کی قیمت سونے یا چاندی سے لگا کر انہیں کے نصاب دیکھی جاتی ہے تو یہ سب مال زر و سیم ہی کی جنس سے ہیں اور وسط سال میں حاصل ہوئے تو ذہب و فضہ

یعنی ایک نصاب کامل اور ایک نصاب خمس کے مقابل ہے دسواں تو اس معاف ملحق بالاکثر شمار ہے۔ الزکاۃ تتعلق بالنصاب دون العفو فلو هلك بعد الحول اربعون من ثمانین شاۃ تجب شاۃ کاملۃ لو هلك

در مختار[1] میں ہے۔ لا فی عفو وھو ما بین النصب فی کل الاموال پس اگر نقصان بمقدار عفو ہے یعنی وہ زکوٰۃ یعنی اسی قدر مال کم ہو جائے جتنا عفو تھا مثال اول میں چھ ماشہ اور دوم میں ایک تولہ جب تو اصلاً قابل لحاظ نہیں کہ اس قدر پر تو پہلے بھی زکوٰۃ نہ تھی کل واجب بمقابل مال باقی تھا وہ اب بھی باقی ہے تو زکوٰۃ اسی قدر واجب اور کمی نظر سے ساقط کما مشدد فی الملتقی اور اگر مقدار عفو سے متجاوز ہو یعنی اس کے باعث کسی نصاب میں نقصان آئے خواہ یوں کہ مال میں جس قدر عفو تھا نقصان اس سے زائد ہوا جیسے امثلہ مذکورہ میں ۷ تولہ یا یوں کہ ابتدائے سال صرف بمقدار نصاب پر تھا عفو سے مقدار ہی نہیں جیسے ۹۵؍۲ یا ۱۰۵ تولہ سونا کہ اس میں سے رتی چاول بھی گھٹ گئے تو کسی نہ کسی نصاب میں کمی کرے گا ایسا نقصان دو حال سے خالی نہیں یا حولان حول سے پہلے ہے یا بعد بر تقدیر اول دو حال سے خالی نہیں یا تو سال تمام ہونے پر رقم نصاب کے وشتیں پھر پوری ہو گئی یا نہیں اگر پوری ہو گئی تو یہ نقصان بھی اصلاً نقصان نہ ٹھہرے گا اور اس مجموعہ رقم پر حولان حول سمجھا جائے گا۔

مثلاً ایک شخص یکم محرم ۱۳۰۷ھ کو ۱۵ تولہ سونے کا مالک تھا بعدہ اس میں سے کسی قدر قلیل خواہ کثیر ضائع ہو گیا یا صرف کر ڈالا یا کسی کو دے ڈالا مثلاً اتنا تھوڑا سا گھٹا کہ بہت ضعیف باقی رہا مگر جس قدر کم ہو گیا تھا سلخ ذی الحجہ ۱۳۰۷ھ سے پیشتر اگرچہ ایک ہی دن پہلے پھر آگیا تو پورے ۱۵ تولہ یعنی دو نصاب کامل کی زکوٰۃ دینا ہو گی کہ ایک شخص سال ہونے پر یوں ہی اگر مثلاً ۱۰ تولہ سونے کا مالک ہے اور وسط میں تولہ بھر گھٹ گیا کہ نصاب بھی پوری نہ رہی ختم سال سے پہلے چھ سات ماشے مل گیا تو وہی زکوٰۃ تمام و کمال لازم آئے گی کہ چھ ماشے جو عفو تھا جس طرح اس کے ہلاک کا اعتبار نہیں یوں ہی بعد ہلاک اس کا عود درکار نہیں صرف اس قدر چاہئے کہ شروع سال میں ایک یا زائد جتنی نصابوں کا مالک تھا ختم سال پر وہ نصابیں پوری ہوں تو جس قدر زکوٰۃ کا وجوب بحال استمرار ہوتا اسی قدر پوری واجب ہو گی اور نقصان درمیانی پر نظر نہ کی جائے گی ہاں اتنا ضرور ہے کہ اصل مال سے کوئی پارہ محفوظ رہے سب بالکل فنا نہ ہو جائے ورنہ ملک اول سے شمار سال جاتا رہے گا اور جس ملک جدید ہو گی اس دن سے حساب کیا جائے گا اور اگر یہ نقصان مستمر رہا یعنی ختم سال پر وہ نصابیں پوری نہ ہوئیں تو اس وقت جس قدر موجود ہے اتنے کی زکوٰۃ واجب ہو گی اور وہی احکام حساب نصاب و لحاظ عفو کے اس

[1] در مختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۲۲ کراچی

قدر موجود پر جاری ہوں گے جو جاتا رہا گویا تھا ہی نہیں کہ جو اس پر حولان حول اسی مقدار پر ہوا حتی کہ اگر یہ مقدار نصاب سے کچھ کم ہے تو زکاۃ بالکل ساقط۔

اور تقدیر ثانی پر تین حال سے خالی نہیں کہ سبب کمی استہلاک ہوگا یا تصدق یا ہلاک۔ استہلاک کے یہ معنی کہ اس نے اپنے فعل سے اس روپے کو تلف کیا صرف کر ڈالا یا پھینک دیا یا کسی غنی کو ہبہ کر دیا اور یہاں تصدق سے مراد کہ بلا نیت زکاۃ کسی فقیر محتاج کو دے دیا۔ ہلاک کے یہ معنی کہ بغیر اس کے فعل کے ضائع وتلف ہو گیا مثلاً چوری ہو گئی یا کسی کو قرض وعاریت دیئے وہ مکر گیا اور گواہ نہیں۔ اہم صورت استہلاک میں زکاۃ سے ایک حبہ نہ گھٹے گا صورت تصدق میں اگر نذر یا کفارہ یا کسی اور صدقہ واجبہ کی نیت کی تو بالاتفاق اس کا حکم بھی مثل استہلاک ہے اور اگر تطوع یا مطلق تصدق کی نیت کی تھی اور سب تصدق کر دے تو بالاتفاق زکاۃ ساقط ہو گئی۔ اور بعض تصدق کرے تو امام محمد کے نزدیک جس قدر صدقہ کیا اس کی زکاۃ ساقط باقی کی لازم مگر امام ابو یوسف کے نزدیک بعض کا تصدق مطلقاً استہلاک ہے کہ کسی نیت سے ہو اصلاً زکاۃ سے کچھ نہ گھٹے گا یہ مذہب زیادہ قوی ومقبول وشایان قبول ہے صورت ثالثہ یعنی ہلاک اس میں بالاتفاق کل یا بعض جس قدر تلف ہو بحساب اربعہ متناسبہ اتنے کی زکاۃ ساقط ہوگی اور جتنا باقی ہے اگرچہ نصاب سے بھی کم اتنے کی زکاۃ واجب۔

(العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ)۔

ہر سال میں جو تقدیر حاجات اصلیہ سے فارغ رہا اور اس پر حولان حول ہوا اور حال تجارت باقی رہا اس سب سے جس قدر نصاب کامل اور خمس نصاب ہوں ان کا حساب کرکے زکاۃ دینا ہوگی اگر کچھ مقدار عفو کی ہو اس پر زکاۃ نہ ہوگی پچھلے برسوں کا حساب لگائیں ہر سال میں جو زکاۃ واجب ہوئی اور نہ دی اگلے سال مال سے اتنی مقدار کم کرکے باقی پر زکاۃ کا حساب کرتے جائیں ہر برس کی زکاۃ کا حساب لگا کر سب ادا کریں اور اگر سب کی ادا کی اس وقت وسعت نہ ہو تو جتنے کی وسعت ہو پہلے ہی دیں۔

جو اب بھی واجب ہے جس قدر غلہ یا پھل ہوں ان کا پورا عشر علیحدہ کرے یا اس کی پوری قیمت دے۔ جو فصل فروخت کی اس میں یہ تفصیل ہے۔ توبہ کرے اور اس دین الٰہی کی ادا کا ارادہ رکھے اور جس قدر کی ادا پر قدرت پاتا جائے ادا کرتا رہے۔

کتابُ الصّوم

روزہ کا بیان

مسئلہ۔ از ذو محلہ بریلی ۲۳ رجب ۳۶ھ

رمضان شریف میں ایک عورت بیمار تھی نسائی مرض کی تکلیف میں روزے تو رکھے پیٹ میں ورم شاید تھا جس کی وجہ سے علاج تاں نہ کیا دوا ہوگی رہی مسئلہ معلوم نہ تھا روزے میں دائی کا علاج نہیں کراتے ایک دوسری عورت سے پوچھا بھی اس نے تذبذب بیان کیا پورے مسئلہ کی تحقیق نہ مریضہ کو معلوم تھی نہ بتانے والی کو لہٰذا اس علاج میں روزے رکھے تحقیق ہونے پر یہ ظاہر ہوا ایام روزہ میں اس قسم کا علاج کرانے سے کفارہ لازم آتا ہے ساٹھ مسکینوں کو کھانا ایک وقت میں دے۔ کفارہ دینے والی کو متعدد روزوں کا کفارہ ایک وقت یا الگ الگ دینے کی گنجائش نہ ہو تو وہ نقد دے سکتی ہے یا نہیں اس کے علاوہ جیسا قضا نمازوں کا کفارہ ہوتا ہے کسی مسکین سے بدل کر کے پورا کر لیا یا ایسے شرعی طریقہ پر ایک مسئلہ شرعی کے مطابق ایسے روزے جن پر ساٹھ روزوں کا کفارہ لازم ہے وہ دو آدمی کی خوراک کے مطابق ایک ایک مہینہ میں ساٹھ روزوں کا کفارہ ادا کرے اس حساب سے نقد روپیہ ساٹھ آدمیوں کی خوراک کے لگا کر متعدد روزوں کا کفارہ لوٹ بدل کے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب۔ خود یا دایہ نے دوا شرمگاہ میں رکھی یا کوئی چیز تر یا خشک اگر اس طرح رکھی گئی کہ اندر بالکل غائب ہوگئی تو اس صورت میں بے شک وہ روزے جاتے رہے جتنے روزوں میں ایسا ہوا۔ اور اگر ایسا نہ ہوا مثلاً دوا کسی کپڑے میں باندھ کر یا بتی بنا کر فرج میں اس طرح رکھی کہ کپڑے یا بتی کا ایک سرا باہر رہا بتی یا کپڑا بالکل فرج داخل میں غائب نہ ہوا اگرچہ فرج خارج میں غائب ہو گیا ہو تو اس صورت میں روزے نہ گئے مگر جب کہ دوا کا کوئی حصہ کپڑے سے چھن کر یا بتی سے چھٹ کر فرج داخل کے اندر گر گیا ہو یا دوا اتنی تر تھی کہ کپڑے سے فرج داخل تک پہنچی یا بتی سے اس کی تری چھٹ کر فرج داخل میں لگی ہو یوں ہی دایہ نے یا خود اپنے آپ بتی یا کپڑے کی

کی پوٹلی رکھی تو اس طرح تھی کہ فرج داخل میں بالکل غائب نہ کردی تھی ایک حصہ باہر رکھا تھا مگر حرکت سے خود بخود یا کپڑا جو فرج داخل کے باہر تھا اندر سرک گیا بالکل غائب ہوگیا تو بھی مفسد ہوا۔ ردالمحتار میں ہے: ماادخل فی الجوف ان غاب فیہ فسد وھو المراد بالاستقرار وان لم یغب بل بقی طرف منہ فی الخارج او کان متصلا بشیئ خارج لایفسد لعدم استقرارہ۔[1]

اگر صورت ایسی ہی واقع ہوئی ہو کہ روزے جاتے رہے ہوں تو فقط قضا لازم ہوگی کفارہ نہیں۔ فان الکفارۃ فی الافطار الکامل صورۃ ومعنی ولم یوجد فی ھذہ الصورۃ۔ بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

اما وجوب الکفارۃ فیتعلق بافساد مخصوص وھو الافطار الکامل بوجود الاکل او الشرب او الجماع صورۃ ومعنی متعمدا من غیر عذر مبیح ولا مرخص ولا شبھۃ الاباحۃ ونعنی بصورۃ الاکل والشرب ومعناھما ایصال مایقصد بہ التغذی او التداوی الی جوفہ من الفم لان بہ یحصل قضاء شھوۃ البطن علی سبیل الکمال ونعنی بصورۃ الجماع ومعناہ ایلاج الفرج فی القبل لان کمال قضاء شھوۃ الفرج لایحصل الا بہ۔[2]

عالمگیریہ میں ہے: من احتقن او استعط او اقطر فی اذنہ دھنا افطر ولا کفارۃ علیہ ھکذا فی الھدایۃ۔[3] خانیہ میں فرمایا: الحقنۃ توجب القضاء وان کان لبنا لایثبت الرضاع وکذا السعوط والوجور والقطور فی الاذن اما الحقنۃ والوجور فلانہ وصل الی الجوف مافیہ صلاح البدن وفی القطور والسعوط لانہ وصل الی الرأس مافیہ صلاح البدن وعن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی فی السعوط والوجور والحقنۃ الکفارۃ لانہ وصل الی الجوف مافیہ صلاح البدن فکان بمنزلۃ الاکل والصحیح ھو الاول لان الکفارۃ موجب الافطار صورۃ ومعنی ولم یوجد۔[4]

پھر اگر کفارہ واجب بھی ہوتا کہ قول امام ابو یوسف اختیار کیا جاتا تو بھی ایک ہی کفارہ اس صورت میں لازم ہوتا جبکہ ایک ہی رمضان کے روزے ہیں اور اب تک کفارہ دیا بھی نہیں۔ عالمگیریہ میں ہے: لو جامع مرارا فی ایام من رمضان واحد ولم یکفر کان علیہ کفارۃ واحدۃ ولو جامع وکفر ثم جامع علیہ کفارۃ اخری فی ظاھر الروایۃ ھکذا فی فتح القدیر۔[5] خانیہ میں ہے: اذا افطر فی رمضان فی یوم ولم یکفر حتی افطر فی یوم آخر کان علیہ کفارۃ واحدۃ۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ اگر دو رمضانوں کے روزے ہوں تو بھی ایک ہی کفارہ دینا ہوگا جبکہ اب تک کفارہ نہ دیا ہو کہ کفارات حدود کی طرح بالشبہہ ساقط ہوجاتے (ہیں) تو متداخل بھی ہوں گے۔ بعض نے

---

[1] ردالمحتار جلد ۲ ص ۱۰۸ مطبوعہ مصر [2] بدائع جلد ۲ ص ۹۸ مطبوعہ کراچی پاکستان [3] عالمگیریہ جلد ۱ ص ۲۰۴ مطبوعہ بیروت

[4] خانیہ برحاشیہ عالمگیریہ جلد ۱ ص ۲۰۳ مطبوعہ بیروت [5] عالمگیریہ جلد ۱ ص ۲۰۶ بیروت

تو یہاں تک فرمایا ہے کہ جب تک ایک کفارہ نہ دیدے دوسرا واجب ہی نہ ہوگا بوجہ تداخل سبب اور بعض نے فرمایا کہ دوسرا واجب ہو کر ساقط ہو جائے گا ہاں اگر پہلے کا کفارہ دے دیا تو چونکہ اب اجتماع نہ ہوا تو تداخل نہ ہوگا درمختار[1] مسائل شتی میں ہے۔ افطر فی رمضان فی یوم لم یکفر حتی افطر فی یوم آخر فعلیہ کفارۃ واحدۃ ولو فی رمضانین علی الصحیح وقدمناہ فی الصوم۔ ردالمحتار میں ہے۔ قولہ فعلیہ کفارۃ واحدۃ لان الکفارۃ تسقط بالشبہۃ فتتداخل کالحدود مجتبی ثم قال واختلف فی التداخل فقیل لا تجب الثانیۃ لتداخل السبب وقیل تجب ثم تسقط فلو ادی کفارۃ الاول فلا اجتماع فلا تداخل قولہ ولو فی رمضانین[2] لو وصلیۃ واشار الی ان التقیید برمضان واحد خلاف الصحیح وھو روایۃ عن محمد قال فی المجتبی واکثر مشایخنا قالوا الاعتماد علی ھذہ الروایۃ والصحیح انہ یکفیہ کفارۃ واحدۃ لاعتبار معنی التداخل۔

ہمارے اس بیان سے ظاہر ہو گیا کہ روزے کی حالت میں دوا کا علاج باحتیاط تمام ہو سکتا ہے کہ جو دوا تر یا خشک پوٹلی یا بتی میں یا ویسے ہی کوئی ایسی دوا جو رکھی جا سکے اس طرح رکھی جائے کہ ایک سرا فرج داخل کے باہر رہے بالکل اندر نہ غائب کر دی جائے اور اس کا بھی اطمینان ہو کہ جو دوا چھن کر یا ٹپک کر یا چھٹ کر فرج داخل میں نہ رہ جائے یونہی یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ اس صورت میں کفارہ کا حکم صحیح نہیں اور کفارہ دینا بھی ہوتا تو ایک ہی لازم ہوتا باقی رہا یہ کہ کفارہ کیا ہوگا اور نقد بھی دیا جا سکتا یا نہیں۔ کفارۂ فطر صوم اور کفارۂ ظہار ایک ہی ہے کہ باندی یا غلام آزاد کرے وہ غلام مسلمان ہو خواہ کافر اگر اس پر قدرت نہ ہو تو دو ماہ کے پے در پے روزے رکھے اور اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا دے ہر ایک کو ایک صاع تمر یا شعیر یا نصف صاع حنطہ جس وقت کفارہ ادا کرے گا اس کی اس وقت کی حالت کا اعتبار ہوگا وقت وجوب کفارہ کا حال معتبر نہ ہوگا۔ عالمگیریہ[3] میں ہے۔ کفارۃ الفطر وکفارۃ الظہار واحدۃ وھی عتق رقبۃ مؤمنۃ او کافرۃ فان لم یقدر علی العتق فعلیہ صیام شھرین متتابعین وان لم یستطع فعلیہ اطعام ستین مسکینا کل مسکین صاعا من تمر او شعیر او نصف صاع من حنطۃ وانما یعتبر حال المکفر فی جمیع الکفارات وقت الاداء لا وقت وجوبھا الخ کذا فی الخلاصۃ۔ بدائع[4] میں ہے۔ روی عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم انہ قال من افطر فی رمضان متعمدا فعلیہ ما علی المظاہر وعلی المظاہر الکفارۃ بنص الکتاب فکذا علی المفطر متعمدا

یہاں باندی غلام کہاں جنھیں آزاد کرنے پر قدرت ہو جب اس پر قدرت نہیں تو پے در پے دو ماہ کے بے فصل روزے اس پر لازم جس نے بے وجہ مقبول شرعی قصداً روزہ اس طرح توڑا جس میں کفارہ

[1] درمختار جلد ۲ ص [illegible] بیروت [2] ردالمحتار جلد ۲ ص [illegible] [3] عالمگیری جلد ۱ ص [illegible] [4] بدائع جلد ۲ ص [illegible] مطبوعہ کراچی پاکستان

لازم ہاں روزہ بوجہ ضعف و ناطاقتی پیرانہ سالی کہ شیخ فانی کی حد کو پہونچ چکا ہو یا ضعف ایسے مرض سے ہو جس کے دفع کی امید نہ ہو بہر صورت طاقت طاق ہو اور بظاہر اسباب امید عود نہ ہو سکے پے درپے روزے نہ رکھ سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا دے اگر کوئی عاجز نہ ہو روزے پے درپے دو ماہ بے فصل رکھ سکے اور روزے نہ رکھے تو ساٹھ مسکین نہیں اگر ساٹھ ہزار مساکین کو کھانا دے گا کفارہ ادا نہ ہوگا جس صورت میں مساکین کو کھانا دینے سے کفارہ ادا ہو جائے گا اس صورت میں وہ چاہے ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے چاہے گیہوں دیدے فی کس پونے دو سیر اٹھنی بھر اوپر بریلی کی تول سے یا جو ساڑھے تین سیر ایک دو پیسہ بھر اور چاہے ایک ہی آدمی کو ساٹھ دن شب و روز پیٹ بھر کھانا دے یا چاہے قیمت دے دے۔ درمختار میں ہے۔[1]

ھی تحریر رقبۃ..... فان لم یجد ما یعتق صام شہرین ولو ثمانیۃ وخمسین بالہلال والا فستین یوما ..... متتابعین..... فان افطر بعذر او بغیرہ استانف الصوم لا الاطعام..... فان عجز عن الصوم لمرض لا یرجی برؤہ او کبر اطعم ستین مسکینا ولو حکما کالفطرۃ قدرا او قیمۃ ذلک وان غداھم وعشاھم واشبعہم جاز کما لو اطعم واحدا ستین یوما لتجدد الحاجۃ اھ ملتقطا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از شہر کہنہ ازمکان مصطفیٰ علی خاں بریلی

اگر کسی شخص کے خون میں بہت زیادہ گرمی ہے اگر وہ روزہ رکھتا ہے تو اس کو بہت نقصان پہونچ جاتا ہے جس سے خون اور بدن اور زیادہ خراب ہو جائے گا تو ایسی صورت میں کیا کرے اور اگر اس شخص پر پہلے قضا کے بھی روزے رکھنا واجب ہیں اور علاوہ اس کے آئندہ روزہ رکھنا ہیں تو ایسی صورت میں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ کیا ایک آدمی کو روزانہ کھانا کھلانے سے اپنے پچھلے روزوں کا کفارہ ہو سکتا ہے یا ایک سیر کا چھٹانک جیسا کہ دیا جاتا ہے اس طریقہ پر کفارہ ہو سکتا ہے یا کوئی اسکا ترتیب ہے کہ وہ تعداد ادا نہیں کر سکتا تو اس شکل میں ایک آدمی کو کھانا روزانہ کھلانے سے کفارہ ہو سکتا ہے روزہ رکھنے کی شکل میں انتہائی تکلیف ہوتی ہے جس سے خون اور بدن دونوں کو سخت نقصان پہونچتا ہے جس سے بدن بگڑ جائے گا ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے۔

الجواب۔ جب واقعی روزہ سے نقصان کا اندیشہ صحیح ہو جو تجربہ یا حکیم حاذق غیر فاسق کے یہاں سے معلوم ہو تو قضا کی رخصت ہوگی اگر پچھلے اور ان روزوں کا جواب قضا کے فدیہ دے اچھا ہے مگر جب صحیح تندرست ہو جائے تو پھر قضا ادا کرے فقط ایک آدمی کو کھانا کھلانے سے فدیہ ادا نہ ہوگا کہ روزے کا فدیہ

[1] درمختار جلد ۳ صفحہ ۴۶۲ مطبوعہ بیروت

بریلی کی تول سے گیہوں (پونے دو سیر اٹھنی بھر اوپر) کے ہوں فی روزہ ہے۔ اتنا فی روزہ دے خواہ ایک کو خواہ چند کو تقسیم کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ عالمگیری میں ہے: المریض اذا خاف علی نفسہ التلف او ذھاب عضو یفطر بالاجماع، وان خاف زیادۃ العلۃ وامتدادہ فکذٰلک عندنا وعلیہ القضاء اذا افطر کذا فی المحیط ثم معرفۃ ذٰلک باجتھاد المریض والاجتھاد غیر مجرد الوھم بل ھو غلبۃ ظن عن امارۃ او تجربۃ او باخبار طبیب مسلم غیر ظاھر الفسق کذا فی فتح القدیر والصحیح الذی یخشی ان یمرض بالصوم فھو کالمریض ھٰکذا فی التبیین۔ اگر مرض برابر رہے یہاں تک کہ موت آجائے اس صورت میں قضا لازم ہی نہ ہوگی ورنہ اتنے دن کی لازم ہوگی جتنے دن صحت کے وقت موت تک ملیں گے۔

اس صورت میں کہ مریض صحت پائی اور قضا کی کہ موت کی گھڑی آگئی۔ لازم ہے کہ وصیت فدیہ کرے اس کے ولی پر لازم ہوگا کہ جتنے دن کے روزوں کی قضا اس کے ذمہ لازم ہے ہر ایک مسکین کو نصف صاع گیہوں یعنی پونے دو سیر اٹھنی بھر اوپر یا ایک صاع جو وغیرہ اگر مرنے والے نے وصیت نہ کی اور وارث اس کی طرف سے تبرعًا دے تو یہ بھی جائز ہے مگر بے وصیت وارث پر لازم نہ ہوگا۔ عالمگیری میں ہے: لو فات صوم رمضان بعذر المرض او السفر واستدام المرض والسفر حتی مات لاقضاء علیہ لکنہ ان اوصٰی بان یطعم عنہ صحت وصیتہ وان لم تجب علیہ ویطعم عنہ من ثلث مالہ فان برئ المریض او قدم المسافر وادرک من الوقت بقدر مافاتہ فیلزمہ قضاء جمیع ما ادرک فان لم یصم حتی ادرکہ الموت فعلیہ ان یوصی بالفدیۃ کذا فی البدائع ویطعم عنہ ولیہ لکل یوم مسکینا نصف صاع من بر او صاعا من تمر او صاعا من شعیر کذا فی الھدایۃ فان لم یوص وتبرع عنہ الورثۃ جاز ولا یلزمھم من غیر ایصاء واللہ تعالٰی اعلم۔ غریب ہے کہ روز نصف صاع گندم نہیں دے سکتا تو جتنے پر قادر ہو اتنا دے جب نصف صاع گیہوں دے گا ایک روزے کا فدیہ ادا ہوجائے گا فدیہ دینے پر قدرت رکھے اور ایک صاحب کا ادا دے تو بھی ہوسکتا ہے اور مؤخر کرے کہ رمضان کے بعد قدرت پائے تو دے یہ بھی ہوسکتا ہے یوں ہی باقساط۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ از بریلی محمد جان پنجابی [illegible] ۲۰ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا ایک دوست عرصہ کے بعد اتفاق سے ملاقات ہوئی آپس میں خوشی وخرمی کے ساتھ معانقہ ومصافحہ کے غلبہ محبت اس قدر

۱؎ ۲؎ عالمگیری جلد ۱ صفحہ [illegible] مطبوعہ بیروت

بڑھا کہ نیند سے خود ہوگئی اور ہوکر انزال ہوگیا بحالت روزہ زید کہتا ہے کہ میرا کوئی خیال فاسد نہ تھا جب یہ
واقعہ ہوا تو متحیر ہوگیا آیا زید اور اس کے دوست پر کفارہ ہے یا نہیں۔ روزے میں خرابی آئی یا نہیں زید اس
کے دوست دونوں خریدہ عقلمند ہیں اور جاہل ہیں خلاصہ حکم شرع ارشاد فرمائیں۔

الجواب۔ اس صورت میں جب معانقہ یا معانقہ سے انزال ہوگیا اس کا روزہ فاسد ہوگیا اس پر اس
کی قضا لازم کفارہ کا حکم نہیں اگرچہ معانقہ و معانقہ نہیں بشہوت ہو یا مباشرت فاحشہ بھی ہوئی ہو۔ عالمگیری میں
ہے۔ اذا قبل امرأته وانزل فسد صومه من غير كفارة هكذا في المحيط وكذا في تقبيل الامة والغلام...
واللمس والمباشرة والمصافحة والمعانقة كالقبلة كذا في البحر الرائق۔ ہدایہ میں فرمایا۔ وان انزل بقبلة او لمس
فعليه القضاء دون الكفارة لوجود معنى الجماع ووجود المنافي صورة او معنى يكفي لايجاب القضاء احتياطا
اما الكفارة فتفتقر الى كمال الجناية لانها تندرئ بالشبهات كالحدود۔ فتح القدیر میں ہے۔ قوله اما الكفارة
الخ فكانت عقوبة وهي اعلى عقوبة للافطار في الدنيا فيتوقف لزومها على كمال الجناية ولو قال بالواو كان
تعليلين وهو احسن ويكون نص قوله تفتقر الى كمال الجناية تعليلا اي لا تجب لانه تفتقر الى كمال
الجناية اذ كانت اعلى العقوبات في هذا الباب ولانها تندرئ بالشبهات وفي كون ذلك مفطرا شبهة حيث
كان معنى الجماع لا صورته فلا تجب۔ عنایہ میں ہے۔ لان الكفارة اعلى عقوبات الفطر لافطار فلا
يعاقب بها الا بعد بلوغ الجناية نهايتها ولم تبلغ نهايتها الا ان خص لجناية من جنسها ابلغ منها وهي الجماع
صورة ومعنى۔ ہدایہ میں ہے۔ والمباشرة الفاحشة مثل التقبيل۔ والله تعالى اعلم۔

مسئلہ۔ جناب غلام حسین صاحب کٹرہ مانخان بریلی معرفت رحمت اللہ صاحب۔ ۳۰ ذیقعدہ ۴۴ھ
زید کہتا ہے کہ بروز جمعہ روزہ رکھنا حرام ہے بکر نے دریافت کیا کہ کس وجہ سے روزہ جمعہ کا حرام ہے
اور اس کی کیا دلیل ہے تو زید اس کے ثبوت میں بخاری شریف کا حوالہ دیتا ہے کہ صحیح بخاری شریف کی یہ
حدیث ہے کہ روزہ جمعہ کا حرام ہے تو زید کا یہ دعوی صحیح ہے یا غلط اگر غلط ہے تو از روئے شریعت کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب۔ زید محض غلط کہتا ہے اپنی طرف سے من گھڑت باطل فتوی دیتا ہے وہ بخاری کی وہ حدیث
دکھائے جس کا یہ مطلب اس کے نزدیک ہے کہ جمعہ کا روزہ حرام ہے۔ حدیث میں جمعہ کے روزہ کے لئے
خاص کرنے سے نہی وارد ہوئی ہے یہ نہی بھی تحریمی نہیں ہوئی۔ حدیث میں حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ
تعالی عنہ سے مروی ہے۔ قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لا يصوم احدكم يوم الجمعة الا

عالمگیری جلد اول مطبوعہ بیروت، ہدایہ، فتح القدیر، عنایہ، مسلم جلد اول [illegible]

ان یصوم قبلہ او یصوم بعدہ وعنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال صلی اللہ علیہ وسلم لا تختصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام من بین اللیالی ولا تختصوا یوم الجمعۃ بصیام من بین الایام الا ان یکون فی صوم یصومہ احدکم[1]

اس نہی تخصیص کی چند وجوہ علماء نے ذکر فرمائیں (۱) اقامت وظائف وادائے جمعہ سے ضعف صوم مانع ہوگا (۲) جمعہ معظم ایام ہے اس کی تعظیم میں مبالغہ کے خوف سے ممانعت فرمائی کہ کہیں مسلمان اس کی تعظیم میں ایسا مبالغہ کرنے لگیں جیسے یہود تعظیم سبت میں اور نصارٰی تعظیم یوم احد میں کرتے ہیں (۳) اس خوف سے ممانعت فرمائی کہ اس کے وجوب کا اعتقاد نہ کرنے لگیں (۴) روز جمعہ روز عید ہے خود حدیث میں ہے یوم الجمعۃ یوم عیدکم فلا تجعلوا یوم عیدکم یوم صیامکم اس عید کے دن روزہ مناسب نہیں، یہی چوتھی وجہ سب وجوہ سے احسن ہے کہ منطوق حدیث ہے۔ لمعات میں حضرت شیخ محقق محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

قولہ (ولا تختصوا) قد ذکروا النہی عن تخصیص یوم الجمعۃ بصوم وجوہا الاول انہ نہی عن صومہ لئلا یحصل لہ ضعف یمنعہ عن اقامۃ وظائف الجمعۃ واداءہا والثانی خوف المبالغۃ فی تعظیمہ فیفتتن کما افتتن الیہود بالسبت والنصارٰی بالاحد والثالث ان سبب النہی خوف اعتقاد وجوبہ و الرابع ان یوم الجمعۃ یوم عید فلا یصام فیہ وقد ورد یوم الجمعۃ یوم عیدکم فلا تجعلوا یوم عیدکم یوم صیامکم وھذا الوجہ احسن الوجوہ لانہ منطوق الحدیث اھ ملخصا[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

کتاب الحج

حج کا بیان

مسئلہ از شہر مالیگیر مولوی مسعود شفیع احمد صاحب ۱۹ شوال ۱۳۲۶ھ

ایک شخص حج کو گئے عرفات شریف سے واپس جب منٰی میں آئے تو قربانی و سرمنڈا کے کپڑے پہنا کے رات میں کسی قسم کا خواب وغیرہ نہیں ہوا لیکن فجر کی نماز کو جب ہو کر اٹھے تو پائجامہ میں تری پائی پائجامہ تبدیل کرکے اپنے جسم کو دھو لیا یہاں پر شک تھا لیکن غسل وغیرہ کچھ نہیں کیا صرف وضو کرکے نماز پڑھا دی کہ اب تیرہویں تاریخ کو مکہ معظمہ میں آگئے۔ طواف وغیرہ کرلیا اور اب تک غسل وغیرہ نہیں کیا تھا بعدہ دس یوم کے

[1] مسلم شریف جلد اول ص ۳۶۰
[2] لمعات حاشیہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۹ مطبوعہ رشیدیہ دہلی

مدینہ طیبہ کو روانگی ہوئی مدینہ طیبہ سے مشرف ہو کر حاجی اپنے مکان پر آگیا اب عرض یہ ہے کہ حج میں کسی قسم کی کوئی خرابی تو واقع نہیں ہوئی حاجی مذکور نہایت فکر مند ہے جواب باصواب سے مشرف فرمایئے مکرر سعی کر کے عرفات شریف گئے تھے۔

الجواب۔ اگر اس شخص کو یقین تھا کہ یہ تری منی ہے تو اتفاقاً اور اگر شک تھا تو بھی امام اعظم و امام محمد کے نزدیک اس پر غسل واجب تھا جب اس نے بے غسل کے طواف فرض کیا اس پر اس کا اعادہ لازم ہے اگر نہ جائے اور بدنہ بھیج دے اونٹ یا گائے تو اس سے بھی بری الذمہ ہو جائے گا بدنہ بھیج دینا کافی ہوگا مگر خود جا کر اعادہ افضل ہے۔ عالمگیری میں ہے۔ ان رأی بللا الا انہ لم یتذکر الاحتلام فان تیقن انہ ودی لا یجب الغسل وان تیقن انہ منی یجب الغسل وان تیقن انہ مذی لا یجب الغسل وان شک انہ منی او مذی قال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی لا یجب الغسل حتی یتیقن بالاحتلام وقال یجب ہکذا ذکرہ شیخ الاسلام۔ اسی میں ہے۔ لو رجع الی اہلہ وقد طاف جنبا یجب ان یعود ویعود باحرام جدید وان لم یعد وبعث بدنۃ اجزأہ الا ان العود ہو الافضل واللہ تعالٰی اعلم۔

؎ عالمگیری جلد ۱ ص۱۵ مطبوعہ بیروت ؎ عالمگیری جلد ۱ ص۲۴۵ مطبوعہ بیروت

کتاب النکاح

نکاح کا بیان

مسئلہ۔ از بریلی مسئولہ شمس الدین بریلوی

زید و عمرو دو حقیقی بھائیوں کی شادی خالد کی دو لڑکیوں سے ایک ہی وقت میں عمل میں آئی شب کو غلطی سے زید نے عمرو اور عمرو نے زید کی بی بی سے صحبت کی اب زید و عمرو اپنی بیوی کو رکھیں یا نہیں اور ان کا یہ فعل زنا ہوا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ یہ زنا نہ ہوا ایسا حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ مبارک میں بھی واقع ہوا امام نے دونوں بھائیوں سے طلاق دلوا کر جس نے جس سے صحبت کی تھی اس سے اسی کا نکاح کرا دیا یوں ہیں اب بھی کرلیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح عبدالرضا ریاست رضوی

مسئلہ۔ از بریلی محلہ مسئولہ شعبان سنہ ۱۵ھ

ایک شخص نے اپنی زوجہ اولیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے دوسری شادی اس طرح پر کی کہ ایک عورت اور خود آپس میں ایجاب و قبول کر لیا اور نہ وہاں کوئی گواہ نہ قاضی صرف عورت و مرد اور دوسرا کوئی نہیں بعد دو ماہ کے چند شخصوں کے سامنے عورت نے یہ اقرار کیا کہ میں نے اذن دیا اور اب بھی اذن دیتی ہوں آپ مرد نے کہا کہ مجھے منظور ہے میں قبول کرتا ہوں غرض اس مرتبہ میں شاہدین بھی موجود تھے صرف قاضی نکاح خواں نہ تھا کیا ایسی صورت میں نکاح جائز ہے یا ناجائز۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ مسلمہ کے نکاح میں آزاد عاقل بالغ سامع قائم جو ایجاب و قبول نکاح کو سنیں اور سمجھیں ایسے دو گواہوں کا حضور شرط صحت نکاح ہے وہ نکاح نہ ہوا کہ تنہا مرد و عورت نے ایجاب و قبول کیا دوبارہ جو چند لوگوں کے سامنے کہا وہ صرف اتنا کہ اب بھی اذن دیتی ہوں مرد نے کہا قبول کرتا ہوں لہٰذا

تو یہ کچھ نہیں کہ کس بات کا اور کسے اذن دیتی ہوں مرد کے قبول کرتا ہے پھر اذن دینا اپنے نکاح کا کسی کو وکیل بنانا ہے کہ فلاں بن فلاں سے اتنے مہر پر نکاح مو کلہ کردے وکیل وکالۃً ایجاب کرتا ہے جو والا شوہر قبول تو اذن دیتی ہوں کا حاصل توکیل ہوا اور مرد کا قبول قبول وکالت نہ قبول نکاح تو سرے سے ایجاب وقبول ہی غائب اس صورت میں شاہد موجود ایجاب وقبول ہوا پہلی صورت میں ایجاب و قبول سے تھے شہود مفقود کہیں رکن غائب کہیں شرط۔ اور نکاح موجود بھلا کیونکر ممکن جب رکن یا شرط ہی نہ ہو تو شے کا کہاں وجود، اور اگر اذن دیتی ہوں کا مطلب یہی لے لیا جائے کہ نکاح کو جائز کرتی ہوں تو یہاں پہلے نکاح موقوف کہاں جس سے جائز کرنے کا زبیدی کو دعا ہو سکے بہر حال نکاح نہ ہوا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ۔ از مسئولہ عبدالمجید صاحب

الاستفتاء فی حضرات الکرام العظام والغر المجتہدین فی الفیئۃ الظلماء والذین ہم مقتبسون انوار شکوۃ النبوۃ بکرم سید الانبیاء وضیا نورکم وعمت بہ دین ہدا یا تکم علی ذالاعۃ الہدایۃ ساطعۃ وشموس نکرامکم علی سماء الشرائع بازغۃ باتفاق الامام لجمیع العظام الفقہاء اکرمہم اللہ بہدی والاء فی ہذہ الصورۃ وتلک المسألۃ لازلتم متفق انا سید المرسلین بالجماعۃ سادۃ المسلمین وہداۃ المؤمنین۔

زید کی نابالغ لڑکی کا نکاح تین برس کی عمر میں زید کے والد نے بلا اجازت و شرکت زید کر دیا حالانکہ زید موجود تھا مگر نکاح کے وقت گھر میں نہ تھا بعد نکاح گھر میں آیا تو خبر نکاح پر محض سکوت سے زید نے کام لیا حاصل مرام زید کو اس عقد سے کوئی موافقت نہ تھی اور نہ ہے اور اس کی اجازت اس کے ہوتے ہوئے نہیں لی گئی اب لڑکی حد بلوغ کو پہونچی اور وہ بھی بذات خود اس عقد سے بیزار ہے تو اب آیا یہ نکاح شرعاً جائز ہوا یا نہیں بصورت اول زید کی لڑکی کو خیار فسخ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ باپ کے ہوتے دادا ولی نہیں ہوتا اس نے جو نکاح نابالغہ بے اجازت پدر نابالغہ کیا وہ نابالغہ کے باپ کی اجازت پر موقوف ہوا اگر جائز کردے جائز ہو جائے گا اور رد کردے گا تو باطل مگر سوال کی یہ عبارت کہ "لڑکی حد بلوغ کو پہونچی اور وہ بھی بذات خود اس عقد سے بیزار ہے" یہ بتاتی ہے کہ باپ نے بھی اس عقد سے اظہار نفرت و بیزاری کیا اور لڑکی نے بھی اگر باپ نے اس کا اظہار کیا تھا تو وہ نکاح جب ہی باطل ہو گیا تھا اور اگر ایسا نہیں ہوا تو لڑکی کے بلوغ تک اس کی اجازت پر موقوف تھا لڑکی کے بالغ ہوتے ہی اس کی اجازت پر موقوف ہو گیا لڑکی نے اگر خبر نکاح پاکر اس کے جواز کا کوئی قول یا فعل نہ کیا

تھا بلکہ نفرت و بیزاری ظاہر کی تو اب باطل ہو گیا اس قول یا فعل کے بعد پھر اگر صریح رضامندی بھی دیدی ہو تو لغو و بے کار ہے۔

درمختار میں ہے لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ۔ فتح القدیر میں ہے یتوقف علی اجازۃ الولی فی حالۃ الصغر فلو بلغ قبل ان یجیزہ الولی فاجازہ بنفسہ نفذ ولا ینفذ بمجرد بلوغہ اھ مختصرا۔ درمختار میں ہے احسنوا الظن بہ بعد الزفاف لان الغالب انہ المفرق عند فوات السلاح۔ طحطاوی میں ہے ای فیصل بہا الفرقۃ من النکاح عند علاجہ فیبطل العقد ولا یلحقہ الاجازۃ۔ صورت سوال سے ظاہر ہے کہ زید شہر یا محلہ میں موجود تھا اور اس کی بے اجازت نکاح کر دیا گیا مگر ایک احتمال یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ شہر میں موجود نہ ہو کہیں سفر کو گیا ہوا ہو اور غائب بغیبت منقطعہ ہو تو یہ نکاح جو دادا نے کیا لازم ہو گیا اگرچہ غیر کفو سے اسے غیر کفو جانتے ہوئے یا مہر میں غبن فاحش کے ساتھ کیا ہو جب کہ اس صورت میں دادا معروف بسوء اختیار یا بحالت نشہ نہ ہو واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ از بہیڑی ضلع بریلی مسئولہ حکیم محمد عبدالحق غفرلہ۔

زید اپنے مکان پر قاضی کو بلاتا ہے اور دو تین آدمیوں کو ان تین اشخاص میں سے ایک زید کا حقیقی بہنوئی ہے اور دوسرا بہنوئی کا ماموں زاد بھائی ہے اور یہ دونوں بھائی آپس میں ایک مکان میں رہتے ہیں اور ایک ہی کام کرتے ہیں اور ایک ہی جگہ کھانا کھاتے ہیں تیسرا شخص زید کے احباب میں سے مگر رشتہ میں غیر ہے زید کے پڑوس میں ایک عورت مسماۃ ہندہ جو صاحب جائداد ہے اور زید کی رشتہ کی بھاوج بھی ہوتی ہے رہتی تھی زید اور مسماۃ ہندہ کے مکانوں کا ایک ہی قطعہ ہے ایک ہی راستہ ہے صرف اپنی اپنی کوٹھریوں میں رہتا ہے اور اپنا اپنا کام کر کے علیحدہ کھا لیتا ہے قاضی زید کا نکاح پڑھاتا ہے وکیل اور گواہوں سے معلوم کر کے آیا ہندہ نے کہا ہے کہ میرا نکاح زید کے ساتھ کر دو وکیل اور گواہ کہتے ہیں کہ ہندہ نے ہمارے سامنے اقرار کیا ہے کہ میرا نکاح زید کے ساتھ کر دو قاضی یہ معلوم کر کے نکاح پڑھا آتا ہے اور یہ وقت رات کے دس بجے کا ہے اور موسم بھی سخت سردی کا ہے مسماۃ ہندہ اپنی کوٹھری میں ہے اور یہ واقعہ زید کی کوٹھری میں ہے۔

مسماۃ ہندہ کو دو ہی ایک روز میں پتہ چلتا ہے کہ میرا نکاح پڑھا گیا ہے اور تین چار آدمی جمع ہوئے چھوہارے وغیرہ تقسیم ہوئے ہیں اور یہ تین چار آدمی وہی قاضی وکیل اور گواہ اور دو ایک پاس پڑوس کے

ـــــہ درمختار جلد ۲ ص ۱۸ مطبوعہ مصر ـــــہ درمختار جلد ۲ ص ۳ مطبوعہ مصر ـــــہ فتح القدیر جلد ۳ ص ۱۸۸ مطبوعہ پشاور

ہیں تو ہندہ کو روتی ہوئی اور شور کرتی ہوئی تھانہ جاتی ہے اور رپورٹ کرتی ہے کہ میرا نکاح جبرًا اور قہرًا
پڑھایا گیا ہے میں اس نکاح سے خوش نہیں ہوں نہ میں نے اقرار کیا ہے نہ اس سے پہلے مجھ کو علم تھا کہ میرے
ساتھ یہ کارروائی کی جائے گی بعد کرنے رپورٹ کے ہندہ نے وہ مکان مسکونہ قطعاً چھوڑ دیا اور بجائے
اس کے دوسرے مکان میں جو وہاں سے زیادہ دور ہے اور زید کی رسائی نہیں ہو سکتی ہے سکونت
اختیار کر لی اس واقعہ کے تین چار ماہ بعد زید نے مساۃ ہندہ پر عدالت میں دعویٰ کیا کہ میرا نکاح ہندہ سے
ہو گیا ہے اور میرے گھر میں نہیں آتی ہے عدالت نے ہندہ کو طلب کر کے زید کے بیان لے بعد بیان
ہندہ کے اور [illegible] دعویٰ خارج کر دیا عدالت نے وکیل گواہ و قاضی وغیرہ کو نہیں سنا محض ہندہ کی رپورٹ
اور فریقین کے بیان پر خارج کر دیا اس واقعہ کو گزرے ہوئے دو سال ہو گئے ہندہ اسی وقت سے اب
تک انکاری ہے اور اسی مکان میں جو ہندہ کو اپنے شوہر کے ترکہ میں ملا تھا جو زید کے پڑوس میں ہے
جہاں قبل از واقعہ رہتی تھی آج تک گئی بلکہ اپنے شوہر متوفی کی ماں کے پاس جو دوسرے ایک شخص
کے نکاح میں ہے رہنے لگی آیا ایسی صورت میں یہ نکاح شرعاً ہو گیا یا نہیں؟ بینوا توجروا

نوٹ: فتویٰ پر حضرت مولانا کے دستخط ہوں تو زیادہ بہتر ہے کیونکہ حسن صاحب کے اطمینان کی
غرض سے منگایا جا رہا ہے انھوں نے کہا ہے کہ میں حضرت والا کے دستخط یا مہر ہوگی تو مانوں گا ورنہ نہیں۔

الجواب۔ اگر شہود کے ایسے بیان سے جو قابل قبول شرع ہو ثابت ہو کہ عورت نے زید کے ساتھ
اپنے نکاح کی اجازت دی اور یوں ان کا نکاح ہوا تو عورت کا انکار بے سود ہے نکاح نافذ و لازم ہونے
کا حکم ہوگا جبکہ وہ گواہ ایسے ہوں جن کی شہادت قابل قبول شرع ہو بہنوئی کا بھائی بلکہ بہنوئی ہونا شہادت
کی وجہ نہیں ہو سکتا اور اگر فی الواقع عورت نے اجازت نہیں دی زید نے بے بنیاد دعویٰ نکاح کیا اور گواہوں
نے جھوٹی شہادت دی تو یہ سب سخت عظیم گناہ کے مرتکب حق اللہ و حق العبد میں گرفتار ہوں گے اور عذاب
نار کے مستحق مگر عورت تسلیم نفس پر مجبور نہ کی جائے گی ایسی صورت میں جب کہ عورت جانتی ہے کہ ہرگز اس نے
نکاح نہ خود کیا نہ کسی کو وکیل کیا نہ فضولی کا کیا ہوا نکاح قبول کیا عورت کو چاہئے کہ یا تو مجبورًا [illegible] زید سے
عقد پر راضی ہو جائے اور اس سے عقد کرے یا کچھ دے کر اس سے خلاصی حاصل کر لے بے نکاح اپنے
نفس پر اسے اگر قابو دے گی تو گنہگار ہو گی یا اس سے نکاح کرے یا اس سے بھاگے اور اپنی گلوخلاصی
کے لئے اس کو کچھ دے کر راضی کرے هذا عندی والعلم بالحق عند ربی وهو تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا خاں قادری غفرلہٗ [۷] سوال اور زید کے بیان سے معلوم ہوا کہ گواہ فاسق و تارک نماز کے پابند نہیں ہفتوں کی نماز غائب کرتے ہیں سود خوار ہیں داڑھی مطابق شریعت نہیں رکھتے اگر یہ بیان صحیح ہے تو ایسوں کی شہادت مقبول نہ ہوگی ان کی شہادت سے کوئی امر پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچ سکتا اس صورت میں عورت تسلیم نفس پر ہرگز مجبور نہیں کی جا سکتی ہاں اگر وہ غلط انکار کرتی ہے تو گنہگار اور شدید گنہگار ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر مصطفیٰ رضا خاں قادری غفرلہٗ

مسئلہ۔ زید کی بیوی ہندہ سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام زبیدہ ہے جب مسماۃ زبیدہ سن بلوغ کو پہنچی زید نے عمرو کے ساتھ نکاح کر دیا کچھ دنوں کے بعد زید کی بیوی کا انتقال ہوا پھر زید نے مسماۃ کلثوم کے ساتھ نکاح کر لیا چند سال کے بعد زید کا بھی انتقال ہو گیا اب دریافت طلب اس امر کا ہے کہ عمرو کا نکاح زبیدہ کی موجودگی میں مسماۃ کلثوم کے ساتھ درست ہے یا نہیں؟ بینوا بالدلیل و توجروا بالاجر۔

الجواب۔ کلثوم زبیدہ کی سوتیلی ماں ہے عمرو کی سوتیلی ساس ہے عمرو کا کلثوم سے بموجودگی زبیدہ نکاح ہو سکتا ہے کوئی حرج نہیں قرآن عظیم میں محرمات کا بیان فرما کر ارشاد فرمایا واحل لکم ما وراء ذٰلکم[۲] ان مذکورات کے سوا جو ہیں تمہارے لئے حلال ہیں مذکورات میں سوتیلی ساس نہیں رہا یہ کہ کلثوم کی موجودگی میں کر سکتا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اصل یہ ہے کہ جمع ان دو عورتوں میں ناجائز ہے جن میں سے جس کسی ایک کو مرد فرض کریں تو دوسری اس پر حرام ہو جیسے بہنیں خالہ بھانجی پھوپھی بھتیجی عالمگیریہ میں فرمایا ان الاصل ان کل امرأتین لو صورنا احدٰھما من ای جانب ذکرا لم یجز النکاح بینھما برضاع او نسب لم یجز الجمع بینھما ھٰکذا فی المحیط فلا یجوز الجمع بین امرأۃ و عمتھا نسبا او رضاعا و خالتھا کذٰلک ونحوھا و یجوز بین امرأۃ و بنت زوجھا فان المرأۃ لو فرضت ذکرا حلت لہ تلک البنت خلاف العکس بیٹی اور سوتیلی ماں میں یہ نہیں کہ جس کسی کو مرد فرض کریں دوسری اس پر حرام ہو بیٹی کو اگر مرد فرض کرتے ہیں جب تو اس کی سوتیلی ماں ہے اس پر حرام ہوتی ہے کہ وہ اس کے باپ کی موطوءہ ہے اور اگر سوتیلی ماں کو مرد فرض کرتے ہیں تو یہ اس پر حرام نہیں ٹھہرتی اور ابھی عبارت عالمگیریہ میں یہ صورت گزری ہے کہ عورت اور اس کے شوہر کی بیٹی ان دونوں کا جمع جائز ہے کہ اگر عورت کو مرد فرض کرتے ہیں تو وہ لڑکی اس کے لئے حلال ٹھہرتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱] عالمگیری جلد ۱ صفحہ ۲۷۷ مطبوعہ بیروت [۲] پ ۵ سورۃ نساء آیت ۲۴

مسئلہ۔ سیدزادی کا عقد غیر کفو یعنی عجمی خواندہ یا ناخواندہ کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کیا یہ عقد اہل بیت کی ہتک اور بے حرمتی کا باعث نہیں ہے۔

الجواب۔ سیدزادی جو بالغہ ہو اس کا عقد غیر کفو سے جو خواندہ ہو یا ناخواندہ باذن صریح ولی جائز ہے جبکہ ولی غیر کفو کو غیر کفو جانتے ہوئے اجازت دے۔ اگر سیدہ بے رضائے صریح ولی خود عقد کرے گی یا غیر کفو کا غیر کفو ہونا ولی کو معلوم نہ تھا اس لئے اس نے اجازت دی تو ان دونوں صورتوں میں بروایت حسن مختار للفتویٰ بوجہ فساد زمان یہی حکم ہوگا کہ عقد اصلا ہوگا ہی نہیں یفتی[1] فی غیر الکفؤ بعدم جوازہ اصلا لفساد الزمان کما فی الدر المختار وغیرہ من الاسفار۔ یونہی نابالغہ کا غیر کفو سے نکاح اس صورت میں جائز ہوگا کہ اس کے باپ اور وہ نہ ہو تو دادا نے اس غیر کفو کو غیر کفو جانتے ہوئے اس سے اس کا نکاح کر دیا مگر شرط یہ ہے کہ باپ دادا معروف بسوء اختیار نہ ہوں یعنی اس سے پہلے کبھی ایسا عقد نہ کر چکے ہوں اور اگر وہ معروف بسوء اختیار ہوں یا ان کے علاوہ کسی اور ولی نے ایسا عقد کیا یا باپ دادا کو غیر کفو کا غیر کفو ہونا معلوم نہ تھا تو یہ عقد اصلا نہ ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہاں عرفی ہتک ضرور ہوگی مگر اس کا اعتبار عند الشرع جب ہی ہوگا اولیاء اس کی بنا پر راضی نہ ہوں اور اگر وہ راضی ہوں تو شرع خواہ مخواہ اس کا اعتبار نہیں فرماتی کفاءت کا اعتبار ہمارے حق اولیاء ہی کے لیے ہے جب وہ خود دست بردار ہوتے ہیں تو شریعت لازم نہیں کرتی واللہ تعالیٰ اعلم۔ ہاں ایسا عالم جس کی قلوب میں عزت و وقعت ایسی جم گئی ہو کہ اس سے اس سیدہ کا نکاح اولیاء کے لئے باعث ننگ و عار و بدنامی نہ ہو یا اس کے پہلے پیشہ کو لوگ بالکل بھول چکے ہوں تو وہ بوجہ اپنے علمی وقار اور کمال وقعت کے سیدہ کا کفو ٹھہرے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از بنارس ہنسیمل پورہ مرسلہ جناب عبدالجبار صاحب حامدی۔

زید نے والدین ہندہ سے یہ شرط و معاہدہ کیا کہ اگر ہندہ نابالغہ کا نکاح میرے ساتھ کر دیجئے تو میں اپنی منکوحہ زوجہ اولیٰ جو کہ کئی سال سے اپنے میکہ میں بیٹھی ہے اس کو طلاق دے دوں گا اس پر والدین ہندہ نے بمقابلہ چند اشخاص اس زید کی شرط و معاہدہ کو قبول و منظور کر کے ہندہ نابالغہ کا نکاح زید کے ساتھ کر دیا بعد نکاح مشروط کر دینے کے زید سے مطالبہ کیا کہ شرط و معاہدہ پورا کر دو جس پر زید نے یہ حیلہ نکالا کہ جب تک ہندہ نابالغہ بلوغیت کو نہ پہنچے گی تب تک شرط و معاہدہ پورا نہ کروں گا اسی گفت و شنید میں عرصہ دو ڈھائی

[1] در مختار مع شامی جلد دوم ص ٣٢٢ مطبوعہ کوئٹہ

سال کا گزر گیا تھی کہ ہندہ قریب زمانہ بلوغت کو پہونچی تب زید نے عزیزان ہندہ سے کہا کہ ہندہ کو رخصت کرادو میرے یہاں تاکہ بعد ہفت عشرہ کے شروط و معاہدہ کو پورا کروں اس پر عزیزان ہندہ نے کہا کہ آپ اسٹامپ ایک تحریر کردو کہ بعد رخصت ہفت عشرہ تک شروط و معاہدہ پورا کردوں گا اگر شروط و معاہدہ پورا نہ کروں تو ہندہ کا طلاق بائن متصور ہوگا اس جواب پر زید خاموش بیٹھ رہا بعدہ جب ہندہ کا زمانہ بلوغت کا آ گیا تب ہندہ بالغہ نے نکاح مشروط کو فسخ و منسوخ کردیا بمقابلہ چند گواہان کے جو کہ اسی دن زید بدعہد کو خبر بھی دیا اور اس کے موید ین والدین ہندہ بھی ہوئے اب تحقیق طلب امر یہ ہے کہ نکاح مشروط بغیر شروط و معاہدہ پورا کئے کامل تھا یا باطل اور ہندہ کا فسخ و باطل کرنا صحیح ہے یا غلط اور زید بدعہد مجرم شرعی کا مرتکب ہے کہ نہیں ایسے شخص کی شہادت امامت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب :۔ باپ کا کیا ہوا نکاح لازم ہے اس کے فسخ کا لڑکی کو بالغہ ہو کر اختیار نہیں ملا تھا جس کے سبب وہ اسی کو فسخ کرسکتی وہ لا کھ فسخ کرے فسخ نہ ہوا زید نے وعدہ خلافی کی وعدہ خلافی بد اخلاقی ہے اور بری چیز ہے اور اگر وعدہ کرتے وقت بھی دل میں یہ خیال ہو کہ ویسا کریں گے نہیں تو یہ دھوکہ دہی اور فریب ہے اور جھوٹ ہے اس صورت میں گناہ بھی ہے ہاں اگر وعدہ کسی بات پر معلق ہو تو اس صورت میں وفا واجب ہوتی ہے اور وعدہ خلافی گناہ صورت مستفسرہ میں شخص مذکور نے اپنی عورت منکوحہ اولیٰ کے وعدہ طلاق کو اس شرط پر معلق کیا کہ اس نابالغہ سے اس کا عقد کردیا جائے اگر ایسا ہوگا تو وہ پہلی منکوحہ کو طلاق دے دے گا اس صورت میں اس وعدہ معلقہ کی وفا البتہ اس کے ذمہ لازم ہوگی جب شرط پوری ہوگئی مگر اب وہ دو بلاؤں میں مبتلا ہے ایک بے قصور و خطا پہلی منکوحہ کو طلاق دینا اور ایک اس وعدہ معلقہ کا وفا نہ کرنا اسے چاہئے کہ اہون کو اختیار کرے لے من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونھما پر عمل کرے اگر وہ عدل پر قادر ہو تو پہلی کو طلاق نہ دے اور اگر قدرت بر عدل نہ رکھتا ہو یا اسے اپنی طبیعت سے عدل نہ کرسکنے کا غالب گمان ہو تو اسے چھوڑ دے ھذا ما عندی و العلم بالحقیقۃ عند ربی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب فی کل باب۔

مسئلہ :۔ مرسلہ مولوی نجم الحق متعلم دار العلوم منظر اسلام بریلی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں۔

(۱) غیر مقلد سے شادی جائز ہے یا نہیں؟

لے الاشباہ والنظائر ص ۔ مطبوعہ بیروت

(۲) اگر کچھ لوگوں نے بوجہ اپنی لاعلمی اور عدم توجہ اس کے معتقد باطلہ کے ایک لڑکی کی شادی کردی اب وہ لڑکی غیر مقلدہ ہوگئی تو ایسی صورت میں ان لوگوں پر کوئی جرم شرعی عائد ہوتا ہے یا نہیں؟

(۳) اور غیر مقلدہ سے سلام کلام میل جول نشست و برخاست جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ غیر مقلدہ اگر صرف غیر مقلد ہی ہو تو گمراہ بے گمراہ سے شادی کرنا جائز نہیں مگر اگر نکاح کیا تو ہو جائے گا یہاں کے غیر مقلدین صرف غیر مقلد ہی نہیں بلکہ وہابی بددین ہیں جن پر طرح طرح کے ازام کفر قائم ہیں ان سے نکاح ہو ہی نہیں سکتا باطل محض ہے یہ ہمارے ہی نزدیک نہیں خود غیر مقلد کے نزدیک بھی کہ وہ مقلد کو مشرک اور تقلید کو شرک جانتا ہے اور مشرک سے وہ نکاح کو حرام و باطل جانتا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ وہو تعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر لاعلمی میں شادی کی تھی تو اس شادی کرنے کا الزام نہ ہوگا ہاں اگر بعد علم وہ باطل نکاح کو نکاح جانیں گے اور ان دونوں کو زن و شوہر مانیں گے تو ضرور ملزم ہوں گے بعد علم ان پر فرض ہوگا کہ وہ ان دونوں کو اجنبی اور اجنبیہ جانیں ان دونوں میں جدائی کی پوری فوری سعی و کوشش کریں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) ان سے سلام کلام میل جول ربط و ضبط حرام ہے قرآن عظیم میں فرمایا ہے وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از نور العلوم موضع کتان ضلع مظفر پور مرسلہ مولوی شرف الدین صاحب مدرس مدرسہ معرفت مولوی نجم الحق مستعلم دار العلوم منظر اسلام۔

ہندہ کا جب سے عقد زید سے ہوا زید کے یہاں نہیں گئی عقد قبل بلوغ ہوا بعد عقد زید کو عارضہ جذام لاحق ہوا ہندہ اب بالغہ ہوگئی ہے اپنے نفس پر قادر ہے بوجہ جذام کے زید کے یہاں جانا نہیں چاہتی ہے اس سے فرقت اختیار کر کے دوسرے سے عقد کرنا چاہتی ہے کیا مجتہد علیہ الرحمہ کے قول پر فرقت حاصل کر کے دوسری جگہ عقد کر سکتی ہے؟

(۲) ضرورت داعیہ کے وقت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر کسی مسئلہ میں فتویٰ دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب۔ ہندہ نابالغہ کا نکاح ولی نے کیا ہے یا غیر ولی نے اگر ولی نے کیا ہے تو وہ اقرب ہوگا یا ابعد بصورت اقرب وہ ولی باپ یا دادا ہوگا یا اس کا غیر اگر غیر ولی نے نکاح کیا یوں ہی اگر ولی ابعد نے بحال قیام ولی اقرب تو وہ نکاح تا بلوغ ہندہ ولی اقرب کی اجازت پر موقوف تھا اگر اس نے تا بلوغ ہندہ جائز یا رد نہ

کیا تھا تو بعد بلوغ ہندہ کی اجازت پر موقوف ہو گیا جائز کر دے گی جائز ہو جائے گا رد کر دے گی رد ہو جائے گا ایسی صورت میں ہندہ کو تفریق کرانے کی کیا حاجت ہے اپنے آپ رد کر دے فرقت ہو جائے گی اور اگر جائز کر دیا تھا تو دیکھا جائے گا کہ وہ باپ یا دادا ہے یا ان کا غیر اگر باپ یا دادا ہے تو وہ نکاح لازم ہو چکا بعد بلوغ عورت کو کوئی اختیار رد نہیں اور اگر وہ باپ یا دادا کا غیر تھا تو وقت بلوغ ہندہ کو خیار ہوا کہ جس مجلس میں وہ بالغ ہوئی یا بعد بلوغ جس مجلس میں اس کو اس نکاح کا علم ہوا اسی مجلس میں اپنے نفس کو اختیار کرے اور نکاح کو رد کر دے اگر ہندہ نے بالغ ہوتے ہی اپنے نفس کو اختیار کر لیا وہ دعوی تفریق کر سکتی ہے اگرچہ شوہر میں کوئی عیب نہ ہو۔

اسی تقریر سے ان صورتوں کا حکم بھی ظاہر ہو گیا جب کہ باپ دادا نے نکاح کیا ہو۔ یوں ہی اس صورت کا بھی جب کہ باپ دادا کے سوا کسی اور ولی نے نکاح کیا ہو یوں ہی بحال قیام اقرب تزویج ابعد کا بھی جس صورت میں یہ نکاح لازم ہو چکا خود ہندہ کو ہمارے امام سید الائمہ حضرت امام اعظم اور سیدنا امام ابو یوسف کے مذہب مہذب پر ہرگز جذام کی بنا پر عورت کو حق فرقت حاصل نہیں یہی مذہب مرجح اور اسی پر متعدد علماء کا اتفاق والطباق ہے یہی مذہب مؤید اور معتمد ہے تنویر الابصار میں ہے لاخیار لاحد الزوجین بعیب الاخر ولو فاحشا[1] امام قاضی خاں اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں حق الفسخ بسبب العیب عندنا لایثبت فی النکاح ولاترد المرأۃ بعیب ما وان وجدت المرأۃ زوجہا مجنونا او بہ جذام او برص لیس لہا حق الرد وکذ[2] بے ضرورت ملجئہ مقبول عندالشرع اس مذہب امام سے عدول ناجائز و ناروا اگر واقعی ضرورت ہو ضرورت کا ادعاء نفس کا اتباع اور مکر و خداع نہ ہو تو امام محمد کے مذہب پر عمل کی اجازت ہو سکتی ہے اپنے آپ فرقت نہیں حاصل کر سکتی ہے حاکم شرع کے حضور دعوی کرے حاکم شرع تفریق فرمائے گا واللہ تعالی اعلم۔

سوال ۲ کا جواب سوال ۱ کے جواب میں آچکا واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ۔ مرسلہ شیخ عبد القیوم کٹرہ پختہ اونچا چاقا تولہ ربیع الآخر [illegible]ھ

(۱) متوفیہ نے وفات سے پانچ سال پیشتر اپنی ماں اور زینب کے ماموں کے روبرو مہر معاف کیا اب بعد وفات متوفیہ کی ماں کو انکار ہے اور زینب کے ماموں کو اقرار ہے ایسی صورت میں عندالشرع کیا حکم ہے؟

(۲) جو زیور متوفیہ کی ماں نے اس کو بوقت شادی رخصت دیا اور شوہر نے چڑھایا وہ کس کی ملکیت قرار دیا جائے گا اگرچہ زکوٰۃ ہمیشہ سالانہ زینب نے کل زیور کی ادا کی۔

(۳) بعد ادائیگی قرض زینب نے کچھ جدید زیور بنوا کر اپنی زوجہ کو پہنایا لیکن کوئی شرط نہیں کی اور نہ یہ کہا کہ

[1] [illegible] [2] فتاوی قاضی خاں [illegible] مطبوعہ بیروت

تم اس کی مالک ہو ایسی صورت میں وہ کس کی ملکیت ہے؟

(۳) گرہستی کی اشیاء جو زید کی خریدکردہ ہے محض گھر کی زیبائش یا ضرورت کے لئے متوفیہ نے استعمال کی وہ کس کی ملکیت ہے؟ بینوا توجروا

الجواب۔ اگر فی الواقع مرحومہ اس کے سامنے مہر معاف کرچکی تو اب ماں کو مہر کا دعوٰی کرنا محض بے ظلم ہے اللہ سے ڈرے اور ظلم نہ کرے واللہ تعالٰی اعلم

(۲) جو زیور وغیرہ اشیاء ماں نے جہیز میں دی ہے یا بعد شادی عورت کو دی ہے وہ سب مرحومہ کی ملک ہے اور ترکہ ہے اس کے ورثہ پر بقدر حصہ شرعی تقسیم ہوگا اور جو زید نے چڑھاوا دیا بعد شادی اس میں عرف مختلف ہے کہیں چڑھاوا بنا کر عورت کو بطور تملیک دیا جاتا ہے اور کہیں محض برائے نمائش اس وقت دکھاوے کے لئے ادھر اُدھر مانگ کر پہننے کے لئے دیا جاتا ہے یوں ہی شادی کے بعد بھی رواج مختلف ہے کہیں شوہر زیور وغیرہ برتنے کی چیزیں بطور تملیک دیتے ہیں اور کہیں برتنے اور استعمال کرنے جیسی نیت ہوگی ویسا حکم ہوگا اگر زید نے فی الواقع بطور تملیک وہ اشیاء دیں اب جھوٹا ادعا کرے کہ میں نے فقط برتنے کو دیں تو گنہگار ہوگا ظالم جفاکار ہوگا حق اللہ اور حق العبد میں گرفتار ہوگا والعیاذ باللہ تعالٰی۔

(۳) (۴) ان دونوں نمبروں کا جواب نمبر ۲ میں آگیا۔

مسئلہ۔ از لکھنؤ وزیر گنج مرسلہ الاؤ خاں محمد یوسف صاحبان آڑھتی ۱۰؍ شعبان المعظم ۱۳۲۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؛ نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔

ایک شخص نے اپنی سگی بہن کی لڑکی سے عقد کرلیا ہے اس شخص کی بہن اور بھانجے ان دونوں کو اپنے پاس رکھے ہوئے ہیں اس شخص کی بہن اور بھانجے سے لوگ کہتے ہیں کہ تم اس شخص کو اور اس لڑکی کو اپنے پاس کیوں رکھے ہوئے ہو تو وہ فخریہ جواب دیتے ہیں کہ اب تو نکاح ہوچکا ہے ایسی حالت میں مندرجہ ذیل سوالات کا حکم قرآن و حدیث سے مطلوب ہے۔

(۱) کیا مذہب اسلام میں سگی بہن کی لڑکی سے نکاح جائز ہے؟

(۲) ایسے نکاح سے جو اولاد ہو کیسی ہے؟

(۳) کیا ایسے نکاح کی اولاد سے دیگر مسلمانوں کو مناکحت جائز ہے؟

(۴) جو مسلمان اپنی سگی بہن کی لڑکی سے نکاح کرے کیسا ہے؟

(۵) جو مسلمان عورت اپنی لڑکی سے اپنے سگے بھائی کا نکاح کرے کیسی ہے؟

(۶) جو مسلمان مرد اپنی سگی بہن سے اپنی ماں کے سگے بھائی کا نکاح کرے کیسا ہے؟

(۷) کیا ان لوگوں سے جو ایسے فعل کے مرتکب ہوں مسلمانوں کو موالات جائز ہے یا ترک موالات واجب ہے؟

(۸) کیا یہ لوگ اس حرکت پر مسلمان رہے؟

(۹) کیا ان کی عورتیں ان کے نکاح میں باقی رہیں؟

(۱۰) اگر یہ لوگ بلا توبہ کے مرجائیں تو ان کی نماز جنازہ مسلمان پڑھ سکتے ہیں اور ایسی میت مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کی جاسکتی ہے؟

(۱۱) ایسے فعل شنیع کے تدارک کی شرعًا کیا صورت ہے؟

(۱۲) ایسے فعل شنیع کے مرتکب کی شرعًا کیا سزا ہے؟

(۱۳) اگر حد شرعی جاری کرنے والا مسلمان حاکم موجود نہ ہو تو کیا کیا جائے؟

(۱۴) جو مسلمان کہ ایسے حرام کام میں ان مرتکبین کی اعانت کررہے ہیں کیا وہ مسلمان رہے؟

(۱۵) جو مسلمان کہ ایسے حرام کام کو پسند کررہے ہیں۔ کیا حکومت انگریزی کی طرف سے جو حاکم یا مجسٹریٹ مقرر ہو اس سے محرمات کے تدارک کے لئے اعانت حاصل کی جاسکتی ہے؟

(۱۶) اہل محلہ کو ایسے ناجائز کام کرنے والوں کی برادری والوں اور عزیزوں کو کیا کرنا چاہئے؟

(۱۷) اگر ایسے لوگوں پر شرعی حد جاری ہوسکے تو خدا کا حکم نہ پورا کرنے کا گناہ کس پر ہوا؟

(۱۸) ایسے حرام کے روکنے کے واسطے حکومت انگریزی کی مجلس مقننہ سے کوئی قانون شرعی پاس کرکر اس پر عمل کیا جاسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب : بھانجی سے نکاح حرام قطعی ہے نص قرآنی سے حرام ہے نہ فقط ہمارے مذہب مہذب بلکہ شافعی مالکی حنبلی ہر مذہب پر ساری امت مرحومہ کے اجماع سے حرام ہے اگر حلال نہ جانتے ہوئے کرے تو شدید گناہ سخت شدید کبیرہ ننگ کے مثل ہے یہ نکاح نکاح نہیں محض زنا ہے بالکل ایسا ہی ہے جیسے اپنی بیٹی سے نکاح، مولٰی عزوجل قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے: حرمت علیکم امهتکم وبنتکم واخوتکم وعمتکم وخلتکم وبنات الاخ وبنات الاخت[1] تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی میں ہے: النوع السادس والسابع بنات الاخ وبنات الاخت[2]

[1] پ۴ سورۂ نساء آیت ۲۳   [2] تفسیر کبیر جلد ۱۰ ص ۳۱ مطبوعہ بیروت

والقول فی بنات الاخ وبنات الاخت کالقول فی بنات الصلب (ای کل شیئ یرجع نسبہ الیک بالولادۃ بدرجۃ او بدرجات باناث او بذکور فہو بنتک) فھذہ الاقسام السبعۃ محرمۃ فی نص الکتاب بالانساب والاسماء ام منقطعا۔ اختیار شرح مختار میں اور خزانۃ المفتین میں فرمایا بنات الاخ وبنات الاخوات وان سفلن فھؤلاء محرمات بنص الکتاب نکاحا ووطأ ودواعیہ علی التابید۔

ان بہکاماموں بھانجی باپ بیٹی پر فرض ہے کہ فورًا فورًا اسی آن ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں مسلمانوں پر فرض ہے کہ ہر ممکن جائز سعی ان کی جدائی کی کریں وہ بہکا باپ بیٹی اور ان کے حامی اگر نہ مانیں توبہ نہ کریں تو ان سب کو برادری سے خارج کردیں جب تک یہ لوگ توبہ نہ کریں سلام کلام ربط ضبط نشست وبرخاست قطعی پر موقوف کردیں ان کا حقہ پانی بند کردیں یہاں کسی اور سزا کا سوال فضول ہے اس اخبث ترین فعل کے خلاف ہر مسلمان پورا پورا اظہار نفرت، اعلان بیزاری کرے اس ناہنجار باپ اور اس ناشدنی بیٹی کے اس اخبث نجس تعلق سے جو اولاد ہوگی وہ ولد الزنا ہوگی وہ کسی ولد حلال کی کفو نہ ہوگی اگر چہ مسلمان ایسی مسلم لڑکی سے نکاح کرے گا وہ ہو جاوے گا اور یہ لڑکے سے ایسی بالغہ مسلمہ کا نکاح بھی نافذ ہو جاوے گا جو ولی نہ رکھتی ہو یا جس کے اولیاء اسے ولد الزنا جانتے ہوئے پیش از نکاح اس عورت کے ساتھ نکاح پر صراحۃً رضامندی دے دیں جو لوگ اس ماموں بھانجی کے اس خبیث نجس ناپاک تعلق میں جس کا نام نکاح رکھا ہے شریک ہوئے یہ جانتے ہوئے کہ یہ باپ بیٹی ماموں بھانجی کا نکاح ہو رہا ہے وہ سب باپ بیٹی کے زنا کے دلال ہیں سب مستحق نار مستوجب غضب جبار مبتلائے قہر قہار سخت عظیم وبال میں گرفتار شدید گنہگار رشتہ دیاں کار ہیں والعیاذ باللہ العزیز الغفار۔

ان سب پر توبہ فرض ہے توبہ نہ کریں تو ان سب سے انھیں ناپاک ظالم ستم شعاروں جفاکاروں کی طرح مقاطعہ کیا جاوے جنھوں نے اپنی جانوں پر عظیم ظلم ڈھایا ستم توڑا ہے قال تعالٰی واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین وقال تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ اور اگر معاذ اللہ اس حرام قطعی کو ان بدنصیبوں نے حلال جان کر کیا ہو اور ان کے ساتھیوں حامیوں ماموں سے بھانجی کا نکاح حلال مانا ہو تو وہ سب مرتد ہو گئے اسلام پڑھیں بعد توبہ وتجدید ایمان اپنی اپنی عورتوں سے نکاح جدید علم جدید کریں مسلمانوں پر لازم ہے کہ مرد وعورت اس نجس ناپاک خبیث فعل کے خلاف متفقاً وانتھا عمیں پوری سعی انتھک کوشش سے اس ناپاکی اس غلاظت کو دور کریں ضرور ضرور ایسا قانون بنایا جائے جس سے یہ

جرم قانوناً بھی جرم عظیم قرار پائے اور کافی سزا اس پر مقرر کرائی جائے۔ خلاصہ و ہندیہ وغیرہما کتب معتمدہ فقہیہ میں ہے: لو اعتقد الحرام حلالا او علی القلب یکفر۔ اعلام الاعلام میں ہے: ومن ذلك ای من المکفرات ان یستحل محرما بالاجماع۔ شرح فقہ اکبر[1] میں ہے: استحلال المعصیۃ صغیرۃ کانت او کبیرۃ کفر اذا ثبت کونها معصیۃ بدلالۃ قطعیۃ وکذا الاستهانۃ بها کفر بان یعدها هینۃ سهلۃ ویرتکبها من غیر مبالاۃ بها ویجریها مجری المباحات فی ارتکابها۔

حرام لعینہ قطعی الثبوت اور ظنی الثبوت اور حرام لغیرہ میں اگرچہ بعض علماء فرق کرتے ہیں یکفرون فی الاول لا فی الآخر۔ جیسے شرح فقہ اکبر[2] میں ہے: اذا اعتقد الحرام حلالا فان کان حرمتہ لعینہ وقد ثبت بدلیل قطعی یکفر والا فلا بان تکون حرمتہ لغیرہ او ثبت بدلیل ظنی وبعضهم لم یفرق بین الحرام لعینہ ولغیرہ فقال من استحل حراما وقد علم فی دین النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم تحریمہ کنکاح ذوی المحارم او شرب الخمر او اکل میتۃ او دم او لحم خنزیر من غیر ضرورۃ فکافر ومن استحل شرب النبیذ الی السکر کفر اما لو قال لحرام هذا حلال لترویج السلعۃ او بحکم الجهل لا یکفر۔ توبہ و تجدید ایمان و تجدید نکاح کا حکم ضرور ہے۔ مجمع الانہر وغیرہ کتب معتمدہ میں ہے: ما کان فی کونہ کفرا اختلاف یؤمر قائلہ بتجدید النکاح وبالتوبۃ والرجوع عن ذلك احتیاطا[3]۔ جو اس حرام قطعی سے توبہ نہ کرے حلال جانتا ہوا مر جائے اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا جائے اس کے جنازہ میں شرکت نہ کی جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از پنجاب ضلع گجرات مقام سرائے عالمگیر مرسلہ منشی شان علی سکریٹری انجمن اسلامیہ ۱۳۳۸ھ

مسماۃ ایک مرزائی سے بیاہی ہوئی تھی چند سال کے بعد مرزائی مذکور نے اس کو طلاق دے کر اپنی زوجیت سے علیحدہ کردیا اور وہ اپنے میکے اپنے حقیقی بھائی کے پاس رہنے لگی اور اس کا بھائی بھی قادیانی تھا کچھ ماہ کے بعد معلوم ہوا کہ مسماۃ مذکورہ کو حمل ہے اور مطلقہ ہے اگر بچہ پیدا ہو تو بڑی ندامت ہوگی اس لئے اس کے حقیقی بھائی نے ہر چند کوشش کی کہ کوئی مرزائی اس سے دوران حمل میں نکاح کرے مگر کسی نے نہیں کیا آخر اسے ایک حنفی المذہب ملا اور وہ بھی انہی کی طرح نادار تھا وہ مسماۃ مذکورہ کے ساتھ شادی کرنے کو تیار ہوگیا مسماۃ مذکورہ کے بھائی نے قادیانیوں سے کہا کہ نکاح پڑھو مگر انہوں نے صاف انکار کردیا اور کہا کہ یہ نکاح ہم نہیں پڑھائیں گے کیونکہ مسماۃ مذکورہ کو ایام عدت کے اندر ہی حمل ٹھہر گیا ہے جب مرزائیوں نے

[1] شرح فقہ اکبر ص ۲۲۳ مطبوعہ مصر [2] شرح فقہ اکبر ص ۱۵۳ مطبوعہ مصر [3] مجمع الانہر جلد ۱ ص ۶۳۲ مطبوعہ بیروت

نکاح پڑھانے سے انکار کردیا تو اس نے دو حنفی علماء سے بات کی تھی اور ہر دو علماء نے چند روپے لے کر نکاح پڑھا دیا جب نکاح پڑھا گیا اس وقت حمل آٹھ ماہ کا تھا اور طلاق لئے ہوئے تقریباً نو ماہ ہوئے تھے واقعات مذکورہ سے گاؤں میں سخت سنسنی پھیلی ہوئی ہے کہ نکاح ٹھیک نہیں آپ بحیثیت مفتی اعظم فتویٰ از روئے قرآن مجید و حدیث شریف صادر فرماویں کہ نکاح صحیح ہے یا غلط ہے اگر غلط ہے تو شرع اسلام کے مطابق نکاح خواں اور حاضرین کو کیا سزا ملنی چاہئے اور اس کی حد کیا ہے؟

الجواب ۔ مرزائی مرتد ہے خواہ مرزا (علیہ ما علیہ) کو نبی مانتا ہو یا مجدد مرزا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور انبیاء کی توہینیں کیں خصوصاً حضرت سیدنا مسیح روح اللہ کلمۃ اللہ رسول اللہ علیٰ نبینا و علیہ و علیٰ سائر رسول اللہ صلوات اللہ و تسلیمات اللہ کی اور ان کی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ حضرت مریم بتول کی اور قرآن کے صریح خلاف یہودیوں کے موافق کہا کہ حضرت مسیح یوسف نجار کے بیٹے تھے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ مرزا نے ان ناپاک عقائد بے ہودہ وہم و خیال مردودہ افعال و اقوال کی بنا پر ایسا کافر و مرتد ٹھہرا کہ جو اس کے ان اخبث واشنع احوال پر مطلع ہو کر اس کے کفر و عذاب میں شک اور تامل کرے وہ بھی اسی کی طرح کافر و مرتد ہے من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر۔ مرتد کا عالم میں کسی سے نکاح نہیں ہو سکتا عالمگیری میں ہے[۱] لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط۔

مرزائی کا اس مسماۃ سے نکاح باطل محض اور وہ مسماۃ اگر مرزائیہ نہیں ہے جیسا کہ سوال سے یہی ظاہر ہے تو خود مرزائی مذہب پر بھی مرزائی کا نکاح غیر مرزائی سے باطل محض ہے مرزائی مذہب کی کتابوں سے یہ امر روز روشن کی طرح روشن ہے اگر وہ عورت مسلمان ہے تو جس مسلمان سے اس کا نکاح کر دیا گیا بلا شبہ ہو گیا کہ وہ حمل بہر حال حمل زنا ہے خواہ اس مرزائی کا ہو خواہ غیر کا اور زنا کے پانی کی کوئی حرمت نہیں اور جب سرے سے نکاح و طلاق ہی نہیں تو عدت کیسی ہاں جس سے نکاح ہوا ہے اسے تا وضع حمل قربت نہ چاہئے حدیث میں ارشاد ہوا[۲] فلا یسقی ماءہ زرع غیرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۔ از بنارس مرسلہ مولوی عبد الرشید صاحب معرفت حاجی جلال الدین اشیر الدین صاحبان

۲۲ جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ

(۱) اہل سنت و جماعت مرد یا عورت کا نکاح قادیانی و نیچری رافضی وغیرہ مقلد کے ساتھ صحیح ہوتا ہے

[۱] عالمگیری جلد ۱ صفحہ ۲۸۲ مطبوعہ بیروت ۔ [۲] درمختار مع شامی جلد [illegible] صفحہ ۳۹۰

ہے یا نہیں اگر اس کے نکاح منعقد ہو چکے ہوں تو ان کے لئے حکم شرع کیا ہے بحوالہ کتب فقہ معتبرہ مدلل بیان ہو۔

۲؎ اور یہ کہ اس مسئلہ میں حضرت امام اہلسنت مجدد ملت حاضرہ رحمۃ اللہ کا مسلک و قول کیا ہے؟

۳؎ اور یہ کہ اس مسئلہ میں حضرت امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کوئی جامع تالیف بھی ہے اس کا کیا نام ہے؟

بینوا توجروا۔

الجواب۔ کسی مسلم کا نکاح کسی کافر کے ساتھ درست نہیں۔ اور مرتد کا نکاح تو عالم میں کسی سے بھی نہیں ہو سکتا۔ مسلم تو مسلم کسی کافر و مرتد سے بھی اگرچہ خود اس کی ہم مذہب ہو۔ یونہی مسلم کا سوائے کتابیہ کسی کافرہ سے یا مرتدہ سے یا مرتد کا کسی کا نکاح ہو سکتا ہی نہیں۔ قال تعالیٰ لاھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن یعنی مسلمان بیبیاں کافروں کے لئے حلال نہیں نہ کافر مسلمان عورتوں کے لئے۔ مبسوط سرخسی پھر عالمگیری میں ہے لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد۔ قادیانی اور رافضی وہابیہ زمانہ مقلد ہوں یا غیر مقلد مرتدین ہیں۔ یہ سب مرتکب توہین انبیاء و مرسلین و تنقیص شان رب العالمین جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہم ہیں جو ان کی کتابوں سے ظاہر۔ پھر خود ان کے مذہب پر بھی ان کا نکاح مسلم سے باطل محض ہے کہ قادیانی قادیانی کے سوا سب کو کافر بتاتا ہے جو قادیانی کو نبی نہ مانے قادیانی مذہب پر وہ کافر اور قادیانی کے نزدیک بھی مسلم کا نکاح کافر سے باطل۔ رافضی بھی سنیوں کو کافر کہتا ہے۔ آج ہی نہیں وہ تو سوائے چند اصحاب کے اور تمام صحابہ کی تکفیر کرتا ہے جب کہ ان کے سوا چند صحابہ اصلاً اپنے ہم مذہب روافض کے کسی کو مومن نہیں جانتا۔ اپنے ہی فرقہ کو مومنین کہتا ہے جب سنی مرد و عورت کو وہ کافر جانتا ہے تو اس کے مذہب پر بھی رافضی کا سنی سے نکاح باطل محض ہے۔

یونہی وہابی مذہب پر بھی کہ وہابی مقلد ہوں یا غیر مقلد سوا اپنے اور سب کو کافر و مشرک جانتا ہے اور کافر و مشرک سے نکاح کو باطل۔ آخر سب تو اس آیت کو آیت ہی مانتے ہیں۔ لاھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن۔ جب اس کا ایمان ہی نہیں مانتے ہیں تو جسے کافر اعتقاد کرتے ہیں اس کے ساتھ نکاح کیسے حلال نہیں جانیں گے۔ بہرحال کسی سنی و سنیہ کا نکاح قادیانی و قادیانیہ رافضی و رافضیہ وہابی و وہابیہ سے کرانا صرف ہم مسلمانوں ہی کے نزدیک حرام حرام اشد حرام سخت اشد حرام ہے بلکہ فریقین کے نزدیک بھی یہی حکم ہے اور اگر کوئی کرے تو اصلاً منعقد نہ ہوگا باطل محض ہوگا محض زنا و سفاح فقط نام کا نکاح ہوگا۔ واللہ

۱؎ عالمگیری جلد اول مطبوعہ بیروت ۲؎ سورۂ ممتحنہ آیت ۱۰

تعالیٰ اعلم۔

(۲) اعلیٰ حضرت سیدنا الوالد الماجد امام اہل سنت مجدد الملۃ الطاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ہر سنی کا یہی مسلک ہے کہ ایسے نکاح باطل ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) ازالۃ العار و السوء والعقاب وحسام الحرمین والنھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید وغیرہ تصنیفات اعلیٰ حضرت قدس سرہ ملاحظہ کریں۔

مسئلہ۔ از موضع عمس آباد ڈاکخانہ سیگرہ ضلع گیا مرسلہ میر محمد خاں صاحب قادری نوری ۱۸ رجب ۱۳۹۹ھ

ایک سید نابالغہ کا نکاح اس کے چچیرے چچا نے ایک نابالغ سنی سے اس کے باپ کی ولایت میں لڑکی کے عم زاد بھائیوں کی موجودگی میں پڑھوا دیا۔ قاضی نے لڑکی کے عم زاد بھائیوں سے کہہ دیا کہ آپ لوگ ولی ہونے کے مستحق بمقابلہ چچیرے چچا کے نہیں ہیں ان لوگوں نے خیال کیا شاید یہی صحیح ہو۔ اس عقد نکاح کو ان بھائیوں نے اسی وجہ کر نہیں پڑھایا۔ وہ لوگ وقت نکاح موجود تھے اور رضامند تھے بعد گذرنے کچھ مدت کے لڑکی کے اعزہ و اقارب کو یہ رشتہ ناپسند ہوا اور چاہا کہ یہ عقد نکاح کسی طرح فسخ کرایا جائے لڑکی کو بالغہ ہوئے بھی عرصہ گذرا اور لڑکا ابھی تک نابالغ ہے لڑکی نے بوقت بلوغت نکاح فسخ نہیں کیا اور یہ نکاح بھی اسے ناپسند ہے اب استفسار ہے کہ کیا کوئی صورت شرعاً نکاح کے فسخ کی ہو سکتی ہے جواب کو مہروں سے مزین فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں ولی اقرب عم زاد بھائی ہی ہیں جب کہ وہ اہل ہوں چچیرے چچا پر کئی وجہ مقدم۔ قاضی نے غلط کہا۔ عالمگیریہ[1] میں فرمایا۔ ثم ابن العم لاب وام ثم ابن العم لاب وان سفلوا ثم عم الاب لاب وام ثم عم الاب لاب ثم بنوھما علی ھذا الترتیب۔ مگر جب کہ وہ اس نکاح سے راضی تھے تو نکاح ہو گیا۔ بشرطیکہ کفو سے ہوا ہو اور مہر میں غبن فاحش نہ ہوا ہو عم زادوں کی رضا و اجازت نہ ہوتی تو بھی یہ نکاح ان کی اجازت پر موقوف ہوتا وہ اپنے قول یا فعل سے جائز کر دیتے جائز ہو جاتا رد کر دیتے باطل ہو جاتا ہندیہ[2] میں ہے ان زوج الابعد الاولیاء فان کان الاقرب حاضرا وھو من اھل الولایۃ توقف علی اجازتہ اھ مختصرا۔ لڑکی کو خیار بلوغ تھا جس وقت وہ بالغہ ہوئی تھی مگر جب اس نے بعد بلوغ فوراً اس نکاح کو رد نہ کیا تو اب لازم ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از شہر محلہ کی بستی پرانا شہر مسئولہ نیاز احمد صاحب رضوی ۸ رجب ۱۴۰۱ھ

---

[1] عالمگیری جلد ۱ ص ۲۸۳ مطبوعہ بیروت [2] ہندیہ جلد ۱ ص ۲۸۵ مطبوعہ بیروت

وصہ تین ساڑھے تین سال سے ایک شوہر اور لڑکی اپنے والدین کے یہاں رکی ہوئی ہے اس سے ایک لڑکا بھی ہے جو کہ جب ہی سے شوہر کے پاس ہے عورت و شوہر دونوں کے والدین سمجھانا بلانا نہیں چاہتے دونوں فریق نے اپنی اپنی جانب سے تین تین پنچ اور ایک سرپنچ مقرر کرکے یہ اقرار نامہ لکھ دیا ہے کہ ہم ان کا فیصلہ منظور کریں گے لہٰذا اب پنچ یہ چاہتے ہیں کہ حضور حکم شریعت سے آگاہ فرمائیں تاکہ فیصلہ کا موقع مل جائے بینوا توجروا۔

الجواب۔ لڑکے کے ماں باپ لڑکی سے ناراض ہیں اور وہ اسے اپنے یہاں بلانا نہیں چاہتے تو ان پر کوئی جبر نہیں ہو سکتا کہ وہ اسے بلائیں لڑکا جب عاقل بالغ ہے تو لڑکی کا نفقہ وغیرہ اس کے ذمہ لازم ہے یا اسے علیحدہ گھر میں رکھے لڑکی کے والدین اگر اس لئے لڑکی کو نہیں بھیجتے کہ لڑکے کے والدین اس کے روادار نہیں لڑکے سے انھوں نے لڑکی کو نہیں بگاڑا ہے اس سے نہیں توڑا ہے ان کے مابین انھوں نے تفریق نہیں ڈالی ہے لڑکے لڑکی میں وہ تفریق نہیں چاہتے لڑکا اگر علیحدہ رکھے تو بھیج دیں گے تو اس صورت میں ان پر بھی الزام نہیں۔ ہاں اگر انھوں نے لڑکی کو لڑکے سے توڑ کر رکھا ہے اسے اس سے بگاڑا ہے تو وہ گنہگار اور حق افساد و حق زوج میں گرفتار ہیں اور وہ لڑکی بھی۔ لڑکی پر اس بارے میں ماں باپ کی اطاعت حرام ہے کہ یہ معصیت ہے اور معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں ہو سکتی عورت پر فرض ہے کہ وہ شوہر کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی چاہے شوہر کی ناراضی موجب ناراضی الٰہی ہے اور شوہر کی رضامندی موجب رضائے خداوندی۔ جب تک وہ شوہر سے معافی نہ چاہے گی اس کی نماز بھی قبول نہ ہوگی شوہر اگر اس کی بھلائی کے ساتھ خبر گیری نہیں کرتا تو شوہر اس کے حق میں گرفتار گنہگار ہے قرآن عظیم میں فرمایا[1] اسکنوهن من حیث سکنتم من وجدکم۔ اور فرمایا ہے[2] فامسکوهن بمعروف او سرحوهن بمعروف ولا تمسکوهن ضرارا۔ عورت کو رکھے تو بھلائی کے ساتھ رکھے ورنہ بھلائی کے ساتھ چھوڑ دے اور ضرر پہنچانا حرام ہے قرآن عظیم کا ارشاد ہے[1] ولا تضاروهن لتضیقوا علیهن۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ محمد علی خاں موضع گروہ ڈاکخانہ خانپور ضلع بلند شہر [illegible] تاریخ [illegible] رجب المرجب [illegible]

(۱) مہر معجل و مؤجل کی تعریف بیان فرمائیے۔

(۲) مہر معجل کب ادا ہوتا ہے اور مہر مؤجل کب ادا ہوتا ہے از روئے شرع شریف اس کا جواب مدلل و مفصل مرحمت فرمائیے؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

[1] سورۂ طلاق آیت ۶ [2] پ ۲ بقرہ رکوع ۱۴

الجواب: (۱) مہر معجل وہ جس کا پیشگی لینا ٹھہرے اگرچہ دیا کبھی جائے۔ معجل مہر کے مطالبہ کا عورت کو ہر وقت اختیار ہے جب چاہے طلب کرے اور جب تک پورا وصول نہ ہوجائے حق منع نفس حاصل رہتا ہے کہ اپنے نفس کو روک رکھے شوہر کو اپنے اوپر قدرت نہ دے۔ مؤجل وہ مہر جس کی ادا کے لئے کوئی اجل مقرر کی جائے قبل حلول اجل اس کے مطالبہ کا عورت کو استحقاق نہیں ہوتا اجل آنے پر طلب کرسکتی ہے۔

(۲) معجل رخصت سے پہلے ہی دیا جائے اور مؤجل اجل آنے پر اور اگر ایسا عورت کی مرضی سے نہ ہو تو جب عورت طلب کرے واللہ تعالٰی اعلم۔ حدیث میں گزرا ہے۔ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال لما تزوج علی فاطمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما قال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطہا شیئا قال ما عندی شیئ قال این درعک الحطمیۃ رواہ ابوداؤد فی سننہ۔ ملا علی قاری کی مرقاۃ میں فرماتے ہیں: دفعہا الیہا مہرا معجلا۔ امام محقق علی الاطلاق امام ابن الہمام فتح القدیر اور ملا علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں نیز اعلٰیحضرت قدس سرہ اپنے فتاوٰی میں: ان العادۃ عندھم کان تعجیل بعض المہر قبل الدخول حتی ذھب بعض العلماء الی انہ لایدخل بہا حتی یقدم شیئا لہا نقل عن ابن عباس وابن عمر والزھری وقتادۃ تمسکا بمنعہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علیا فیما رواہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ان علیا رضی اللہ تعالٰی عنہ لما تزوج بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اراد ان یدخل بہا فمنعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی یعطیہا شیئا فقال یارسول اللہ لیس لی شیئ فقال اعطہا درعک فاعطاہا درعہ ثم دخل بہا۔

تنویر میں ہے: قبل اخذ المعجل لہا منعہ من الوطئ والسفر بہا ولو بعد وطئ برضاہا۔ اسی میں فرمایا لہا منعہ من الوطئ والاخراج للمہر وان وطئہا۔ اسی طرح عامہ کتب مذہب میں ہے۔ عالمگیری میں ہے: لاخلاف لاحد ان تاجیل المہر الی غایۃ معلومۃ نحو شہر او سنۃ صحیح۔ جامع الرموز میں ہے: المہر المعجل والمؤجل ان بینا فذاک وان لم یبین فی العقد ان کلہ او بعضہ یکون معجلا او مؤجلا فالمتعارف یعتبر فیجب اداؤہ علی ما بینت۔ مہر معجل علی الفور واجب الادا ہے اور مؤجل کی ادا وقت معین لازم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از کمہری کھلے راولپنڈی بازار کلاں متصل ہوٹل محبت خاں مرسلہ جناب عبدالرحمن صاحب

رجب ۱۳۲۶ھ

[illegible]

خطبۂ نکاح کو غیر ضروری کہنے اور سمجھنے والا۔ حالانکہ شریعت کے ادنیٰ سے ادنیٰ نوافل بھی ضرورت سے
مستثنیٰ نہیں ہو سکتے، کون ہے کیا شریعت کے فرائض و سنن و نوافل میں غیر ضروری چیزیں بھی شامل ہیں۔

الجواب۔ غیر ضروری کا مطلب یہ ہے کہ اگر خطبہ نہ پڑھا جائے نکاح جب بھی ہو جائے گا یہ بات صحیح
ہے نوافل بھی غیر ضروری ہیں یعنی اگر کوئی نہ پڑھے تو اس پر کوئی الزام نہ ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از پیلی بھیت ۲۹ رمضان مبارک سنہ ۳۸ھ

زید پوچھتا ہے کہ ایک لڑکے اور لڑکی کا نکاح نابالغی میں ہوا اور اب بالغی میں لڑکا کہتا ہے کہ میرا نکاح
نہیں ہوا اور جب چار یا پانچ آدمی موجود تھے اور اگر نابالغی میں ہوا بھی تو میں منظور نہیں کرتا وہ آدمی جو موجود
تھے ان کے سامنے زیور واپس کر دیا اور اب تین یا چار سال کے بعد کہتا ہے میں نے طلاق نہیں دی اب
اس لڑکی کی شادی کسی اور مقام پر ہونا چاہئے یا اسی کے نکاح میں ہے۔

الجواب۔ اسے طلاق نہ ہوئی ہوگی اس سے انکار کرتا ہوگا یا کسی اور غرض سے جھوٹا انکار ہے
انکار سے نکاح میں کوئی خلل نہیں آیا ہاں اس کا یہ کہنا کہ اگر نابالغی میں ہوا بھی تو میں منظور نہیں کرتا اس صورت
میں کہ وہ نکاح بعد بلوغ اس کی اجازت پر موقوف ہو گیا ہو ضرور اسے ختم کر دیتا ہے اس صورت میں طلاق
کے کیا معنی جب اس نے اس نکاح کو جو اس کی اجازت پر موقوف تھا رد کر دیا نکاح اس رد سے ختم ہو گیا
اب یہ کہنا کہ میں نے طلاق نہیں دی محض ہوس خام ہے طلاق کا محل تو جب ہوتا جب اس نے اس نکاح
کو منظور کیا ہوتا وہ لازم ہو چکا ہوتا طلاق تو بعد نکاح ہی ہو سکتی ہے نکاح منظور نہ ہوا طلاق کی راہ کہاں۔
اگر میں نے طلاق نہیں دی لہذا نکاح باقی ہے ہاں اگر صورت ایسی ہو کہ وہ نکاح اس کی اجازت پر موقوف
نہ ہو کر نکاح لازم ہو چکا ہو تو اس کا یہ کہنا کہ مجھے وہ نکاح منظور نہیں لغو ہے اس صورت میں ضرور طلاق کی
ضرورت ہے۔

اور اگر صورت یہ ہو کہ نکاح اس کی اجازت پر موقوف تو نہ ہو مگر اسے خیار بلوغ حاصل ہو تو بے شک
اس صورت میں جب کہ وہ اس سے پہلے کوئی قول یا فعل رضا کا کر چکا ہو اس کے اس قول سے کہ میں منظور
نہیں کرتا اور زیور واپس کر دینے سے وہ نکاح قاضی فسخ کر دے گا اور دونوں میں تفریق ہے تفریق قاضی
محض اس کے اتنا کہنے یا کرنے سے نکاح فسخ نہ ہوگا عالمگیری میں ہے وان زوجہما الاب والجد فلا
خیار لہما بعد بلوغہما وان زوجہما غیر الاب والجد فلکل واحد منہما الخیار اذا بلغ ان شاء

عالمگیری جلد ۱ ص ۲۸۵ مطبوعہ بیروت

اقام علی النکاح وان شاء فسخ ویشترط فیہ القضاء وان اختار الصغیر او الصغیرۃ الفرقۃ بعد البلوغ فلم یفرق القاضی بینھما حتی مات احدھما توارثا وحل للزوج ان یطأھا ما لم یفرق القاضی بینھما کذا فی المبسوط۔ اسی میں ہے[۱] لا یبطل خیار الغلام والجاریۃ حتی یقول رضیت او یجیء منہما ما یعلم انہ رضی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: از ٹونک پور بریلی مسئولہ شجاعت احمد خاں ۱۱ شوال ۱۳۴۹ھ

زید نے ایک عورت خریدی بکر کہتا ہے کہ بغیر نکاح کے جائز نہیں ہے علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں؟

الجواب: یہاں جواری و کنیزان شرعی کہاں؟ حُرّہ کا بیچنا خریدنا حرام اشد حرام، ہزار بار بکیں کنیز و جواری نہیں ہوسکتیں۔ اگر وہ عورت غیر منکوحہ ہے تو اس کی رضا سے اس کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے جب کہ یہ اس کا کفو ہو اور اگر کفو نہیں تو اس کے ولی کے اذن صریح کے بغیر کہ وہ اسے غیر کفو جانتے ہوئے اس کے ساتھ نکاح کی اجازت دے محض عورت کی رضا سے نکاح نہیں ہوسکتا اور اگر وہ منکوحۂ غیر ہے اور اکثر پست اقوام کے لوگ ایسی ہی عورتوں کو بیچتے ہیں خود شوہر فروخت کرتے ہیں تو جب تک شوہر اسے طلاق نہ دے اور اس طلاق کی عدت نہ گزرے ہرگز اس سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ قال اللہ تعالیٰ والمحصنٰت من النساء[۲]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: از موضع گونیری پرگنہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ محمد بخش صاحب ۱۷ شوال ۱۳۴۹ھ

ایک لڑکی جس کی عمر پانچ سال کی تھی اس کا نکاح زبردستی کرایا اور اذن اس کی ماں سے دلوایا اور اس وقت میں قانون ساردا بل کا چل رہا تھا تو سب نے یعنی محلہ کے غیر آدمیوں نے لڑکی کی ماں کو مجبور کرکے نکاح کروایا اور بعد نکاح کے اس وقت تک کوئی لڑکی کا پرسان حال نہیں ہے جس کو عرصہ ۱۳ سال کا ہوگیا ہے اور لڑکی کی عمر اٹھارہ سال کی ہے اور وقت نکاح لڑکی کا باپ قریب المرگ سے بے ہوش تھا بعد نکاح ہونے کے دو دن زندہ رہ کر مرگیا اور لڑکی کے نکاح کا حال سے اس کو واقفیت نہ ہوئی اور لڑکی کے باپ کا کوئی عزیز و اقارب بھی نہیں تھا اس کے کوئی بھی نہیں ہے اور وقت نکاح اس کی ماں علاقہ تھام میں رہتی تھی اور اب موضع گونیری ضلع پیلی بھیت میں رہتی ہے از روئے شرع شریف لڑکی کا ایسی حالت میں عقد ثانی ہوسکتا ہے یا نہیں اور اب کیا کرنا چاہئے کہ لڑکی جوان ہے اور اس کی بسر اوقات کا کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔ بینوا توجروا۔

۱؎ عالمگیری جلد ۱ ص ۲۸۵ مطبوعہ بیروت ۲؎ پ ۵ سورۃ نساء آیت ۲۴

الجواب۔ صورت مسئولہ میں وہ نکاح بحالت نابالغی باذن مادر اگرچہ ایسی حالت میں ہوا کہ باپ
بے ہوش تھا باپ کی اجازت پر موقوف ہوا جب باپ کو اطلاع نہ ہوئی اور وہ مرگیا تو اس صورت میں کہ یہ
نکاح ولیہ ابعد نے بحال قیام اقرب کیا تھا اجازت اقرب پر موقوف ہوا تھا اور وہ مرگیا تو یہ جائز نہ ہوگا
جب تک بعد موت اقرب جب ولایت ماں کو پہونچی ماں پھر اسے جائز نہ کرے اگر اب اسے
جائز کردے گی جائز ہوگا رد کردے گی باطل ہو جائے گا عالمگیری[1] میں ہے لو زوجہا الابعد حال قیام الاقرب
حتی توقف علی اجازة الاقرب فغاب الاقرب وتحولت الولایة الی الابعد لا یجوز ذلک النکاح الذی
باشرہ الابعد الا باجازتہ بعد تحول الولایة الیہ ہکذا فی الظہیریة طحطاوی وشامی[2] میں فرمایا قولہ
ولو تحولت الولایة الیہ ای الی الابعد بموت الاقرب او غیبتہ غیبة منقطعة بعد اس کے کہ ولایت
ماں کی طرف آئی اگر ماں نے لڑکی کے بالغہ ہونے تک کوئی قول یا فعل ایسا نہیں کیا جس سے اس نکاح کی
اجازت ہونا یا جس سے وہ نکاح رد ہو تو وہ اس کی اجازت پر برابر موقوف رہا تھا چاہتی تو جائز کردیتی چاہتی
رد کردیتی۔

اب جب لڑکی بالغہ ہوگئی تو اب لڑکی کی اجازت پر موقوف ہوگیا چاہے رد کردے چاہے جائز۔
اور اگر ماں جائز کرچکی تھی تو نکاح جائز ہوگیا تھا لڑکی کو بعد بلوغ اسی آن بلوغ میں جس وقت وہ بالغہ ہوئی اور
اسے اپنے نکاح کا علم ہوا اختیار بلوغ تھا اگر اسی جلسہ میں اس نے اسے استعمال کیا ہو تو فسخ نکاح ہوسکتا
ہے اور اگر نہیں تو اب نکاح لازم ہوگیا اور اگر ماں بعد تحویل ولایت اس نکاح کو رد کرچکی تھی تو وہ رد ہوچکا
اس کا کوئی اثر نہیں لڑکی آزاد ہے۔ مگر یہ سب اس صورت میں ہے کہ وہ شخص جس سے نکاح ہوا تھا
لڑکی کا کفو ہو یعنی مذہب نسب چال چلن پیشہ میں لڑکی سے کم نہ ہو ایسا کہ اس سے اس کا نکاح اس کے
اولیاء کے لئے باعث ننگ وعار وبدنامی ہو اور مہر میں غبن فاحش نہ ہوا ہو۔ ورنہ اگر لڑکی کا کفو نہ تھا یا مہر میں
غبن فاحش کے ساتھ یہ نکاح ہوا تھا تو محض بے اثر نکاح ہوا ہی نہیں کہ نابالغہ کا ایسا نکاح سوا باپ
دادا کے جو معروف بسوء اختیار نہ ہو کوئی نہیں کرسکتا کرے گا تو نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از رودولی ضلع نینی تال مرسلہ ہدایت علی خاں صاحب ۲۳ جمادی الاولیٰ ۳۸ھ

ایک نابالغ بچے کے باپ کا انتقال ہوا نابالغ مذکور کی بیوہ ماں اور مرحوم کا یعنی اس بچے کے باپ کا
چچازاد بھائی وارث ہیں۔ نابالغ مذکور کی ولایت دونوں میں سے کسے پہونچتی ہے اگر ماں کو پہونچتی ہے تو کیا مقدار

[1] عالمگیری جلد [illegible] صفحہ [illegible] مطبوعہ بیروت [2] شامی جلد [illegible] صفحہ [illegible] مطبوعہ مصر

کرلینے سے ولایت ختم ہوکر ت کو پہونچے گی یا عقد ثانی کرلینے سے ولایت بدستور رہے گی حکم شرع سے مطلع کیا جاوے؟

الجواب ۔ نابالغ کا ولی نکاح اس صورت میں اس کے باپ کا چچازاد بھائی ہے۔ ماں کو اس صورت میں ولایت نہیں ماں ولیا اس حالت میں ہوتی ہے جب کوئی عصبہ نہ ہو در مختار میں ہے الولی فی النکاح العصبة بنفسه بلا توسط انثی علی ترتیب الارث والحجب بشرط حریة وتکلیف واسلام فان لم یکن عصبة فالولایة للام۔ مختصرا ولایت مال نہ اسے ہے نہ اس کو کہ ولی مال باپ۔ باپ کا وصی دادا۔ دادا کا وصی۔ قاضی۔ قاضی کا نائب ہی ہوگا کسی اور کو مال میں ولایت حاصل نہیں ہوتی رد المحتار میں ہے

قوله لا المال فان الولی فیه الاب ووصیه والجد ووصیه والقاضی ونائبه فقط ولایت سے اگر مطلب حق حضانت ہے تو وہ ماں ہی کو ہے بچہ اگر لڑکا ہے تو سات سال کی عمر پوری ہونے تک ماں ہی کے زیر پرورش رہے گا اور لڑکی ہے تو نو سال کا مل کے ہونے تک ماں ہی کے پاس رہے گی مگر جب کہ ماں کسی غیر محرم سے عقد کرلے یا کسی اور وجہ سے مستحق حضانت نہ رہے۔

در مختار میں ہے الحضانة تثبت للام ولو بعد الفرقة الا ان تکون مرتدة او فاجرة فجورا یضیع الولد به کزنا وغناء وسرقة ونیاحة کما فی البحر والنهر بحثا قال المصنف والذی یظهر العمل باطلاقهم کما هو مذهب الشافعی ان الفاسقة بترک الصلاة لا حضانة لها وفی القنیة الام احق بالولد ولو سیئة السیرة معروفة بالفجور ما لم یعقل ذلك او غیر مأمونة ذکره فی المجتبی بان تخرج کل وقت وتترک الولد ضائعا اھ اسی میں ہے وتسقط حقها بنکاح غیر محرمه وکذا بسکناها عند المبغضین له۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۔ مسماۃ احمدی بی بالغہ کی شادی ۱۹۳۵ء میں جعفر علی بالغ کے ساتھ جلسہ عام میں بمہر پانچ سو روپیہ بلا تفصیل معجل و مؤجل کے ہوئی جب سے فریقین ایک ماہ تک بطور زن و شوہر رہتے رہے کوئی شکایت نہ ہوئی۔ ایک ماہ کے بعد جعفر علی مذکور نے عام بازار والوں کے سامنے و دیگر اشخاص و احمدی بی کی والدہ کے سامنے یہ جھوٹی تہمت لگائی کہ مسماۃ احمدی خراب ہے اور بگڑی ہوئی ہے جس سے مسماۃ احمدی کو روحانی و جسمانی صدمہ پہونچا اور تمام میں بدنامی ہوئی اور مسماۃ احمدی اس جھوٹے الزام جعفر کے لگانے سے منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی اور جعفر علی کے پاس رہنا نہیں چاہتی ہے لہذا

کیا حکم ہے (۱) مسماۃ احمدی جعفر کے نکاح میں رہی یا نہیں (۲) مسماۃ احمدی اس جھوٹی تہمت کے سبب سے انفساخ نکاح کرسکتی ہے؟

الجواب: (۱) نکاح میں اس سے کوئی خلل نہیں آیا خراب ہے اور بگڑی ہوئی یہ تو لفظ صریح بھی نہیں اگر صریح لفظ کہتا اے زانیہ اے زناکار تو نے زنا کیا اور اس کے مثل جب بھی اس کے کہنے سے نکاح میں کوئی خلل نہ ہوتا۔ ہاں اگر سب شرائط لعان پائے جاتے اور زوجین اہل لعان ہوتے تو لعان کا حکم تھا اور بعد لعان صحبت حرام ہوجاتی بعد لعان جب تک تفریق نہ کردی جاتی نکاح نفس لعان سے نہ جاتا۔ یہ تفریق ایک طلاق بائن ٹھہرتی۔ عالمگیری میں ہے: سببه قذف الرجل امرأته قذفا يوجب الحد في الاجانب فيجب به اللعان بين الزوجين كذا في النهاية، اذا قال لها يا زانية او انت زنيت او رأيتك تزنين فانه يوجب اللعان كذا في السراج الوهاج، اذا قذف الرجل امرأته بالزنا وهي ممن لا يحد قاذفها لا يجري بينهما اللعان بان كانت وطئت بشبهة او كانت ظهر زناها بين الناس قبل ذلك او لها ولد من غير اب معروف كذا في غاية البيان، لو قال لها جومعت جماعا حراما او قال وطئت حراما فلا لعان ولا حد۔

(۲) ولو قذفها بعمل قوم لوط فلا لعان ولا حد عند ابي حنيفة رحمه الله تعالى كذا في البدائع، شرطه ان يكونا زوجين وان يكون النكاح بينهما صحيحا سواء دخل بها او لم يدخل حتى لو قذفها ثم طلقها ثلثا او بائنا فلا حد ولا لعان وكذا اذا كان النكاح فاسدا لا يجب اللعان لانه ليس بزوج مطلقا كذا في غاية البيان، ولو تزوجها بعد الطلاق فطالبته بذلك القذف فلا حد ولا لعان كذا في السراج الوهاج۔ لو طلقها طلاقا رجعيا لا يسقط اللعان كذا في الظهيرية، لو طلق امرأته طلاقا بائنا او ثلثا ثم قذفها بالزنا لا يجب اللعان لعدم الزوجية ولو طلقها طلاقا رجعيا ثم قذفها يجب اللعان ولو قذف امرأته بعد موتها لم يلاعن عندنا كذا في البدائع اهله عندنا من كان اهلا للشهادة حتى ان اللعان لا يجري بين الزوجين عندنا اذا كانا محدودين في القذف او احدهما او كانا رقيقين او احدهما او كافرين او احدهما او اخرسين او احدهما او صبيين او احدهما او مجنونين او احدهما ويجري فيما عدا ذلك كذا في المحيط۔

لو قذف رجلا فضرب بعض الحد ثم قذف امرأته لم يكن عليه لعان وعليه

۱؎ عالمگیری جلد ۱ ص ۵۱۵ مطبوعہ بیروت

تمام الحد لذلك الرجل كذا فی المبسوط ولو كانا فاسقین او اعمیین یجب اللعان لانهما من اھل الشهادة فی الجملة كذا فی المضمرات قذف الاصم امرأته یوجب اللعان كذا فی العتابیة حتی سقط اللعان لمعنی فی الشهادة ینظر ان كان من جانب الزوج فعلیه الحد وان كان من جانب المرأة فلا حد ولا لعان كذا فی شرح الطحاوی، ولو كان محدودین فی قذف فعلیه الحد كذا فی النهایة اذا كان الزوج عبدا والمرأة محدودة فعلی العبد انه قذف حد القذف ان اقرت المرأة بالزنا فقد خرجت من ان تكون اهلا للعان كذا فی المبسوط حكمه حرمة الوطء والاستمتاع كما فرغا من اللعان ولكن لاتقع الفرقة بنفس اللعان حتی لو طلقها فی هذه الحالة طلاقا بائنا یقع وكذا لو اكذب الرجل نفسه حل الوطء . . . تجدید النكاح كذا فی النهایة، قال ابوحنیفة ومحمد رحمهما الله تعالی الفرقة الواقعة فی اللعان فرقة بتطلیقة بائنة فیزول ملك النكاح وتثبت حرمة الاجتماع والتزوج مادام علی حالة اللعان۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) نہیں۔ہاں اگر وہ قاضی شرع کے پاس مرافعہ کرے اور لعان چاہے اور لعان ہو جائے تو قاضی تفریق کردے گا۔فتاوٰی ہندیہ میں ہے یشترط طلبها فان امتنع عنه حبسه الحاكم حتی یلاعن او یكذب نفسه كذا فی الهدایة، الافضل للمرأة ان تترك الخصومة والمطالبة فان لم تترك وخاصمت الی القاضی یستحسن للقاضی ان یدعوها الی الترك فیقول لها اتركی واعرضی عن هذا[1] اسی میں ہے لو ابهما المافرغا من اللعان سأل القاضی أن لایفرق بینهما لم یجبهما الی ذلك ویفرق بینهما۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از ا وہ بازار گندی حافظ عبداللہ سوداگر۔

ہندہ نے اپنے زوج زید کے خلاف اس امر کا ۲۵ اگست ۳۵ء کو کچہری میں دعوٰی دائر کیا کہ زید نامرد ہے بوجہ نامردی کے نکاح فسخ فرمایا جائے دوسرے یہ کہ اپنی زوجہ کو زید نے طلاق دے دی۔ نامردیت کا ثبوت ڈاکٹر سول سرجن صاحب نے زید کا معائنہ کرنے کے بعد ایک سارٹیفکٹ دیا اور کچہری میں ڈاکٹر نے بیان دیا اس کے بیان سے یہی ثابت ہوا کہ زید نامرد ہے۔زید نے خود اپنے بیان سے ثابت کر دیا کہ نامرد ہے طلاق شہادت سے ثابت ہوا کہ طلاق دے دی چنانچہ ۱۵ فروری ۳۶ء کو اجلاس منصفی نے ہندہ کا دعوٰی نامرد ہونے و طلاق دینے کو تسلیم کرلیا اور نصف مہر معجل کی ڈگری دیدی

[1] فتاوٰی ہندیہ جلد ۱ ص ۵۱۶ مطبوعہ بیروت

اس کے فیصلے کے خلاف زید نے جج میں اپیل کی وہاں سے دوبارہ ڈاکٹری کا حکم ہوا زید کا دوبارہ ڈاکٹری معائنہ ہونے کے بعد ڈاکٹر کے بیان دے ایسی ثابت ہوا زید نامرد ہے حق زوجیت ادا نہیں کرسکتا لہذا ۳۰ ستمبر ۳۵ء کو اپیل خارج ہوگئی فیصلہ سابق بحال رہا کہ واقعی نامرد ہے۔

اب دریافت طلب یہ ہے کہ حقیقتاً زید نے طلاق نہیں دی طلاق کا دعوٰی محض مقدمہ کی کامیابی کی وجہ کیا گیا تھا مگر زید نامرد ضرور ہے حق زوجیت ادا نہیں کرسکتا۔ تو ایسی صورت میں کیا عنین کے فسخ نکاح کے جو شرائط عند الشرع ہیں کامل ہوچکے اب ہندہ اپنا عقد ثانی کرسکتی ہے؟ اور اگر نہیں تو اب کیا صورت جواز نکاح کی ہوسکتی ہے۔ بینوا توجروا

الجواب: نامردی کا ثبوت اگر شرعی ہی ہو کہ وہ مقر ہو یا ایسی شہادت سے جو قابل قبول شرع زید کا نامرد ہونا ثابت ہو جب بھی محض ثبوت نامردی سے نکاح میں فرق نہیں آتا۔ نہ انگریزی کچہریوں کے حکام اگرچہ مسلمان ہوں انہیں حق فسخ حاصل، ان کے فسخ کئے نکاح فسخ نہیں ہوسکتا۔ طلاق کا جھوٹا دعوٰی کچہری میں ڈگری ہوئی اس سے بھی طلاق نہیں ہوئی جب تک زید طلاق نہ دیدے اس وقت تک دوسرے سے نکاح باطل محض ہوگا ہرگز نکاح نہ ہوگا زید پر فرض ہے کہ جب وہ امساک بالمعروف سے عاجز ہے تو تسریح بالمعروف کرے یا اپنا علاج کرائے اور اس قابل ہو کہ امساک بالمعروف کرسکے اس کے لئے ایک سال کی مہلت اسے دی جائے گی۔ اگر وہ عورت کو پھانسے رکھے گا نہ اپنا علاج کرا کر حق زوجہ ادا کرنے کے قابل ہوکر حق زوجہ ادا کرے گا نہ اسے طلاق دے گا تو جس طرح اب تک حق اللہ اور حق زن میں گرفتار گنہگار رہا یونہی رہے گا اللہ سے ڈرے یا امساک بالمعروف کرے کہ عورت بھلائی کے ساتھ رکھے اس کے تمام حقوق ادا کرے اور اگر ایسا نہیں کرتا یا نہیں کرسکتا تو اسے بھلائی کے ساتھ چھوڑ دے

قال اللہ تعالٰی[1]: فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا ومن یفعل ذٰلک فقد ظلم نفسہ ولا تتخذوا اٰیٰت اللہ ھزوا۔ وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وصحبہ وسلم: من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ۔

محض ثبوت نامردی پر قاضی شرع بھی تفریق نہیں فرماسکتا قاضی شرع بعد ثبوت ایک سال کامل کی مہلت برائے علاج دیتا پھر جب عورت دوبارہ دعوٰی رجوع کرتی سال بھر بعد یا سال کے بعد جتنے برس بعد تو پھر بعد تحقیق عورت کو اختیار دیتا اگر عورت اسی مجلس میں تفریق چاہتی تو شوہر کو حکم دیتا کہ طلاق بائن

[1] پ ۲، رکوع ۱۴

سے وہ اگر قاضی کے حکم پر بھی طلاق نہ دیتا تو قاضی تفریق کردیتا عالمگیریہ[1] میں ہے: اذا ثبت عدم الوصول اليها اجله القاضي سنة طلب الرجل التاجيل اولم يطلب ويشهد على التاجيل ويكتب لذلك تاريخا كذا فى فتاوى قاضى خان. ابتداء التاجيل من وقت المخاصمة كذا فى المحيط. لايكون هذا التاجيل الا عند قاضى مصر او مدينة فان اجلته المرأة او اجله غير القاضى لايعتبر ذلك كذا فى فتاوى قاضى خان اھ۔

اسی میں[2] ہے: جاءت المرأة الى القاضى بعد مضى الاجل وادعت انه لم يصل اليها وادعى الزوج الوصول (الى قوله) اذا اقر الزوج انه لم يصل اليها خيرها القاضى فى الفرقة كذا فى شرح الجامع الصغير لقاضى خان. فان اختارت زوجها وقامت عن مجلسها او اقامها الاعوان او قام القاضى قبل ان تختار شيئا بطل خيارها كذا فى المحيط. وهكذا روى عن محمد رحمه الله تعالى وعليه الفتوى كذا فى التتارخانية ناقلا عن الواقعات. ان اختارت الفرقة امر القاضى ان يطلقها طلقة بائنة فان ابى فرق القاضى بينهما هكذا ذكر محمد رحمه الله تعالى فى الاصل كذا فى التبيين. والفرقة تطليقة بائنة كذا فى الكافى. ولها المهر كاملا وعليها العدة بالاجماع ان كان الزوج قد خلا بها وان لم يخل بها فلا عدة عليها ولها نصف المهر ان كان مسمى والمتعة ان لم يكن مسمى كذا فى البدائع. ان مضت السنة من وقت الاجل ولم تخاصمه زمانا طويلا لايبطل حقها وان طاوعته فى المضاجعة فى تلك المدة كذا فى فتاوى قاضى خان وعليه الفتوى كذا فى الفتاوى الكبرى. واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: ارشاد حسین

نابالغ لڑکا اور نابالغہ لڑکی کے مابین عقد ہوا، لڑکے کی طرف سے اس کا باپ ولی بالنکاح ہوا اور لڑکی کی جانب سے اس کے باپ کا سگا بھائی ولی بنا، تحقیقات اور چند گواہوں کے بیان سے معلوم ہوا کہ عقد کے زمانہ میں لڑکی نابالغہ کے دادا کا نسبتی چچازاد بھائی موجود تھا، ان سے لوگوں نے مجلس عقد میں بننے کی خواہش کی اور نکاح کی اجازت چاہی مگر اس عقد یا باہمی منازعت کے سبب نہ مجلس شادی میں شرکت کی اور نہ عقد کی کسی طرح اجازت دی، اور بعض لوگوں کا بیان ہے کہ لڑکی کے دادا کا چچازاد بھائی یعنی اس کی برادری کے ہونے کا علم نہیں اور نہ ہونے کا یقین، نابالغہ لڑکی کی شادی کا سرانجام لڑکی

[1] عالمگیریہ جلد ۱ ص ۵۲۳ مطبوعہ بیروت
[2] عالمگیریہ جلد ۱ ص ۵۲۳ مطبوعہ بیروت

کی دادی نے کیا تھا۔

نابالغہ لڑکی کی شادی کے زمانہ میں اس کی مادر حقیقی بقید حیات تھی اور اب تک ہے مگر عقد کے زمانہ میں لڑکی کی ماں اپنے شوہر ثانی کے گھر تھی جو تقریباً بیاسی میل مسافت سے دو ضلع کے فصل پر دوسرے موضع میں تھی عند الدریافت بتحقیق صورت مذکورہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عقد سے نہ شادی کے وقت رضامند تھی اور نہ اب راضی ہے اس پر اکثر لوگ گواہی بھی دیتے ہیں مگر بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ نابالغہ لڑکی کی ماں نے اپنی طرف سے نوشہ کے لئے انگوٹھی بھیج دی جس سے رضامندی کا ثبوت ہوتا ہے لڑکی بالغہ ہونے پر چند بار اپنے شوہر کے گھر گئی تھی اب چند مہینوں سے وہ لڑکی اپنے ماموں کے یہاں ہے اور اپنے شوہر کے پاس جانے سے منکر ہے صورت مذکورہ کی بنا پر یہ عقد صحیح و درست ہے یا ناجائز اور باطل امید کہ واضح بیان سے مدلل فرمائیں۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں باپ کا تیرا بھائی ولی نکاح نہیں جب کہ عصبہ موجود ہے اور اگر ثابت بھی ہو کہ وہ شخص لڑکی کے دادا کا چچازاد بھائی ہے وہ عصبہ نہیں لڑکی کے باپ سے اس کا ایسا رشتہ نہیں کہ وہ عصبہ ہو تو بھی یوں کہ بحال عدم عصبہ ولایت ماں کو ہے بہر حال یہ نکاح فضولی ہوا اگر وہ شخص عصبہ ہے تو اس کی اجازت پر موقوف ہوا تھا ورنہ لڑکی کی ماں کی اجازت پر۔ عصبہ یا ماں نے اس نکاح کی خبر پا کر اسے جائز کردیا تھا تو جائز ہوگیا تھا اور رد کردیا تھا تو رد۔ اور اگر سکوت کیا تھا تو وہ موقوف ہی رہا تھا یہاں تک کہ لڑکی بالغ ہوئی اب یہ نکاح موقوف بعد بلوغ خود لڑکی کی اجازت پر موقوف ہوگیا تھا جب کہ اس نے اسے جائز کردیا تھا تو لازم ہوگیا اب لڑکی کا انکار بے کار ہے۔

یہ سب اس صورت میں ہے جب کہ یہ نکاح جو باپ کے تیسرے بھائی نے کیا کفو سے مہر میں بے غبن فاحش کیا ہوتا اگر غیر کفو سے کیا یا کفو سے کیا مگر مہر میں بغبن فاحش کے ساتھ تو اصلاً منعقد ہی نہیں ہوا اگرچہ وہ عصبہ یا ماں بھی اس نکاح سے راضی ہوں کہ باپ اور دادا جو معروف بسوء اختیار نہ ہوں ان کے سوا ان کو یہ اختیار نہیں کہ وہ غیر کفو سے نکاح کریں یا مہر میں غبن فاحش کے ساتھ کردیں ایسا نکاح باپ دادا جو کبھی پہلے بھی ایسا نکاح کرچکے ہوں ان کے کئے بھی نہیں ہوسکتا اور ولی تو ولی ہے اور فضولی تو فضولی ہے۔ درمختار[1] میں ہے لزم النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر کفؤ ان کان الولی ابا او جدا۔ ردالمحتار[2] میں ہے قولہ اصلا ای لا لازما ولا موقوفا علی الرضی بعد البلوغ۔ فتح القدیر[3] میں ہے ان العقد یقع لا

۱؎ درمختار جلد ۲ صفحہ ۳۰۰ مطبوعہ مصر ۲؎ ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۳۱۰ مطبوعہ مصر ۳؎ فتح القدیر جلد ۳ صفحہ ۱۸۰

يصح منهما التزويج بغير الكفو شامی میں ہے فی شرح المجمع حتی لو عرف من الاب سوء الاختیار ۔۔۔۔۔۔ لمجانتهما اسی در میں ہے لو زوج طفله غیر کفو او بغبن فاحش صح الخ بحر میں ہے انكاح الاخ والعم من غیر کفو الخ درمختار میں ہے الولی فی النكاح العصبة بنفسه بلا توسط انثی علی ترتیب الارث والحجب بشرط حرية وتكليف واسلام الخ درمختار میں ہے نكاح الفضولی یجری فی البیوع توقف۔۔۔ مجیز حالة العقد۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ زید کی شادی کو قریب دو برس کے ہوئے زید کی شادی موضع ۔۔۔۔۔ میں ہوئی منگنی کے بعد میرے خسر نے کہا کہ کچھ مضبوطی کر دو پانچ روپیہ ماہوار لکھ دو میں نے پانچ روپے ماہوار لکھ دیئے اگر میں روٹی کپڑا نہ دوں تو مجھ سے میری بیوی ہر ایک جنس وصول کر سکتی ہے۔ زید کی بیوی کی ماں کا انتقال ہو گیا۔ میری بیوی کی عمر اس وقت میں دس سال کی تھی میرا نکاح میری خوشدامن کے انتقال کے بعد میں ہوا ہے اور نکاح کئی سال کے بعد میں ہوا ہے نکاح کے بعد کچھ دنوں بعد رخصت کی اب لڑکی کی عمر قریب ساڑھے پندرہ سال کی ہے جب میں اپنی بیوی کے پاس گیا تو معلوم ہوا کہ یہ لڑکی مرد کے پاس بیٹھنے کے قابل نہیں ہے غرض صبح کو دائیوں کو بلایا تو ان سے کہا کہ تم اس لڑکی کو دیکھو یہ مرد کے قابل ہے یا نہیں سب دائیوں نے دیکھا جواب دیا کہ یہ لڑکی خاوند کے پاس نہیں جا سکتی اس کو ڈاکٹرنی کو دکھاؤ غرض تین ڈاکٹرنیوں کو دکھایا ڈاکٹرنیوں نے کہا کہ یہ لڑکی مرد کے پاس نہیں جا سکتی ہے یہ لڑکی پیدائشی ایسی ہے۔

غرض اب لڑکی سے دریافت کیا بہت سی عورتوں نے کہا کہ تجھ کو یہ بات معلوم تھی کہ میں آدمی کے پاس نہیں جا سکتی ہوں تو لڑکی نے جواب دیا کہ میری ماں نے مرنے سے پہلے سب گھر سے کہا کہ دیکھو اس لڑکی کی شادی مت کرنا میرے سب گھر کی عورتیں مرد جانتے ہیں اور اس گاؤں میں جتنے مرد ہیں سب جانتے ہیں میری ماں نے سب پر یہ بات ظاہر کر دی تھی۔ اب غرض یہ ہے اس لڑکی کو اور سب گھر کو جب معلوم تھا تو مجھ کو دھوکا دے کر پانچ روپیہ ماہوار کا اسٹام کیوں لکھوایا اور تین سو روپیہ میں کیوں شادی خرچ کرائے اب غرض یہ ہے کہ اس عورت کا نکاح جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو اس کا کیا کرے اور اگر ناجائز ہے تو اس کا جو کچھ خرچ ہوا ہے وہ دینا اس لڑکی کے والدین کو جائز ہے یا نہیں دوسری بات یہ ہے حبیب اللہ مستری اس کا چچا وہ اس کا ولی بنا تھا چونکہ جب اس کو یہ بات معلوم تھی تو اس نے کیوں نہیں مجھ پر ظاہر

له ردالمحتار جلد ۲ صفحہ [illegible] مطبوعہ مصر ته ردالمحتار جلد ۲ صفحہ [illegible] مطبوعہ مصر ته درمختار جلد ۲ صفحہ [illegible] مطبوعہ مصر ته درمختار جلد ۲ صفحہ [illegible] مطبوعہ مصر

کیا جن جن شخصوں کو جن جن عورتوں کو یہ بات معلوم تھی انھوں نے ظاہر نہیں کیا ان کے واسطے شرع شریف
کا کیا حکم ہے۔ نیز یہ کہ ایسی ناقابل عورت کا مہر اس کے شوہر پر واجب ہے یا نہیں شریعت مطہرہ کا کیا حکم
ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں نکاح تو ہو گیا جن لوگوں کو یہ معلوم تھا کہ عورت اس وجہ سے
مرد کے لائق نہیں وہ مرض معلوم تھا اور پھر معلوم ہوتے ہوئے یہ نکاح کیا وہ مجرم ہیں مگر نکاح کسی عیب
کی بنا پر رد نہیں ہوتا نکاح لازم ہو چکا ـــــ چونکہ عورت ایسے مرض سے مریضہ ہے اس کے ساتھ
جو خلوت ہوئی خلوت صحیحہ نہیں ہوئی کہ پورا مہر لازم ہو جاتا اب اگر طلاق دے گا نصف مہر دینا ہوگا۔ لڑکی
کا بیان کہ اس کی ماں نے یہ کہا تھا کہ اس کی شادی مت کرنا اگر صحیح بھی ہو تو اس سے کب صراحۃً یہ معلوم
ہوا کہ عورت کو یہ مرض ہے اکثر گھر والا نزدیک کی عورتیں ایسا کہہ دیتی ہیں کہ یہ لڑکی اس قابل نہیں کہ شادی
کی جائے اگر ماں نے ساتھ یہ بھی کہا ہوتا کہ یہ مرد کے قابل نہیں تو وہ بھی اس مرض ہونے کو ظاہر نہیں
کرتا اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یا اپنی لاغری کمزوری کے سبب مرد کا تحمل نہیں کر سکتی یا ایسا
مرض ہے کہ مرد کے پاس جائے گی تو اسے نقصان زیادہ ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ ہاں اگر لڑکی کے باپ اور
اس کے سوا اور اعزا کو واقعی لڑکی کی یہ حالت سے رتق و قرن وغیرہ تو انھوں نے یہ جانتے ہوئے اس
لڑکی کا نکاح اس شخص سے کیا بہت برا کیا وہ اس کے حق میں گرفتار ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از موضع پرسونا ڈاک خانہ کیمپ ضلع بریلی مرسلہ ٹھیکیدار اللہ بخش صاحب۔

(۱) ایک عورت کا خاوند زندہ ہے مگر خاوند نے کل تعلق مع کھانا کپڑوں کے ادا کرنے کا عرصہ
تخمیناً ۱۸ سال سے چھوڑ دیا ہے اور عورت اپنی گذر اوقات خود محنت مشقت سے کرتی ہے مگر خاوند نے
طلاق نہیں دی ہے مگر عورت اس مدت مذکورہ بالا کے بعد اب محنت مشقت نہیں کر سکتی ہے اب وہ
عورت بلا طلاق دیے ہوئے خود اپنا نکاح دوسرے کے ساتھ کر سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) اور عورت بلا طلاق کے کتنی مدت کے بعد اپنا نکاح خود دوسرے کے ساتھ کر سکتی ہے؟

الجواب۔ (۱) ہرگز نہیں اگر بے طلاق دوسرے سے نکاح کرے گی باطل محض ہوگا وہ نکاح
نہ ہوگا زنا و سفاح ہوگا خاوند پر فرض ہے کہ عورت کو بھلائی کے ساتھ رکھے یا اسے بھلائی کے ساتھ چھوڑ
دے قال اللہ تعالیٰ والمحصنٰت من النساء[1]۔ وقال تعالیٰ امسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف[2]

[1] پ ۵ سورۂ نساء آیت ۲۴ [2] پ ۲ رکوع ۱۲

وہ شخص حق اللہ و حق زن میں گرفتار ہے شدید گنہگار ہے اس پر توبہ فرض۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) بلا طلاق کبھی نہیں کرسکتی جب تک ایک کے نکاح میں ہے دوسرے سے نکاح نہیں ہوسکتا نفقہ نہ دینا خبر گیری نہ کرنا طلاق دینا نہیں بعد طلاق و مرور عدت دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اس سے پہلے کرے گی باطل ہوگا نکاح ہرگز نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ مرسلہ رنعل ہرن گونڈا کے خانہ پاس باٹ ضلع پورنیہ ۵ جمادی الاولی ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں۔

یہ کہ نابالغ لڑکا مسمی محمد حنیف اور نابالغہ لڑکی مسماۃ حمیدہ کا عقد اپنے کفو میں اس طرح ہوا کہ لڑکی کی طرف سے اس کی دادی نے ولی بن کر ایجاب کیا باوجودیکہ چچا موجود اس وقت تھا اور لڑکے کی طرف سے اس کا چچا ولی ہو کر قبول کیا لڑکا و لڑکی دونوں کا مکان ایک ہی آنگن میں ہے لڑکی بعد از عقد عدم بلوغ سے بلوغ تک برابر اسی لڑکے کے گھر میں آمد و رفت کی اور دونوں میں مباشرت بھی ہوتی ہے اب لڑکا اس وقت بالغ ہے اور لڑکی بھی اور بحالت بلوغ میں لڑکے نے لڑکی کو مکرر طلاق دی اس طرح سے کہ لڑکے نے ایک طلاق دی کسی نے پوچھا کہ تم نے طلاق دی تو کہا کہ ہاں اور دوسرے نے دوسرے روز پوچھا کہ تم نے طلاق دی تو کہا کہ ہاں اور تیسرے نے تیسرے روز پوچھا کہ تم نے طلاق دی تو کہا کہ ہاں اور چوتھے نے پوچھا کہ واقعی تم نے طلاق قطعی دی تو کہا کہ ہاں لڑکی عدم بلوغ سے بلوغ تک برابر کہتی آئی کہ مجھ کو یہی شوہر پسند اور منظور خاطر ہے۔ صورت مسئولہ میں جواز یا عدم جواز کون سا حکم نافذ کیا جائے فقط۔

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں وہ نکاح کہ نابالغہ کا اس کی دادی نے کیا، بالغہ کے چچا کی اجازت پر موقوف ہوا جب کہ مہر میں غبن فاحش نہ ہوا ہو ورنہ ہوا ہی نہیں اگر نکاح چچا کی اجازت پر موقوف ہوا تھا تو اگر چچا نے خبر نکاح پا کر اسے جائز کر دیا تھا تو جائز ہو گیا تھا اور لڑکی جب بالغہ ہوئی اس نکاح سے راضی رہی فوراً اسے رد نہ کیا تو وہ نکاح لازم بھی ہو گیا اور اگر چچا نے رد کر دیا تھا تو وہ رد ہو چکا تھا لڑکی بحالت نابالغی اس سے رضا ظاہر کرتی رہی وہ محض بے کار تھی یونہی بحالت بلوغ بھی اس مردود نکاح سے رضا ظاہر کی بے کار ہے اور مباشرت ناجائز اور اگر چچا نے خبر نکاح پا کر نہ اسے رد کیا نہ جائز تو وہ اس کی اجازت پر اس وقت تک موقوف تھا جب تک لڑکی نابالغہ تھی جب لڑکی بالغہ ہو گئی خود اس کی اجازت پر موقوف ہو گیا اس نے اسے جائز کر دیا جائز ہو گیا تھا اور اگر چچا لڑکی لڑکے کا دونوں کا ولی ہے تو اس صورت میں بھی نکاح ہو گیا

اور لڑکی و لڑکے کو وقت بلوغ خیار بلوغ حاصل ہوا تھا جب وہ اس نکاح پر راضی رہی نکاح لازم ہوگیا تھا اگر صورت وہ جس میں نکاح صحیح ہوگیا تو جب لڑکے نے بعد بلوغ اسے طلاق دی طلاق ہوگئی جب اس نے اس سوال کے جواب میں کہ تم نے واقعی طلاق قطعی دی ہاں کہا تو اس کے اقرار سے وہ طلاق بائن ہوئی عورت اس کے نکاح سے باہر ہوگئی۔

درمختار میں ہے ان کان المزوج غیرھما ای غیر الاب وابیہ لایصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلا۔ ردالمحتار میں ہے ای لا لازما ولا موقوفا علی الرضی بعد البلوغ۔ اسی درمختار میں ہے وان کان من کفؤ وبمھر المثل صح ولھما خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ لقصور الشفقۃ۔ اسی میں ہے لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ۔ درمختار میں ہے یتولی طرفی النکاح واحد لیس بفضولی من جانب۔ عالمگیری میں ہے لو قالت لہ طلقنی فقال نعم طلقت۔ درمختار میں بحر سے ہے قیل لہ طلقت امرأتک فقال نعم او بلی بالھجاء طلقت۔ ردالمحتار میں ہے قولہ طلقت ای بلانیۃ۔ درمختار میں ہے یقع بقولہ (الی قولہ) واحدۃ بائنۃ فی الکل لانہ وصف الطلاق بما یحتملہ۔ بارہا اقرار طلاق تکرار طلاق نہیں اگر وہ طلاق قطعی کا اقرار نہ کرتا تو ایک رجعی ہی کا حکم ہوتا اب ایک بائن کا حکم ہے نکاح جدید بعضامندی زن کرسکتا ہے مگر جب کہ قطعی سے مراد طلاق مغلظہ ہو اس نے مستفتی کے ارادہ پر ہاں کہا ہو۔ ردالمحتار میں ہے افاد بعدم صحۃ نیۃ الثلاث فی جمیع ما مر بانہ وصف الطلاق بالبینونۃ وھی نوعان خفیفۃ وغلیظۃ فاذا نوی الثانیۃ صح۔

مسئلہ: مسئولہ حبیب احمد صاحب رضوی قادری پیلی بھیتی

اکثر قوموں میں نکاح کے وقت ایک لاکھ روپیہ تک کا مہر مقرر ہوتا ہے اور جس کا نکاح ہوتا ہے اس کی حیثیت بہت کم ہوتی ہے تو وہ یہ خیال کرلیتا ہے کہ مجھے دینا تھوڑا ہی ہیں اور جب کہ ایک سو روپیہ کی حیثیت والے کا مہر دس بیس ہزار کا مقرر ہوگا تو یقینی ایسا خیال ہونا لازمی ہے ایسی صورت میں نکاح ہونا جائز ہوسکتا ہے یا نہیں اگر نہیں ہوسکتا ہے تو ان کی اولاد کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: نکاح ہوجاتا ہے اور مہر جس قدر باندھا جاتا ہے وہ بندھ جاتا ہے ایسا خیال کرلینا بہت برا ہے جو ایسی بدنیت رکھتا ہے کہ دین نہیں سمجھتا وہ اس سے ڈرے کہ اس کا حشر زانیوں کے ساتھ ہو کما فی الحدیث ہر شخص ایسی بدنیت نہیں کرتا مہر کو دین جانتا ہے۔ مال چلتی پھرتی چیز ہے بادشاہ کو ہر وقت

۱؎ درمختار جلد ۲ صفحہ [illegible] مطبوعہ مصر ۲؎ ردالمحتار جلد ۲ صفحہ [illegible] مطبوعہ مصر ۳؎ درمختار جلد ۲ صفحہ [illegible] مطبوعہ مصر ۴؎ عالمگیری جلد ۱ صفحہ ۳۵۶ مطبوعہ بیروت ۵؎ ردالمحتار [illegible]

زوال کا خوف ہوتا ہے اور فقیر ایک آن میں بادشاہ ہو سکتا ہے ایسا جو کہ دس روپیہ مہر ادا کر سکتا ہے بادشاہ
اگر ایسا ہی خیال کرے مہر کو ہیچ سمجھے تو اس کے لئے بھی وہی ہے جو فقیر کے لئے ہے جو اس قدر مہر کی ادا کی
قوت نہیں رکھتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از ناکسی ہاٹ ضلع پورنیہ مرسلہ شیخ مستور مولوی غیاث الدین صاحب ۱۴ ذی قعدہ ۱۳۰۵ھ

اپنا حقیقی نانا کی مدخولہ بی بی یعنی سوتیلی نانی سے عقد کرنا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز نہیں ہے تو اس کا ثبوت کتب معتبرہ سے مع حوالہ صفحہ تحریر فرمائیں اور یہ بھی واضح طور پر بیان کریں کہ جس مفتی نے باوجود علم کے بعض دنیاوی منافع کے خیال سے جواز کا فتوی دے کر عقد کرایا ہے اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے اور ایسے مفتی کے ساتھ مسلمانوں کو کیا سلوک کرنا چاہئے امید کہ اپنا دستخط و مہر سے مزین فرمائیں۔

الجواب۔ نانا کی زوجہ حرام ہے اپنی سگی نانی ہو یا سوتیلی یوں ہی جیسے سگی دادی سوتیلی دادی سگی ماں سوتیلی ماں لقولہ تعالیٰ ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم۔ آباء سے اصول مراد ہیں، آباء میں اب، اب اب، اب ام سب آگئے تفسیرات احمدیہ مطبوعہ جیدی کی پریس دہلی ص ۱۳۶ میں ہے اما الرابع من المصاهرۃ وھو حلیلۃ الاب فمذکور فی الاٰیۃ الاولٰی وھی ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم[1] عالمگیریہ مصری ج ۱ ص ۲۷۴ میں ہے الرابعۃ نساء الاٰباء والاجداد من جهۃ الاب والام وان علوا فهٰؤلاء محرمات علی التابید نکاحا ووطئا کذا فی الحاوی القدسی، فتاوی امام فقیہ النفس قاضی خان رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ برہامش عالمگیری مصری ج ۱ ص ۳۶۰ میں ہے اما المحرمات بالعقد فمنکوحۃ الاب والجد من قبل الاب والام وان علا۔ جس نے یہ نکاح کیا اس پر فرض ہے کہ فوراً جدا ہو جائے وہ عورت مرد اور اس نکاح کے ساتھی و شرکا جو اس سے واقف تھے کہ یہ نکاح نانا کی زوجہ سے اس کے نواسہ کا ہوا ہے گنہگار ہوئے وہ مفتی بھی۔ اللہ تعالیٰ اور سب کو توبہ ورجوع کی توفیق دے اور معاف فرمائے۔

یہ فتوی غلط دیا مگر کسی مسلمان اور پڑھے لکھے انسان کی طرف یہ گمان کہ اس نے جان بوجھ کر ایسا غلط فتوی دیا بدگمانی ہے اور بدگمانی خود حرام ہے اگر اس نے بے علمی سے ایسا عجلت میں کہا یا سمجھ کر دانستہ غلط کہا تو بہرحال اس مفتی سے گناہ ہوا دوسری صورت ہو تو آفت سخت ہے۔ میرے پاس دوسری جگہ سے بھی یہ سوال آیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ مفتی نے دھوکا کھایا فتاوی رضویہ کی اس عبارت سے کہ باپ کی ساس حلال ہے اگر اپنی نانی نہ ہو، مفتی نے یہ عبارت دیکھ کر اس کا مطلب یہ سمجھا کہ سگی نانی حرام

[1] تفسیرات احمدیہ ص ۱۳۶ مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ

ہے اور سوتیلی حرام نہیں حالانکہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ باپ کی ساس جو اس شخص کی نانی ہو حرام ہے سگی ہو یا سوتیلی۔ اور جو اس کی نانی نہیں وہ حلال ہے باپ کی ساس ہونے سے نانی حرام نہیں سگی نانی ماں کی ماں اور بوجہ نانا ہونے سے حرام ہے اور سوتیلی نانی نانا کی منکوحہ ہے اس لئے حرام ہے باپ کی وہ ساس جو اس کی نانی نہیں نہ سگی نہ سوتیلی وہ حرام نہیں تو یہ کہنا کیا وجود علم کے محض دنیاوی مفاد کے خیال سے مفتی نے جواز کا فتویٰ دیا خلاف واقع بات اور بدگمانی معلوم ہوتی ہے والغیب عند اللہ و هو اعلم بحقیقۃ الحال واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از رائے بریلی مرسلہ شیخ چھدا صاحب ۲۰ محرم الحرام [illegible]ھ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ چچی سے نکاح درست ہے۔

الجواب چچی کے ساتھ نکاح ناجائز نہیں قال تعالیٰ۔ واحل لکم ما وراء ذلکم[1] چچی محرمات میں نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از کراچی پراونشل مسلم لیگ مسئولہ محمد عبدالحی صاحب حقانی مولوی فاضل آفس سکریٹری ۱۴ جمادی الاولیٰ [illegible]ھ۔

ایک لڑکی مسماۃ سوہنی بالغہ ہے اور جس کی عمر ۱۶ سال ۱۰ مہینے ہے بخوشی و رضا مشرف باسلام ہوئی اور مسلمان ہو کر اس کا نکاح مسمیٰ محمد عالم کے ساتھ کر دیا گیا لڑکی کے ہندو باپ نے کورٹ میں رجوع کیا کورٹ نے لڑکی کے بلوغ و قبول اسلام اور نکاح کے جائز قرار دینے کے باوجود لڑکی کو ہندو باپ کے قبضہ میں دے دیا اور مسمیٰ محمد عالم سے ملنے اور خط و کتابت کی بھی ممانعت کر دی۔

(۱) کورٹ کا یہ فعل مداخلت فی الدین ہے یا نہیں؟

(۲) مسلمانوں کو ایسے ناجائز حکم کی پابندی کرنی چاہئے یا نہیں؟

(۳) کیا ہائی کورٹ کے مجوزہ حکم کو دوسرے صوبہ جات میں مثال کے طور پر پیش کر دیا جائے؟

(۴) اگر یہ معاملہ مداخلت فی الدین ہے تو مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب۔ جواب مسئلہ تو ظاہر ہے کہ جب وہ لڑکی بفضلہ تعالیٰ مسلمان ہو گئی تو اس ہندو باپ سے کوئی تعلق نہیں رہا جب اس نے محمد عالم سے عقد کر لیا وہ اس کی بیوی ہو گئی اس کے اسلام و نکاح کو مجوز نے صحیح مانتے ہوئے پھر اسے اس کے ہندو باپ کے سپرد کیا جس سے بوجہ تخالف مذہب کوئی تعلق نہ تھا

[1] پ ۵ سورۂ نساء آیت ۲۴

اور محمد عالم جس سے اشتہار بدست تعلق کر اس کی منکوحہ ہے اس سے ملنے بلکہ خط و کتابت کی بھی ممانعت کر دی
عموماً سنت فی الدین اور صریح زیادتی ہے جس پر احتجاج لازم ہے پیل کیا جائے جائز طور پر اشتہار جو کے
کسی اس حکم کے خلاف کی جائے اس حکم پر ہر گز صبر نہ کیا جائے جو کچھ جائز کوشش اس کے رد کرانے کی ہو سکتی
ہو کرنی لازم۔ سائل نے جس امر کا اندیشہ میں بتایا ہے صحیح ہے اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس لڑکی کے
جو ابھی مسلمان ہوئی ہے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھنے اور اگر ایمان پر بفضلہ تعالیٰ قائم رہے تو جان جانے کا
قوی اندیشہ ہے۔ ایک مسلمان کو اس کے ایمان و جان کے دشمنوں کے حوالہ کر دینے پر کوئی مسلمان کیونکر صبر
کر سکتا ہے ہرگز ایسا کوئی قانون خیال میں نہیں آتا کہ ایک شخص کو اس کے ایمان و جان کے دشمن کے حوالہ
کرتا ہو۔

مجوز نے محض اپنی رائے سے ایسا کیا ہوگا اس قانون کے تحت سمجھ کر کہ ۱۸ سال سے کم عمر میں نکاح
نہ ہونا چاہئے اس قانون کا حاصل تو اتنا ہی سمجھا جا سکتا ہے کہ ۱۸ سال کی عمر میں نکاح نہ کیا جائے اگر کوئی
کرے گا تو قانوناً مجرم ہوگا یہ نہیں کہ وہ نکاح نکاح ہی نہ ہوگا اس لئے مجوز نے اس نکاح کو صحیح مانا تو اس
قانون کی بنا پر بھی عورت کو اس کے ہندو باپ کے سپرد کر دینا اس کا کوئی موقع خیال میں نہیں آسکتا شوہر
کے سپرد تو یوں نہ کی کہ عمر ۱۸ سال سے کم تھی اور ۱۸ سال سے کم عمر میں زن و شوہر میں یکجائی قانوناً ممنوع
بھی ہوگی مگر ہندو باپ کے سپرد کر دینا اس قانون سے کیسے سمجھا وہ شوہر کو دینے پر اگر عورت کی صحت پر بھی
خطرہ تھا تو اس کا علاج تو یہ بھی ممکن تھا کہ شوہر کے اعزا کے کسی معتمد مسلمان کے سپرد کی جاتی کہ جب تک اس
کی عمر قانونی نکاح کی نہ ہو اس وقت تک شوہر سے تنہائی میں نہ ملے اس کے یہاں رخصت نہ کی جائے تو
ہندو باپ کو دینے میں تو واقعی خطرہ اس کے جانے کا اور قوی اندیشہ صحت علی الایمان اور جان جانے
کا ہے جس کا کوئی بندوبست نہیں ہو سکتا۔ اس وہمی خطرہ کا لحاظ کرنا اور اس صحیح خطرہ قوی اندیشہ کو خطرہ میں نہ
لانا مجوز کا کیسا انصاف ہے ہر اہل انصاف پر روشن ہے۔ ذی انصاف تو اسے ظلم بالائے ظلم کہہ سکتے ہیں۔

ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ایک عورت کا شوہر تین سال کا عرصہ ہوا پاگل ہو گیا اور اب ایک سال سے لاپتہ ہے ہم
لوگ خدا اور اس کے رسول کا درمیان میں دے کر صحیح تحریر کرتے ہیں اب وہ عورت جوان ہے اس کی گذر
بسر بہت مشکل ہے لہٰذا ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

نشان انگوٹھا محمد شاہ موضع سہا　　　　نشان انگوٹھا چھوٹے شاہ موضع بہار

الجواب ۔ جب تک اس کے مرنے کی خبر معلوم نہ ہو یا ایسی کہ اس خبر پر عورت کا دل جمے اور اس کی عدت نہ گزار لے اس وقت تک عورت دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی اگر کرے گی نہ ہوگا اشد گنہگار مستحق نار ہوگی وہ دوسرا جس سے نکاح کرے گی اگر اسے معلوم ہوگا کہ عورت ایسی ہے جس کے خاوند کا پتہ نہیں مفقود ہوگیا ہے یہ جانتے ہوئے نکاح کرے گا وہ بھی حرام کار ہوگا یہ نکاح نہ ہوگا زنا و سفاح ہوگا واللہ تعالٰی اعلم

کتاب الرضاع

رضاعت کا بیان

مسئلہ ۔ از مظفر پور موضع بربنڈا ک خانہ ہندوارہ مولوی حفیظ الرحمن بتاریخ ۱۲ رجب المرجب ۱۳۳۹ھ

زید کی شادی ہندہ سے ہوئی اب کچھ دنوں کے بعد ہندہ کی ماں آپس میں عورتوں میں گفتگو کر رہی تھی کہ میرا لڑکا جو انتقال کرگیا ہندہ سے بڑا تھا اس کے ساتھ میرا دودھ زید نے پیا ہے اس وقت زید وہاں پر موجود تھا اس وقت زید نے اس کا کچھ خیال نہ کیا کیونکہ رضاعت کے مسئلہ سے ناواقف تھا جب زید کو یہ مسئلہ معلوم ہوا تو زید نے خیال کیا کہ میری ساس یعنی ہندہ کی ماں کہتی تھی کہ زید نے میرا دودھ پیا ہے اب زید کو یہ پتہ نہیں کہ جس وقت میں نے ہندہ کی ماں کا دودھ پیا اس وقت میری عمر کیا تھی اب زید اس بات کو ہندہ کی ماں سے موقع کے ساتھ دو چار روز میں مکمل طور پر تحقیق کرنا چاہتا ہے یک بیک پوچھنے سے شرم آتی ہے تو اس درمیان میں زید ہندہ سے جماع کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) کتنی سال کی عمر تک زید کے ہندہ کی ماں کے دودھ پینے سے زید پر رضاعت کا مسئلہ ثابت ہوگا یا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اور اس کی صورت کیا ہے جواب مرحمت فرماویں۔ بینوا توجروا

الجواب ۔ ثبوت رضاعت کے لئے حجت مال درکار کہ دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں ایسے جن کی شہادت شرعًا مقبول ہو بلانزاع رضاعت میں دودھ پینے کی شہادت دیں در مختار میں ہے الرضاع حجتہ حجۃ المال وھی شھادۃ عدلین او عدل وعدلتین[1]۔ شہادت مرضعہ مقبول نہیں۔ ردالمحتار میں ہے لاتقبل شہادۃ المرضعۃ

عند ابی حنیفۃ واصحابہ۔ خانیہ میں ہے: رجل تزوج امرأۃ فشھدت امرأۃ انھا ارضعتھا لا تثبت الحرمۃ[1] بقولھا ان کانت عدلۃ وان تنزہ کان افضل الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) اگر بشہادت شرعیہ ثابت ہو کہ زینب نے ماہ جیندہ کا دودھ مدت رضاع کے اندر پیا تھا امام اعظم و صاحبین کے نزدیک دو سال ہے جب تو بالاتفاق حرمت ثابت ہوگی، اور اگر دو برس کی عمر پوری ہونے کے بعد ڈھائی برس پوری ہونے سے پہلے پینا ثابت ہو تو امام اعظم کے نزدیک حرمت ہوگی صاحبین کے نزدیک ثابت نہ ہوگی۔ فتوٰی دونوں جانب ہے اس صورت میں احتیاط یہی ہے کہ ایسی عورت کو چھوڑ دیا جائے اور اگر ڈھائی برس بعد پینا ثابت ہو تو بالاتفاق حرمت ثابت نہ ہوگی کہ مدت رضاعت کے بعد پینے سے حرمت نہیں ہوگی۔ درمختار میں ہے: ویثبت التحریم فی المدۃ فقط۔[2] ردالمحتار میں بحرالرائق سے ہے: اما بعدھا فانہ لایوجب التحریم۔[3] اور درمختار میں ہے: ھو حولان ونصف عندہ وحولان فقط عندھما وھو الاصح، فتح، وبہ یفتی کما فی تصحیح القدوری عن العون، لکن فی الجوھرۃ انہ فی الحولین ونصف ولو بعد الفطام محرم وعلیہ الفتوی اھ۔ ردالمحتار میں ہے: انھما قولان افتی بکل منھما۔[4] واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از سید حسین علی صاحب وکیل جاورہ ۱۸ ستمبر ۳۰ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں۔

سکینہ

احمد علی — فاطمہ بی

شافیہ بی — احمد بخش

سکینہ بعمر ۹۰ یا ۹۵ سال کے ایک پوتی شافیہ بی اور ایک نواسا احمد بخش ہے۔ سکینہ ۲۵ یا ۳۰ سال سے بیوہ ہے بالکل خشک ہے، یعنی بڈھیوں کا سا حال ہے۔ یہ نواسے احمد بخش سے محبت رکھتی ہے، اس کو محبت سے جب کہ وہ روتا ہے پستان منہ میں دیتی ہے، اس میں دودھ اتفاق سے آجاتا ہے اور وہ پی لیتا ہے، اس حالت میں احمد بخش کا نکاح شافیہ بی بی سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ یہ دونوں ماموں پھوپھی کی حیثیت سے بھائی بہن ہیں یعنی ماموں زاد شافیہ بی اور پھوپھی زاد احمد بخش ہوئے، کیا یہ نکاح جائز ہوگا؟

الجواب: اگر احمد بخش کے جوف میں اس کی نانی کا دودھ پینے سے ایک بار بھی پہنچ گیا ہو تو حرمت رضاعت کے لیے کافی ہے۔ احمد بخش احمد علی کی لڑکی شافیہ کا چچا ہوا وہ اس کی بھتیجی، چچا بھتیجی کا نکاح حرام۔

[1] ... [2] درمختار جلد ۱ ص ... مطبوعہ ... [3] ... مطبوعہ بیروت [4] ردالمحتار جلد ۲ ص ... مطبوعہ مصطفی البابی مصر [illegible]

مرضعہ اگرچہ بیوہ ہے اور آئسہ بھی ہو گئی۔ عالمگیریہ[1] میں ہے۔ یتعلق التحریم بہ اذا حصل من بنت تسع سنین فصاعدا کذا فی الجوہرۃ النیرۃ اسی میں ہے۔ اذا نزل للبکر لبن فارضعت صبیا تعلق بہ التحریم[1]

۹ برس کامل کی ہو یا اس سے زائد کی عورت کے دودھ پینے سے تحریم ثابت ہوتی ہے باکرہ ہو یا ثیبہ شادی شدہ شوہر والی ہو یا بیوہ، ذات حیض ہو یا آئسہ اتنا ہو یا بڑھیا، در مختار[2] میں ہے۔ الرضاع مص من ثدی آدمیۃ ولو بکرا او میتۃ او آیسۃ۔ رد المحتار میں ہے قولہ او آیسۃ ذکر فی البحر بحثا ان اطلاقہم یشمل الآیسۃ وہو حادثۃ الفتوی۔ جب احمد بخش اپنی نانی کا دودھ پیا ہے تو شافیہ اس کے لئے حلال نہیں کہ وہ اس کا محرم رضاعی ہے۔ یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتاب الطلاق

طلاق کا بیان

مسئلہ۔ از شہر بریلی محلہ قرولان ۲۰ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ

زید نے ان الفاظ کو ادا کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو جو بدھا کی لڑکی ہے اور میرے نکاح میں تھی میں اس کو طلاق دیتا ہوں مجھ کو اس سے کوئی تعلق نہیں خواہ وہ نکاح کرے یا رنڈی پیشہ کرے میرے نزدیک یہ رنڈی ہے۔

الجواب۔ عورت نکاح سے نکل گئی اس پر دو طلاقیں بائن ہو گئیں کہ اس کو طلاق دیتا ہوں طلاق صریح رجعی ہے اور مجھ کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہے الفاظ کنایات طلاق سے ہے اور بوجہ تقدم طلاق صریح محتاج نیت نہیں تو اس بائن نے اس رجعی کو بھی بائن کر دیا اس لئے رجعت نہ رہا عورت کو اختیار ہے بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرے اگر زید ہی سے نکاح پر راضی ہو تو اس سے بھی کر سکتی ہے کہ اس صورت میں زید صرف ایک طلاق کا مالک رہ گیا اب بھی اگر ایک طلاق بھی اسے دے گا تو عورت اس پر ہمیشہ ہمیشہ کو بوجہ طلاق مغلظہ حرام ہو جائے گی کہ بے حلالہ کبھی حلال نہ ہو سکے گی کہ یہ تیسری ان دو سے مل کر تین طلاقیں ہو جائیں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[1] عالمگیری جلد ا صفحہ ۳۴۳ مطبوعہ بیروت۔ [2] در مختار۔ رد المحتار جلد ۲ صفحہ ۴۰۲ مطبوعہ مصر

مسئلہ۔ از جگن دوکان سیٹھ عبد اللطیف محمد نمبر ۱۹ ایڈورڈ اسٹریٹ مرسلہ شیخ محمد جواد صاحب ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ
شیخ محمد حنیف کی لڑکی کی شادی شیخ محمد جواد کے ساتھ ہوئی جس وقت یہ شادی ہوئی تھی اس وقت
محمد حنیف سنی مسلمان تھا اب مذہب وہابیہ دیوبندیہ اختیار کرلیا ہے اور محمد جواد سنی ہے۔ محمد حنیف نے محمد جواد
کو بہت کچھ سمجھایا کہ مذہب دیوبندیت وہابیت پر آجاؤ مگر محمد جواد نے صاف انکار کردیا کہ ہم اپنا مذہب اہلسنت
نہیں چھوڑیں گے تب محمد حنیف نے اپنی لڑکی کو محمد جواد کے نکاح سے چھڑانے کے لئے اپنی لڑکی کو مشورہ دیا
کہ تو کافرہ مرتدہ ہوجا۔ لڑکی نے اپنے والد کے کہنے سے کلمہ کفر بکا۔ اب محمد حنیف کہتا ہے کہ ہماری بیٹی کافرہ
مرتدہ ہوگئی اور محمد جواد کے نکاح سے خارج ہوگئی۔ لہذا میں محمد جواد کے یہاں نہیں رخصت کروں گا۔
اور محمد حنیف اپنی لڑکی کا نکاح دوسرے سے کرنے کو کہتا ہے۔ اب آپ حضرات ارشاد فرمائیں کہ اس
صورت میں محمد حنیف کی لڑکی شیخ محمد جواد کے نکاح سے خارج ہوگئی یا نہیں۔ اگر نہیں تو محمد جواد زبردستی اپنی
عورت کو محمد حنیف کے یہاں سے لے سکتا ہے یا نہیں۔ اور محمد حنیف نے ایک مسلمان کو کافرہ مرتدہ ہونے کا
مشورہ دیا تو محمد حنیف مسلمان رہا یا کافر اور محمد حنیف کی عورت محمد حنیف کے نکاح میں رہی یا خارج اگر
خارج تو محمد حنیف تجدید ایمان و تجدید نکاح نہ کرے تو مسلمان محمد حنیف کے ساتھ کیا برتاؤ کریں۔

الجواب۔ عورت کی ردت سے نزد مشائخ بلخ وسمرقند فرقت واقع ہی نہیں ہوتی وہ حسماً لباب
المعصیۃ وسداً لباب الفتنۃ یہی فتوی دیتے ہیں نیز امام صفار وامام ابو موسی رحمہما اللہ تعالی نے اسی کو اختیار
فرمایا اسی پر فتوی دیا وبہذا القول وباللہ التوفیق۔ قرآن عظیم کا ارشاد ہے۔ بیدہ عقدۃ النکاح[1] نکاح کی
گرہ مرد ہی کے ہاتھ ہے تو یہ ارشاد الہی بھی بظاہر اسی کو مقتضی کہ ردت عورت سے فرقت نہ واقع ہو واللہ
تعالی اعلم۔ عامہ مشائخ نے ظاہر الروایہ میں فتوی دیا کہ ردت احد الزوجین سبب فسخ فی الحال ہوجائے گا اور
سد باب فتنہ کے لئے فرمایا کہ عورت بعد تجدید اسلام اسی شوہر سے تجدید نکاح پر مجبور کی جائے گی اس کا نکاح
اسی سے جبراً کردیا جائے گا اگرچہ کم سے کم مہر پر۔ راضی ہو یا انکار کرتی رہے اس کا انکار مسموع نہ ہوگا اسے
حلال نہیں کہ وہ اپنے شوہر کے سوا کسی دوسرے سے نکاح کرے امام فقیہ النفس امام قاضی خان نے اپنے
فتوی میں اسی کو اختیار فرمایا۔ بہر حال اس نام کے حنیف نے اپنی لڑکی کو مرتد کرکے اور اس بدنصیب عورت نے
مرتدہ ہوکر سخت سے سخت عذاب الہی کے استحقاق اور غضب جبار و قہر قہار اپنے سر اوڑھنے کے سوا اور کچھ
نہ کمایا۔ کیا تو فرقت واقع ہی نہ ہوئی اگر امام صفار وامام ابو موسی و مشائخ بلخ وسمرقند کا قول اختیار کیا جائے یا یعنی

[1] سورۂ بقرہ ۔ ۲۳۷

نہ ہوئی ایک سی فسخ ہو کر بھی کال نہ نکلا کہ جو فسخ مانتے ہیں وہ بھی اسے شوہر اول ہی سے نکاح پر مجبور فرماتے ہیں، اور کسی اور سے اس کا نکاح اس حال میں حلال نہیں فرماتے، اسے قید ہی رکھتے ہیں آزادی کہاں دیتے ہیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین میں فساد کبیر و عریض رونما ہوتا، واللہ لایحب الفساد۔ انہ لایحب المفسدین۔ واللہ لایھدی کید الخائنین۔

شرع حکیم نے عورتوں کو یہ راہ نہ دی ورنہ روزانہ جانے کتنی عورتیں اپنے شوہروں سے ناراض ہو ہو کر ان کی قید نکاح سے نکلنے کو کفر کیا کرتیں۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ مجمع الانہر میں ہے: بعض مشائخ بلخ وسمرقند کانوا یفتون بعدم وقوع الفرقۃ حسما لباب المعصیۃ وعامتھم یقولون یقع الفسخ ولکن یجبر علی النکاح لزوجھا الاول بعد الاسلام وھو ظاہر الروایۃ وھو الصحیح لان للمفتو یحصل بہذا الشؤم ومشائخ بخارٰی کانوا علی ھذا وفی الجوھرۃ وتجبر علی الاسلام وتعزر بضرب خمسۃ وسبعین سوطا ولیس لھا ان تتزوج الا بزوجھا الاول وللکل قاض ان یجدد بینھما بمھر یسیر ولو دینارا رضیت ام ابت کما فی المنیۃ۔ ردالمحتار میں فتح القدیر سے ہے: قد افتی الدبوسی والصفار وبعض اھل سمرقند بعدم وقوع الفرقۃ بالردۃ ردا علیھا وغیرھم مشوا علی الظاہر ولکن حکموا بجبرھا علی تجدید النکاح مع الزوج ویضرب خمسۃ وسبعین سوطا واختارہ قاضیخان للفتوٰی اھ۔

جن کے نزدیک تفریق واقع ہی نہ ہوئی ان کے نزدیک تو محمد جواد کو لے جبرًا لانے کا اختیار رہا ہی تھا ہے، اور جو فسخ مانتے ہیں ان کے نزدیک بھی عورت جبرًا محمد جواد ہی کی جانب رد کی جائے گی۔ وہ امام حنیفہ سے رد کے کا حق کسی کے نزدیک نہیں رکھتا، وہ اگر دیوبندیوں کے ان اقوال بدتر از ابوال پر مطلع ہے جن کے سبب علمائے حرمین شریفین نے انھیں ایسا کافر فرمایا کہ جو ان کے ان کلمات لعینہ پر مطلع ہو کر ان کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے خود کافر ٹھہرے گا، اور پھر انھیں اپنا پیر و پیشوا دین کے علما مانتا یا صرف مسلمان ہی جانتا ہے تو وہ پہلے ہی سے کافر ہے اس سے لڑکی کو مرتد کرنے کی کیا شکایت۔ اور اگر ایسا نہیں تو اب اس سبب سے کافر ہو گیا، اس کی عورت اگر پہلے نکاح سے خارج نہ بھی تو اب ہوا خارج ہو گئی اس نام کے حنیف کو اس پر کوئی دسترس نہیں، وہ بعد عدت جس سے چاہے اپنا نکاح کرسکتی ہے مجمع الانہر و فتاوٰی بزازیہ وغیرہا میں ہے: من علم الکفر لتبین من زوجھا فھو کافر۔ بعد توبہ و تجدید ایمان شوہر، عورت اس کے ساتھ نکاح پر مجبور نہیں کی جاسکتی۔ مجمع الانہر میں ہے: ان ارتد الزوج لاتجبر علی

۱؎ مجمع الانہر جلد [illegible] مطبوعہ بیروت۔ ۲؎ ردالمحتار جلد [illegible] مطبوعہ مصر ۳؎ مجمع الانہر جلد [illegible] مطبوعہ بیروت ۴؎ مجمع الانہر جلد [illegible] مطبوعہ بیروت

النکاح بعد اسلامہ۔ اگر وہ امام کا خفیہ توبہ نہ کرے تو اس کے ساتھ میل جول حرام ہے جب تک تائب نہ ہو اس سے ربط ضبط سلام کلام میل جول قطعاً موقوف کیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از بھوڑہ کانور گلی ۲۱ مسجد انجمن تبلیغ الاسلام مرسلہ مولوی محمد علی نوری سلمہ و حافظ عبدالمجید صاحب ۲۸ محرم ۱۳۳۱ھ

مسماۃ سارہ بنت جلیس کا نکاح بحالت نابالغی ہوا نکاح کے بعد شوہر مجنون ہوگیا جسے عرصہ آٹھ سال کا ہوا اس کی حالت جب سے اب تک ویسی ہی ہے کچھ فرق نہیں ہوتا ہے جگہ جگہ مارا مارا پھرتا ہے نہ اس کا کوئی وارث ہے نہ لڑکی کا کوئی وارث بجز مادر ضعیفہ کے لڑکی کے خورد و نوش کا کوئی انتظام نہیں ہے لڑکی کی عمر ۱۸ سال ہے بہت ممکن ہے کہ اس کا قدم جادۂ استقامت سے پھسل جائے تو ایسی صورت میں شرع شریف کی جو صورت ہو تحریر فرمائی جائے اور جہاں حاکم وقت مسلمان نہ ہو تو کس طرح یہ عقدہ فیصل ہوگا سخت پریشانی ہے۔

الجواب: سیدنا الامام الاعظم والہمام الاقدم اور حضرت سیدنا الامام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک جنون اگرچہ مطبق ہو اس کے سبب عورت کو حق فرقت حاصل نہیں یہی امام کا مذہب امام مذہب ہے اس سے سوائے ان صور کے جن کو علماء نے استثناء فرمایا عدول جائز نہیں، نیز اور وجوہ کثیرہ سے اسی کو ترجیح حاصل، متون مذہب کا یہی مختار ہے اکثر علماء معتمدین کا اسی پر اتفاق ہے کثیر فتاوٰی کا اسی پر اطباق ہے شروح اسی کی دلیل کی ترجیح پر ہیں، امام اجل قاضی خاں وغیرہ رحمہم اللہ تعالٰی نے اسی کو مقدم فرمایا تو ان کے نزدیک یہی معتمد و صحیح ہے، امام فقیہ النفس خانیہ میں فرماتے ہیں: حق الفسخ بسبب العیب عندنا لایثبت فی النکاح فلا ترد المرأۃ بعیب ما وان وجدت المرأۃ بزوجھا جنونا او جذاما او برصا لیس لھا حق الفرقۃ۔[1] تنویر الابصار و درمختار میں ہے: لا یتخیر احد الزوجین بعیب الاٰخر ولو فاحشا کجنون۔[2] امام فخر الدین زیلعی پھر امام کمال الدین ابن الہمام محقق علی الاطلاق نے اس مذہب مہذب کی تائید و ترجیح اور دوسرے مذہب کی وہ تضعیف فرمائی جس کے بعد گنجائش کلام ہی نہ رکھی وان شئت الاطلاع علیہ فتشرف بمطالعۃ التبیین و فتح القدیر۔ بعد معقول شرح اس مذہب امام سے عدول ناجائز و ناروا، ہاں اگر واقعی ضرورت ہو ضرورت کا ادعا مکر و خداع اور نفس کے اتباع سے نہ ہو حاجت واقعیہ متحقق ہو تو جب کہ عند الضرورۃ نقل الی مذہب آخر بشروطہا جائز کیا تو اپنے مذہب کے ایک امام امام محمد کا بھی مذہب وہی ہے جو ائمہ ثلاثہ امام مالک و امام شافعی و امام احمد کا ہے اس صورت میں امام محمد کے قول پر عمل کی اجازت ہو سکتی ہے۔

[1] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ قاضی خاں [illegible] بیروت۔ [2] تنویر الابصار و درمختار [illegible]

امام محمد کا مذہب یہ ہے کہ عورت حاکم شرع کے یہاں دعویٰ کرے وہ بعد ثبوت جنون جس دن سے
عورت نے دعویٰ کیا اس دن سے ایک سال کی مہلت دے اس بیچ میں اگر جنون جاتا رہا شوہر سلیم الحواس
ہو گیا تو ہو گیا ورنہ ایک سال کامل گزر لینے پر عورت پھر رجوع کرے اس وقت حاکم عورت کو اختیار دے کہ
چاہے نفس کو اختیار کرے یا شوہر کو عورت اسی مجلس میں فوراً اپنے نفس کو اختیار کرے اگر مجلس بدلنے سے
پہلے ہی اپنے نفس کو اختیار کرے تو حاکم تفریق کر دے روز تفریق سے عورت عدت کرے بعد عدت جس سے
چاہے نکاح کرے اور اگر حاکم شرع کو ثابت ہو کہ جنون مطبق ہے تو ایک سال کی مہلت نہ دے گا فی الفور عورت
کو اختیار دے گا عورت فوراً بے تبدیل مجلس اپنے نفس کو اختیار کرے گی تو تفریق کر دے گا بعد تفریق روز تفریق
سے عورت عدت کرے گی کافی شرح ہے۔ قال عبدہ محمد عفی عنہ تعالیٰ ان کان المتون معادنا ثم حدہ
سنة كاملة ثم تخيير المرأة بعد الحول اذا لم يبرأ وان كان مطبقا فهو كالجب و به نأخذ كذا في الملتقى
الملتقط ہے۔ جہاں مسلمان حکام نہیں وہاں حاکم شرع اعلم واتقی علمائے اہل بلد ہے کما فی الحدیقۃ الندیۃ وہ
اگر حسب بیان بالا تفریق کرے گا تفریق ہو جائے گی بفضلہ الکریم ملخصاً من العطایا النبویہ یہ سب اس
صورت میں ہے جب کہ لڑکی کا نکاح اس سے نافذ و لازم ہو چکا ہو کہ باپ نے خود یہ نکاح کیا ہو یا اس کے
نکاح کر دینے کی جسے اجازت دی ہو اس نے کیا ہو شوہر لڑکی کا کفو ہو مہر میں کمی فاحش نہ ہوئی ہو یا مہر میں
نے کمی فاحش کے ساتھ کیا یا لڑکا کفو نہیں تو ان دونوں صورتوں میں باپ معروف بسوء اختیار نہ ہو اور شوہر
کا غیر کفو ہونا اسے پہلے سے معلوم ہو لیے غیر کفو جانتے ہوئے اس نے اجازت دی ہو یونہی اگر باپ نہ تھا
دادا تھا دادا نے یہ نکاح کیا یونہی اگر کسی اور نے کیا اور شوہر کفو ہے اور مہر میں کمی فاحش نہ ہوئی اور باپ
یا اس کے نہ ہوتے دادا نے اس نکاح کی خبر سن کر اسے جائز کر دیا ہو یا باپ دادا کے علاوہ بھائی وہ نہ تھا تو چچا
وہ نہ تھا تو دادا پر دادا کی اولاد سے کسی ولی اقرب نے کیا یونہی اگر دادا پر دادا کی اولاد میں کوئی نہ تھا تو ماں
نے یہ نکاح کیا بشرطیکہ ان لوگوں میں سے جس نے کیا کفو سے بے کمی مہر کیا یا غیر ولی نے ایسا نکاح کیا
اور جو ولی تھا اس نے جائز کر دیا تو نکاح ہو گیا۔

باپ یا دادا یا ان کے وکیل نے جو نکاح کیا کفو سے بے کمی مہر یا غیر کفو سے اور کمی کی مہر کے ساتھ
کیا مگر باپ یا دادا معروف بسوء اختیار نہیں یا غیر نے کیا اور اسے باپ دادا نے جائز کر دیا تو یہ نکاح جائز و
نافذ و لازم ہو گیا اس صورت میں عورت کو کسی وقت خیار نہیں۔ یونہی اگر باپ دادا کے نہ ہوتے ولایۃً

سے کسی اقرب نے کیا اور لڑکی نے بالغ ہوتے ہی اپنے نفس کو اختیار نہ کیا جس مجلس میں بالغہ ہوئی اسی مجلس میں یا اگر اسے خبر نکاح نہ تھی بعد بلوغ جس جلسہ میں اسے خبر لی اسی جلسہ میں اپنے نفس کو اختیار نہ کیا تو بھی نکاح لازم ہو گیا اب عورت کو کوئی اختیار نہیں۔ یوں ہی اس صورت میں جب کہ غیر ولی نے کیا تھا اور ولی نے اسے جائز کر دیا تھا۔ ہاں اگر ایسے باپ دادا نے یہ نکاح کیا، جو معروف بسوء اختیار تھے اور یہ شوہر عورت کا کفو نہیں یا یہ کفو ہے مگر مہر میں کمی فاحش کی یا وہ معروف بسوء اختیار نہ تھے اور شوہر غیر کفو ہے انھیں دھوکہ دیا اپنا کفو ہونا ظاہر کیا اس بنا پر انھوں نے اس سے اس لڑکی کا نکاح کیا یا غیر ولی نے کیا اور ولی نے اجازت نہ دی نہ قولاً نہ فعلاً تو عورت کی نابالغی تک وہ ولی کی اجازت پر موقوف تھا بعد بلوغ خود لڑکی کی اجازت پر موقوف ہو گیا ان صورتوں میں بربنائے جنون شوہر تفریق چاہنا بے معنیٰ ہے مگر بعض پہلی صورتوں میں نکاح ہوا ہی نہیں اور بعض پچھلی صور میں وہ نکاح لڑکی کی اجازت پر موقوف ہے جائز کر دے گی ہو جائے گا رد کر دے گی باطل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ زید کی زوجہ اول مر گئی اور ایک لڑکا چھوڑ گئی جو کہ اب بالغ ہے زید نے یکے بعد دیگرے دو عورتوں سے نکاح اور کئے زید کی موجودہ عورتوں میں سے ایک نے زید کی زوجہ اول کے لڑکے اور موجودہ عورتوں میں سے دوسرے پر زنا کا الزام لگایا لڑکا اور اس کی سوتیلی ماؤں میں برابر دشمنی چلی آ رہی ہے زید اپنی بیوی پر اس قدر فریفتہ ہے کہ وہ اس کو خوش کرنے کے لئے حق ناحق کرتا ہے لہٰذا بیوی کی منشا سے زید نے لڑکے کے الزام کو صحیح جانا اور اس سے بالکل قطع تعلق کر لیا پھر چالیس یوم کے بعد لڑکے کو اس کے اخراجات دینا شروع کر دیا دونوں عورتیں کہتی ہیں کہ لڑکے نے زنا کیا یہ بالکل غلط ہے محض یہ عداوت ہے لہٰذا متذکرہ بالا شخص کی بابت کیا حکم ہے صاف تحریر فرما دیں۔

الجواب۔ زید نے الزام کی جب تصدیق کر لی تو وہ عورت زید پر حرام ابدی ہو گئی جس کے ساتھ اپنے لڑکے پر الزام زنا صحیح جانا زید کو اس عورت سے جدا ہونا فرض ہے اب ہزار کہا کرے کہ میں نے یوں ہی کہہ دیا تھا حلفیہ کہے کہ یہ بات غلط ہے ہرگز ایسا نہ ہوا کچھ مسموع نہیں وہ عورت جس نے الزام زنا کا رکھا اور نیا اور اس کی وہ دوسری بیوی جو اب تک بعد اس تصدیق الزام کے زید کے پاس ہے سب گنہگار ہیں توبہ کریں اور اگر فی الواقع زید کے بیٹے نے سوتیلی ماں سے کالا منہ کیا تو اس کا اور اس کی سوتیلی ماں کا جس نے سوتیلے بیٹے سے کالا منہ کیا اور کیا، پوچھنا ہو ظاہر ہے بہت سخت حرام کے دونوں مرتکب ہوئے دونوں

پر تو یہ فرض ہے الزام زنا کے ثبوت کے لئے اقرار یا چار عادل ثقہ ایسے مردوں کی شہادت درکار جنہوں نے اپنی آنکھ سے سرمہ دانی میں سلائی کی طرح دیکھا ہو اور وہ بالاتفاق ایسا بیان کریں کہ اس کے سوا ثبوت زنا نہیں ہو سکتا محیط و ہندیہ و بحر الرائق جامع الرموز و مجموعہ انقروی و در مختار وغیرہ میں ہے۔ والعطالد و قیل لہما فعلت بام امرأتک فقال جامعتہا ثبتت الحرمۃ ولا یصدق انہ کذب ولو ھازلا۔ خلاصہ وغیرہ میں فرمایا والاصرار لیس بشرط فی الاقرار بحرمۃ المصاھرۃ۔ درمختار میں ہے۔ تزوج بکرا فوجدھا ثیبا وقالت ابوک فضنی ان صدقہا بانت بلامھر والالا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ زید کی دو بی بی ہیں اس سے قبل ایک بی بی تھی جس سے ایک لڑکا بالغ موجود ہے اس نے اپنی سوتیلی ماں سے زنا کیا تو زید کی بی بی جس سے زنا کی نکاح سے خارج ہو گی یا نہیں اگر نکاح سے خارج ہو گئی تو پھر نکاح میں لانے کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب۔ بیٹے نے جس سے زنا کیا وہ بی بی زید پر حرام ابدی ہو گئی کہ کسی طرح اس پر کبھی حلال نہ ہو گی نکاح سے خارج ہونا اور بات ہے اور حرام ہو جانا اور بات۔ حرام نکاح سے خارج ہو کے بھی ہو جاتی ہے اور کبھی نکاح میں رہتے ہوئے بھی۔ زید پر فرض ہے کہ جب بیٹے کا زید کی اپنی بیوی سے زنا ثابت ہو یا بے ثبوت صحیح شرعی زید نے یہ سن کر تصدیق کر دی ہو تو اس عورت سے متارکہ کرے۔ قال تعالیٰ فامساک بمعروف او تسریح باحسان۔ اس صورت میں جب امساک بالمعروف محال ہے تو تسریح باحسان ہی لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ زید کی زوجۂ اول ایک لڑکا چھوڑ کر مر گئی جو کہ اب بالغ ہے زید نے پیچھے بعد دیگرے دو عورتوں سے س، و د سے نکاح اور کئے س نے زید کے لڑکے د کے ساتھ زنا کا الزام لگایا زید نے س کی زبانی سن کر اس الزام کو صحیح مانا اور لڑکے سے بیزار ہو کر اس کو س کے کہنے سے گھر سے نکال دیا س پندرہ دن پہلے سے زید کے چھوٹے بھائیوں کو اس الزام میں اپنا شریک اور موافق بنانے کی کوشش کر رہی تھی چونکہ زید کے بھائیوں کو س سے روپیہ پیسہ اور کھانے پینے میں بہت مدد ملتی ہے اس لئے انہوں نے س کے لفظوں کا زید کو یقین دلانے کی کوشش کی زید نے د سے پوچھا کیا لڑکے نے زنا کیا یا نہیں د منکر ہوئی زید نے زدوکوب کیا تو د مقر ہوئی دوسرے دن زید نے د کو پھر زدوکوب کیا تو وہ منکر ہوئی یعنی د نے مار کے ڈر سے جیسی زید کی منشا دیکھی ویسا ہی کہہ دیا س مطلق نہیں چاہتی ہے کہ لڑکا گھر میں رہے

زید کو حق کی خوشی درکار ہے شرعاً ممنوع ہی کیوں نہ ہو زید اس واقعے سے حق کے پہچاننے میں ناکام ہے
کہ اب لڑکا بالغ ہے مجھ پر اس کا کچھ حق نہیں ہے میں اس کی شکل نہیں دیکھنا چاہتا ہوں میں نے تو اس کو
سن بلوغ تک بھی پہنچا بھی دیا دوسرے باپ تو دوسرا نکاح کرتے ہی پہلی بیوی کی اولاد کے ایک منٹ کے
بھی روادار نہیں ہوتے اس واقعے سے پیشتر لڑکے مذکورہ کو سوتیلی ماؤں نے زید سے کہہ کر اور جھوٹے
الزام لگا کر کئی مرتبہ لڑکے کو گھر سے نکلوایا تھا اور لڑکا بالکل بے خطا تھا لہذا صاف صاف تحریر فرمائیے
مندرجہ بالا اشخاص میں سے ہر ایک کے لئے حکم شرع شریف کیا ہے زید کی دو بیویاں ہیں اور زید جانتا ہے
کہ دونوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کرنا میرا فرض ہے لیکن نہیں کرتا زید کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: زید بے قید سخت گنہگار ہے ظالم ستم گار خطاکار ہے حق اللہ و حق العباد دونوں میں گرفتار
ہے اس پر توبہ لازم ہے بالغ لڑکے کے نفقہ کا شرعاً وہ ذمہ دار نہیں مگر اس بیہودہ الزام کے سبب ظلم و ستم
کا ٹھیکیدار ہو چلا ہے اس پر ظلم و ستم سزاوار ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم جب اس نے اس ناپاک
الزام کی تصدیق کر دی اسے سچ مان لیا تو وہ اس پر حرام ابدی ہو گئی اس پر فرض ہے کہ اس سے ہٹ کے
دگر فرض ہے وہ زید سے ایسا بھاگے جیسا شیر سے زید نے دہرا ظلم کیا کہ اسے اس بے ہودہ ناپاک الزام
پر جو اس کی سوت کا تراشا ہوا تھا سن کر مان لیا اور بھی اس تک بے چاری مجبور کو اقرار کرنا تھی پھر اس پر جبر کیا
دوسرے یہ کہ پھر زدوکوب کیا زید پر حق کا ایسا حکم ہوا ہے کہ اس کے حکم کے آگے زید سے روا روا کچھ نہیں
سوجھتا شریعت کا فرمان فاسق فاجر جورو کا فرمان ہو گیا ہے جلد سے جلد توبہ کرے وہ بسلائے قہر قہار سے جب
غضب جبار سے والعیاذ باللہ العزیز الغفار زید جس پر عدل فرض ہے جب وہ دونوں بیوی میں عدل کا تارک
ہوتا تارک فرض ہے جفا پیشہ ستم شعار ہے حق جس نے وہ ناپاک بہتان اٹھایا مستحق نار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۔ ۲۵ جمادی الثانی سنہ ۳۸ھ

ہندہ دنیا کا الزام بحالت نابالغی نکاح کیا گیا بعد بلوغ زید کامل نامرد ثابت ہوا اس کے تحفظ
کے بعد نیز پاگل بھی ہو گیا ہے یعنی جنون ہو گیا ہے ہوش و حواس بالکل درست نہیں ہے اب ہندہ جوان ہے
وہ بغیر شوہر کے نہیں رہ سکتی بہادر ہم اس کی زید سے گلو خلاصی کی کیا سبیل ہے تو ایسی صورت میں ہندہ کے
لئے حکم شرع کیا ہے؟ بینوا بحوالۃ الکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب: ہمارے ائمہ اسی مذہب بلکہ چاروں مذاہب کے ائمہ کے علماء عالی مقام امام اعظم

طلاق بائن شمار ہوگی عورت پر عدت لازم ہوگی بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرسکے گی۔

فتاوٰی ہندیہ میں ہے: قال محمد ان کان الجنون حادثا یؤجله سنة کالعنة ثم یخیر المرأة بعد الحول اذا لم یبرأ وان کان مطبقا فھو کالجب۔ خانیہ پھر عالمگیریہ میں دربارہ مجبوب ہے: لو وجدت المرأة زوجها مجبوبا خیرها القاضی فی الحال ولا یؤجل۔ حاشیہ عالمگیریہ میں اعلٰی حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں: قوله حادثا ای لم یقترن بالعقد ولم یمض علیه زمان طویل لیقابل المطبق لما ان الحدوث بعد النکاح شرط مطلقا عند محمد قوله مطبقا ممتد مطلقا لا نه کما فی سجود التلاوة من رد المحتار عن الفتح وذکر ان الحد فی الصلاة ما استغرق ست صلوات وفی الصوم الشهر کله لیله ونهاره وفی الزکاة الحول قلت والظاهر ان المطبق هنا لا یکون ما لم یکمل حولا تاما والله تعالٰی اعلم۔ عالمگیری میں ہے: ان جاءت المرأة الی القاضی بعد مضی الاجل والزوج لم یصل الیها خیرها القاضی فی الفرقة کذا فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان فان اختارت الفرقة فرق بینهما هکذا ذکر محمد رحمه الله تعالٰی فی الاصل کذا فی التبیین والفرقة تطلیقة بائنة کذا فی الکافی ولها المهر کاملا وعلیها العدة بالاجماع ان کان الزوج قد خلا بها الخ باختصار۔ اسی میں ہے: فان اختارت زوجها او قامت عن مجلسها او اقامها اعوان القاضی او قام القاضی قبل ان تختار بطل خیارها کذا فی المحیط۔

دربارہ عنین یہ حکم ہے کہ عورت حاکم کے حضور دعوٰی رجوع کرے حاکم شوہر سے دریافت فرمائے اگر وہ اقرار کرے ایک سال کامل کی مہلت بغرض علاج دے اور اگر انکار کرے تو عورت کا معائنہ کسی ثقہ پرہیزگار عورت سے کرائے جب وہ اپنی شہادت دے کہ ہنوز عورت باکرہ ہے تو سال بھر کی مہلت دے مہلت اگر اثنائے ماہ میں دی جائے گی تو سال بھر کا شمار دنوں سے کیا جائے گا یعنی پورے تین سو ساٹھ دن گزر جائیں اور اگر ختم ماہ قمری پر مہلت دی جائے گی تو بارہ ماہ کا چاند سے حساب ہوگا مثلاً جمادی الآخرہ سنہ ۳۱ھ کی چاند رات کے دن مہلت یک سال دی گئی تو رجب سنہ ۳۲ھ کی چاند رات کو مہلت ختم ہوگی اس بیچ میں جتنے دن عورت خود شوہر سے علیحدہ رہے گی یا جتنے دن وہ یا شوہر کسی ایسے مرض میں مبتلا ہوں گے کہ جس میں صحبت نہ ہوسکے وہ دن شمار میں نہ آویں گے اتنے دن رجب سنہ ۳۲ھ کی چاند رات پر اضافہ ہوں گے مثلاً پندرہ روز عورت خود مکان شوہر میں نہ رہی یا وہ شوہر پندرہ دن ایسے مرض میں مبتلا ہوا جس میں صحبت نہ ہوسکی تھی تو پندرہ رجب کو جاکر ایک سال کامل ہوگا رمضان اور عورت کے ایام حیض اس حساب سے مجری نہ ہوں گے یوں ہی

۱؎ عالمگیری جلد ۱ ص ۵۲۶ بیروت ۲؎ عالمگیری جلد ۱ ص ۵۲۴ بیروت ۳؎ عالمگیری جلد ۱ ص ۵۲۴ مطبعہ بیروت

شوہر کے ایام نوبت۔ جب سال کامل گزر جائے اور شوہر صحیح نہ ہو کہ عورت پر قادر ہو تو عورت پھر دعویٰ کرے اگر
پھر شوہر سے پوچھے منکر ہو تو اسے طلاق کا حکم دے ورنہ قاضی خود تفریق فرمائے اور اگر شک ہو تو پھر کسی پاک
پرہیزگار متقی بی بی سے معائنہ کرائے وہ شہادت بکارت دے تو تفریق کردے مگر تفریق سے پہلے عورت سے
پوچھے کہ تو شوہر کو اختیار کرتی ہے یا اپنے نفس کو وہ اگر بے مجلس بدلے اسی مجلس میں اپنے نفس کو اختیار کرے
تو تفریق کردے خلوت درمیان زن و شوہر ہو چکی تو عدت لازم ہوگی اور مہر کامل دینا ہوگا ورنہ عدت پر عدت
نہیں اور مہر نصف شوہر نصف ہوگا وغیرہ ذلک مما ہو مشہور فی کتب الفقہ مبسوطا ومعروف۔ جب یہ
سب معلوم ہو چکا۔

اب صورت مستفسرہ کے جواب کی طرف رخ کیجئے۔ جب کہ شوہر عنین بھی ہے اور مجنون بھی جنون حادث
ہوگا تو وہی مہلت یک سال کی اس میں بھی ہوگی اس صورت میں مذہب امام سے معطل صورت خوب جا
ہوگا کہ کامل یوں بھی نہ کہے گا لہٰذا اسے چاہئے کہ بربنائے عنّہ کسی سنی عالم اعلم علماء بلد افقہ فقہائے شہر کے
یہاں دعویٰ رجوع کرے وہ حسب بیان بالا کارروائی کرے کہ یہاں قاضی کہاں یہاں اعلم علماء بلد کے
حسب تصریح علماء قائم مقام سلطان ہے سال بھر تک شوہر صحیح ہو جائے گا یا نہیں اگر علاج کارگر نہ ہو اور پھر
عورت رجوع لائے تو بربنائے عنّہ تفریق کردے اور اگر وہ یوں تو تندرست ہو جائے مگر جنون باقی رہے تو عورت
اب اگر ضرورت رکھتی ہو اور اظہار حاجت ہے کر و فریب کرتی ہو نفس کے اتباع و پیروی سے ضرورت۔ ضرورت
نہ بدکاری ہو واقعی کی ضرورت متحقق ہو تو چونکہ بنام ضرورت جب مذہب غیر پر بھی عمل کی اجازت ہو سکتی ہے تو
یہ تو امام ہی کا ایک قول ہے جو امام محمد کا مذہب ہے تو بدرجۂ اولیٰ باجوانب ضرورت واقعیہ صادقہ پر وہ اس
مذہب امام محمد کی رو سے اب بربنائے جنون دعویٰ کرے وہ عالم حاکم شوہر کو ایک سال علاج کی مہلت دے
گئی اور جانے تخاصمہ جب پھر عورت دعویٰ کرے حسب بیان بالا تفریق کردے ہاں اگر جنون مطبق ہو اور ضرورت
صادقہ واقعی ہو تو اس صورت میں عورت مذہب امام محمد پر عمل کرکے عالم حاکم سے رجوع کرے عالم بعد تحقیق مذہب
امام محمد پر حسب بیان بالا تفریق کردے اور اگر اتفاقاً عالم ایسا فیصلہ نہ کر سکے یا کوئی عالم نہ مل سکے تو کسی اسلامی
ریاست میں ایسے قاضی کے یہاں رجوع کریں جو منجانب رئیس صرف دینی کے معاملات طے کرنے کے لئے
خاص ہے۔ ہذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم واحکم۔

جناب مولانا مولوی مفتی صاحب بریلی السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ

مولانا المحترم دام بالمجد والکرم زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ والی خیر بخیر یہاں ایک مسئلہ میں بہت
جھگڑا ہے جواب مع ثبوت تکلیف فرما کر جلد ارسال فرمائیے۔ ان شاء اللہ مشکور ہوں گا فقط والسلام مع الاکرام
زید سنی حنفی نے اپنی نابالغہ کا نکاح بکر سے اسے سنی صحیح العقیدہ جان کر کر دیا اور رخصتی بھی
کردی بعدہ کھلا کہ بالکل مخالف مذہب فاسد العقیدہ پکا وہابی گنگوہی دیوبندی ہے۔ زعماء دیوبند کا ہم خیال اشرف علی
تھانوی کا معتقد۔ کیا اس سنیہ بنت سنی کا نکاح بکر ایسے وہابی سے درست ہوا۔ کیا ایسا شخص کسی سنیہ بنت سنی
کا کفو ہو سکتا ہے۔ اگر نکاح کالعدم ہے تو کیا اس سنیہ کے والد کو اب بھی اختیار ہے کہ اس کا دوسرا عقد کسی
سنی کے ساتھ کر دے۔ اگر کر سکتا ہے تو عدت کی ضرورت ہے یا نہیں۔ جب کہ رخصتی ہو چکی ہے ایک سنی
مولوی صاحب نکاح کو باطل محض اور زنائے خالص قرار دیتے ہیں اور بکر کو کافر۔ معاملہ نہایت ہی نازک ہے
آپ کے جواب کا انتظار ہے۔ جلد رحمت فرمائیے عنایت ہوگی۔ نیز وہ سنیہ ایک بدمذہب کے پنجے سے نجات
پا جائے گی۔

۶۰۹ **الجواب:** اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب۔ نکاح مذکور فریقین کے مذہب پر باطل محض ہے
ہمارے مذہب پر یوں ہی وہابیہ کے نزدیک بھی۔ ہمارے نزدیک تو یوں کہ جب بکر گنگوہی دیوبندی ہے
یعنی ان کفریات کا معتقد ہے جو دیوبندیوں کے کفریات ہیں۔ کہ دیوبندی ایسے ہی کو کہا جاتا ہے جیسے وہابی
کو نجدی کہتے ہیں۔ تو وہ یقیناً کافر ہے۔ وہ اور طوائف وہابیہ جنھوں نے وہ کفر کیے کفر میں برابر ہیں اور وہ
سب ابو جہل سے کفر میں بڑھ کر ہیں کہ ابو جہل نے اللہ رب العزت عزت عزتہ کی شان عزیز میں ایسی گندی
گھنونی گالی نہ بکی۔ ابو جہل نے یہ گندگی نہ اچھالی۔ معاذ اللہ معاذ اللہ معاذ اللہ اللہ عزوجل کو کذب جیسے
عیب سے ملوث بتایا ہو اور عیب کو اس کا مقدور یعنی ممکن جانا ہو کہ وہ اس سے متصف ہو سکتا ہے وقوع کذب
اس سے ہو لیا اس سے کذب واقع ہو سکتا ہے۔ پناہ بخدا خدا کا جاہل ہونا ظالم ہونا چوری کر سکنا شراب پی سکنا
روا بتایا ہو۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ابو جہل نے کبھی ابلیس لعین کے لئے کوئی ایسا وصف نہ
مانا جو خدا کے خاص ہو یوں شیطان کو خدا کا شریک نہ بتایا۔ اسے کبھی عین خدا نہ مانا۔ ابو جہل نے [illegible] کو [illegible]
کو مانت اللہ کہا ہو۔ مگر اس کی ردعے ابو جہل نے سرکار رسالت میں جو گستاخیاں کیں وہ بھی ایسی نہیں، اس
نے شیطان کو حضور سے فضیلت علم میں نہ بڑھایا کہ اس نے شیطان کے لئے علم محیط ارض نص سے ثابت
جانا اتنا بڑا عالم مانا اور حضور کو دیوار کے پیچھے کے علم سے بھی جاہل مانا ہو اپنے خاتمے کے حال سے ناواقف بتایا ہو

کیا اچھا ہوگا یا نہ ہوگا، بخلاف ابوجہل نے یہ کہہ کر کہ معاذ اللہ بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی
کیا تخصیص ہے ایسا علم تو ہر زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ یہ حضور
علیہ الصلاۃ والسلام کا سا علم زید و عمرو بلکہ ہر بچہ پگلے اور ہر چوپائے کے لئے حاصل نہ بتایا تھا علاوہ کبھی ابوجہل
رسول اللہ اور اللہم صل علی ابوجہل کہتے رہنے پر خوش نہ ہوا اس نے اسے تسلی بخش نہ بتایا اس نے کبھی
منصب رسالت پر حملہ نہیں کیا۔ اس نے کبھی اشارۃً بھی حضور کو اپنا یا کسی کا شاگرد نہ ٹھہرایا اس نے کبھی یہ نہ
کہا کہ عبادت میں حضور کا خیال کرنا اپنے گھرے گاؤ خر کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے۔ ولا حول
ولا قوۃ الا باللہ۔

ابوجہل نے اگرچہ شرک کو مباح ہی نہیں اپنا مسین دین مانا مگر شرک کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے صادر ہونا حضور پر اس کا جس اتہام نہ دیا کہ حضور کو شرک کا دشمن اس کا قاطع وقامع ہی اعتقاد کیا مگر امام الوہابیہ
نے بعض شرک کو مباح مانا اگر اتنا ہی ہوتا تو وہ اور ابوجہل اس میں برابر ہوتے بلکہ اس میں ابوجہل سے یہ کمتر رہتا
مگر اور بڑھے ابوجہل سے شرک میں بھی دو قدم یا چار ہاتھ آگے ہی رہتا لہٰذا اس نے نہ صرف مباح کہا بلکہ صادر
من الرسول بتایا۔ کہتا ہے "شرک کے افراد مباح تک ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حلف بغیر اللہ کو
شرک فرمایا اور خود حلف بغیر اللہ کہہ کے کلام میں موجود ہے خود آپ ہی تو شرک ثابت کرتے ہیں اور خود آپ
ہی اس کام کو کیا" (لطائف رشیدیہ ص ٢٢) لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اور اگر وہ خود یہ عقائد خبیثہ نہ رکھتا
ہوتا ان اقوال ملعونہ کا معتقد نہ بھی ہوتا جب بھی کافر ہوتا جب کہ ان اقوال لعینہ کے قائلین کا ان اقوال پر مطلع
ہو کر معتقد ہو خصوصاً تھانوی کا جن کی نسبت علماء عرب و عجم نے حل و حرم نے ان کے ایسے کلمات خبیثہ پر یہ
حکم دیا کہ جو ایسوں کے ان اقوال پر مطلع ہو کر انہیں مسلمان جانے یا ان کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک
کرے خود کافر ہے تو کسی مسلم کا کفو کیونکر ہو سکتا ہے۔ مرتد سے عالم میں کسی کا نکاح نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ
اس کے ہم مذہب کا جس سے ہوگا زنا ہی ہوگا۔ جب کافر اصلی سے مسلم کا نکاح نہیں ہو سکتا تو مرتد تو نکاح کا
اہل ہی نہیں۔ عالمگیریہ[1] میں ہے۔ لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک
لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد۔

اور وہابیہ کے نزدیک یوں کہ وہ اہل سنت کو بدعتی و مشرک بتاتے ہیں۔ اپنے مباح شرک سے نہیں
بلکہ اس شرک سے جو اخبث اقسام کفر ہے۔ یہ اگرچہ بالکل باطل آشکار ہے مگر اچھا ہے کہ اس کا بھی ثبوت پیش

[1] عالمگیریہ جلد ا ص ٢٨٢ مطبوعہ بیروت

کو رد کرنے کی کی گئی مذہب وہابیہ کا امام الطائفہ اپنی تقویۃ الایمان میں کہتا ہے جسے دیوبندی اور غیر دیوبندی ہر قسم کے وہابی اپنا عین ایمان سمجھتے اور قرآن سے بھی زیادہ اس کے احکام پر چلتے اسے قرآن عظیم سے بھی زیادہ رکھتے ہیں جس کی نسبت امام الطائفہ گنگوہی نے تصریح کی کہ بندہ کے نزدیک سب مسائل تقویۃ الایمان کے صحیح ہیں (فتاوی رشیدیہ ج ۱ ص ۲۰) تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اگر کسی گمراہ نے اسے برا کہا تو وہ ضال باطل ہے (فتاوی میلاد گنگوہی ص ۲۳) استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ و احادیث سے ہیں یہ ایک جھاد ہے اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے (فتاوی رشیدیہ حصہ اول ص ۱۲۰) جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں وہ سب یہ نام کے مسلمان اولیاء انبیاء اور فرشتوں سے کر گزرتے ہیں اور دعوی مسلمانی کا کئے جاتے ہیں سبحان اللہ یہ منہ اور یہ دعوی شرک میں گرفتار ہیں ص ۴ نیز کہتا ہے پیغمبر خدا کے وقت کے کافر بھی اپنے بتوں کو اللہ کے برابر نہ جانتے تھے مگر یہی پکارنا اور منتیں ماننا نذر نیاز کرنی اور ان کو اپنا سفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر و شرک تھا سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو اسے اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہیں۔

جب دیوبندی وغیرہ وہابیوں کے نزدیک اہل سنت مشرک ہیں اور خود وہابی اپنے آپ کو مسلمان جانتے ہیں اور مسلمان و مشرک کا نکاح وہ بھی باطل مانتے ہیں تو واجب کہ ان کے نزدیک بھی یہ نکاح محض باطل ہو تنزلاً اگر کہا جائے کہ لڑکی ماں باپ کے تبعیت میں والدین کے حکم میں ہے اور اگر سمجھدار ہے اور اپنے ماں باپ کی ہم خیال ہے تو خود ان جیسی کسی صورت وہابیہ کے نزدیک وہ ایسی نہیں جس سے اس کا نکاح حلال ہو کافر وہ بھی جو مسلمان کا کفو نہیں کہ مذہب ہے تو کسی سنیہ کا بلکہ فاسق کسی صالحہ کا کفو ہی نہیں ہے۔ کفایت کا اعتبار مذہب حنفی میں بھی فرمایا گیا ہے یہ سوال ہی بے معنی ہے کہ بکر لڑکی کا کفو ہے یا نہیں کہ یہ سوال تو جب ہوتا جب کہ وہ مسلمان ہوتا اگر باپ خود کسی مسلمان غیر کفو سے جان کر نکاح کر دیتا پھر اس کا غیر کفو ہونا ظاہر ہوتا جب بھی نکاح باطل ہوتا اگرچہ رضا نا باطل تھا اور اگر باپ معروف بسوء اختیار ہوتے ہوئے ایسا کرتا یا کفو سے کرتا اور مہر میں غبن فاحش کے ساتھ کرتا تو رضا نا ہی باطل ہوتا اور صاحبین کے نزدیک تو ہر صورت رضا نا ہی باطل ٹھہرتا۔

ہاں اگر کسی مسلمان کو غیر کفو جان کر ایسا باپ جو سکران و معروف بسوء اختیار نہیں اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح کر دے اگرچہ مہر میں فاحش کمی کے ساتھ تو البتہ یہ نکاح صحیح و لازم ہوگا جس پر نہ پھر لے کوئی اعتراض

ہو سکے گا نہ بعد بلوغ لڑکی کو کوئی حق اعتراض مل سکے گا۔ تنویر[1] و درمختار میں ہے: لزم النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر کفوء ان کان الولی المزوج بنفسہ ابا او جدا لم یعرف منھما سوء الاختیار وان عرف لا یصح النکاح اتفاقا اھ مختصرا۔ نوازل امام فقیہ ابو اللیث سمرقندی میں ہے: لو زوج بنتہ الصغیرۃ ممن ینکر انہ یشرب المسکر فاذا ھو مدمن لہ قال ای ان قال فالنکاح باطل۔ قنیہ میں ہے: زوج بنتہ الصغیرۃ من رجل ظنہ حر الاصل وکان معتقا فھو باطل بالاتفاق۔ ذخیرہ و پھر عالمگیریہ[2] میں ہے: زوج ابنتہ الصغیرۃ من رجل علی ظن انہ صالح لا یشرب المسکر فوجدہ الاب شریبا مدمنا وکبرت الابنۃ فقالت لا ارضی بالنکاح ان لم یعرف ابوھا بشرب المسکر وغلبۃ اھل بیتہ الصالحون فالنکاح باطل ای یبطل وھذہ المسئلۃ بالاتفاق اور ظاہر ہے کہ دیوبندی وہابی بھی دعوٰی تقلید کرتا ہے حنفی بنتا ہے تو خود اس کے نزدیک یوں بھی یہ نکاح باطل واقع ہوا۔ صورت مستفسرہ میں جب کہ وہ نکاح بوجہ کفر داماد و بکر محض باطل ہے نابالغہ کے والد کو اختیار ہے کہ جب چاہے دوسرے سے نکاح کر دے بکر کو اس نابالغہ پر کوئی دسترس نہیں رخصت نابالغہ سے اس کا مدخول بہا ہونا کچھ ضرور نہیں بلکہ ظاہر یہ ہے کہ خلوت نہ ہوئی ہوگی اگر وہ غیر مدخول بہا ہے تو فی الحال اس کا نکاح دوسرے سے ہو سکتا ہے اور اگر مدخول بہا ہے خلوت ہو چکی تو وہ مراہقہ ہوگی یا غیر مراہقہ اگر غیر مراہقہ ہے تو فراق کے تین ماہ بعد نکاح کیا جائے اور اگر مراہقہ ہے تو ایک قول پر وہی تین ماہ بعد اور قول آخر پر بانتظار ظہور حمل تک انتظار کریں اگر حمل ظاہر ہو تو وضع حمل تک ٹھہریں اور اگر ظاہر نہ ہو تو وہی تین ماہ۔

تنویر الابصار[3] و درمختار میں ہے: العدۃ فی حق من لم تحض لصغر بان لم تبلغ تسعا ثلثۃ اشھر لو فی الغرۃ والا فبالایام وحیث تم لھما کالخلوۃ ولو فاسدۃ اھ مختصرا۔ ردالمحتار میں ہے: قولہ بان لم تبلغ تسعا ھذا بیان اقل سن یمکن فیہ بلوغ الانثی وتقییدہ بہ لانہ لاشبہۃ فیہ والبحر والنھر لا یعلم منہ حکم من تم لھا تسع ذلک ولم تبلغ بالسن واسمی بالمراھقۃ وقد ذکر فی الفتح ان عدتھا ایضا ثلثۃ اشھر فلو اطلق الصغیرۃ وفسرھا بمن لم تبلغ بالسن لشمل المراھقۃ ومن دونھا وھی من لم تبلغ تسعا فقد یقال مرادہ اخراج المراھقۃ اتباعا لما نقل عن الامام الفضل انھا اذا کانت مراھقۃ لا تنقضی عدتھا بالاشھر بل یوقف حالھا حتی یظھر ھل حبلت من ذلک الوطء ام لا فان ظھر حبلھا اعتدت بالوضع والا فبالاشھر۔ پھر اسی میں ہے: (ش) فی الخلاصۃ عدۃ الصغیرۃ ثلثۃ اشھر الا اذا کانت مراھقۃ فینبغی علیھا ما المظھر فراغ رحمھا کذا فی المحیط اھ من غیر ذکر خلاف وھو حسن اھ کلام الفتح ولکن ینبغی الافتاء

[1] درمختار ... مطبوعہ مجتبائی دہلی [2] عالمگیریہ ... مطبوعہ بیروت [3] تنویر الابصار و درمختار ... ردالمحتار ... مطبوعہ مصر

بہ احتیاطاً قبل العقد بان لایعقد علیہا الا بعد التوقف التی یظہر بہا الحسن الخ جد الممتار[۱] میں فرمایا۔

قولہ قبل العقد بعدہ یرید بہ ان لو عقد علیہا بعد ثلٰثۃ اشہر لایحکم بفسادہ ولا یؤمر الزوج بطلاقہا عملاً بالروایۃ الظاہرۃ الا ان تلد باقل من ستۃ اشہر من النکاح الثانی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ جناب مولوی صاحب فضائل مآب فیض انتساب دام ظلکم السلام علیکم!

احقر کی شادی ہوئی اس منکوحہ میں نقص اندرونی جس کو رتق کہتے ہیں کہ جس سے شوہر کی کوئی حاجت روائی نہیں ہوسکی اور نہ پستان ہیں بالکل سینہ مثل تختہ کے غرض یہ ہے کہ نہ عورت ہے اور نہ مرد ہے عمر منکوحہ کی اس وقت پچیس سال کی ہے بلکہ زیادہ ہوگی نکاح ہوئے دو سال گزرے ہیں میری طرف سے دیگر شادی کی خواہشات اور کوشش ہوئی وہ مخالف بن گئی اب اس کی طرف سے یہ کاروائی ہوئی ہے کہ اس نے ایک درخواست عدالت میں دی ہے اپنے حق حقوق قائم کرنے اور لینے کے بارے میں سو اس کاروائی اور شر کے مقابلے پر مجھ کو فتوی علمائے دین سے لینے کی ضرورت پڑی کہ جس میں یہ نقص ہو نکاح جائز ہے یا نہیں اور شوہر کے ذمہ کوئی حق نان نفقہ یا دین مہر شرعًا ہے یا نہیں لہذا یہ واقعہ لکھ کر حضرت عالی میں پیش کرکے امیدوار کہ فتوی مرحمت فرمایا جاوے فقط خادم شیر احمد دوکاندار پہلوانی منڈی مورخہ ۷ جنوری سنہ ۱۹۲۲ء۔

الجواب۔ جب وہ عورت ہے اگرچہ سائل اس سے کہ اس کا سینہ صاف ہے یہ کہتا ہے کہ نہ وہ عورت ہے تو نکاح ہوگیا اور ہمارے نزدیک احد الزوجین کو دوسرے کے عیب سے خیار نہیں ملتا اگر اسے طلاق دے گا تو نصف مہر دینا لازم ہوگا اگرچہ اس سے خلوت کر چکا ہے کہ یہ خلوت بوجہ مانع حسی خلوت صحیحہ نہیں خلوت فاسدہ ہے ہاں اگر بالفرض احد الزوجین سے کسی کا قبل طلاق انتقال ہوجائے تو پورا مہر لازم ہو جائے گا نفقہ اگر اسے خدمت کے لئے یا ستیاس کے لئے گھر میں رکھے گا دینا ہوگا اور اگر نہیں تو نہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ۔ از قصبہ آنولہ ضلع بریلی مرسلہ جناب سید لائق علی صاحب ۱۷ جمادی الاخری سنہ ۱۳۵۲ھ

زید نے اپنی زوجہ منکوحہ سے یہ کہہ کر کہ تو میرے نکاح سے باہر ہے میری بیوی نہیں رہی اور میرے کام کی ہے اور لفظ لعن تک کہے اور تعلقات زن و شوہر منقطع کرکے اس کے والدین کے گھر بھیج دیا۔ اور زید نے خود ایک دوسری عورت بازاری سے تعلق کرکے اپنے پاس رکھ لیا زید کی زوجہ جب سے ایک

[۱] جد الممتار [illegible] مطبوعہ المجمع الاسلامی مبارکپور

روئے شرع شریف درست ہے یا نہیں اور درست نہ ہونے کی تقدیر پر قاضی صاحب کا جو امام مسجد بھی ہیں کیا حکم ہے اور ان گواہوں کا اور محلل وناکح کا کیا حکم ہے بعض لوگ اس کی یہ صورت بتاتے ہیں کہ زوج ثانی اگر اس کے ساتھ صرف خلوت کرے اور وطی نہ کرے اور طلاق دے دے تو اب نکاح ثانی کے لئے عدت کی ضرورت نہیں ہے اور اگر وطی کرے تو عدت کی ضرورت ہے تو ان کا یہ قول صحیح ہے یا نہیں اور ایسی صورت میں حلالہ اور نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب ۔ جب اس نے لوگوں کی ملامت پر بھائی سے اس کا نکاح کر دیا تو اس کا اس عورت ہی کو طلاق دینا معلوم ہو گیا بے شک عورت پر تین طلاقیں پڑ گئیں اور حلالہ کا حکم ہے اور طلاق کے بعد ان چار ماہ میں عورت کو تین حیض آ گئے تھے تو عدت سے نکل گئی عدت گزرنے پر زید کے بھائی سے نکاح ہوا تو نکاح صحیح ہوا مگر جب کہ فوراً ہی بے وطی طلاق ہو گئی تو حلالہ نہ ہوا کہ حلالہ محض نکاح کا نام نہیں حلالہ اس وقت تک نہ ہوگا جب تک دوسرا اس سے وطی نہ کرے حدیث میں فرمایا۔ لاحتی تذوقی عسیلتہ ویذوق عسیلتک۔ بھائی نے جب طلاق دے دی تو طلاق ہو گئی مگر زید سے اس کا نکاح باطل کہ حلالہ نہیں ہوا اور وہ اس پر بے حلالہ حرام ہے اور اگر ان چار ماہ میں عدت ہی نہیں گزری تھی تو زید کے بھائی سے نکاح ہی باطل ہوا قاضی اور گواہ اور شرکائے مجلس ان میں سے ہر وہ جو اس سے واقف تھا کہ حلالہ نہیں ہوا ہے اور یہ جانتے ہوئے اس باطل نکاح میں کسی طرح شریک ہوا سب سخت گنہگار ہیں سب پر توبہ لازم ہے توبہ کریں جن بعض لوگوں نے وہ کہا کہ صرف خلوت کرے اور وطی نہ کرے محض غلط و باطل کہا فقط خلوت سے پہلے شوہر کے لئے ہرگز حلال نہ ہوگی اور کسی دوسرے کی بعد خلوت بے عدت گزارے نکاح نہیں کر سکتی خلوت سے عدت لازم ہو گئی اس شخص پر توبہ لازم ہے جس نے وہ غلط و باطل و من گڑھت فتویٰ دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۔ زید نے اپنا لڑکا عمرو کی بی بی کے ساتھ زنا کیا اب وہ عورت عمرو کو حلال ہے یا نہیں اب زید کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا بالدلیل توجروا عند الرب الجلیل۔

الجواب ۔ اس صورت میں عمرو کی بیوی اس پر ابدی حرام ہو گئی اس پر فرض ہے کہ اس سے جدا ہو جائے اور متارکہ کرے کہ جب امساک بمعروف ناممکن ہو گیا تو تسریح باحسان ہی فرض رہ گئی قال تعالیٰ فامساك بمعروف او تسريح باحسان عالمگیریہ میں ہے۔ حرم المزنی بہا علی اٰباء الزانی واجدادہ وان علوا و ابنائہ وان سفلوا کذا فی فتح القدیر۔ زنا تو زنا والعیاذ باللہ تعالیٰ مس و تقبیل بشہوت ہی سے حرمت مصاہرت

سلہ عالمگیریہ جلد اول مطبوعہ بیروت ۔ سلہ بخاری و مسلم، مشکوٰۃ ص ۲۸۳ ۔ سلہ سورۂ بقرہ آیت ۲۲۹

ہوجاتی ہے مگر یہ حکم جب ہے جب کہ عمرو نے اس کو تسلیم کرلیا ہو اور اگر وہ اسے جھوٹ جانتا ہو اسے یہ مسلم نہ ہو تو وہ اس پر حرام نہیں۔ فتاوٰی ہندیہ میں ہے: رجل تزوج امرأة علی انہا عذراء فلما اراد وقاعہا وجدہا قد افتضت فقال لہا من افتضک فقالت ابوک ان صدقہا الزوج بانت منہ ولامہر لہا وان کذبہا فہی امرأتہ کذا فی الظہیریۃ۔[1] اسی میں ہے: قبّل الاب امرأۃ ابنہ بشہوۃ وہی مکرہۃ وانکر الزوج ان یکون بشہوۃ فالقول قول الزوج وان صدقہ الزوج وقعت الفرقۃ ویجب المہر علی الزوج ویرجع بذلک علی الاب ان تعمد الفاعل الفساد وان لم یتعمد لایرجع وفی الوطء لایرجع وان تعمد بالوطء الفساد لانہ وجب الحد والمال مع الحد لایجتمع[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از نوساری ضلع سورت نزد جامع مسجد مرسلہ عبدالرحمٰن حاجی قادر بھائی صاحب میمن ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ

بخدمت شریف جناب حضرت مولانا مولوی مفتی ہند قبلہ مصطفٰے رضا خاں صاحب

زید کی اہلیہ اپنے شوہر سے اکثر بدزبانی کرتی تھی چنانچہ ایک روز زید نے تنگ آکر اپنی اہلیہ کو تنبیہا اور ڈرانے کو دھمکایا اور کہا کہ تم ہمیشہ میرے خلاف جواب دیتی ہو اور نالائق گفتگو اور میری توہین کرتی ہو آئندہ اگر تم نے ایسی حرکت کی تو میں تم کو ایک دو اور تین بول کہہ دوں گا۔ بس صرف یہی الفاظ ہیں زید کے آیا اس طرح کہہ دینے میں کیا طلاق ہوگی؟

الجواب: اس سے طلاق نہیں ہوگی بلکہ اگر وہ بول کی جگہ لفظ طلاق ذکر کرتا جب بھی طلاق نہ ہوتی کہ تین بول کہہ دوں گا وعدہ طلاق ہے نہ کہ خود طلاق، وعدہ طلاق سے طلاق نہیں ہوسکتی۔ فتاوٰی خلاصہ و عالمگیری میں ہے: سئل نجم الدین عن رجل قال لامرأتہ اذہبی الی بیت امک فقالت طلاق دہ تا بروم فقال تو برو من طلاق دادہ فرستم قال لاتطلق لانہ وعد[3] پھر اگر وعدہ نہ ہوتا جب بھی طلاق کا حکم جب ہوتا جب عورت پھر کوئی بیہودہ گفتگو کرتی جواب دیتی توہین کرتی۔ اور تین بول سے طلاق ہی مراد ہوتی ورنہ اس صورت میں بھی شوہر کی نیت معلوم کی جاتی کہ تین بول سے تیری کیا مراد تھی، اگر وہ طلاق مراد ہونے کا انکار کرتا جب بھی حکم طلاق نہ ہوتا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از کریم اللہ خاں صاحب مدرس مدرسہ جامع مسجد جبل پور، پل بھیت

زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو کئی گواہوں کو مخاطب کرکے صدق دل سے اپنی زبان میں تین چار مرتبہ کہا کہ میں نے طلاق دی جس کو عرصہ تقریباً اب تک دو سال کا گزر چکا ہے اب زید کو دوبارہ اپنی زوجہ ہندہ

[1] فتاوٰی ہندیہ ج [illegible] ص [illegible] مطبوعہ بیروت [2] عالمگیری ج [illegible] ص [illegible] مطبوعہ بیروت

مذکور کو طلب کرتا ہے اور کہتا ہے بلا تحریر کے طلاق واجب نہیں ہے میں اپنی بیوی کو لینا چاہتا ہوں اور ہندہ
عورت بھی اس وقت جوان العمر ہے اس حالت میں طلاق شریعت مطہرہ مفصل طور پر تحریر فرمائیے کہ اس
میں کیا کرنا چاہیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ جب تین بار اس نے زبانی طلاق دے دی اور اس کا اسے اقرار ہے کہ اس نے اپنی
بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں صرف یہ شبہ ہے کہ بلا تحریر دی ہیں لہٰذا جوشخص تو عورت پر تینوں طلاقیں ہو جانے
کا حکم ہے عورت اب اس پر ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہو گئی کہ بے حلالہ اب کبھی اس پر حلال نہیں ہو سکتی یہ بے ہودہ عذر
عدم تحریر محض باطل بالکل ناکارہ اور مردود ہے طلاق ہو جانے کے لئے تحریر ہرگز لازم نہیں طلاق گواہوں سے
ثابت اس کے اقرار سے یہ ثابت کہ اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں لکھتا تو اس کے خط یا دستخط یا نشان
انگشت سے تو اتنا ثبوت ہوتا بھی نہیں طلاق دینے میں اصل تو زبان ہی سے طلاق دینا ہے تحریر کرنے میں
بھی طلاق ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ علماء یہی بیان فرماتے ہیں [illegible] واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از بنارس [illegible] مرسلہ عبدالرحمٰن

ہندہ کا نکاح نابالغی کی حالت میں اس کے عزیز زید سے ہوا تھا مگر وہ بعد زید نے اسے طلاق
دے کر نکال دیا اس لئے ہندہ عورت سے اپنے میکہ میں بیٹھی ہے اور زید طلاق دینے سے انکار کرکے ہندہ کا
خواہش مند ہے لیکن ہندہ کسی عنوان جانے پر راضی نہیں اس معاملہ کو وہ سنگین اب لڑکی کے والدین کو یہ
معلوم ہوا ہے کہ ہندہ کا دوسرا نکاح کر دو ورنہ ہندہ مذہب تبدیل کر دے گی یا زہر کھا جائے گی لیکن ہندہ کے
والدین تحریری طلاق نامہ کے منتظر ہیں اور زید کہتا ہے کہ ہم طلاق نہیں دیں گے اس لئے دریافت طلب امر
ہے کہ اگر واقعی زید نے طلاق دے دیا اور اس کی کوئی تحریر نہ ہو تو کیا طلاق صحیح نہیں ہے اور کیا طلاق نامہ
کے انتظار میں ہندہ کو غیر مذہب اختیار یا خودکشی یا زہر کھا جانے دیں مگر اس کا نکاح کسی دوسرے سے نہ کیا جاوے
براہ نوازش جواب صاف تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب۔ تحریری طلاق ہونا کوئی ضروری نہیں جب زید نے زبان سے طلاق دی طلاق ہو گئی مگر
ثبوت طلاق کے لئے گواہ ضروری ہیں یا زید کا اقرار جب یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو صرف عورت کے کہنے پر حکم
طلاق نہیں ہو سکتا زید نے اگر دی ہے تو اس پر فرض ہے کہ اقرار طلاق کرے اور حرام ہے کہ انکار کرے جب
وہ جھوٹا انکار کرے گا حق اللہ و حق العبد میں گرفتار ہے گا اللہ سے ڈرے اور عورت پر ظلم نہ کرے عورت

وہ دونوں لڑکا اور اس کی والدہ اپنی لڑکی کے یہاں چلی گئی اس پر شرعی حکم کیا ہے مگر اس میں ہے کہ حاجی اللہ رکھا صاحب عرف مبارک حسین صاحب سے بعد نمازِ جمعہ دعا کی فراغت کے بعد مذاق میں عمرو نے یہ عمرو کہا کہ ہمارے پیچھے پیش امام ہوئے کہ ہم کو بھی اپنے پیچھے کرلیا دوپہر کے وقت قاضی احسان الحق صاحب سے بھی ذکر کیا کہ میں آزاد ہوگیا۔

الجواب: اگر واقعی زید نے ان الفاظ سے طلاق کا ارادہ نہ کیا تھا محض تخویف مقصود تھی طلاق دینا مقصود نہ تھا جیسا کہ وہ بیان کرتا ہے تو اس صورت میں حکمِ طلاق نہیں دیا جاسکتا اگر جھوٹ کہتا ہے تو وبال اس کے سر ہے کہ اگر واقع میں اس نے وہ لفظ بہ نیتِ طلاق کہے تھے تو عورت پر طلاق مغلظہ ہوگئی وہ ہمیشہ کے لئے اس پر حرام ہوچکی جب تک حلالہ نہ ہو اور یہ جھوٹ بولتا اور جھوٹ بول کر اس حرام خدا کو اپنے لئے سبب کا حکم کرانا چاہتا ہے والعیاذ باللہ۔ عالمگیریہ[1] میں ہے: لو قال لہا توسہ وہ ونوی الطلاق یقع کذا فی خزانۃ المفتین۔ اسی میں ہے: لو قال انت بثلاث وقعت ثلاث ان نوی ولو قال لم انو لایصدق اذا کان فی حال مذاکرۃ الطلاق والا صدق ومثلہ بالفارسیۃ توبسہ علی ما ھو المختار للفتوٰی[2]۔ خلاصۃ الفتاوٰی میں ہے: رجل قال لامرأتہ ترا یکے او ترا سہ او قال تو یکے او تو سہ قال ابو القاسم الصفار لایقع شیئ وقال الصدر الشہید یقع اذا نوی قال وبہ یفتی قال القاضی وینبغی ان یکون الجواب علی التفصیل ان کان فی حال مذاکرۃ الطلاق او فی حال الغضب یقع الطلاق وان لم یکن لایقع الا بالنیۃ کما قال بالعربیۃ انت واحدۃ ولو قال این زن کرم است بسہ قال ابو نصر الدبوسی لایقع وقال ابوبکر العیاضی ان نوی الطلاق یکون طلاقا کانہ قال انت بثلاث قال الشیخ ابوبکر محمد بن الفضل اذا نوی یقع وفی مجموع النوازل امرأۃ طلبت الطلاق من زوجہا فقال لہا داد م یکے ودو وسہ یقع الثلاث بدون النیۃ وفی فتاوٰی بالسغدی امرأۃ طلبت من الزوج ان یطلق طلاقا فقالت مکن فقال کرم توبسہ اجاب انہا لاتطلق وفی فتاوٰی الفضلی قال لہا انت منی بثلاث ان نوی طلقت وان قال لم انو لم یصدق اذا کان الحال حال مذاکرۃ الطلاق ولو قال توسہ ای ونوی الطلاق یقع[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از بانس منڈی محلہ لال درجی باڈی سوجی مرسلہ ماسٹر عاشق حسین خاں مورخہ ۲۲ جمادی الاولٰی [illegible] ہجری

زید نے غصہ کی حالت میں اپنی زوجہ سے کہا کہ تجھے طلاق طلاق طلاق دی از روئے شرع زوجہ مذکورہ کو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا بالکتاب والسنۃ توجروا بدخول الجنۃ۔

[1] عالمگیریہ جلد [illegible] ص [illegible] مطبوعہ بیروت [2] عالمگیریہ جلد [illegible] ص [illegible] مطبوعہ بیروت [3] خلاصۃ الفتاوٰی جلد [illegible] ص [illegible] مطبوعہ لاہور

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں اسے تین طلاق ہو گئی عورت مطلقہ بہ طلاق ہو گئی اب زید کو اس پر کوئی دسترس نہ رہی وہ دونوں اجنبی و اجنبیہ ہو گئے عورت اس پر ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہو گئی کہ اب بے حلالہ کبھی اس کے لئے حلال نہیں ہو سکتی طلاق غصہ ہی میں دی جاتی ہے معمولی طلاق نہ ہونے کا سبب کیونکر ہو سکتا ہے ہاں اگر ثابت ہو کہ غصہ سے اس وقت مجنون بنائے ہوئے تھا جوش غضب اس درجہ تھا جس سے اس کی عقل میں خلل ہو گیا تھا تو اس صورت میں حکم طلاق نہ ہو گا اور خدائے عزوجل سے کوئی بات چھپی نہیں اگر جھوٹا ثبوت جوش غضب تا حد جنون کا پہونچا کر عورت کو اپنے قبضہ میں رکھے گا تو اس سے حرام اس کے لئے حلال نہ ہو جائے گا۔ وہ حرام حرام ہی رہے گا اور اس جھوٹ فریب مکاری کا اس پر وبال عظیم ہو گا واللہ یعلم المفسد من المصلح واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از بمبئی محلہ فارس روڈ چوک سیٹھ کی باڑی کے نزدیک شاکر علی روئی والے کی دوکان مرسلہ قاسم علی ولد محمد نسیم۔

زید عرصہ چار یا پانچ برس سے بالکل مجنون ہو گیا ہے اور ہنوز کوئی صورت صحت کی نظر نہیں آتی ہے اور اس کی زوجہ ہندہ جوان ہے۔ وہ زید کے پاس نہ کوئی جائداد ہے اور نہ دوسری آمدنی ہے نہ زوجہ ہندہ کے پاس کوئی ذریعہ معاش کہ جس سے گذر اوقات ہو سکے اور وجہ پردہ نشینی کے نہ باہر نکل کر محنت مزدوری کر سکتی ہے ان تمام باتوں پر خیال کر کے طرفین کی جماعت والوں نے درمیان زید اور ہندہ کے تفریق کرا دی اور بعد انقضائے عدت طلاق ہندہ نے نکاح ثانیہ دوسرے شخص سے کر لیا آیا یہ تفریق موافق شرع شریف کے ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب مع عبارت و ترجمہ کے جواب ارقام فرمائیں عنداللہ ماجور ہوں گے۔

الجواب۔ امام اعظم کے نزدیک اگرچہ جنون مطبق ہو تفریق نہیں ہو سکتی ہے بے ضرورت شدیدہ مقبولہ شرعیہ اس مذہب مہذب سے عدول ناجائز تھا ہاں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ تفریق ہو سکتی ہے اگر جنون مطبق اسے لاحق ہوا ہو اور ہنگام ضرورت شدیدہ دوسرے امام کے مذہب پر عمل کی اجازت ہو سکتی ہے کہ یہ تو اپنے ہی مذہب کے ایک امام کا قول ہے مگر جو صورت کہ سوال میں مذکور ہوئی محض باطل ہے یوں نہ تفریق ہوئی نہ دوسرا نکاح ہوا جو نکاح کر لیا وہ باطل محض ہوا امام محمد کا مذہب مہذب یہ ہے کہ عورت حاکم شرع کے حضور دعویٰ دائر کرے حاکم بعد ثبوت اگر جنون مطبق ہو عورت کو اختیار دے کہ چاہے تو اپنے نفس کو اختیار کرے اور اگر جنون حادث غیر مطبق ہو تو زوج کو ایک سال کامل علاج کے لئے مہلت دے اس درمیان میں اگر شوہر صحیح ہو گیا تو ہو گیا ورنہ عورت پھر دعویٰ کرے حاکم شرع بعد ثبوت عورت کو اختیار دے گا

الطلاق یقع الطلاق فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ وعندھما لایقع اھ مختصرا اسی مجمع میں ہے۔ لوقالت المرأۃ لزوجھا لست لی بزوج فقال الزوج صدقت ونوی بہ الطلاق یقع فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کذا فی فتاوی قاضی خان۔ اسی درر میں ہے۔ قد اتفقوا جمیعا انہ لوقال واللہ ما انت لی بامرأۃ اولست واللہ لی بامرأۃ فانہ لایقع شیئ وان نوی۔ فتاوی خلاصہ میں ہے۔ لوقال لھا لست لی بامرأۃ عندھما لایقع وان نوی وعند ابی حنیفۃ یقع اذا نوی۔ اسی میں ہے۔ قال لوزن من نیستی لایقع وان نوی ھو المختار۔ اسی میں ہے۔ لوقال لم اقل لست لی بامرأۃ لایقع وان نوی۔ فتاوی خلاصہ اور فتاوی بزازیہ میں ہے۔ قالت لہ لست لی بزوج فقال ھو صدقت فھذا وما لوقال لست لی بامرأۃ سواء۔ درمختار میں ہے۔ والقول لہ بیمینہ فی عدم النیۃ۔ عورت اس سے قسم لے اگر قسم کھا لے کہ اس نے طلاق کی نیت سے وہ لفظ نہ کہے تھے مان لے جھوٹ کہے گا وبال اس پر ہوگا۔ درمختار میں ہے۔ ویکفی تحلیفھا لہ فی منزلہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از شہر کہنہ مسئولہ ڈاکٹر نوشے علی صاحب ۳ محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

زید نے عمرو کی لڑکی سے باقاعدہ شرعی نکاح کیا تھا جو وہ قاضی نکاح خواں کے رجسٹر میں مفصل درج ہے اب عرصہ پانچ سال کا ہوگیا تھے جیسے تیسے ٹال کر ایام گذاری کر رہا ہے آخری فیصلہ اس کا یہ ہے کہ زیادہ تر تمل رخصتی زید کے نام فرض کیا جاوے اور بولنے کے جوڑے اس کی مرضی کے موافق دلہا سے خرید ہے جائیں تو تاریخ رخصت مقرر کی جاسکتی ہے عمرو کو اس قدر وسعت نہیں ہے کہ اس کی حسب منشا اس کی فرمائشیں پیش کرسکے زید نے آج تک اس کے نان نفقے خرچ کے لئے ایک پائی نہیں دی ہے نہ اس کی گلوخلاصی کرتا ہے یوں ہی معلق ڈال رکھا ہے اور کہتا ہے کہ جب تک میری فرمائشیں نہ پوری کی جائیں گا یوں ہی پڑا رکھوں گا عمرو کی لڑکی یہ بھی خیال کرتی ہے کہ زید ایک ضدی اور لالچی ہے اس سے پورا اندیشہ ہلاکی اور ایذا کا ہے میں مہر معاف کرتی ہوں جس کی تعداد پچاس ہزار ایک سو ہزار معجل اور پچیس ہزار موجل معینان نفقہ دے مجھ کو خلاصی خلع کرکے کر دے زید اور عمرو دونوں حنفی المذہب ہیں۔ ایسی صورت میں خلع ہوسکتا ہے یا نہیں فقط۔

الجواب۔ خلع تو جب چاہے ہوسکتا ہے مگر خلع بھی تو شوہر ہی کی رضا سے ہوگا وہ اگر خلع پر راضی نہ ہو تو کیونکر ہوگا وہ شخص گنہگار حق اللہ اور حق زن میں گرفتار ظالم جفاکار ہے اس پر توبہ لازم۔ یا بامعروف رخصت

کرائے اس کے ساتھ معروف پیش آئے بھلائی کرے اور یہ نہ کرے تو لازم ہے کہ اسے بھلائی کے ساتھ چھوڑ دے۔ قال تعالیٰ امسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا ومن یفعل ذلک فقد ظلم نفسہ ولا تتخذوا اٰیٰت اللہ ھزوا[1]۔ اگر عورت رکھنا ہے تو بھلائی کے ساتھ رکھنا ورنہ بھلائی کے ساتھ چھوڑ دے اور بیچ میں لٹکانا حرام ہے۔ قال تعالیٰ فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ[2]۔ نقصان رسانی تنگی میں ڈالنا حرام ہے جائے رخصت کرائے بھلائی کے ساتھ رکھے۔ اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن[3]۔ نقصان رسانی مسلمان کی شان سے بہت بعید ہے حدیث میں ہے۔ ولا ضرر ولا ضرار فی الاسلام۔ کسی مسلمان کو اپنے قول یا فعل سے ناحق ایذا دینا اللہ و رسول کو ایذا دینا ہے حدیث میں ہے۔ من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ۔

باپ اگر اس کی قدرت بھی رکھتا ہو جب بھی اسے یوں مجبور کرنا شرعاً عقلاً ہر طرح سخت مذموم و ممنوع و معیوب ہے کہ ایسی صورت میں کہ وہ اس کے رخصت دے بیاہ ہے باپ پر کچھ بھی دینا لازم نہیں۔ ہاں کچھ جہیز دینا مسنون ہے۔ عورت نے اگر مہر معاف کر دیا تو مہر معاف ہو گیا۔ باپ اگر گنجائش رکھتا ہو اور اس نے وعدہ بھی کیا ہوتا جب بھی اس کے ذمہ لازم نہ ہوتا ہاں بے وجہ معقول وعدہ خلافی ہر طرح مذموم و معیوب ہوتی اور اگر صورت یہ ہوئی کہ وہ شوہر یا شوہر کے والدین نے کہا اور یہ سمجھ کر دینا اور سامان جہیز دونوں کا مشروط تم اس قدر ہدی لاؤ گا اتنا چڑھاوا چڑھاؤ گا اتنا روپیہ لڑکے یا لڑکی کو دو یا اس قدر جائداد لڑکے یا لڑکی کے نام کرو تو صرف اس صورت میں اسے ایفائے وعدہ کی تاکید کی جاتی مگر اس میں لڑکی کا کیا قصور رخصت نہ کرانے سے جو ناحق ایذا اور نقصان ہو رہا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: از لائے بریلی محلہ شیخ چھیدا صاحب ۱۸ محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

(۱) اگر کوئی شخص غصہ کی حالت میں اپنی بی بی کو طلاق دیدے تو طلاق ہوتی ہے یا نہیں؟

(۲) طلاق کتنے قسم کی ہوتی ہے؟

(۳) جس عورت کا شوہر انتقال کر گیا ہے اور جس عورت کا شوہر طلاق دے دیتا ہے تو یہ عورتیں کتنے دن کی مدت گزار کر دوسرا نکاح کریں۔

الجواب: (۱) غصہ ہی اکثر طلاق کا باعث ہوتا ہے اگر غصہ کی حالت میں طلاق دی جائے تو مطلقاً نہ طلاق نہ ہونے کے لئے کوئی عذر معقول و مقبول ہو سکتا ہے ہاں اگر جوش غضب اس حال پر ہو کہ اس

[1] سپ ۲ ع ۱۴ [2] سورۂ نساء آیت ۱۲۹ [3] سورۂ طلاق آیت ۶

واما البدعی فنوعان بدعی لمعنی یعود الی العدد وبدعی لمعنی یعود الی الوقت فالذی یعود الی العدد ان یطلقها ثلاثا فی طهر واحد بکلمة واحدة او بکلمات متفرقة او یجمع بین التطلیقتین فی طهر واحد بکلمة واحدة او بکلمتین متفرقتین فاذا فعل ذلک وقع الطلاق وکان عاصیا واما البدعی من حیث الوقت ان یطلق المدخول بها وهی من ذوات الاقراء فی حالة الحیض او فی طهر جامعها فیه وکان الطلاق واقعا ویستحب له ان یراجعها والاصح ان الرجعة واجبة۔ طلاق کی باعتبار الفاظ طلاق تین قسمیں ہیں۔ صریح۔ طلاق بالصریح۔ طلاق بالکنایہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) عورت مدخولہ حائضہ (یعنی حیض والی) مطلقہ غیر حاملہ ہو اس کی عدت طلاق تین حیض ہے۔ قال تعالیٰ والمطلقٰت یتربصن بانفسهن ثلٰثة قروء۔ اور جو غیر حاملہ متوفی عنہا زوجہا ہو اس کی عدت وفات چار ماہ دس روز ہیں قرآن عظیم فرماتا ہے۔ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشرا۔ اور مطلقہ غیر مدخولہ (جس کے پاس کو نہ پہونچی) اور مطلقہ نابالغہ اور مطلقہ بالغہ غیر حائضہ (یعنی جو سن بلوغ کو پہونچی ہوں بالغہ ہوئی اسے حیض نہ ہوا یا ایک روز خون آیا پھر نہ آیا) جب کہ مدخولہ ہوں ان کی عدت تین ماہ ہے۔ قرآن عظیم فرماتا ہے۔ والّٰئی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتهن ثلٰثة اشهر والّٰئی لم یحضن۔ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے قرآن عظیم کا ارشاد کریم ہے۔ واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن۔

اور مطلقہ غیر حاملہ جاریہ کی عدت حائضہ کی دو حیض غیر حائضہ کی ڈیڑھ ماہ اور عدت وفات دو ماہ پانچ روز ہے غیر مدخولہ عورت کے لئے عدت طلاق نہیں۔ عالمگیری میں ہے۔ اربع من النساء لا عدة علیهن المطلقة قبل الدخول الحرة ممن تحیض فعدتها ثلاثة اقراء۔ والعدة لمن لم تحض لصغر او کبر او بلغت بالسن ولم تحض ثلاثة اشهر وکذا التی رأت دما ولم یستمر فعدتها بالشهور کذا فی التبیین۔ وعدة الامة والمدبرة وام الولد والمکاتبة فی الطلاق والفسخ قرآن وان کانت لا تحیض فعدتها شهر ونصف وعدة الحامل ان تضع حملها سواء کانت المرأة حرة او مملوکة الخ وعدة الحرة فی الوفاة اربعة اشهر وعشرة ایام سواء کانت مدخولا بها او لا صغیرة او کبیرة او کتابیة اذا کانت المنکوحة امة فمات عنها زوجها فعدتها شهران وخمسة ایام عند الجمهور الخ طلقت وهی صغیرة لم تحض وقد دخل بها و مثلها یجامع فعدتها ثلاثة اشهر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

لہ عالمگیری جلد [illegible] ص [illegible] مطبوعہ بیروت [illegible]

پچھوٹے دیتا ہوں فان غالب استعمالہ فی العزم علی الفعل دون تحقیقہ فافہمہ و تامل۔ فتاوی ہندیہ
میں ہے۔ لو قال لہا انت طالق و نوی بہ الطلاق عن وثاق لم یصدق قضاء و یدین فیما بینہ و بین
اللہ تعالیٰ والمرأۃ کالقاضی لا یحل لہا ان تمکنہ اذا سمعت منہ ذلک او شہد بہ شاہد عدل عندہا
شامی میں ہے۔ المرأۃ کالقاضی اذا سمعتہ او اخبرہا عدل لا یحل لہا تمکینہ اسی میں فتح القدیر سے ہے ان
المرأۃ کالقاضی لا یحل لہا ان تمکنہ اذا علمت منہ ما ظاہرہ خلاف مدعاہ۔ عورت کو حلال نہیں کہ وہ
بعد اس کے اس کو نفس پر قابو دے اس کے ساتھ رہے وہ اپنے آپ کو مطلقہ ثلٰث جانے گی اور جیسے ہوگا
اس سے چھٹکارا حاصل کرے گی اس سے دور بھاگے گی جیسے سانپ سے جیسے شیر سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از جاتس ضلع رائے بریلی المستفتی منظور الحق

زید نے اپنی بیوی کی عدم موجودگی میں ایک شخص کے سامنے یہ الفاظ اپنی بیوی کے متعلق کہے میں
اپنی بیوی کو مثل ماں کے سمجھتا ہوں مجھے اور اس سے کوئی واسطہ نہیں تو کیا حکم ہے؟

الجواب۔ اگر اس نے اپنے ان الفاظ سے کہ میں اپنی بیوی کو مثل ماں کے سمجھتا ہوں نیز اس کلمہ
سے کہ مجھے اس سے کوئی واسطہ نہیں طلاق کا ارادہ کیا تھا ہر دو کلمے سے علیحدہ علیحدہ طلاق کی نیت ہو یا ایک
سے طلاق مقصود ہو بہر حال اس صورت میں کہ وہ کلمے بہ نیت طلاق ہی کہے ہوں ایک طلاق بائن ہوگی کہ
پہلا کلمہ نیز دوسرا ہر دو کنایات طلاق سے ہیں کنایہ سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے دونوں سے علیحدہ علیحدہ
طلاق کی نیت ہو جب بھی ایک ہوگی ایک لغو ہو جائے گی۔ لان البائن لا یلحق بالبائن کما ہو مصرح
بہ فی متون الکتب۔ عالمگیری میں ہے۔ لا یلحق البائن البائن بان قال لہا انت بائن ثم قال لہا
انت بائن لا یقع الا طلقۃ واحدۃ بائنۃ۔ اور اگر بہ نیت ظہار یہ کہا کہ میں اپنی بی بی کو مثل ماں کے سمجھتا
ہوں اور یہ لفظ کہ مجھے اس سے کوئی واسطہ نہیں بہ نیت طلاق کہے تو ظہار بھی ہوا اور طلاق بھی بعد نکاح
جدید بھی جب تک کفارہ نہ دے اس سے استمتاع حلال نہیں اس سے صحبت حرام اس کا بوسہ بشہوت لینا
یونہی ہاتھ لگانا اس کی شرمگاہ دیکھنا حرام اور اگر طلاق کی نیت نہ تھی ظہار ہی کی نیت تھی تو صرف ظہار ہوا کفارہ
اس پر لازم کہ ایک غلام آزاد کرے اور یہاں باندی غلام کہاں جب اس پر قدرت نہیں تو دو ماہ کے پے در پے
روزے رکھے اور ان دو ماہ میں دن میں یا رات میں اس سے صحبت نہ کرے اور اگر اس سے قبل ادائے کفارہ صحبت
کرے گا تو سخت گنہگار ہوگا بلکہ از سر نو دو ماہ کے لگاتار روزے رکھنے ہوں گے یونہی اگر بیچ میں

۱ فتاوی ہندیہ جلد اول ص۳۷۴ مطبوعہ بیروت ۲ جلد اول ص۴۳۸ ۳ جلد اول ص۴۳۸

کوئی روزہ چھوٹ جائے گا تو پھر سرے سے دو ماہ کے روزے لازم ہوں گے۔ اور اگر بیماری سے یا بڑھاپے سے ایسا ہو گیا ہے کہ لگاتار دو ماہ کے روزوں کی طاقت نہیں رکھتا تو ساٹھ مساکین کو دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے۔ اتنے مسکینوں کو صبح شام پیٹ بھر کھانا کھلائے یا ہر مسکین کو پاؤ کم دو سیر یعنی ایک صاع کا نصف گیہوں دے یا اس قدر کی قیمت۔

اور اگر ظہار مقصود نہ تھا بلکہ ان لفظوں سے یہ مراد تھی کہ میرے نزدیک وہ میرے ماں کی مثل عزت کرامت بزرگی رکھتی ہے میں اس کا اعزاز و اکرام ماں کی مثل سمجھتا ہوں تو اس صورت میں ظہار نہ ہوگا نہ حکم وجوب کفارہ مگر ظاہر اس کے لگے لفظ اس سے آبی ہیں یونہیں اگر اس کی کوئی نیت نہ تھی تو بھی علی القول الامام یہ لفظ کرامت ہی پر محمول ہوگا اور ظہار کا حکم نہ ہوگا اور اگر ان الفاظ سے نیت تحریم کی تھی تو بھی صحیح یہ ہے کہ ظہار ہوگا عالمگیریہ[۱] میں ہے۔ لو ظاہر منہا ثم طلقہا طلاقا بائنا ثم تزوجہا لا یحل لہ وطؤہا و الاستمتاع بہا حتی یکفر وکذا فی السراج الوہاج۔ اسی[۲] میں ہے۔ لو قال لہا انت علی مثل امی او کامی ینوی فان نوی الطلاق وقع بائنا وان نوی الکرامۃ او الظہار فکما نوی ہکذا فی فتح القدیر وان لم تکن لہ نیۃ فعلی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی لا یلزمہ شیئ حملا للفظ علی معنی الکرامۃ کذا فی الجامع الصغیر۔ والصحیح قولہ ہکذا فی غایۃ البیان۔ وان نوی التحریم اختلفت الروایات فیہ والصحیح انہ یکون ظہارا عند الکل اھ۔ العطایا النبویہ[۳] میں ہے۔ فی رد المحتار عن الجوہرۃ وعندی ومعی کعلی مما اقول وانت تعلم انا نحن فی اہل بلادنا لا نعرف لمعنی عندی فی لسان العرب اھ اسی میں تحریم الا بمالدنا فی اسے ہے

یحرم بہ مظاہر الجمیع وطؤہا علیہ ودواعیہ من القبلۃ واللمس والنظر الی فرجہا بشہوۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ۔ زید نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تم کہو تو میں طلاق دے دوں عورت نے کہا کہ پھر دے کیوں نہیں دیتے زید نے کہا بشرطیکہ تم میرا مہر معاف کر دو اور اپنی زبان سے تین مرتبہ کہہ دو کہ میں نے مہر معاف کر دیا عورت نے کہا کہ میں نے مہر معاف کر دیا زید نے کہا کہ میں نے طلاق دیا طلاق دیا طلاق دیا۔ اس پر اس عورت کی والدہ نے زید سے کہا کہ آپ نے تو طلاق ہی دے دیا۔ زید نے کہا کہ یوں طلاق ملنا نہیں جائے گا جب تک دو چار آدمی ہماری طرف سے اور دو چار آدمی تمہاری طرف کے موجود نہ ہوں بعدہٗ زید نے اپنے ایک دوست سے یہ واقعہ بیان کیا اس نے کہا کہ اس صورت میں تو طلاق واقع ہو گئی اس کے بعد ایک اور شخص سے اس نے یہ واقعہ بیان کیا اس نے بھی یہی کہا کہ اس صورت میں طلاق واقع ہو گئی یا نہ

۱؎ عالمگیریہ جلد ۱ ص ۵۰۵ مطبوعہ بیروت ۲؎ عالمگیریہ جلد ۱ ص ۵۰۷ مطبوعہ بیروت ۳؎ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ جلد ۵ ص ۷۳۳ مطبوعہ برکات رضا پوربندر

صورت مذکورہ میں عورت مطلقہ ہو جائے گی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب۔ اس صورت میں تین طلاقیں ہو گئیں عورت اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی کہ حلالہ
اب کبھی اس پر حلال نہیں ہوگی۔ قال اللہ تعالیٰ الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان فان
طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره۔ طلاق ہو جانے کے لئے دو چار آدمی زوج کی طرف سے اور
دو چار زوجہ کی جانب سے ہونا کیا معنی ایک آدمی بھی ضروری نہیں محض تنہائی میں اگر شوہر طلاق دے طلاق
ہو جائے گی۔ جہاں طلاق دے وہاں اگرچہ زوجہ بھی موجود نہ ہو۔ ہاں ثبوت طلاق کے لئے دو چار آدمی اس
کے دو چار اس کے ہونا درکار۔ وہ اہل شہادت درکار ہیں اگرچہ وہ نہ زوج کے ہوں نہ زوجہ کے محض اجنبی
ہوں۔ دونوں میں سے کسی ایک سے ذرا بھی علاقہ نہ رکھتے ہوں واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ اللِّعَانِ

لِعَان کا بَیَان

مسئلہ۔ لعان مابین زن و شوہر کن کن وجوہات سے حد شرعی میں آتا ہے جس کی وجہ سے زن
و شوہر کے تعلقات قطع ہو جاتے ہیں۔ جواب مفصل مرحمت فرمایا جائے۔

الجواب۔ لعان نہ ہوگا مگر زوجین میں جن کا نکاح صحیح ہو اور زوجیت قائم ہو اگرچہ عورت بحالت عدت
رجعی ہو۔ دونوں مسلمان آزاد عاقل بالغ غیر محدود فی حد القذف مسلمان ہوا تو لئے شہادت کے اہل ہوں عورت
عفیفہ ہو یعنی زنا و تہمت زنا و وطی حرام اگرچہ ایک ہی بار شبہ یا نکاح فاسد سے بالکل بری پاک و صاف ہو
ایک بار بھی اس جرم میں نہ پکڑی اور اس پر ایسی تہمت نہ دھری گئی ہو اور نہ اس کے کوئی بچہ بلا باپ معروف
ہوا ہو۔ عورت وقت قذف زندہ اور محصنہ ہو وہ لعان کا مطالبہ نزد قاضی یا بصورت نفی ولد یا خود قاذف حاکم
عند القاضی کرے دونوں میں سے کوئی گونگا نہ ہو۔ عورت وجود تسلیم سے منکر ہو اور اپنے صدق پر بینہ نہ رکھتا ہو
اور صراحۃً زنا کی دار الاسلام میں اس نے عورت پر تہمت دھری ہو نسب ولد کی نفی بھی صراحۃً کرتا ہے۔
فتاوی قاضی خان میں ہے: اللعان لا یجری الا بین زوجین بصریح سے عاقلین بالغین غیر محدودین

۱۔ فتاوی قاضی خان برحاشیہ عالمگیری جلد اول مطبوعہ بیروت ۲۔ صفحہ [illegible]

(قوله العفيفة) امرأة بريئة من الوطء الحرام والتهمة (قوله بان لم تطأ الخ) بيان للعفة الشرعية ولو مرة بشبهة اى ولو كان بشبهة كوطء معتدة من بائن وان ظن حله، وقوله ولا بنكاح فاسد، الاولى او بنكاح فاسد عطفا على قوله بشبهة لانه من الوطء الحرام، وقوله ولا لها ولد الخ الاولى ولم يكن لها ولد عطفا على قوله لم تطأ لانه بيان لقوله وتهمته فانها تتهم بالزنا بوجود ولد لها بلا اب اى بلا اب معروف (قوله وطالبته) قيد به لانها لو لم تطالبه فلا لعان لانه حقها لدفع العار عنها ومراده طلبها اذا كان القذف بصريح الزنا اما بنفي الولد فالطلب حقه ايضا لاحتياجه الى نفي من ليس ولده عنه (قوله او طالبه الولد المنفي) هذا سبق قلم ولم اره لغيره، والصواب ان يقال او طالب النافي للولد وعبارة الفتح ويشترط طلبها بخلاف ما اذا كان القذف بنفي الولد فان الشرط طلبه لاحتياجه الى نفي من ليس ولده عنه وعبارة الزيلعي لابد من طلبها الا ان يكون القذف بنفي الولد فان له ان يطالب لاحتياجه الخ ولا يخفى ان الضمير في طلبه راجع للقاذف لا للولد لعدم طلب الولد شرط لوجوب حد القذف ان كان ولد غير القاذف وكانت الام ميتة والا فالشرط طلبها كما يأتي في بابه و الكلام في الطلب الذي هو شرط وجوب اللعان ولا يكون بعد موتها وهذا ظاهر جدا اه مختصرا۔

رکن لعان۔ شہادات موکدات بالیمین مقرون باللعن والغضب ہے لعان لفظ شہادت پر موقوف ہے اگر بجائے اشہد باللہ احلف باللہ کہا جائے گا لعان صحیح نہ ہوگا یونہی مرد اگر لعنے موکد باللعن عورت موکد بالغضب ذکر نہ کرے گی لعان نہ ہوگا۔ سبب لعان۔ مرد کا اپنی بی بی منکوحہ بنکاح صحیح کی طرف صراحۃً زنا کی نسبت کرنا مثلاً اسے زانیہ کہنا یا یوں کہنا کہ تو نے زنا کیا وغیرہا غرض ایسی بات کہنا کہ اگر اجنبیہ عورت کو کہتا تو حد قذف کی موجب ہوتی۔ شرط لعان۔ زن و مرد کا بنکاح صحیح زن و شوہر ہونا اور قیام زوجیت ہے۔ اہلیت لعان۔ اہل لعان وہی ہے جو اہل شہادت ہے دونوں کا اہل ہونا ضروری ہے۔ حکم لعان۔ لعان سے فارغ ہوتے ہی وطی و استمتاع کی حرمت ہے مگر نفس لعان سے فرقت نہ ہوگی جب تک قاضی تفریق نہ کرے گا وہ دونوں زن و شوہر رہیں گے بے طلاق یا تفریق قاضی فرقت نہ ہوگی۔ زوجیت قائم رہے گی۔ لعان بعد وجوب بہت وجوہ سے ساقط و باطل بھی ہو جاتا ہے۔ جب تک حکم لعان باقی ہے اور طلاق یا تفریق قاضی سے قبل حرمت وطی و استمتاع ثابت شدہ باقی رہے گی۔ جو فرقت ہوگی طلاق بائن ٹھہرے گی۔ ایک دوسرے کے ساتھ ہمیشہ حرام ہو جائیں گے تا بقائے حالت لعان انھیں نکاح حرام ہوگا۔

عالمگیری[1] میں ہے: حکمہ حرمۃ الوطء والاستمتاع کما لوفرغا من اللعان ولکن لاتقع الفرقۃ بنفس اللعان حتی لوطلقہا فی ھذہ الحالۃ طلاقا بائنا یقع وکذا لواکذب الرجل نفسہ حل الوطء من غیر تجدید النکاح کذا فی النھایۃ، قال ابوحنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ تعالٰی الفرقۃ الواقعۃ فی اللعان فرقۃ بتطلیقۃ بائنۃ فیزول ملک النکاح وتثبت حرمۃ الاجتماع والتزوج مادام علی حالۃ اللعان۔ اسی میں[2] ہے: اللعان یقتصر علی لفظ الشہادۃ عندنا حتی لوقال احلف باللہ انی لمن الصادقین اوقالت ھی ذلک لم یصح اللعان کذا فی السراج الوھاج، اذا التعنا فرق الحاکم بینہما ولاتقع الفرقۃ حتی یقضی بالفرقۃ علی الزوج فیفارقہا بالطلاق فان امتنع فرق القاضی بینہما وقبل ان یفرق الحاکم لاتقع الفرقۃ والزوجیۃ قائمۃ یقع طلاق الزوج علیہا وظہارہ وایلاؤہ ویجری التوارث بینہما اذا مات احدھما الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

کتاب الوقف

وقف کا بیان

مسئلہ: از بریلی شریف محلہ گلاب نگر مرسلہ جناب محمود حسن صاحب

ایک شخص نے اپنی حمیت اور قوت دینی سے ایک مدرسہ دینی اپنے مکان پر قائم کیا اور وہ ہمیشہ اس مدرسہ کی ترقی کی کوشش اور نگرانی کرتا رہا اس نے یہ بھی کیا کہ شہر کے چند متدین اور عمائد کی ایک کمیٹی بنائی جو مدرسے کے انتظام اور اس کی ترقی کے لئے مشورہ دے جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ مدرسے کے قائم اور برقرار رکھنے کے لئے کافی جائداد موقوفہ کا انتظام ہوگیا لیکن پہلے ممبران جب یکے بعد دیگرے مرگئے تو اس شخص نے جدید ممبر اور قائم کئے اور خود بھی مرگیا اب اس شخص کے مرنے کے بعد مدرسہ کی ترقی میں چند ممبران کی وجہ سے صورت زوال پیدا ہوگئی جس سے بانی مدرسہ کی اولاد نے یہ چاہا کہ یہ مدرسہ ہمارے باپ کا قائم کیا ہوا ہے لہٰذا ہم کو اس کی اعانت اور نگرانی کرنا چاہئے تاکہ کل کو یہ ایک مفید سلسلہ تعلیم دینیات کا ٹوٹ نہ جائے لیکن یہ موجودہ ممبران بانی مدرسہ کی اولاد کو نہ تو مدرسہ کی نگرانی کرنے دیتے

[1] عالمگیری جلد ۱ ص۵۱۵ مطبوعہ بیروت۔ [2] عالمگیری جلد ۱ ص۵۱۶ مطبوعہ بیروت

ہیں اور ان کو مدرسہ کی منتظمہ کمیٹی میں شامل کرنا چاہتے ہیں اس لئے کہ ان لوگوں نے مدرسہ کو اپنی ملکیت سمجھ رکھا ہے اور اس کی اولاد کا دخل ہوتا رہا ہے تو ایسی حالت میں اہل بانی مدرسہ کی اولاد کو حق تولیت اور حفاظت مدرسہ شرعاً حاصل ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ وقف کا متولی واقف کے بعد اس کا وصی ہوگا اور جب کہ اس نے کسی کو وصی نہ بنایا تو اس کی اولاد سے جو اس کا اہل ہو وہ یہاں تک کہ اگر وقت موت اس کے اولاد ہو صغر سنی مثلاً تولیت کے قابل نہ ہے تو قاضی کسی صالح کو تولیت اجنبی کو اس وقت تک کا وقف سپرد کرے گا جب تک واقف کی اولاد سے کوئی تولیت کا اہل ہو، ممبران کا یہ ظلم ہے کہ وہ تولیت تو تولیت مدرسہ کا رکن بھی اولاد واقف کو نہیں بنانا چاہتے۔ اسعاف فی احکام الاوقاف میں ہے۔ ان مات ولم یجعل ولایۃ الی احد جعل القاضی له قیما ولا یجعله من الاجانب ما دام یجد من اهل بیت الواقف من یصلح لذلک اما لانه اشفق او لان من قصد الواقف نسبة الوقف الیه وذلک فیما ذکرنا فان لم یجد فمن الاجانب من یصلح فان اقام اجنبیا ثم صار من ولده من یصلح صرفه الیه۔ اھ ہمارے بلاد میں قاضی کہاں یہاں ایسے امور میں کا علمائے اہل بلد کے سپرد ہیں جو اس شہر کا سنی عالم اعلم واتقیٰ ہو اس کے یہاں معاملہ رجوع کریں۔ اسے چاہئے کہ اولاد واقف سے جو صالح تولیت ہو اسے متولی وقف کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از انور ضلع بریلی مسئولہ یکم رجب المرجب سنہ [illegible]ھ

کیا کسی متولی کو یہ حق حاصل ہے کہ ہزاروں کی جائداد موقوفہ کے عوض دو تین سو روپے مقصد خیر کے واسطے لے کر شخص واحد کی ملکیت بنا دے۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ نہ متولی کو نہ خود واقف کو کسی کو یہ اختیار نہیں۔ فان الموقوف لا یباع ولا یوهب۔ نہ ہزاروں کی جائداد دو تین سو کے عوض کسی کو دی جا سکتی ہے نہ سیکڑوں کی جائداد ہزاروں لاکھوں کے عوض جس مقصد کے لئے واقف نے وقف کی ہے جائداد اسی کے لئے رہے گی مگر یہاں ایک صورت یہ ہے کہ واقف نے تبدیل کی شرط کر دی ہو اور اگر تبدیل کی شرط رکھی ہو تو برائے نفع واقعی اس جائداد کو فروخت کرکے دوسری خرید سکتا ہے اور اگر اپنے قائم مقام کے لئے بھی اس نے یہ شرط رکھی ہے تو اس کا قائم مقام بھی یہ کر سکتا ہے جو اسی مقصد کے لئے وقف ہوگی جو واقف نے مقرر کیا ہے یہ کسی کو بھی جائز نہیں کہ جائداد وقف کو کچھ روپے کے عوض بیچ ڈالے اور ان روپوں کو کسی کار خیر میں صرف

کردے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از بریلی محلہ گندہ نالہ مسئولہ جناب سوداگر محمد خلیل صاحب ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ

ایک شخص نے اپنی کچھ جائداد اللہ واسطے وقف کی اور اس وقف نامہ میں یہ لکھ دیا کہ اس کی آمدنی سے کچھ آمدنی مساکینوں کو دی جائے بقیہ آمدنی سے غرباء کے کپڑے و کھانے سے امداد کی جائے اگر آمدنی وقف کی بڑھ جائے تو غرباء کے کپڑے و کھانے میں ترقی کردی جائے اور کمی آمدنی ہونے پر اس میں کمی کردی جائے وہ شخص اپنی حیات میں اپنے انتظام سے اس کام کو انجام دیتا رہا بعد انتقال کے اس کی اولاد میں ایک اولاد برابر اسی طرح کام انجام دیتی رہی اس وقف شدہ جائداد کی آمدنی گزشتہ آمدنی سے اس وقت چارگنی زیادہ ہے اب اس کی اولاد میں سے ایک کی جائداد گزشتہ ایام سے ختم ہوگئی اور وہ بہت مقروض ہے پریشان حال ہے نہ کوئی سلسلہ آمدنی خورد و نوش کا بھی نہیں رکھتا ہے نہ بسبب ضعف کے کسی قابل ہے یہ وقف نامہ رجسٹری شدہ ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس وقف شدہ آمدنی سے یہ شخص روپیہ لے کر اپنی بی بی بچوں کی پرورش کرسکتا ہے یا نہیں یا اپنا قرض اس وقف شدہ جائداد کی آمدنی سے ادا کرسکتا ہے یا نہیں جس کا کہ اس کے اوپر بہت زیادہ بار ہے لہٰذا اس بارے میں جو شرعی احکام ہوں ان سے آگاہ فرمایا جائے فقط

الجواب۔ اگر وہ اولادِ واقف محتاج ہوگیا ہے تو وہ اس رقمِ وقف کا مصرف ہوسکتا ہے خصوصاً جب کہ یہ وقف بحالتِ صحت کیا اور ظاہر سوال سے یہی ہے کہ مضاف الی ما بعد الموت نہیں تو اس صورت میں اس کا مصرف جو غرباء و مساکین کو نقد دینے اور ان کے کھانے کپڑے میں صرف کرنے کے لئے تحریر ہے اس پر زیادہ بہتر ہے قدرِ حاجت اسے دی جائے جو بچے وہ حالت پر نقد و طعام و ثیاب کی صورت میں حسبِ تحریرِ وقف نامہ صرف کی جائے اس کا لحاظ رکھا جائے کہ وہ معدوم یک وقت نہ دیئے جائیں اس سے کم دیا جائے فتاوٰی خلاصہ میں ہے۔ فی [illegible] صدقة موقوفة علی الفقراء والمساکین فاحتاج بعض قرابته او احتاج الواقف فان احتاج الواقف لا یعطی له [illegible] منه الکل ولو احتاج ولده [illegible] فی الصحة ولم یکن مضافا الی ما بعد الموت [illegible] ولد الواقف [illegible] هلال رحمه الله [illegible] الکل لا یصرف فی

ـــہ فتاوٰی خلاصہ جلد ۴ ص [illegible]

کل الاحسان ابو محمد [illegible] واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۔ از شہر بریلی محلہ کنگرٹن مسئولہ جناب مولوی حکیم عزیز غوث صاحب ۱۸ جمادی الاولی ۱۳۳۹ھ

(۱) واقف کسی جائداد کو وقف علی الاولاد و علی النفس کرے اور خود ہی اس کا متولی ہے تو وقف صحیح ہوگا یا نہیں امام محمد کے نزدیک قبضہ متولی کی صحت وقف کے لئے جو شرط ہے اس کا عمل درآمد اس صورت میں کیونکر ہوگا امام ابویوسف کا قول اس مسئلہ میں کیا ہے اور حنفی مذہب والا اس مسئلہ میں امام ابویوسف کا قول لے سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) مسائل وقف میں حنفی علماء کی رائے کیا ہے آیا انھوں نے ان مسائل میں امام ابویوسف کے قول کو امام محمد اور امام ابوحنیفہ کے اقوال پر ترجیح دی ہے یا نہیں؟

(۳) جائداد غیر منقسم کا وقف قول امام ابویوسف کے مطابق جائز ہے اور صحیح اور قابل نفاذ ہے یا نہیں؟

(۴) جائداد غیر اگر شامل وقف ہو جائے تو مذہب امام ابویوسف کے رو سے وقف جائز ہے یا نہیں؟ مہربانی فرما کر بتلائیے کہ حنفی علماء بالخصوص حضرت امام اہلسنت بقیۃ السلف حجۃ الخلف مولٰنا و مقتدانا حضرت شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی تحقیقات جس کے ہم اہلسنت بریلی متبع ہیں کیا ہیں؟

الجواب ۔ (۱) وقف علی النفس صحیح اور واقف کا خود متولی ہونے کی شرط جائز و وقف صحیح ہوگا اور حسب شرط وہی متولی ہے کہ یہی مذہب امام ابویوسف ہے اور یہی معتمد و مرجح و مختار للفتوی ہے اور یہی ایک روایت میں امام محمد سے ہے۔ ان سے دوسری روایت وہ ہے جس میں اسی لئے کہ ان کے نزدیک تسلیم شرط ہے۔ عدم صحت ہے۔ اور اسے بھی بے [illegible] کہا گیا ہے مگر ترجیح وہی ہے امام محمد سے اس پہلی روایت ہی کی بنا پر امام فخر الدین زیلعی و صاحب درمختار علامہ علاؤ الدین حصکفی وغیرہما علماء نے اس وقف کو بالاجماع جائز و صحیح فرمایا قہستانی نے کہا اگر واقف خود اپنے آپ کو متولی کرے تولیت اپنی رکھے تو تسلیم شرط نہیں۔ اس سے ظاہر کہ وقف علی النفس و علی الاولاد ہو یا کوئی اور وقف واقف جس وقف کا بھی متولی خود ہوگا تولیت اپنی رکھے گا تو تسلیم شرط نہ ہوگی۔

قہستانی پھر ردالمحتار میں ہے۔ ان التسلیم لیس بشرط اذا جعل الواقف نفسہ قیما[1] تنویر الابصار مع

---

[1] ردالمحتار جلد ۳ صفحہ ۳۵۵ مطبوعہ مصر

المختار في اختيار التسليم قول محمد ثم جعل جعل الواقف نفسه متوليا مفرعا عنه بناء على قول ابي يوسف المفتى به فلا ينافي ما قدمنا تصحيحه والله تعالى اعلم۔

بلکہ خود علامہ شامی نے عقود الدریہ میں فرمایا التلفيق من اقوال اصحاب المذهب ليس تلفيقا باطلا امام محمد کی روایت عدم صحت کو بھی اگرچہ مفتی بہ کہا گیا ہے مگر امام ابو یوسف کا قول ہی مختار للفتوی ہے اول تو وہ امام ابو یوسف کا قول ہے اور علماء فرماتے ہیں قول محمد لا یفتی به ما وجد قول ابی یوسف الا ان یتم او یقوی وجهه کذا فی ش۔ قول امام محمد پر فتوی نہ ہوگا جب تک قول امام ابو یوسف ملے مگر اس صورت میں کہ قول امام محمد کو اصحاب تصحیح سے کسی نے صحیح کہا ہو یا اس کی دلیل قوی ہو یہاں جب دونوں پر فتوی ہوا تو پھر وہی ہوا کہ قول محمد لا یفتی به ما وجد قول ابی یوسف پھر قول امام ثانی ہی خصوصا اس صورت میں کہ وہی اصلح وارفق ہے تو وہی مختار ہوگا کہ شرع کو رفق و تیسیر پسند ہے در مختار میں ایک دوسری جگہ ایسے ہی اختلاف پر ترجیح کے موقع پر فرمایا اختلف الترجیح والاحسن بقول الثانی لموافقته لاصحاب المتون وفی الدرر وصححه الشرنبلالی۔ رد المحتار میں فرمایا واختلف الترجیح مع التصریح فی کل منهما بان الفتوی علیه وہی ظاہر الروایۃ ہے اسی پر متون مذہب ہیں اسی پر اکثر شارح ہیں وہی معتمد ہے رد المحتار سے اوپر گزرا وفی الهدایة اختار ای جواز جعل الواقف الولایة لنفسه ظاهر الروایة یوں ہی اسی سے اوپر مذکور ہوچکا عن ابی یوسف جوازه ای جواز جعل الواقف الغلة والولایة لنفسه وهو المعتمد۔ نہر سے گزرا وهو ظاهر المذهب صاحب در مختار نے فرمایا صح وعلیه الفتوی۔ اس پر علامہ شامی فرماتے ہیں[1] کذا قاله الصدر الشهید وهو مختار اصحاب المتون ورجحه فی الفتح واختاره مشائخ بلخ وفی المحیط عن الحاوی انما اختار الفتوی ترغیبا للناس فی الوقف وتکثیر الخیر۔ رد المحتار میں ہے[2] الواجب الرجوع الی ظاهر الروایة عند اختلاف الترجیح۔ اسی میں ہے۔ اذا اختلفت الفتوی فالعمل بما فی المتون اولی وان کان لفظ التصحیح فی الجانب الاخری اقوی۔ اسی میں ہے ما کان اوجه واحوط واعتمده المتأخرون وجب التعویل علیه وان کان الفتوی علی غیره۔ اسی علامہ شامی کی عبارت مسطورہ بالا میں گزرا ورجحه فی الفتح یعنی امام ابو یوسف کے قول کو امام ابن الہمام بالغ مرتبۂ اجتہاد محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں مرجح فرمایا یہ تو امام ابو یوسف کا قول ہے جس قول امام زفر کو امام ابن الہمام نے ترجیح دی علامہ شامی اس کی نسبت فرماتے ہیں یفتی به بقول زفر لان المحقق علی الاطلاق رجحه بحر الرائق میں فرمایا التصحیح

[1] رد المحتار جلد ۳ ص۴۲۲ مطبوعہ کوئٹہ [2] رد المحتار جلد اول ص۴۲

قد تختلف فالاحسن الافتاء بما علیہ الاکثر واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

(۲) مسائل وقف وقضا میں اکثر متفق بہ و مرجح قول امام ثانی ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اپنے فتاوٰی میں فرمایا علماء نے مسائل وقف وقضا کی نسبت بے شک فرمایا کہ وہاں غالباً قول ثانی پر فتوٰی ہے اس سے ہر دو امر کہ زیر قضا اس کے مراد نہیں لاکھوں مسائل معاملات میں بھی قول امام ہی پر فتوٰی ہے اگرچہ رائے امام ابو یوسف سے امام محمد بھی موافق ہوں بلکہ یہ امر خاص ان مسائل میں اکثری طور پر ہے جنہیں فقہاء کتاب القضاء و کتاب الوقف میں لکھتے ہیں اھ مختصراً۔ الاشباہ والنظائر میں ہے۔ ورجح ابو یوسف رحمہ اللّٰہ تعالٰی فی القضاء والوقف والفتوٰی علی قولہ فیما یتعلق بہما اھ۔ در منتقی پر شامی میں ہے۔ قول ابی یوسف

علمت ان حجیتہ فی الوقف والقضاء واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

(۳) وقف مشاع مطلق امام ابو یوسف رحمۃ اللّٰہ تعالٰی کے نزدیک جائز و نافذ ہے وقف غیر محتمل قسمت مشاع امام محمد کے نزدیک بھی جائز ہے محتمل قسمت میں انھیں خلاف ہے اب علماء متاخرین کا مختار و متفق یہی ہے کہ وقف مشاع مطلقاً جائز ہے۔ متقدمین مشائخ میں بعض قول امام ابو یوسف اختیار فرماتے ہیں بعض کا مختار قول امام محمد تھا وہ اسی پر فتوٰی دیتے تھے مشائخ خراسان و بلخ قول امام ثانی اختیار کرتے اور مشائخ بخارا قول امام محمد۔ عالمگیری میں سراجیہ و خزانۃ المفتین سے ہے۔ وقف المشاع المحتمل للقسمۃ لا یجوز عند محمد رحمہ اللّٰہ تعالٰی وبہ اخذ مشائخ بخارا وعلیہ الفتوٰی والمتأخرون افتوا بقول ابی یوسف رحمہ اللّٰہ تعالٰی انہ یجوز وھو المختار۔ کذا۔ مجمع الانہر میں ہے۔ وبعض مشائخ زماننا افتوا بقول ابی یوسف وبہ یفتی۔ شرح نقایہ برجندی میں ہے۔ فی الخزانۃ ان مشائخ بخارا افتوا

بقول محمد واختاروہ ومشائخ خراسان اخذوا بقول ابی یوسف والمتأخرون افتوا بقولہ وھو المختار۔

خلاصہ میں بھی ہے۔ وقف المشاع لا یجوز عند محمد وبہ یفتی وقول ابی یوسف اختیار مشائخ بلخ وقول محمد اختیار مشائخ بخارا اھ مختصراً۔ فتاوٰی بزازیہ میں ہے۔ الشیوع فیما لا یحتمل القسمۃ لا یمنع صحتہ بلا اختلاف وفیما یحتملہا الخلاف علی قول الثانی لا یمنع لان القسمۃ من تمام القبض واصل القبض عندہ لیس بشرط فکذا تتمتہ ومشائخ بلخ اخذوا بالقول الثانی رحمہ اللّٰہ وعلیہ الفتوٰی والقول محمد رحمہ اللّٰہ تعالٰی اھ مختصراً۔ فتاوٰی خانیہ میں امام فقیہ النفس قاضی خان رحمہ اللّٰہ تعالٰی فرماتے ہیں۔ ارض بین شریکین وقف احدھما نصیبہ مشاعاً جاز فی قول ابی یوسف وبہ اخذ مشائخ بلخ ولا یجوز فی قول محمد وبہ اخذ

[illegible]

مشایخنا وافتوا بہ حاشیۃ المولی عبد الحلیم الرومی علی الدرر ہے وقول محمد اقرب الی موافقۃ الآثار وقول ابی یوسف ترغیب الناس فی الوقف اقول وقد عرفت ان الترجیح لقول ابی یوسف واللہ تعالی اعلم۔

(۴) صحیح ہے اس کی بیع اور وقف ہوگی بلکہ غیر وقف نہ ہوگی بزازیہ[1] میں ہے۔ وقف سکنہ دارہ غیرہ یصح فی سکنہ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ۔ از کانپور انور گنج متصل مکان جناب احمد حسین صاحب مختار مرسلہ محمد معین الدین صاحب مالک مشرقی دواخانہ۔

زید نے ایک مسجد میں ایک مدرسہ بنام مدرسہ عربیہ قائم کیا کچھ عرصے بعد ایک عمارت کی ضرورت پیش آئی اس پر مدرسہ کے خیر خواہ بکر نے زید سے کہا کہ میں تمہارے مدرسہ کے لیے عمرو سے ایک عمارت اور ایک مسجد بنوا دوں گا کیونکہ وہ بہت مالدار آدمی ہے اور ہر سال ہزاروں روپیہ مختلف کاموں میں خرچ کرتا ہے اور ماسوا خدا کے کوئی اس کا والی وارث بھی نہیں لہذا میں عمرو سے تمہارے مدرسہ کے لیے تحریک کروں گا چنانچہ حسب وعدہ بکر نے عمرو سے مدرسہ کے لیے تحریک کی اور وہ اس پر آمادہ ہوگیا پھر بکر نے زید کو بلا کر کہا کہ مسجد میں رہنا تو ٹھیک نہیں ہے لہذا امپرومنٹ ٹرسٹ کی زمینوں میں سے کوئی موقع کی زمین پسند کرلو چنانچہ زید نے امپرومنٹ ٹرسٹ کی زمینوں کا معائنہ کرکے چھ بسوہ زمین مدرسہ کی عمارت کے لیے پسند کرلی اور جتنی زمین زید نے پسند کی تھی اس کی خریداری عمرو نے منظور کرلی پھر زید نے یہ کوشش کی کہ زمین رعایتی قیمت پر مل جائے اور اس کے لیے زید نے حکام تک رسائی حاصل کرنے میں بڑی دوا دوش کی اور متعدد معززین کی سفارشیں بہم پہنچائیں بعنوان مساعی مدرسہ کی رقم بھی صرف کی بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کی مساعی کو کامیاب کیا اور ساڑھے دس ہزار کی زمین ایک ثلث قیمت یعنی ساڑھے تین ہزار میں مل گئی۔

چنانچہ اس کا بیع نامہ اس طرح لکھا گیا کہ امپرومنٹ ٹرسٹ اس زمین کو رعایتی قیمت پر عمرو متولی مدرسہ عربیہ کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کرتا ہے کہ اس میں مدرسہ ہی قائم کیا جائے اور اگر یہ زمین کسی اور مصرف میں لائی گئی تو امپرومنٹ ٹرسٹ نے جو رعایت کی ہے وہ بقدر اس کے بقیہ قیمت زمین کی لینے کا حقدار ہوگا اور اس میں بمصلحت عمرو کو متولی لکھوایا گیا چنانچہ جب اس بیع نامہ کی رجسٹری ہو رہی تھی تو عمرو نے زید سے فیس رجسٹری وغیرہ کے لیے کچہری میں دس روپے بھی لیے جو مدرسہ کی تحویل سے

[1] بزازیہ مع ہندیہ جلد ۶ ص ۲۸۵ مطبوعہ بیروت

دے گئے اور اس کے بعد عمارت کا نقشہ بھی زید نے مدرسہ کی تحویل سے بنوایا اور دوران تعمیر میں عمرو کے مشورہ سے معماروں کی نگرانی بھی کرتا رہا اور تعمیر کے بعد پھاٹک میں لوہے کی پٹی وغیرہ بھی زید نے مدرسہ کی تحویل سے ڈلوائی اور جب یہ عمارت مکمل ہو گئی صرف کمروں میں دروازہ لگنا باقی رہ گئے تو زید نے عمرو کی اجازت سے اس میں مدرسہ کے فارغ التحصیل طلبہ کی دستار بندی کا جلسہ بھی کیا جس کا اشتہار چھپوا کر شائع کیا گیا اور اس میں یہ مضمون چھاپا گیا کہ فلاں محلہ کے مدرسہ عربیہ کے طلبہ فارغ التحصیل کی دستار بندی کا جلسہ مدرسہ ہٰذا کی جدید عمارت میں ہونا قرار پایا ہے جو عمرو نے مدرسہ مذکورہ کے لئے تعمیر کرائی ہے۔

اس اشتہار کا مسودہ اور مطبوعہ اشتہار بھی عمرو کی نظر سے گذرا مگر اس نے اس مضمون کی تردید نہیں کی البتہ اتنا ضرور کہا کہ میں نے یہ کام اپنے نام کے لئے نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے واسطے کیا ہے اس لئے اس لئے اس میں میری تعریف نہ کرو چنانچہ مسودہ میں سے اس کی تعریف کا مضمون نکال کر بقیہ چھپوایا گیا اس کے بعد عمرو علیل ہوا اور اس پر دیوانی میں ایک نالش دائر ہو گئی جس سے متاثر ہو کر اس نے بکر سے کہا کہ زید سے کہئے کہ مدرسہ جدید کی عمارت میں تعلیم شروع کر دے چنانچہ زید مدرسہ میں منتقل ہو گیا سامان لے جانے اور بوریہ وغیرہ لے جانے میں مدرسہ کا روپیہ بھی خرچ کیا چنانچہ اس کے تین ہی چار روز کے بعد عمرو نے خالد کو درمیان ڈال کر زید سے بذریعہ بکر یہ کہلوایا کہ زید مدرسہ خالی کر دے اس پر زید نے تامل کیا مگر جب بکر نے اصرار کیا تو زید نے مدرسہ خالی کر دیا اور انھیں واقعات کو عرضی دعویٰ میں لکھ کر عمرو کے خلاف نالش کر دی لیکن کورٹ فیس کے لئے مدرسہ میں رقم نہیں تھی اس لئے زید نے مفلسی میں نالش کی تھی بہرحال نالش دائر ہے اس کے بعد خالد نے کافی دوڑ دھوپ کے بعد عمرو سے اس عمارت کو وقف تعمیر شدہ کرایا جس کی رجسٹری ہو گئی اور بکر کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ زید سے یہ کہے کہ زید دو ہزار روپیہ بشرائط خاص لے کر اپنے مقدمہ کو خارج کرا دے مگر زید نے یہ سوچ کر کہ اگر یہ عمارت مدرسہ عربیہ کی ہو چکی تب اسے کیا حق ہے کہ وہ اپنے جیب ناش کے ساتھ جو خیانت کی حد تک پہونچتا ہے صلح کرے اور اگر یہ مدرسہ کی نہیں ہوئی تو محض نالش کے جبر واکراہ سے یہ رقم محض رشوت ہوئی اس لئے زید نے اس صلح اور مصالحت سے قطعاً انکار کر دیا۔

زید نے اسی زمین کے متصل اتنی ہی زمین امپرومنٹ ٹرسٹ سے اور بھی لی تھی جس کی قیمت میں زید تقریباً تیرہ سو روپے ادا کر چکا تھا اور دو ہزار سے کچھ زائد باقی رہ گیا ہے لہٰذا زید کے سامنے یہ صورت

پیش کی گئی کہ یہ بقیہ قیمت ادا کرے گا مگر شرط یہ ہوگی کہ متولی کوئی اور شخص بنایا جائے گا اور زیادہ سے زیادہ دوسرے متولی کے ساتھ اسے بھی متولی کر دیا جائے گا جس کا حاصل یہ تھا کہ جو تعمیر مدرسہ کے لئے ہوئی جس میں زید نے اپنی جانی و مالی بے دریغ قربانیاں پیش کیں نہ صرف اسی سے اس کو محروم کیا جائے گا بلکہ اس کے مطالبہ کی پاداش میں جو زمین اس نے بلا شرکت غیرے حاصل کی ہے وہ بھی اس سے چھین لی جائے گی چونکہ اس میں صریح ظلم، ذلت اور چالاکی تھی اس لئے زید نے اسے قبول نہیں کیا اب اس کے بعد زید کو مجبور کرنے کے لئے اسی جماعت نے امپروومنٹ ٹرسٹ سے زید کو ایک بہت ہی قلیل میعاد کا نوٹس دلوایا کہ جس زمین کا اس نے بیع نامہ صحیح کیا ہے اس مدت کے اندر اندر اس کی قیمت بھی داخل کرے ورنہ معاملہ منسوخ کر دیا جائے گا مگر زید ایسے بدتر حالات پر ہے کہ جنبش کرنے کی بھی طاقت نہیں یا تو وہ ایسی با اثر اور جرار جماعت کے مقابلہ میں بھلا کیا داد و دہش کر سکے گا اس لئے صبر کرتا ہے اور جس کی امانت ہے اس کے سپرد کرتا ہے۔

(۱) اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا صورت بالا میں یہ زمین اور تعمیر جس میں عمرو کی رقم کثیر اور تحویل مدرسہ رقم قلیل صرف ہوئی یہ مدرسہ حبیبیہ کے حق میں وقف ہوگی یا نہیں؟

(۲) یہ وقف نامہ جو تحریر زمانہ کے حق میں لکھا گیا یہ شرعاً صحیح ہے یا باطل؟

(۳) یہ صلح جو پیش کی گئی آیا اس کے قبول کرنے کا بحیثیت متولی و مہتمم مدرسہ زید کو حق ہے یا نہیں؟

(۴) یہ جماعت جس نے مدرسہ حبیبیہ کی مخالفت میں سرگرم کوشش کی یہ ظالم ہیں یا عادل؟

(۵) اور یہ عمارت مدرسہ حبیبیہ کی ہو گئی تو آیا اس کی تولیت یا ملکیت کا حق عمرو کو تھا یا مدرسہ کی مخالفت کی وجہ سے اس کا یہ حق بھی جاتا رہا۔ بینوا توجروا۔

نقل جواب تھانہ بھون مرسلہ مولوی مختار بہاری مصدقہ مولوی اشرف علی تھانوی۔

الجواب: یہ عمارت و زمین جس کا سوال میں ذکر ہے مدرسہ حبیبیہ کے لئے خریدی گئی ہے بیع نامہ میں اس کی تصریح موجود ہے پھر عمرو نے اس میں مدرسہ کا سامان اور طلبہ کو رکھنے کی اجازت دی اور اس میں تعلیم کا سلسلہ بھی جاری ہو گیا اور اشتہار عام کے ساتھ اس زمین اور عمارت کو مدرسہ حبیبیہ کی جدید عمارت کے نام سے موسوم کیا گیا اس میں مدرسہ کا جلسہ بھی کیا گیا تو اب اس میں شک نہیں کہ یہ عمارت مدرسہ حبیبیہ کی عمارت ہے اور مدرسہ کو ہمیشہ کے لئے وقف ہو چکی۔ قال فی الفتاوی العالمگیریۃ [illegible]

لہ عالمگیری جلد ۲ ص ۳۶۲ [illegible] مطبوعہ بیروت

خانا یسکنه بنو السبیل أو رباطا او جعل ارضه مقبرة لم یزل ملکه عن ذلك حتی یحکم به الحاکم عند ابی حنیفة وعند ابی یوسف یزول ملکه بالقول کما هو اصله وعند محمد اذا استقی الناس من السقایة وسکنوا الخان والرباط ودفنوا فی المقبرة زال الملك ویکتفی بالواحد لتعذر فعل الجنس کله اھ (ملتقطا)[1] وفیه ایضا ذکر فی المبسوط ان الفتوی علی قولهما فی هذه المسائل وعلیه اجماع الامة کذا فی المضمرات اھ قلت ولابد من الافتاء به فی دیار لایوجد فیها قضاة الاسلام فان المراد بالحاکم هو القاضی المسلم فی کلام الفقهاء وصرح به فی رسم المفتی۔

(۲) جب یہ زمین و عمارت مدرسہ عربیہ کے لئے وقف ہوچکی ہے تو اب یتیم خانہ کے لئے اس کا وقف بالکل باطل ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس عمارت و زمین کو مدرسہ ہی کے واسطے بحال و باقی رکھیں جو شخص وقف بدلنے کی کوشش کرے گا گنہگار ہوگا۔ قال فی العالمگیریة لایجوز تغییر الوقف عن هیأته فلا یجعل الدار بستانا ولا الخان حماما ولا الرباط دکانا الا اذا جعل الواقف الی الناظر مایری فیه مصلحة الوقف کذا فی السراج الوهاج اھ[2] قلت ولم یقید الواقف ولا المتولی وقف هذه العمارة والارض علی شیئ من مثل ذلك بل عینها لمدرسة بعینها کما هو ظاهر وقال فی العالمگیریة ولو کان الوقف مرسلا لم یذکر فیه شرط الاستبدال لم یکن له ان یبیعها ویستبدل بها اھ[3]

(۳) یہ صلح ہرگز جائز نہیں۔ قال النبی صلی الله تعالی علیه وسلم المسلمون علی شروطهم الا شرطا حرم حلالا او احل حراما رواه الترمذی وقال هذا حدیث حسن صحیح[4] پس ہم کو یہ صلح ہرگز قبول نہ کرنا چاہئے۔

(۴) یہ جماعت سراسر ناحق پر ہے اور عدل و انصاف عقل و شرع کے خلاف عمل کررہی ہے اس لئے یقیناً ظالم ہے۔

(۵) یہ عمارت اور زمین مدرسہ عربیہ کے لئے وقف ہوچکی ہے اگر متولی اس کو دوسرے مصرف میں منتقل کرنا چاہتا ہے تو وہ خیانت کی وجہ سے تولیت سے معزول ہوجائے گا حکومت وقت کا فرض ہے کہ اس کو تولیت سے الگ کردے صرح به فی شروط الناظر والمتولی وهو معروف والله تعالٰی اعلم وعلمه اتم واحکم

کتبہ الاحقر محمد احمد بنارسی۔

الجواب: مدرسہ کی بنا کی نیت سے کوئی زمین خریدنا اس پر کوئی تعمیر کرنا اس زمین کو وقف نہیں کردیتا ہے یوں ہی بیع نامہ میں بائع کا یہ شرط کردینا کہ امپرومنٹ ٹرسٹ اس زمین کو دوامی قیمت عمرو متولی

[1] عالمگیریہ جلد ۲ ص ۳۵۲ و ۳۵۳ مطبوعہ بیروت [2] عالمگیریہ جلد ۲ ص ۴۹۰ مطبوعہ بیروت [3] عالمگیریہ جلد ۲ ص ۴۰۰ مطبوعہ بیروت

مدرسہ کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کرتا ہے کہ اس میں مدرسہ ہی قائم کیا جائے اور اگر یہ زمین کسی اور مصرف
میں لائی گئی تو ایمپرومنٹ ٹرسٹ نے جو رعایت کی ہے وہ بقدر اس کے بقیہ قیمت بھی لینے کا استحقاق ہوگا اس سے
وقف نہیں بنتا کیونکہ ظاہر ہے کہ بائع کی اس شرط کو وقف سے کوئی علاقہ نہیں کہ وہ وقف کرے گا تو مشتری
کرے گا وہ اس شرط کی بنا پر مشتری کو وقف کرنا لازم اور ضروری ہے تو جب تک وہ وقف نہ کرتا وقف کیسے ہوتا
بلکہ اس شرط باطل نے تو بیع ہی کو فاسد کردیا اور ایک قول پر یہ زمین مشتری کے ہاتھ امانت ٹھہری جس میں وہ
تصرف سے ممنوع ہے مگر متولی بھی نہیں جیسا خود سوال میں مذکور ہے کہ اسے صرف متولی لکھوا لیا گیا تو وہ
اپنے روپے سے جو زمین خریدی ہے اگرچہ بہ نیت تعمیر مکان برائے مدرسہ تو محض اس سے وقف ہوگیا کیسے ہو
سکتا ہے وقف تو وقف ہے بلا تعلق وقف بھی نہیں کیا جاسکتا محض نیت سے نہ وقف ہوتا ہے نہ ہبہ
اگر کوئی یہ خیال کرے کہ روپے زمین کی خریداری کے لئے جو دیا وہ مدرسہ کا ہوگیا لہٰذا اس روپے سے جو
زمین خریدی گئی وہ مدرسہ کی ہوگئی تو یہ بھی صحیح نہیں اول تو روپیہ زمین کی خریداری کے لئے کسی طرح ثابت
ہو کہ مدرسہ کا ہی رکن یا محسن ہو جو مدرسہ کو بخش دینا ضروری نہیں بلکہ ظاہر یہی ہے کہ ہرگز وہ روپیہ بہ نیت ہبہ
مدرسہ کو نہیں دیا گیا کہ زمین خرید کر مکان بنا کر مدرسہ کو دینے کی نیت سے دیا تھا بلکہ وہ روپیہ اب تک خود عمرو
یعنی عبداللطیف کو ہے پس زمین کہ اس نے وہ روپیہ مدرسہ کو ہبہ کیا اور نیت ہبہ نے جو دئے میں اسی کا قول
معتبر ہے تو محض زید کی ہے کہ خود اس کا روپیہ کو مدرسہ کا محض اس نے ٹھہرا لیا ہے کہ اس نے زمین
خریدنے کے لئے مدرسہ کے کسی رکن یا محسن کو دے دیا چاہے مدرسہ کو روپیہ دینے کی نیت بھی اس کی تھی۔
اور اگر یہ زمین غلطیاں بھی مان لیا جائے کہ بائع نے بیع تو عمرو یعنی عبداللطیف کے ہاتھ کی روپیہ مدرسہ کا دیا
گیا جب بھی ملک وہی ہوا مدرسہ کی نہیں ہوسکتا بلکہ اگر خود مدرسہ کے روپے سے خریدتا اور متولی بھی
ہوتا جب بھی تملیک مدرسہ اس وقت ٹھہرایا جب عمرو یعنی عبداللطیف مدرسہ کے لئے
خریدتا بتاتا اگر وہ اپنے لئے مدرسہ سے خریدتا ہے تو ملک بیع کا اور مدرسہ کا ضامن ہوتا بلکہ اگر کسی زمین
وقف پر عمرو یعنی عبداللطیف کوئی تعمیر کرلیتا تو بھی بہر حال وقف کی نہیں ٹھہرتی اگر عمرو یعنی عبداللطیف اس
زمین وقف کا متولی ہوتا اور مال وقف سے بناتا یا اپنے مال سے مگر وقف کے لئے ان دونوں صورتوں
میں وہ عمارت وقف کی ٹھہرتی اور اگر اپنے مال سے اپنے لئے بناتا اور اس کا اظہار کر دیتا تو اسی کی ہوتی
وقف کی نہ ہوتی یا وقف میں بناتا اور کوئی نہ اس نیت نہ ہوتی تو بھی وقف کی ٹھہرتی اور اگر عمرو یعنی عبداللطیف

اجنبی ہوتا وقف کا متولی نہ ہوتا تو صرف اس صورت میں کہ وقف کے لئے بنا ہوتا وقف کی ہوتی جب اذن
متولی بنانا پائی جاوے صورت میں اس کی تقرر ہوئی تو عمرو یعنی عبد اللطیف جب کہ متولی نہیں تو اگر اس زمین کو بغرض
تعلیم صرف ان مدرسہ کی بنا پر وقف علی المدرسہ ایک مدرسہ بعد کی تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس کی عمارت کو وقف کہیں
نہیں کہا جا سکتا نہ اس تعمیر کو کیونکہ مسجد ٹھہرایا جا سکتا ہے جیسا کہ عورت رجسٹری سے ہو شرط لگایا جاتا ہے تو صرف اتنا ثابت ہوتا
کہ اس نے مدرسہ کا ذکر کیا ہو یا اس کی بابت اگر یہ ثابت بھی ہو تو نہ وقف کہا جاتا ہے نہ یہ جائداد کو متعلق وقف کر
سکتی ہے اور یہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ جس طرح عمرو یعنی عبد اللطیف کو بصفت متولی لکھوا دیا اسی طرح محض اس
مصلحت سے کہ دس ہزار کی زمین ساڑھے تین ہزار روپوں سے کے عمرو یعنی عبد اللطیف نے کسی کا ذریعہ مثلاً مدرسے
کا نام لگا دیا واقع میں مدرسہ کو دینے کی نیت ہی نہ تھی اور یہی ہو سکتا ہے عبد اللطیف کی بعد کی کارروائی سے ظاہر
اگر گواہان رجسٹری کے بیان سے یہ سب باتیں ثابت بھی ہوں کہ عمرو یعنی عبد اللطیف نے وقت رجسٹری
زید یعنی مولوی عثمان سے دس روپیہ تحویل مدرسہ کے لئے اس کی عمارت کا تقرر تحویل مدرسہ سے ہوا یا مدرسہ
کی نگرانی کا کام زید یعنی مولوی عثمان سے لیا جاتا ہے کہ مدرسہ کی تحویل سے طالب علموں کو
سب سے بہت سے بہت یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ مدرسہ کو دینے کی نیت تھی جلسہ مدرسہ کی اجازت دینا
اگر ثابت ہو بھی گیا کہ یہاں مدرسہ کا وہ بورڈ جس میں انھوں نے یہ لکھا کہ فلاں مدرسہ کا جلسہ اس مدرسہ کے بعد
مکان میں ہوگا اگر ثابت بھی ہو جائے کہ عمرو یعنی عبد اللطیف نے دیکھا اور خاموش رہا یوں ہی اگر ثابت ہو کہ اس
مکان کے دو کمرے والے طلبہ کو رہنے کے لئے اجازت دے دی تو ان امور میں سے کوئی امر بھی نہ تو وقف
کا ہو سکتا ہے نہ اس جائداد کو متعلق مدرسہ کر دیا جاتا ہے بلکہ اگر یہ ثابت ہو کہ عمرو یعنی عبد اللطیف نے لوگوں
سے یہ کہا کہ اس میں تعلیم شروع کراؤ جب بھی اس سے نہ وقف ثابت ہوگا نہ وہ مکان جائداد مدرسہ ٹھہرایا
جائے گا جہاں ہے پاس اس معاملے سے متعلق ایک دوسرا سوال بھی کا نتیجہ ہے آیا ہے جن کے ساتھ بیان زید
یعنی مولوی عثمان اور بیان عمرو یعنی عبد اللطیف اور بیان بکر یعنی حاجی ولداد خان سب میں عمرو یعنی عبد اللطیف
کے بیان میں ان تمام امور سے انکار کیا گیا ہے جو اس سوال میں مذکور ہیں بلکہ بکر یعنی حاجی ولداد خان جس
کے بیان سے ظاہر ہے کہ وہ مدرسہ کا حامی ہے عمرو یعنی عبد اللطیف کے بعض بیان کی تائید ہوتی ہے

نقل بیان عمرو یعنی عبد اللطیف

بکر یعنی حاجی ولداد خان کے بیان کے وہ فقرے جو عمرو یعنی عبد اللطیف کی تائید کرتے ہیں۔

(۱) عمرو یعنی عبد اللطیف نے کچھ روپیہ بطور بیعانہ کے دیا اور زید نے وہاں جا کر جمع کیا اور بقایا جب رجسٹری کا وقت آیا تو عمرو یعنی عبد اللطیف نے روپیہ میری معرفت دیا۔

(۲) مجھے علم ہے کہ عمارت میں مفتی حسن صاحب کا وعظ ہوا مجھے یاد نہیں کہ میں شریک ہوا یا نہیں اس تحریر سے یوں تائید ہوتی ہے کہ مدرسہ کے فارغ التحصیل طلبہ کے دستار بندی کا جلسہ اگر ہوتا تو بکر یعنی حاجی دلدار خان وہی بیان کرتا محض کسی کے وعظ کا ذکر نہ کرتا اور وہ بھی ایسا کہ اپنے شریک ہونے نہ ہونے کے متعلق یاد نہ ہونا کہہ دیا۔

(۳) عمرو یعنی عبد اللطیف نے مجھ سے کہا کہ اگر کچھ لڑکے وہاں آ کر ان شاء اللہ پڑھیں تو مجھے کچھ فائدہ ہوگا میں نے زید یعنی عثمان کو بلا کر کہا کہ لڑکوں کو وہاں بھیج دو عمرو یعنی عبد اللطیف نے چابی دینے میں کچھ ٹال مٹول کی تو میں نے زید یعنی مولوی عثمان سے کہا کہ تم تالا کھول کر داخل ہو جاؤ زید یعنی مولوی عثمان مع کچھ طلبہ داخل ہو گئے اس کے چار دن بعد عمرو یعنی عبد اللطیف نے مجھے خالد یعنی ڈاکٹر عبد الصمد کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ زید یعنی مولوی عثمان تالا توڑ کر داخل ہو گئے ہیں اس نے مدرسہ خالی کرا دیجئے اور میں نے زید یعنی مولوی عثمان کو جا کر کہہ دیا اور مدرسہ خالی ہو گیا اور مدرسہ بند کر کے چابی عمرو یعنی عبد اللطیف کے پاس بھیج دی گئی۔

(۴) زید یعنی مولوی عثمان کی زمین کی بابت کوئی تحریک کسی نے نہیں کی میں اس کا ممبر ہوں اور جانتا ہوں جو نوٹس ان کے پاس آیا وہ ضابطہ کا تھا اور یہی وہاں کا قاعدہ ہے بکر یعنی حاجی دلدار خان کے اس بیان سے واضح ہوا کہ روپیہ بطور بیعانہ دیا گیا تھا اور باقی وقت رجسٹری روپیہ مدرسہ کو نہیں دیا گیا بائع عمرو یعنی عبد اللطیف کے ہاتھ نہیں بیچتا ہے اور عمرو یعنی عبد اللطیف خریدتا ہے۔ وہ بجائے اس کے اپنے سرے بیع کا بار اتارے روپیہ مدرسہ کو ہبہ کر دیتا ہے شاید ہی کوئی ایسا احمق ہو جو اس بات کو تسلیم کرے صرف اس لئے کہ جس شخص کے ہاتھ اس نے زر ثمن بھیجا وہ اس کا معتمد اور مدرسہ کا بھی حامی تھا اور بیعانہ جو زید یعنی مولوی عثمان کے ہاتھ جو مدرسہ کا مہتمم کہا جاتا ہے بھیجا اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا۔ حکم شریعت ایسے افسانوں سے نہیں ثابت ہوتا۔

نیز بکر یعنی حاجی دلدار خان نے اپنے بیان میں جو ایک وعظ کا ذکر کیا جلسہ دستار بندی کا ذکر نہ کیا اس سے واضح ہوا کہ عمرو یعنی عبد اللطیف کا یہ بیان کہ فارغ التحصیل لڑکوں کا جلسہ بالکل غلط ہے۔ بالکل صحیح ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو بکر یعنی حاجی دلدار خان ایک وعظ کا ہونا بیان نہ کرتا جس کے متعلق اتنا بھی نہیں کہ

مدرسہ والوں نے کھلوایا تھا نیز فقرہ ۲ سے واضح ہے کہ عمرو یعنی عبداللطیف نے چابی نہیں دی اور زید یعنی مولوی عثمان تالا توڑ کر داخل ہوا۔ بکر یعنی حاجی ولدار خاں نے خود بھی یہ کہا کہ عمرو یعنی عبداللطیف نے چابی دینے میں ٹال مٹول کی تو میں نے کہا کہ تالا کھول کر داخل ہو جاؤ تو زید یعنی مولوی عثمان مع کچھ طلبہ داخل ہو گئے اور خود بکر اخیر میں کہتا ہے کہ چابی عمرو یعنی عبداللطیف کے پاس بھیج دی گئی جو چابی عمرو یعنی عبداللطیف سے حاصل نہیں کی گئی تھی تو اس کے پاس کیوں واپس کی گئی اور بکر یعنی حاجی ولدار خاں عمرو یعنی عبداللطیف کے اس فقرہ کا بھی انکار نہیں کرتا کہ زید یعنی مولوی عثمان تالا توڑ کر داخل ہوا فقرہ ۴ از اول تا آخر سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ عمرو یعنی عبداللطیف نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ وہاں تعلیم شروع کر دی جائے اگر وہ ایسا کہتا تو چابی دینے سے انکار نہیں کرتا اور تالا توڑ کر داخل ہونا نہ پڑتا ہمارے ائمہ ثلٰثہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے کسی ایک کے قول پر بھی وقف کا حکم نہیں ہو سکتا اور اس مکان کا مدرسہ کا ملک ہو جانا کسی کے نزدیک ثابت نہیں ہو سکتا جب عمرو یعنی عبداللطیف نے اب اپنی اس زمین پر مکان تعمیر کرا کر یتیم خانہ کے لئے وقف کر دیا تو یہ وقف صحیح ہو گیا جبکہ صحیح طور پر کیا ہو۔

عباراتِ کتبِ معتبرہ معتمدہ فقہیہ

عالمگیری میں ہے: حتی بنی سقایة للمسلمین او خانا یسکنه بنو السبیل او رباطا او جعل ارضه مقبرة لم یزل ملکه عنه حتی یحکم به الحاکم عند ابی حنیفة رحمه الله تعالٰی۔¹ اسی میں ہے۔ وعند ابی یوسف رحمه الله تعالٰی یزول ملکه بالقول کما هو اصله وعند محمد رحمه الله تعالٰی اذا استقی الناس من السقایة وسکنوا الخان والرباط ودفنوا فی المقبرة زال الملک ویکتفی بالواحد لتعذر فعل الجنس کله۔² اسی میں ہے۔ واما زوال ملک الواقف عن الوقف عند ابی حنیفة رحمه الله تعالٰی بالقضاء واذا کان الملک یزول عندهما یزول بالقول عند ابی یوسف رحمه الله تعالٰی وهو قول الائمة الثلاثة وهو قول اکثر اهل العلم وعلی هذا مشایخ بلخ وفی المنیة وعلیه الفتوی کذا فی فتح القدیر وعلیه الفتوی کذا فی السراج الوهاج، وقال محمد رحمه الله تعالٰی لا یزول حتی یجعل للوقف ولیا ویسلمه الیه وعلیه الفتوی کذا فی السراجیة، وبقول محمد رحمه الله تعالٰی یفتی کذا فی الخلاصة۔³ ملتقی الابحر اور اس کی شرح مجمع الانہر میں ہے: (لا یلزم ولا یزول ملکه الا ان یحکم به حاکم وعندهما یزول ملکه بمجرد القول) ای یلزم ویزول ملکه بمجرد قوله وقفت داری هذه مثلا ولا یحتاج الی القضاء ولا الی التسلیم عند ابی یوسف رحمه الله تعالٰی (وعند محمد لا) یلزم ولا یزول

¹ ² ³ عالمگیری جلد ۲ ص ۳۵۰ و ۳۵۱ مطبوعہ بیروت ۴ مجمع الانہر جلد ۱ ص ۷۳۱ مطبوعہ بیروت

سواء کان قصد ایصال النفع بعد ثبوتہ کالبیع ولثبات بعدہ اولا الخ عالمگیری میں ہے: لو باع دارا علی ان یتخذہا[1]
مسجدا للمسلمین فسد البیع...... وکذا لو باع بشرط ان یجعلہا سقایۃ او مقبرۃ للمسلمین فسد البیع[2] اسی میں
ہے: لو اشتری رجل دارا شراء فاسدا وقبضہا ووقفہا علی الفقراء والمساکین جاز وتصیر وقفا وعلیہ قیمتہا للبائع کذا فی فتاوی قاضی خان الخ۔

(۱) عبارت مذکورہ بالا سے روشن کہ وہ زمین اور تعمیر مدرسہ کے حق میں ہرگز وقف نہیں نہ مدرسہ کو ہبہ ہو کر اس کی ملک ٹھہری۔

(۲) یتیم خانہ کے حق میں وقف کرنا صحیح ہے۔

(۳) زید یعنی مولوی عثمان اور اس کے حامیان کو ہرگز جائز نہیں کہ وہ خواہ مخواہ زبردستی مدرسہ کے لئے ایک غیر موقوف شیئ کو موقوف بتائیں اور طرح طرح کے مکائد سے اسے وقف ٹھہرائیں یا ملک وقف بتائیں اور حق اللہ اور حق العبد میں اپنی گردن پھنسائیں ان پر فرض ہے کہ اپنے جھوٹے باطل دعوے سے باز آئیں عمرو یعنی عبداللطیف مجبور ہو کر روپیہ دے کر صلح کرتا اور اپنی جائداد بچاتا اور کچہری کی کشاکش سے اپنی جان چھڑانا چاہتا ہے زید یعنی مولوی عثمان اور اس کے حامیان کہ پر لازم کہ صلح کرلیں اس صلح میں بھی یہی ہے کہ وہ دعوی واپس لیں اور ایسا روپیہ جو مجبور ہو کر دیا جاتا ہے لینے سے بچیں۔

(۴) وہ جماعت جس نے وقف کی حمایت کی اور مدرسہ والوں کے جھوٹے دعوے کی مخالفت کی راہ حق وثواب پر ہے اور وہ جماعت جس نے طرح طرح مکائد سے غیر وقف کو وقف ٹھہرا کر زبردستی چھیننا چاہا ظالم جابر ہے۔

(۵) یہ عمارت نہ مدرسہ کے لئے وقف ہوئی نہ مدرسہ کی ملک ہوئی اور تولیت عمرو یعنی عبداللطیف کا سوال محض فضول ہے عمرو یعنی عبداللطیف مالک ہے تولیت کیا معنی۔ واللہ تعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ: ایک شخص نے اپنی دو دکانات وقف علی الاولاد کرکے اپنے بیٹے کو متولی کیا منجملہ دو دکانات وقف شدہ کے ایک دوکان پندرہ روپے ماہوار کرایہ پر اٹھی ہوئی ہے اب متولی اس دوکان کو جو پندرہ روپے ماہوار کرایہ پر اٹھی ہوئی ہے ایک مسلمان کو سات روپے ماہوار پر سات برس کے ٹھیکہ میں دیتا ہے ٹھیکیدار کرایہ والے ۱۵ روپے ماہوار کرایہ وصول کرے گا اس طرح ٹھیکیدار کو ۸ روپے ماہوار زیادہ ملیں گے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح جو ٹھیکہ لیا جاتا ہے وہ شرعاً جائز ہے یا نہیں ٹھیکیدار جو ۱۵ کرایہ لے

[1] عالمگیری جلد ۳ ص ۱۲۵ بیروت
[2] عالمگیری جلد ۲ ص ۳۵۲ مطبوعہ بیروت

وصول کرے گا جس میں اس کو شعر ہا ہوا زیادہ ملیں گے تو یہ رقم جو ٹھیکیدار کرایہ دار سے وصول کرے گا کیا شرعاً سود ہوگی متولی ٹھیکیدار سے سات برس کا زر پیشگی لیتا ہے جو سات برس میں سات روپیہ ماہوار کے حساب سے ادا ہو جائے گا اگر متولی ٹھیکہ نہ دے تو کرایہ دار سے ۸ روپے وصول ہوں گے مگر ماہ بماہ ہوں گے یکمشت نہیں۔

الجواب۔ یہ ناجائز و گناہ ہے نہ اسے دینا جائز نہ اسے لینا حلال۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از خان بہادر نواب حاجی غلام محمد خاں صاحب حافظی متولی وقف مدرسہ اسلامیہ سعیدیہ واودون حافظ منزل نجیب آباد وجناب نواب مولوی ظہیر احمد صاحب متولی و مہتمم مدرسہ اسلامیہ نہٹور ضلع بجنور۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اوقاف اور جائداد موقوفہ میں کسی مسلم یا غیر مسلم حکومت کا مندرجہ ذیل قوانین وضع کرنا جائز ہیں یا نہیں

(۱) ایسا قانون جو بقا اور استحکام وقف کے خلاف ہو۔

(۲) ایسا قانون جس سے مزارعین کو حقیقت انتقال آراضی حاصل ہو۔

(۳) ایسا قانون جس سے آمدنی پر ایسا اثر واقع ہو جس سے مدات مقرر کردہ واقف میں خلل واقع ہو۔

(۴) مصارف مصرحہ واقف کے خلاف کسی مصرف کا اضافہ کرنا (جیسا کہ فیس ایڈٹ یا صرف فیصدی کی رقم کا کلکٹر اوقاف کو دیا جانا وقف بل کے ذریعہ سے پاس کیا گیا ہے)

(۵) بوقت ضرورت حکومت غیر مسلم کا آمدنی جائداد موقوفہ میں سے قرض لینا۔

الجواب۔ یہ قوانین ظلم مبین صریح جور صحیح جنف قبیح تحریف ظلمات فی الدین ہیں ان کا واضع مستحق عذاب مہین ہے حکومت مسلم ہو یا غیر مسلم کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا ظلم کبھی کسی کے نزدیک جائز نہیں ہوسکتا ایسے قوانین بنانے والے انہیں جاری کرنے والا ان پر راضی ہونے والا انہیں بخوشی مان لینے والا سخت اشد ظالم جفاکار گنہگار ٹھہرے گا ان اشد ناجائز قوانین کے خلاف جو جس طرح آواز اٹھا سکتا ہو فرض ہے کہ پوری قوت سے اس کے خلاف آواز اٹھائے بعض قوانین ان میں وہ ہیں جن سے وقف وقف ہی نہیں رہتا اور بعض وہ جن سے املاک موقوفہ کو شدید صدمہ پہنچتا صریح نقصان ہوتا ہے بعض وہ ہیں جن کا آمدنی اوقاف پر بدترین اثر پڑتا ہے غرض یہ قوانین اوقاف پر نہایت ظلم مبین ہے۔ کسی کا ظلم بخوشی گوارا کرنا اس کے خلاف جو کچھ کرسکتا کرسکتے وہ نہ کرنا ظلم پر راضی ہوتا ہے۔ ان قوانین پر ساکت رہنا حرام ہے ان کے منسوخی

کا علم نہ ہو سکا اور مخفی رکھا گیا باوجودیکہ وہ حصہ دیگر ورثہ جائز پر تقسیم ہو گیا اب جب کہ حصہ داران نے اپنے
اپنے حصے پر اس سے مطالبہ بھی کا مطالبہ کیا تو ایک سازش کر کے تیسرے شخص کو متولی وقف اپنی برادری
سے تجویز کر کے اپنے اوپر ایک نالش متولی مذکور سے عدالتی مصلحتوں کی بنا پر دائر کرائی تب ورثہ موجودہ کو
وقف نامہ کا علم ہوا اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جائداد مشترکہ کا اس طریقے پر وقف علی الاولاد کرنا کہ
جس سے ورثہ موجودہ محروم کرے ہوں اصعدہ کی لیے وقت کہ ان کی سوائے اس وقت ان کا اور کوئی
وارث بھی نہ ہو اور وہ بھی اس طریق کہ خفیہ اور پوشیدہ رکھا گیا ہو شرعاً جائز سمجھا جاتا ہے یا نہیں اور ایسا وقف نامہ موجودہ
ورثہ کے لئے قابل پابندی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا فقط۔

الجواب۔ صحت وقف مشاع محتمل القسمۃ مختلف فیہ ہے ہر دو جانب فتوی ہے امام ابو یوسف
رضی اللہ تعالی عنہ اس کی صحت کے قائل ہیں امام محمد عدم صحت کے۔ مشائخ بخارا کا ماخوذ قول امام محمد
ہے اور سراجیہ میں اسی پر فتوی دیا۔ مگر متاخرین قول امام ابو یوسف اختیار کرتے ہیں۔ اور یہ ان کا فتوی
دستور ہیں۔ فتاوی عالمگیری میں ہے۔ وقف المشاع المحتمل للقسمۃ لا یجوز عند محمد رحمہ اللہ تعالی و
بہ اخذ مشائخ بخارا وعلیہ الفتوی کذا فی السراجیۃ۔ والمتاخرون افتوا بقول ابی یوسف رحمہ اللہ
تعالی انہ یجوز وھو المختار کذا فی خزانۃ المفتین۔ اب کہ مختار قول امام ابو یوسف ہے کہ مشاع محتمل
قسمت کا وقف جائز ہے یہی ماننا ہوگا تو یہ بات کہ جائداد مشترکہ وقف کی عدم صحت وقف کے لئے کوئی
حیلہ نہیں ہو سکتی نہ وقف کی صحت کے لئے یہ ضروری کہ وقف کی شہرت کرے لوگوں پر ظاہر کرے ہاں
غیر وقف کو دعوی وقفیت کے اثبات کے لئے پیش کرنا ہوگا تو شہرت وقف کے لئے شہادت ضروری
ہے۔ مسئلہ صحت وقف کے لئے اگر اسی واقف نے بعد بلوغ کل جائداد مشترکہ وقف کی تو اس سے جتنے
حصہ کا وہ مالک تھا اس کے حصے سے وقف متعلق ہوا اوروں کا حصہ وقف نہ ہوا اولیا ہی حصہ وقف
کیا ہو تو بھی اور کل وقف کی ہو جب بھی اس سے جو اس کا حصہ ہے وہی وقف ہوا جب کہ بحالت صحت
وقف صحیح کیا ہو۔ اور بحالت مرض موت کیا تو اس کے حصے کے ایک ثلث سے وقف متعلق ہوگا باقی دو
ثلث اس کے ان ورثہ پر تقسیم ہوں گے اگر ان میں سے وقف نہ کریں گے پھر وہ ثلث موقوف سے بھی چونکہ
اس کے اولاد نہیں اور اس حالت میں کہ اولاد نہیں اس کے مستحق فقراء مسلمین ہیں ان ورثہ میں جو فقراء
ہوں گے وہ بھی منتفع ہو سکیں گے اور وہی احق ہوں گے۔

[1] عالمگیری جلد ۲ ص ۳۶۵ مطبوعہ بیروت

اس صورت میں جب کہ ان لوگوں کو اس کا وقف کرنا معلوم نہیں جو قابض ہے وہ مدعی وقفیت ہے ان پر قسم اس کے اس دعوی کی وجہ سے لازم نہیں کہ وہ اسے وقف تسلیم کرلیں اگرچہ یہ شخص کوئی ایسا کاغذ انگریزی دکھاتا ہو جسے اس لڑکے کی طرف منسوب کرتا ہو اگرچہ اسے اسی لڑکے کا لکھا بتاتا ہو بلکہ اس کاغذ کا خط لڑکے کا خط سمجھا جاتا ہو کہ الخط یشبہ الخط اگرچہ وہ کاغذ رجسٹری شدہ ہو جب تک شاہدان کی شہادت قابل قبول شرع ہو وہ شہادت شرعی اس کے وقف ہونے کی نہ ادا کریں محض کاغذ سے وہ انگریزی رجسٹری شدہ ہو یا غیر رجسٹری شدہ وقف ثابت نہ ہوگا۔ یہ ورثاء اس بارے میں اس سے جائز خصومت کریں گے تو ملزم نہ ہوں گے۔ عالمگیری[1] میں ہے۔ لو قال ارضی ھذہ صدقۃ موقوفۃ علی من یحدث لی من الولد ولیس لہ ولد یصح ھذا الوقف فاذا ادرکت الغلۃ تقسم علی الفقراء فان حدث لہ ولد بعد القسمۃ تصرف الغلۃ التی توجد بعد ذلک الی ھذا الولد ما بقی ھذا الولد فان لم یبق لہ ولد صرفت الغلۃ الی الفقراء کذا فی فتاوی قاضی خان۔

صورت مسئولہ میں قول ورثہ مانا جائے گا جب تک بشہادت شرعیہ وہ شخص اس کا وقف ہونا ثابت نہ کرے

عالمگیری میں ہے۔ رجل جاء الی قاضی بلدۃ وقال ان القاضی الذی کان قبلک جعل فی یدی صدقۃ کانت لرجل یقال لہ فلان بن فلان وقفہا علی قوم معلومین سماھم قبل قولہ اذا لم یکن للواقف ورثۃ ولم یعلم من امر ھذہ الصدقۃ غیر ما اقر بہ ھذا الرجل وان کانت لہ ورثۃ فقالوا ھو میراث بیننا ولیس بوقف فالقول قولہم ویکون میراثا بینہم۔ اسی[2] میں ہے۔ ان قال فی الصحۃ ارضی صدقۃ موقوفۃ علی الفقراء بعدی وھو یخرج من الثلث (الی ان قال فی المرض (الی قولہ) فان احتاج بعض قرابتہ او بعض ولدہ الی ذلک والوقف فی الصحۃ (فیہا الحکم) لصلح ھذا ان صرف الغلۃ الی فقراء القرابۃ اولی فان فضل منہا شیئ یصرف الی الاجانب (الی قولہ) ھذا اذا وقف علی الفقراء واحتاج الیہ بعض قرابتہ الخ اسی کی میں ہے۔ مریض وقف دارا فی مرض موتہ فہو جائز اذا کان یخرج من ثلث المال وان کان لم یخرج فلیاذن الورثۃ فکذلک وان لم یجیزوا بطل فیما زاد علی الثلث الخ۔ اسی کے باب فی وقف المریض میں ہے۔ اذا جعل ارضہ صدقۃ موقوفۃ للہ تعالی ابدا علی ولدہ وولد ولدہ ونسلہ ابدا ما تناسلوا ومن بعدھم علی المساکین فان کانت ھذہ الارض تخرج من الثلث صارت موقوفۃ تستغل ثم تقسم غلتہا علی جمیع ورثتہ علی سہام المیراث (الی قولہ) وان کانت ھذہ الارض لا تخرج من الثلث فان اجازت الورثۃ الوقف جاز (الی قولہ) وان لم یجیزوا الوقف

لہ تا ٹہ عالمگیری جلد ۲ ص ۳۷۳۔ ص ۴۳۸۔ ص ۳۹۵۔ ص ۳۴۔ ص ۴۵۲۔ ص ۴۴۱ مطبوعہ بیروت

روکنے کے لئے کہے کہ مجھے روکنے کا کیا حق ہے۔ تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے امام کے ساتھ نمازیوں اور عام لوگوں کو کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے؟

الجواب: مسجد کا صحن تو صحن مسجد یعنی موضع صلاۃ کے علاوہ بھی مسجد کے متعلق کسی زمین میں قبر بنانا یا اور کوئی تصرف کرنا ناجائز ہے۔ امام نے غلط کہا کہ مجھے روکنے کا کیا حق ہے۔ ناجائز امر کے روکنے کا مسلمان کو حق حاصل ہے جیسے انکار کرکے نہی عن المنکر فرض ہے اس کو لازم تھا کہ وہ اس کو ناجائز بتاتا اور جو روکنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا تو جو روک سکتے تھے انہیں اطلاع حکومت سے چارہ جوئی کرتا کراتا۔ اس نے نہ روکا یہ گناہ کیا بلکہ اس نے اجازت دی یا اور بڑھ کر گناہ ہوا جب تک وہ توبہ نہ کرے اسے ہرگز امام نہ بنائیں وہ توبہ نہ کرے تو اسے خود معزول کرسکے یوں تو معزول کردیں ورنہ جو معزول کرسکتا ہو اس سے کہہ کر معزول کرائیں۔ واللہ تعالیٰ ھو الہادی وھو تعالیٰ اعلم

کتاب البیوع

خرید و فروخت کا بیان

مسئلہ: از جہانا ضلع ہوشیارپور پنجاب مرسلہ جناب محمد الدین صاحب معرفت جناب مولوی اکبر علی صاحب طالب علم مدرسہ منظر اسلام ۱۲ر رجب ۵۷ھ

آج اس وقت غلہ گندم کا عام نرخ چودہ سیر فی روپیہ ہے لیکن زید معاملہ سرکاری ادا کرتا ہے اور گندم کا کوئی گاہک بروقت نہیں ملتا کہ فروخت کرکے معاملہ ادا کرے۔ بکر نے زید کو کہا کہ میرے پاس بحساب سولہ سیر گندم فی روپیہ کے حساب فروخت کردو تو میں تم سے غلہ گندم خرید لوں گا۔ زید نے بوجہ مجبوری سولہ سیر گندم فروخت کرکے معاملہ ادا کیا۔ یہ بیع و شرا جائز ہے کہ نہیں؟ جواب با صواب ہو۔

(۲) فی الوقت گندم کا نرخ عام دست بدست بارہ سیر فی روپیہ فروخت ہو رہا ہے یا کم و بیش۔ مگر زید غریب آدمی ہے اس کے پاس نقد قیمت موجود نہیں ہے اگر بکر سے گندم بطور قیمتی مانگتا ہے۔ بکر دس سیر فی روپیہ کے حساب زید کو گندم قرض دیتا ہے اور قیمت ماہ جون میں لینے کا وعدہ ہوتا ہے۔ زید اپنی ضرورت

اور ضرورت کی وجہ سے مذکورہ نرخ پر گندم لے لیتا ہے جواب مکمل ہو فقط۔

الجواب۔ قنیہ و درمختار میں اسے جائز مع الکراہت بتایا قنیہ میں ہے۔ شرای الشیئ الیسیر بثمن غال اذا کان لحاجة الی القرض یجوز ویکرہ[1] درمختار میں فرمایا شراء الشیئ الیسیر بثمن غال لحاجة القرض یجوز ویکرہ واقرہ المصنف[2] فتاوی مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی میں بھی ایسا ہی لکھا۔

سوال۔ اگر وقت ارزانی نرخ بحساب فی روپیہ بست آثار گندم ست و شخصی بقرض بحساب فی روپیہ دہ آثار می فروشد ایں بیع راست ست یا نہ۔

جواب۔ بیع مذکور نافذ است اما مکروہ است در قنیہ می آرد الخ مگر کراہت بہر صورت نہیں جیسا کہ ان عبارات سے ظاہر ہے بلکہ یہاں تفصیل ہے۔ رد المحتار میں زیر قول درمختار یجوز ویکرہ ہے۔

ای یصح مع الکراھة وھذا لو الشراء بعد القرض لما فی الذخیرة وان لم یکن النفع مشروطا فی القرض ولکن اشتری المستقرض من المقرض بعد القرض متاعا بثمن غال فعلی قول الکرخی لا باس بہ وقال الخصاف ما احب لہ ذلک وذکر الحلوانی انہ حرام لانہ یقول لولا انی اشتریت منہ طالبنی بالقرض فی الحال ومحمد لم یر بذلک باسا وقال خواھرزادہ ما نقل عن السلف محمول علی ما اذا کانت المنفعة مشروطة وذلک مکروہ بلاخلاف، وما ذکرہ محمد محمول علی ما اذا کانت غیر مشروطة وذلک غیر مکروہ بلاخلاف ھذا اذا تقدم الاقراض علی البیع فان تقدم البیع بان باع المطلوب منہ المعاملة من الطالب ثوبا قیمتہ عشرون دینارا باربعین دینارا ثم اقرضہ ستین دینارا اخری حتی صار لہ علی المستقرض مائة دینار وحصل للمستقرض ثمانون دینارا ذکر الخصاف انہ جائز وھذا مذھب محمد بن سلمة امام بلخ وکثیر من مشایخ بلخ کانوا یکرھونہ ویقولون انہ قرض جر منفعة اذ لولاہ لم یتحمل المستقرض غلاء الثمن ومن المشایخ من قال یکرہ لو کانا فی مجلس واحد والا فلا باس بہ لان المجلس الواحد یجمع الکلمات المتفرقة فکانھما وجدا معا فکانت المنفعة مشروطة فی القرض وکان شمس الائمة الحلوانی یفتی بقول الخصاف وابن سلمة ویقول ھذا لیس بقرض جر منفعة بل ھذا بیع جر منفعة وھی القرض اھ ملخصا۔[3]

جب یہاں صورت مستفسرہ میں قرض کا سابقہ لاحقہ کہیں قدم درمیان میں بھی نہیں تو اس کے بلاخلاف جائز بے کراہت ہونے میں کیا کلام اور وہ مضطر بھی نہیں کہ مضطر ہو تو واسطے بیع وشراء فاسد ٹھہرانا جب کہ یقین ہو جیسا رد المحتار میں ہے (قولہ بیع المضطر وشراءہ فاسد) ھو ان یضطر الرجل الی طعام

[1] رد المحتار جلد ۴ صفحہ ۱۹۶ مطبوعہ مصر [2] رد المحتار جلد ۵ صفحہ ۵۹ مطبوعہ مصر [3] فتاوی قاضی خان جلد ۴ صفحہ ۱۸۵ مطبوعہ کوئٹہ

او شراب او لباس او غیرها ولا یبیعها البائع الا باکثر من ثمنها بکثیر وکذا فی الشراء منه کذا فی المنح اھ
وکذا فی الشراء منه مثال لبیع المضطر ای بان اضطر الی بیع شیئ من ماله ولم یرض المشتری الا بشرائه
بدون ثمن المثل بغبن فاحش ومثاله ما لو الزمه القاضی ببیع ماله لایفاء دینه او الزمه الذی ببیع
مصحف او عبد مسلم ونحو ذلك لکن سیذکر المصنف فی الاکراه لو صادره السلطان ولم یأمر بالبیع صح
انه بیع وان اضطر الی البیع حیث لا یمکنه غیره وقد یجاب بان هذا لیس فیه انه باع بغبن
فاحش عن ثمن المثل نعم العبارة مطلقة فیمکن تقییدها بما اذا انما یصح لو باع بثمن المثل او بغبن
یسیر توفیقا بین العبارتین فتامل۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔

۲۔ اس کا جواب بھی اوپر کے جواب سے ظاہر کہ مشتری غیر مضطر ہے اور بائع کا مقروض نہیں تو بے دغدغہ جائز ہے اور اگر مضطر ہے تو مضطر کا بیع وشراء فاسد کما فی الدر المختار وحاشیۃ رد المحتار للعلامۃ السید الشامی قدس سرہ السامی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بَابُ الرِّبٰوا

سود کا بیان

مسئلہ: از بسوان ضلع سیتاپور مدرسہ اسلامیہ مرسلہ جناب مولانا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب محمود آبادی صدر مدرس مدرسہ مذکورہ ۷ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین حضرات وارثان علوم سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسائل ذیل میں:

(۱) کچھ روپیہ مدرسہ اسلامیہ کے واسطے وقف ہے اور قوم کے لوگوں میں بطور قرض لفظ نفع کے نام سے تقسیم ہے کسی کے پاس بیس کسی کے پاس دس کسی کے پاس پانچ ہیں اور شرح مقررہ مثلاً دس روپیہ سیکڑہ قوم نفع دیتی ہے اور اگر نفس مال تجارت میں قوم کو گھٹی ہو تو مدرسہ کو گھٹی کی ذمہ داری سے بچاتی ہے کہتے ہیں کہ مدرسہ ٹوٹ جائے گا بڑا نقصان ہوگا اس واسطے ہم گھٹی بھی اوڑھے لیتے ہیں اور نفع بحساب مقررہ مذکورہ بغیر کمی بیشی کے دیتے رہیں گے کیا یہ جائز ومباح ہے یا گناہ کبیرہ؟

(۲) آمدنی مذکورہ سے جو تنخواہ مدرسین کو دی جاتی ہیں وہ ان کے واسطے جائز ہیں یا نہیں؟
(۳) اس کی کتابت کے واسطے ایک رجسٹر بھی ہے کیا اس کا لکھنا پڑھنا حساب فہمی کرنا کسی مدرس یا مسلمان کو جائز ہے؟
(۴) ایسا روپیہ مدرسہ اسلامیہ میں صرف کرکے نیکی کی امید رکھنا سبب نجات ہے یا باعث عذاب نار؟
(۵) ہر گنی روپیہ دو آنے یا ایک آنہ یا چار آنے مثلاً ماہوار نفع مقرر کیا جائے اور گھٹی اور نفع دونوں کی ذمہ داری ہو تو یہ نفع محمود و طیب ہوگا یا نہیں؟
(۶) نوٹ کو بیع کرکے مثلاً دس کا نوٹ ساڑھے بارہ میں بیچ دیا جائے اور قرض کیونکہ نقد کون دے گا پھر ہر ماہوار نفع لیا جائے اور اصل جب تک ادا نہ ہو یہ ہی نفع لیتا رہے یہ جائز ہے یا اس میں تعیین میعاد کی جائے تو صورت جواز نکل سکتی ہے؟
(۷) سو روپیہ کا نوٹ ایک سو پچیس روپے میں بیع کردیا جائے اور تمسک کاغذ پر ایک سو پچیس لکھوالے مگر مقررہ میعاد پر اور اس ایک سو پچیس کے بدلے ایسی شیئ بھی لکھوالے جو بیچ کر روپیہ وصول کرے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟
(۸) کیا مشرکین موجودہ حربی نہیں؟ کیا حربی جب دارالاسلام میں آباد ہوں تو ان سے سود لیا جا سکتا ہے یا کوئی صورت ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی ڈاک خانہ یا بینک یا حکومت میں روپیہ جمع کرے تو اس کا جو سود ملتا ہے وہ لے سکتا ہے اور لینے کی کیا صورت ہے؟

الجواب۔ کچھ روپیہ مدرسہ اسلامیہ کے لئے وقف ہے اس کا مطلب ظاہر تو یہی ہے کہ کسی نے خود روپیہ وقف کیا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مدرسہ پر کوئی جائداد وقف ہے اس کا روپیہ۔ یا یہ کہ مدرسہ کے چندوں کا روپیہ۔ اگر مطلب وہی ہے جو اس عبارت کا ظاہر ہے تو یہاں روپیہ کا وقف بوجہ عدم عرف و تعامل صحیح نہیں کہ منقول کا قصداً وقف اگرچہ مختلف فیہ ہے اور صحیح و مفتی بہ مذہب جواز ہی ہے مگر جن کے نزدیک جائز ہے ان کے نزدیک بھی جب ہی جب کہ اس شیئ منقول کا وقف متعارف و معمول بہ ہو۔ قیاس کا مقتضی تو یہی ہے کہ شیئ منقول کا وقف صحیح ہی نہ ہو۔ لان من شرط الوقف التابید والمنقول لایدوم مگر جو حضرات تعامل کے سبب اس کے جواز کا قول کرتے ہیں وہ بوجہ حدیث ماراٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن[1] فرماتے ہیں کہ تعامل سے قیاس متروک ہو جاتا ہے

[1] مسند امام احمد بن حنبل جلد اول ص۳۷۹

صورت میں جبکہ نقصان ہو تو جتنا نقصان ہوگا اس کا تاوان ان کے ذمہ لازم ہوگا دو روپیہ سیکڑا لگے یا چار یا دس یا بیس ہو گئے۔ جو کمی ہوگی اس کی ادا ان کے ذمہ لازم ہوگی اور اگر چندوں کا روپیہ ہے تو اس صورت کا حکم بھی تقریر بالا سے ظاہر۔

وقال شیخنا ومولانا واستاذنا الفقیہ وسیدنا الوالد الماجد رحمہ اللہ تعالیٰ وقدس سرہ وقد سئل بالسوال الشریفۃ فی فتاواہ المسماۃ العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ۔ یہ چندے کے روپے چندہ دینے والوں کی ملک پر رہتے ہیں ان سے اجازت لی جائے جو جائز بات وہ بتائیں اس پر عمل کیا جائے وبیان المسئلۃ وتحقیقہا فی کتاب الوقف من فتاونا ایسی کمپنی میں جو سود کا لین دین کرتی ہو شامل کرکے بڑھانا حرام ہے اگرچہ چندہ دہندہ اجازت دیں فلیس لاحد ان یحل ما حرم اللہ وقال فی جواب السوال الاٰخر اوقاف میں شرط واقف مثل نص شارع واجب الاتباع ہوتی ہے اس میں بلا شرط واقف یا اجازت شرع شریعہ کوئی تغیر تبدیل جائز نہیں۔ مدرسہ کے مال سے مسجد کا قرض نہیں ادا کیا جا سکتا جو ادا کرے گا تاوان اس پر ہے" وقال فی موضع آخر فی جواب هذا السوال مسجد کا جو پیسہ جمع ہے اسے کسی منفعت پر خرید و فروخت تجارت کر سکتے ہیں؟ مسجد کے جمع مال افزودنی کے لئے الجواب تجارت میں نفع و نقصان دونوں کا احتمال ہے اور کارکنوں میں امین و خائن دونوں طرح کے ہوتے ہیں اور مال وقف میں شرط واقف سے زیادت کی اجازت نہیں الخ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اس صورت میں جبکہ وہ زیادت سود ہو اگر خاص اس سودی روپیہ سے تنخواہیں دی جائیں تو کسی کو اس خاص زر حرام کا اخذ جائز نہیں نہ مدرس نہ کسی اجیر کو نہ کسی مسلمان کو مال حرام لینا حلال نہیں اور اگر اور روپیہ سے مخلوط کر دیا جاتا ہے وہ سودی روپیہ علیحدہ نہیں ملتا تو امام اعظم کے نزدیک اخذ جائز ہے مگر مکروہ اور صاحبین کے نزدیک اب بھی ناجائز اور ایسی صورت میں اگر تنخواہیں پاک روپے قرض لے کر ادا کی جائیں تو مدرسین اخذ حرام یا مکروہ سے محفوظ رہیں گے فتاویٰ خانیہ میں ہے ان کان السلطان خلط الدراہم بعضہا ببعض فانہ لا باس بہ وان دفع عین الغصب من غیر خلط لم یجز اخذہ وقال الفقیہ ابو اللیث هذا الجواب یستقیم علی قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لان عندہ اذا غصب الدراہم من قوم وخلط بعضہا ببعض یملکہا الغاصب اما علی قول ابی یوسف ومحمد لا یملکہا ویکون ذلک علی ملک صاحبہا واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) اگر صورت سودی ہے اور اس رجسٹر میں سود کا حساب بھی لکھا جاتا ہے تو حدیث میں سود کے کاتب

لہ فتاویٰ رضویہ جلد [illegible]

جب کاغذ میں لفظ میں سو ایک روپیہ سیکڑہ یا دو روپیہ سیکڑہ نہ لکھا جائے گا تب تک یہ کاغذ لکھا ہوا جائز نہ ہوگا اور اس
کی مدیون پر ڈگری مع سود نہیں کرا سکتے ہو ہاں خالی روپیہ کی ڈگری ہوگی کیونکہ نقد روپیہ یا نوٹ پر سرکار منافع
نہیں دیتی اور سود دیتی ہے منافع وغیرہ کچھ نہیں ہے کاغذ میں اگر یہ ہندوؤں سے کاغذ میں لفظ سود لکھاؤ گے تو سود مع خرچہ
وخرچہ وصول کر سکتے ہو ورنہ نہیں عالیجاہا اس پر کیا کیا جائے ہم تو دل میں اسی لفظ سود کو برا سمجھتے ہیں اور ہندو بھی
کہتے ہیں کہ ہم بھی اسی طرح سے کاغذ لکھ دیتے آئے ہیں اگر وہ اپنی غرض کی خاطر وہی ہمارا کہا منظور کرے تو وہ
کاغذ کورٹ میں منظور نہیں ہوتا امید ہے کہ حضور اس لفظ کی بابت بھی شرح کر دیں گے۔

دوسرے سوال کے جواب میں لکھا کہ اس روپیہ کی بیع بعوض تیرہ چودہ روپے کے کرانے کہ جس میں ایک پیسہ
کی اکنیاں دونیاں چونیاں یا پیسے سرخ تانبے کے پانچ چھ روپیہ کی میعاد پر کسی مسلمان یا ہندو سے جائز ہے یا نہ اور
اس سے روزانہ آنہ دو آنہ روپیہ سود کر کے لے سکتا ہے اس کا جواب حضور نے یہ لکھا اعتقاد معلوم کہ حضور کو یک
لفظ پر غلطی ہو گئی یا وہ درست ہے اس لفظ پر نشان چرخی کا ہے جواب یہ ہے جائز ہے۔ قال النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم اذا اختلف الجنسان فبیعوا کیف شئتم فتاوی عزیزیہ میں حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز صاحب
محدث دہلوی فرماتے ہیں "روپیہ یا فلوس بکنا مدد بعوض دوا روپیہ فروخت نماید بسبب غیر جنس بودن
فلوس حلال می شود مقرض بیع اس کی کوئی میعاد مقرر کرنا استعاد پر ثمن لینا سب حلال ہے اسے سود کہنے
میں کوئی دخل نہیں واللہ تعالیٰ اعلم یہ لفظ استعاد ہے تو میعاد مقرر نا جائز ہوگی اور اگر کچھ اور ہے تو اس کی تشریح
کر دی جائے۔

سوال ۳: نوٹ کا منافع پر قرض دینا اور اس کے عوض روپیہ لینا چاہئے یا کرایا نہ اور اس کو ایک میعاد
معین تک بیچ سکتا ہے یا نہ اور اس سے روزانہ روپیہ یا دو روپیہ جو اس سے مقرر کرے لے سکتا ہے یا نہ اور اگر
سو روپیہ کا نوٹ دس روپیہ منافع پر قرض دس ماہ کی مدت پر بیچے اور دس روپیہ کا نوٹ اسی وقت دس نوٹوں
میں سے رکھ لے اور نو نوٹ دے یا تیری طرف سو روپیہ ہوا اور مجھ کو اقساط پر ماہ کا دس روپیہ دے گا اور اس
نے بعد گزرنے کل میعاد کے وہی نوٹ دے یا پانچ نوٹ دے اور کچھ اس روپیہ دے یہ بیع درست ہوگی یا نہ
اور کیا یہ بیع قرض پر کسی مسلمان سے بھی کر سکتا ہے یا نہ پہلے جو خط حضور کی طرف لکھا تھا اس کا جواب دے کے دیر
ہونے پر میں نے ایک خط مولوی انور شاہ صاحب کو لکھا تھا اس خط کے جواب کے دس پندرہ یوم کے بعد
دو نوٹ ہو گئے تھے اور ایک خط مدرسہ اسلامیہ دہلی کو بھی لکھا تھا دونوں کا جواب حضور کو مع سوال لکھتا ہوں

ہوئے ہیں یا کسی حربی کافر کو روپیہ دیے ہوئے ہیں پر منافع لینا کیسا ہے جب کہ منافع کی ایک رقم کثیر ہے اور
بینک نفعات میں کوئی مسلمان حصہ دار ہے تو ان کا کیا حکم ہے۔

جواب سوال ۱۲ انڈین فلوس اور سکٹ کی اکنیاں اور دونیاں وغیرہ اگر روپیوں کے معاوضہ میں
خریدی جائیں تو کمی بیشی سود میں داخل نہیں پانچ چھ ماہ کی مدت قریب ہے ایک گھنٹہ کا ادھار بھی کیا
جائے گا تو بیع ناجائز ہوگی بشرطیکہ تقابض احد البدلین کا موجود ہو جائے اگر دونوں جانب سے تقابض
نہ ہوگا تو معاملہ ناجائز ہوگا رد المحتار فتاوی شامی میں لکھا ہے کما فی البحر انہ لو اشتری مائۃ فلس بدرہم
یکفی التقابض من احد الجانبین قال ومثلہ ما لو باع فضۃ او ذہبا بفلوس کما فی البحر عن المحیط
فقط واللہ اعلم حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی۔

جواب سوال ۱۳ ہند کے علاقہ میں سود کا لینا مطلق ناجائز ہے ہندو سے ہو خواہ مسلم سے ہو خواہ حربی
سے ہو مگر غیر مسلم کی بینک میں سود کی رقم چھوڑنی نہیں چاہئے بلکہ ان سے لے کر ایسے محتاجوں پر صرف کی
جائے کہ جن کا ذریعہ بظاہر کوئی نہ ہو اور ظن غالب یہ بات ثابت ہو اگر یہ مال محتاج نہیں کھائیں گے تو
ان کی جان تلف ہوگی فقط واللہ اعلم حبیب المرسلین نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی عفی عنہ یہ صاحب سب سے
کڑی شرطوں پر گئے ہیں اور حربی کافر بھی نہیں مانتے اور ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ بینک میں سود کی رقم چھوڑنی
نہیں چاہئے شاید نام چن کر رکھا ہے اس لئے کہ رسولوں کے پیاسے ہیں اور پھر ایسے آدمی ڈھونڈھو جو
مرنے والے ہوں بھوک کے باعث مگر یہ حرام مال انھیں دیں جو یہ حرام مال کون لے گا ایسے مرنے والے
اول تو کاوش سے ملیں گے نہیں اور اگر ان کو کہا جائے کہ یہ مال حرام ہے تو وہ لیں گے نہیں اور موت کو
ترجیح دیں گے بریں عقل و دانش بباید گریست فقط حاجی غلام محمد ماسٹر [illegible]

الجواب۔ مکرمنا محترم زید کرمہم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ جواب بہت تاخیر سے بھیج رہا ہوں
تکلیف انتظار کی معافی کا خواستگار ہوں دوسرا عنایت نامہ جب آیا ہے میں مکان میں موجود نہ تھا
ماہ رمضان المبارک کو جب مکان واپس آیا تو ملا وہ بھائی صاحب سے متعلق تھا انھیں بھیج دیا اور جواب آنے
کے بعد یہ کہنا ہی بھایا تھا اس قتل کی ترکیب انھوں نے لکھی ہوگی کل انشاء اللہ تعالی پھر ان سے
دریافت کر لوں گا والسلام

سوال میں جو لفظ [illegible] مذکور ہے میں ان سے رجوع فرمائیے اور آئندہ احتیاط کر لیجئے جب دو معاملہ

۵ یہ بھی جانتے ہے کچھ حرج نہیں نوٹ کو یا زیادہ کو شریفا مسلمان کے ہاتھ بھی تھوڑا قرض پر بیچ سکتا
ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

۶ وہابیوں سے مسائل پوچھنا حرام ہے پہلے تو حنفی مذہب ہی بعض جگہ سود کی حلت بتاتی والعیاذ باللہ
ولا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سود حرام قطعی ہے جو ہرگز کہیں مسلمان کے
نزدیک حلال نہیں ہے اللہ عزوجل نے مطلقاً حرام فرمایا اور ارشاد فرمایا حرم الربٰوا کون کہیں حلال کہہ سکتا ہے؟
حنفی مذہب پر یہ کھلا افترا ہے سود کو حلال بتاکر اللہ کے حرام قطعی کو حلال کہہ کر کوئی مسلمان بھی رہ سکتا ہے؟ حنفی
شافعی مالکی حنبلی تو بعد کو ہوگا حنفی مذہب کو مذہب کوئی ایک شخص حنفی کہہ کر حنفی کیسا؟ مسلمان نہیں
رہ سکتا کیسا شدید افترا ہے جس سے مذہب مہذب حنفی ہی باطل ٹھہرا پھر لطف یہ کہ ہندوستان کو دارالحرب
قرار دے کر مسلم کا غیر مسلم سے قرض پر نفع لینا دیے سود کہہ، عند الحنفیہ جائز بتا کر کہا جاتا ہے کہ لے لے اور اپنے تصرف
میں نہ لائے خواہ کو دے دے جب اس کا اخذ جائز ہے تو اپنے اور پاس کا صرف کس نے حرام کر دیا باوجود
دعوی حنفیت حنفیہ کے مسلک سے الگ جا رہے ہیں وہ حلال ہے کہ حنفیہ تو حلال کہتے ہیں اور یہ حرام کہتے
ہیں چونکہ اس بحث کا فیصلہ ہم وہابیوں کے بس میں نہیں لہٰذا من وجہ حلال اور من وجہ حرام کی راہ چلتے ہیں
اسے سود مان کر اس کا اخذ جائز ٹھہراتے ہیں والعیاذ باللہ

جب وہ سود ہے تو اس کا اخذ کیسے جائز؟ شراب اپنے پینے کے لئے نہ لے دوسروں کے پلانے
کے لئے تو ان کے نزدیک جائز مگر جب کہ مفت ملے کوئی کافر کسی مسلمان کو شراب دے تو ان کے
نزدیک اس کو چھوڑنا نہیں چاہیے لے لے خود نہ پئے ان غریب مسلمانوں کو پلا دے یا کافروں کی بھٹی سے
خرید کر پیتے ہیں اور اپنا پیسہ کافروں کے حوالہ کرتے ہیں یا یوں کہے کہ ایسی بھٹی سے خریدتے ہوں جس کا
روپیہ کسی مشن کے لئے ہو یا مشن ہی کی تجارتی دکان شراب ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم
دوسرے نے پہلے سوال کا جواب بھی غلط دیا کہ ایک گھنٹہ کا ادھار بھی کیا جائے گا تو بیع ناجائز ہوگی اسے
بیع صرف سمجھا حالانکہ یہ بیع صرف نہیں تماشا یہ کہ اپنی مخالف جہالت اپنے موافق سمجھ کر نقل کر دیا اور
اپنے منہ بھی اپنے خلاف ہوا اگر بشرطیکہ تھا بعض احادیا بعین کا موجود ہو جائے کہہ کر یہ حال مگر تحریری لکھنا
ضرور ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

دوسرے   کا جواب بھی محض بیہودہ ہے اور اس پر بھی وہی سوا اقدامات ہیں جو پہلے شخص کے

سوال ۷: پوسٹ آفس وغیرہ کافروں کے بینکوں میں اگر کوئی مسلمان روپیہ جمع کرے نفع لینے کے خیال سے یا حفاظت کے خیال سے اور ان سے جو زیادتی ملتی ہو وہ لینا جائز و حلال ہے یا نہیں؟

الجواب: وہ سود نہیں حلال و طیب ہے ہدایہ وغیرہ میں فرمایا فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال ۸: زید کا یہ کہنا کہ مال معصوم میں جو زیادتی لی جائے وہ سود ہے اور مال معصوم مسلمان کا مال ہے صحیح ہے یا غلط نیز مال مباح کی زیادتی کو سود نہیں کہتا اور مال مباح کافروں کے مال کو کہتا ہے کیا یہ کہنا بھی اس کا صحیح ہے یا غلط؟

الجواب: ہر کافر کا مال مباح نہیں ہر غیر مسلم کا مال غیر معصوم نہیں کافر حربی کا مال غیر معصوم و مباح ہے ذمی کا نہیں وہ اس کا اور اس کا مال حکم مسلم و مال مسلم میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال ۹: ہندوستان میں جتنے فرقے کافروں کے پائے جاتے ہیں وہ کافر حربی ہیں یا کچھ اور؟

الجواب: ہندوستان کی مسلم ریاستوں کے کفار جو شرعاً صحیح طور پر ذمی ہوں ذمی ہیں باقی سب حربی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: از بدایوں مولوی محلہ مدرسہ قادریہ مرسلہ قاضی محمد امین الدین خیری ۲۰ جمادی الآخرہ [illegible]

ہادی شریعت پیشوائے طریقت حامی دین و ملت عالم اہلسنت حضرت مولانا مفتی مصطفیٰ رضا خاں صاحب دام ظلکم بعد ہدیہ سلام مسنون معروض اینکہ اس مسئلہ کی سخت ضرورت ہے لہذا عرض ہے کہ جواب جس قدر ممکن ہو دوسرے مسئلوں پر مقدم کریں عین نوازش ہوگی۔

سیونگ بینک میں روپیہ رکھ کر زیادہ لینا کیسا ہے یہ زیادتی سود ہے یا نہیں؟ روپیہ بینک میں رکھنا جائز ہے یا نہیں روپیہ رکھنے والے یہ حیلہ کرتے ہیں کہ اگر ہم سود نہ لیں تو وہ سود عیسائیوں کے گرجے میں جمع ہوتا ہے اور اس روپیہ سے ان کی تعلیم کا انتظام ہوتا ہے یہ حیلہ صحیح و درست ہے یا نہیں ہندوستان کے کافر حربی ہیں یا کہ نہیں جواب مفصل و مدلل عنایت فرمائیں تاکہ کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہ رہے بینوا توجروا

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کا خط کل دوپہر کو ملا جمعہ تھا میں نے چاہا تھا کہ بعد جمعہ فوراً جواب لکھ کر ڈاک کے وقت کے اندر ڈاک میں ڈال دوں مگر بعد جمعہ لوگ آ گئے اور سلسلہ ڈاک کے وقت جانے کے بعد بھی دیر تک رہا۔ ادھر ممبئی کے آئے ہوئے استفتا کا جواب نقل کر رہا تھا شب کو اور پھر صبح کو اس

له ہدایہ آخرین ص [illegible]

بخدمت شریف علامۂ دوران مشعل انوار ہدایت جامع شریعت و طریقت غواص دریائے معانی
حضرت مولانا دام ظلکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج شریف۔ اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام
دیکھا جس میں ہندوستان دارالحرب نہیں دارالاسلام ہے اس کے بعد میں نے ایک خط اعلیٰ حضرت کا قلمی
مولوی سید احمد صاحب ناظم حزب الاحناف کے پاس دیکھا جس میں کسی صاحب نے سوال کیا ہے وہ
سوال مع جواب اعلیٰ حضرت کا لکھا ہوا ہے درج کرتا ہوں انشاء اللہ بندہ نوازی امید ہے کہ حضور میری
تسکین خاطر فرما دیں گے اگر جائز ہے تو ان ہندوستانی حربی کافروں سے کیوں روپیہ منافع چھوڑا جائے مگر
جواب کچھ ایسا پیچیدہ ہے جو ہم جیسے طالب علموں کی سمجھ میں نہیں آتا حضور ذرا وضاحت سے لکھئے گا
سوال یہ ہے۔ اس ملک میں اہل ہنود سے سود لینا جائز ہے یا نہیں بعض کہتے ہیں کہ نصاریٰ سے
بوجہ اہل کتاب ہونے کے بیاج لینا درست ہے۔ جواب۔ سود مطلقاً حرام ہے قال اللہ تعالیٰ وحرم
الربوٰا۔ ہاں جو مال غیر مسلم سے کہ نہ ذمی ہو نہ مستامن بغیر اپنی طرف سے کسی غدر و بدعہدی کے ملے اگرچہ عقد
فاسد کے نام سے اسے اسی نیت سے نہ نیت ربا وغیرہ محرمات سے لینا جائز ہے اگرچہ وہ دینے والا کچھ
کہے یا کچھ کہا سمجھ کے لئے اس کی نیت معتبر ہے نہ دوسرے کی نکتہ صرف ماوی پھر بھی جس طرح برے
کام سے بچنا ضروری ہے برے نام سے بھی بچنا مناسب ہے ایاک وما یسوء الاذن ان تمام احکام میں
مشرک و مجوسی و کتابی سب برابر ہیں جب کہ نہ ذمی و مستامن ہو نہ غدر کیا جاوے بلکہ یہی شرط کافی ہے
کہ ان دونوں کو بھی حاوی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

دوسرا سوال یہ کیا ہے اس روپے کی بیع بعوض تر دو نجہ یا پیسے کر سکتے جس میں تانبے سفید کی
چونیاں دونیاں اکنیاں اور پیسے سرخ تانبے کے ہوں پانچ چھ ماہ کی میعاد پر کسی ہندو یا مسلمان سے
جائز ہے اور اس سے روزانہ آنہ دو آنہ یا جو روپیہ مقرر کر لے لے سکتا ہے یا نہیں؟

گزشتہ رمضان شریف میں میں نے تین چار خط مولانا احمد رضا خاں صاحب کی خدمت میں لکھے
مگر جواب نہیں آیا پھر مولوی عبد الحفیظ نے حضور کا پتہ دیا کہ خط ان کے نام سے لکھو وہ جواب دیں گے بڑے
صاحب گھر میں کم رہتے ہیں۔

الجواب ۔ بے شک اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا مسلک یہی ہے کہ ہندوستان دارالاسلام ہے وھذا
ھو الحق اور بے شک سود مطلقاً حرام ہے مسلم سے ہو یا ذمی یا حربی دونوں میں کسی سے دارالاسلام میں ہو۔ یا

۱؎ فیض القدیر جلد ۳ ص [illegible]   ۲؎ سورۂ بقرہ آیت [illegible]   ۳؎ بخاری جلد اول ص [illegible]

۳ مدرسین کو پنشن انعام نہیں ملتی بلکہ انعام کی یہ صورت رکھی ہے کہ بیس روپیہ ماہوار یا اس سے زائد تنخواہ والوں سے ۱ر فی روپیہ وضع کرکے ۱ر فی روپیہ اس کے نام جمع کرتے رہتے ہیں اس صورت میں بیس روپیہ ماہوار والے مدرس کے ۱۲۰۰ر جمع ہوتے رہتے اور پھر اس پر ۲ فی سیکڑہ سالانہ سود لگا دیا جاتا ہے تو جو روپیہ اس کی اصل رقم تھی اس کے علاوہ مزید رقم ملا اور سود ۶ فی سیکڑہ سب وصول کرنا کیسا ہے؟
بینوا توجروا۔ فقط راقم الحروف خاکسار مرزا علی بیگ قصبہ بہیڑی ضلع بریلی مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۳۶ء

الجواب۔ ۱ حق تو کسی کمانا ناجائز نہیں۔ اور یہاں کفار اگرچہ حربی ہیں مگر بلا ٹکٹ سفر کرنا اپنے کو اہانت کے لئے پیش کرنا ہے اپنی عزت کو خطرہ میں ڈالنا ہے کہ خلاف قانون ہے مستوجب سزا ہوگا۔ لہذا ایسی حرکت سے احتراز لازم جو موجب ذلت و رسوائی ہو۔ ڈاک خانے یا حربی کفار کے کسی بینک سے جو زائد ملتا ہے سود نہیں۔ علاف الربوا لایجری الا فی المال المعصوم ومال الحربی لیس بمعصوم ھکذا فی الھدایۃ وغیرھا من الکتب الفقھیۃ اس کے لے لینے میں کوئی حرج نہیں کہ کافر کا مال بے غدر و بد عہدی اس کی رضا سے مل رہا ہے جو خلاف قانون بھی نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲ شرعاً نہیں

۳ یہ سود نہیں ہے اسے سود سمجھنا غلطی ہے ...... اس کو کراہۃً لینا ایسا ہے جیسے شربت کو شراب سمجھ کر پینا اس کی نا سمجھی شربت کو شراب نہ کر دے گی۔ بری نیت سے پینا گناہ ہوگا یونہی جو سود نہیں اسے سود سمجھنے سے وہ سود تو نہ ہوگا مگر بری نیت سے لینے کا گناہ ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از محمد علی خاں موضع گرورہ ڈاک خانہ خان پور ضلع بلند شہر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مہر کی نالش میں سود لگایا جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب۔ حرام حرام حرام ہے مہر کی نالش میں ہو یا کسی اور نالش میں سود حرام قطعی ہے قال تعالیٰ وحرم الربوا[1]۔ یہ غلط مشہور ہے کہ بے سود لگائے نالش نہیں ہوتی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از مصطفیٰ علی خاں۔ باہوڑی

اگر کسی شخص کی جائداد پر قرض ہے سودی لہذا اس کی آمدنی کھانے سے روزہ یا نماز میں فرق تو نہیں آتا ہے ایسی صورت میں نماز روزہ قبول ہو جائے گا اس کے علاوہ اگر کوئی شخص نماز یا روزہ کے لئے کچھ خیرات کرتا ہے اس آمدنی میں سے تو وہ قبول ہو جائے گی؟

[1] سورۂ بقرہ آیت ۲۷۵

الجواب۔ جس کی جائداد پر سودی قرض ہو تو اس سے اس کی آمدنی کا کھانا پینا حرام نہیں نہ روزہ نماز میں اس سے کوئی فرق ہو سکتا ہے روزہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قبول فرمانے والا ہے اس آمدنی سے خیرات بھی جائز ہے مگر جب تک اس پر قرض ہے تو قرض کا ادا کرنا واجب ہے اور خیرات دینا نفل ہے واجب کو چھوڑ کر نفل کرنا عاقل کا کام نہیں پہلے واجب قرض ادا کریں پھر نفل کام کرے قبول کا مالک اللہ ہے مگر جب تک قرض ذمہ پر ہوتا ہے واجب سے عہدہ برآ نہیں ہوتا اس وقت تک قبول نفل موقوف رہتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از حبیب احمد رضوی قادری پیلی بھیتی

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسلمان آڑھت کی دکان کھولنا چاہتے ہیں جس میں مال لانے والوں کو روپیہ پیشگی دیا جاتا ہے جب مال ان کا فروخت ہوتا ہے تو وہ روپیہ وصول ہوتا ہے ہنود آڑھتی روپیہ پر سود لے لیتے ہیں مسلمان سود نہیں لے سکتے ایسی حالت میں مسلمان کس طرح منافع لیں جو سود نہ ہو اور اگر منافع نہیں لیتے ہیں تو نقصان ہوتا ہے لہذا ایسی صورت بتائی جائے کہ منافع بھی مل جائے اور سود بھی نہ ہو۔ فقط بینوا توجروا

الجواب۔ کسی مسلمان کو یا کافر ذمی کو قرض دے کر اس پر کوئی نفع لینا سود ہے مسلمان یا اس کا فر ذمی ہو اور اب ذمی یہاں کہاں، قرض پر نفع ہرگز نہ لیا جائے کافر حربی سے لیا جائے تو سود نہ ہوگا اسے مال غیر معصوم برضائی طریق ینفعہ المسلم بخلاف الاباحۃ کما فی الہندیۃ وغیرہ مسلمان اپنا مال اس کی دکان پہنچنے کے لئے آئے تو آڑھتی اس سے دکان کا کرایہ طے کرے کہ جتنے دن تمہارا مال یہاں رکھو گے فی روزانہ اتنا کرایہ دینا ہوگا یا اپنا حق محنت ٹھہرا لے کہ ہم تمہارا مال فروخت کر دیں گے ہمیں نفع میں شریک کر لو کہ فی روپیہ اتنا مثلاً سو روپے کو جو مال فروخت کر دیا طے ہو اس میں اتنے روپے یا جتنے آنے یا پیسے جو طے کر لئے جائیں

وہ اس حساب سے ہوں گے۔ ہذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وہو تعالیٰ اعلم۔

بَابُ القرض

قرض کا بیان

مسئلہ۔ از کلکتہ ڈاک خانہ علی پور بنگال گورنمنٹ پریس مرسلہ وجیہ اللہ صاحب

زید بسبب ملازمت اپنے وطن سے کچھ دور ایک شہر میں مقیم تھا جہاں اس نے بکر وغیرہ سے کچھ روپیہ قرض لیا اس امید پر کہ جلدی واپس کردے گا مگر یکایک وہ بیمار پڑگیا اور اپنے وطن کو چلا گیا جہاں اس کی موت ہوگئی زید کے ورثہ چاہتے ہیں کہ اس کا قرض ادا کریں لیکن ان کو یہ نہیں معلوم کہ جن سے قرض لیا گیا تھا اس کے ورثہ کون ہیں اور کہاں ہیں اور اس لئے وہ لوگ بذریعہ منی آرڈر روپیہ روانہ کرنے سے مجبور ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ لوگ اس شہر میں جاکر قرض دینے والوں کے ورثہ کو تلاش کریں تو یہ ان کے لئے نہایت مشکل ہے۔ اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ان لوگوں نے زید کے مال و اسباب کو جسے زید چھوڑ آیا تھا جاکر نہیں لاسکے اور وہیں سب تلف ہوگیا اگر جاتے تو اسے فروخت کرکے زید کا قرض ادا کردیتے تو ایسی حالت میں اگر قرض ادا کرنا چاہیں تو اس روپیہ کا کون سا بہتر مصرف ہوسکتا ہے جس کے اختیار کرنے سے زید کا قرض ادا ہوجائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ جن سے زید نے قرض لیا تھا آیا وہ بھی مرچکے ہیں اسی لئے سوال یہ ہے کہ جن سے قرض لیا گیا تھا ان کے ورثہ کون ہیں اور کہاں ہیں یہ نہیں معلوم مگر سوال میں ان کا مرنا مذکور نہیں۔ اگر وہ لوگ زندہ ہیں تو ان کے ورثہ کی تلاش لغو و بے معنی ہے جن کا روپیہ ہے انھیں کو واپس دینا ہے۔ ہاں اگر وہ مرچکے ہوں تو بے شک اس صورت میں ان کے وارثوں کی تلاش ضرور ہے۔ کسی مصرف میں صرف نہیں کیا جاسکتا جس طرح ممکن ہو معلوم کریں اور قرض ادا کریں۔ جہاں کے وہ لوگ رہنے والے ہوں وہاں کے آنے جانے والوں سے یا جو لوگ اس جگہ کے ان ورثۂ زید کے معروف ہوں ان سے بذریعہ خط پتہ چلا کر کہ وہ خود جانتے ہوں تو خود بتائیں نہ جانتے ہوں تو وہاں کے لوگوں سے دریافت کرکے پتا چلا کر بتائیں یا اخباروں کے ذریعہ ان کا پتا نشان دریافت کریں۔ جو جو ممکن طریقہ ہو اس سے پتا چلائیں۔

لا الزیادۃ علیہا الا ان تجیز ورثتہ بعد موتہ[1] اسی میں ہے (لا لوارثہ الا باجازۃ ورثتہ) لقولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام لاوصیۃ لوارث الا ان یجیزھا الورثۃ یعنی عند وجود وارث آخر کما یفید آخر الحدیث[2]

سرطان امراض قاتلہ سے ہے کہ موت اس میں غالب ہے امراض مزمنہ سے نہیں جو طوالت امتداد کرتے ہیں مرض سرطان کو مدت اگر دراز بھی ہو تو اس سے موت کا خوف بہر حال بے وقت ہوتا ہے تو اس صورت میں بھی وہ امراض مزمنہ کی طرح نہ ہوگا کہ امراض مزمنہ کا مریض بمنزلہ صحیح ہے۔ درمختار میں ہے (وھبۃ مقعد ومفلوج واشل ومسلول من کل مالہ ان طالت مدتہ) سنۃ ولم یخف موتہ منہ لا فالثلث[3] ردالمحتار میں ہے عبارۃ القہستانی والا یکن واحد منہما بان لم تطل مدتہ بان مات قبل سنۃ او خیف موتہ ومقتضی عبارۃ القہستانی انہ من الثلث ایضا وھو المفہوم من تقیید المصنف ما یکون من کل المال بقولہ ولم یخف موتہ[4] مرض الموت کے بارے میں اقوال بہت ہیں مختار یہ ہے کہ وہ مرض جس سے موت غالب ہو اگرچہ مریض صاحب فراش نہ ہو۔ درمختار میں ہے المختار ما کان الغالب منہ الموت وان لم یکن صاحب فراش[5] واللہ تعالٰی اعلم۔ عالمگیریہ میں ہے مریضۃ وھبت صداقہا من زوجہا فان برأت من مرضہا صح وان ماتت من ذٰلک المرض فان کانت مریضۃ غیر مرض الموت فکذٰلک الجواب وان کانت قال ابو اللیث رحمہ اللہ تعالٰی ھو ان لا یقعدہ ان یجیئ لما وھو اصح وبہ نأخذ کذا فی الجوہرۃ النیرۃ الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

کتاب الاجارۃ

اجارہ کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ: از امیر احمد ولد کریم بخش حسین باغ بریلی

عرض یہ ہے کہ دوکان مسجد محلہ حسین باغ ہے اس دوکان میں پیشتر سیف اللہ بیٹھتے تھے اور مبلغ ۸؍ کرایہ کے دیتے تھے اس پر امیر احمد نے کہا یہ دوکان ہمیں دے دو تو اس سے کہا گیا تم سے دو

[1] درمختار [illegible] مطبوعہ مصر [2] [illegible] [3] [illegible] [4] ردالمحتار [illegible] مطبوعہ مصر [5] [illegible] عالمگیریہ جلد [illegible] مطبوعہ بیروت

کتاب الذبائح

ذبح کا بیان

سوال ۔ طوطا، ہدہد، بگلا، خرگوش حلال ہیں یا نہیں؟ بعض کہتے ہیں طوطی حلال ہیں، طوطی سے کیا مراد ہے؟ بینوا توجروا

جواب ۔ سب حلال ہیں مکروہ طوطی کے مثل ہیں جس سے طبیعت کراہت کرے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال ۔ مردار مرغی فروخت کرکے اس کی قیمت مسلمان کو کھانے پینے میں لانا اچھا ہے یا نہیں؟

جواب ۔ نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۔ از مظفرپور مرسلہ انوار الحق صاحب قادری رضوی حامدی ۲۲ جمادی الآخرہ [illegible]ھ

عورت مرغی یا اور کوئی جانور ذبح کرسکتی ہے یا نہیں؟ اگر کرسکتی ہے تو کوئی حدیث اس کے بارے میں آئی ہے یا نہیں؟

الجواب ۔ عورت کا ذبیحہ جائز ہے سراجیہ پھر سراج المنیر میں ہے تحل ذبیحۃ المرأۃ[1] مشکوٰۃ و بخاری میں حدیث بھی موجود ہے عن کعب بن مالک انہ کان لہم غنم ترعی بسلع فابصرت جاریۃ لنا بشاۃ من غنمنا موتا فکسرت حجرا فذبحتہا بہ فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فامرہ باکلہا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۔ زید ایک ساہنہ پکڑ کر لایا اور ذبح کرکے کھایا اور حلال ہونے کا دعویٰ بھی کرتا ہے اور اس کی حلت کا بھی قائل ہے ہاں غیر مسلم ہونے کے سبب سے اور بکر حرمت اس کی مثل سور کے قرار دیتا ہے آیا بکر کی حرمت کا قول صحیح ہے یا غلط اور زید کا حلال سمجھنا اور دعویٰ حلت کا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی محمد اسحٰق موضع صمد پور

الجواب ۔ وہ ساہنہ شرعاً حلال جانور ہے اس کی حلت میں کوئی شبہہ نہیں معاذ اگر بنام خدا ذبح کیا جائے تو حلال ہوگا وہ محض اس لئے کہ بتوں کے نام پر چھوڑ دیا گیا حرام نہ ہوگا بتوں کے نام پر چھوڑنے سے حلال جانور حرام نہیں ہوجاتا غیر خدا کے نام پر جو ذبح کیا جائے وہ حرام ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۔ از اناسے بریلی مرسلہ شیخ چھدا صاحب ۲۵ محرم الحرام [illegible]ھ

---

[1] سراجیہ مجیدی قاضی خاں مطبوعہ [illegible] ، مشکوٰۃ [illegible]

چڑیوں میں کون کون چڑیا کا گوشت مباح ہے اور کون کون جانوروں کا گوشت کھا سکتے ہیں؟

الجواب۔ درندے شکاری جانور کچلی رکھنے والے شکاری پرندے شکاری پنجہ رکھنے والے حشرات الارض حشرات الارض کے شکاری جانور اور وہ جانور جن میں خون نہیں سوا مچھلی اور ٹڈی کے کوا چمگادڑ خچر گھوڑا اور دیسی گدھا ناجائز ہیں۔ حمار وحشی وارنب وعقعق جائز ہیں۔ فتاوی خلاصہ میں ہے۔ فی شرح الطحاوی ما لا یؤکل کل ذی ناب من السباع وذی مخلب من الطیور والهوام التی تسکن فی الارض وجمیع سباع هوام الارض الا الارنب فانه یحل اکله وما لا مخلب له من الطیور وفی فتاوی الصغری ما لا دم له کالزنبور ونحوه لا یؤکل الا السمک والجراد والعقعق ونحوه یؤکل ویکره الغراب وهو الذی یأکل النجاسات وفی الفتاوی القاضی لا یؤکل الخفاش لانه ذو ناب وحمار الوحش یؤکل بخلاف الاهلی والبغل لا یؤکل ویکره لحم الخیل عند ابی حنیفة اه مختصرا۔ دریائی سارے جانور سوا مچھلی کے ناجائز ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از نیروبی افریقہ جامع مسجد مرسلہ عطا محمد صاحب ۲۴ جمادی الاولی سنہ [illegible]ھ

اس ملک افریقہ میں حکام وقت قصابوں کو حکم دیتا ہے کہ پہلے ذبح سے عمل وغیرہ کے مغز میں پستول مارو بعدہ ذبح کرو۔ آیا یہ فعل شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ یہ فعل ناجائز و حرام ہے وجہ شرعی ایذا صریح ظلم و قبیح ہے اس حکم کا ماننا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از کوہ مری ضلع راولپنڈی پنجاب بازار کلاں متصل ہوٹل محبت خاں مرسلہ جناب ملا الدین صاحب ۲۶ رجب سنہ [illegible]ھ۔

زید ایک بکری کے ساتھ زنا کرتا ہے بکری کا مالک گندگی سے آلودہ بکری کو ایک ملا کے پاس لایا مع شہادت اور ملزم کے اقرار کرنے پر فتوی دیا گیا کہ بکری ذبح کر کے دفن کی جائے اور ملزم مالک کو قیمت ادا کرے اور تیس آدمیوں کو کھانا کھلائے ملزم نے دونوں میں سے ایک تعزیر کو بھی انجام نہ دیا مالک نے پھر ملا صاحب کے پاس جا کر کہا ملا صاحب نے جواب دیا کہ جس طرح مرضی ہے کرو اور بکری فروخت کرنے کو کہا بکری فروخت ہوئی اور دوسری جگہ بیوپاری کر کے بکری کا گوشت مسلمانوں کو کھلایا گیا۔ کیا یہ فتوی اور تمام عمل صحیح ہے؟

الجواب۔ زید بے قید گنہگار ہوا اس پر توبہ لازم سلطنت اسلام ہوتی تو اسے تعزیر کرتی وہ بکری ذبح

کر دینا چاہیے تھی مگر واجب نہیں کہ ذبح کردی جائے، امام اعظم کے نزدیک اس کا گوشت کھانا بے کراہت جائز، صاحبین کے نزدیک حیوان ماکول اللحم کو بھی غیر ماکول اللحم کی طرح بعد ذبح جلا ڈالنا چاہیے "تقطع امتداد التحدث بہ کلما رؤیت"۔ غیر کی بکری لائے جب یہ ناپاک حرکت کی تو وہ اگر ذبح کی جائے تو قبل ذبح اس کی قیمت زید کو چاہیے کہ مالک کو دے دے مگر یہ لازم نہیں کہ مالک دفع ضرر پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ درمختار میں ہے: لا یحد بوطء بہیمۃ بل یعزر وتذبح ثم تحرق ویکرہ الانتفاع بہا حیۃ ومیتۃ مجتبی وفی النہر الظاہر انہ یطالب ندبا لقولہم تضمن بالقیمۃ۔ شامی میں ہے: قولہ وتذبح ثم تحرق ای لقطع امتداد التحدث بہ کلما رؤیت ولیس بواجب کما فی الہدایۃ وغیرہا وہذا اذا کانت مما لایؤکل فان کانت تؤکل جاز اکلہا عندہ وقالا تحرق ایضا فان کانت الدابۃ لغیر الواطی یطالب صاحبہا ان یدفعہا الیہ بالقیمۃ ثم تذبح ہکذا قالوا ولا یعرف ذلک الا سماعا فیحمل علیہ زیلعی ونہر قولہ الظاہر انہ یطالب ندبا الخ ای قولہم یطالب صاحبہا ان یدفعہا الی الواطی لیس علی طریق الجبر وعبارۃ النہر والظاہر انہ یطالب علی وجہ الندب ولذا قال فی الخانیۃ کان لصاحبہا ان یدفعہا الیہ بالقیمۃ اھ وعبارۃ البحر والظاہر لایجبر علی دفعہا۔

فتاوٰی خلاصہ میں ہے: فی شرح الطحاوی رجل وطئ بہیمۃ یعزر فان کانت البہیمۃ لہ تذبح ولا تؤکل وعن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ امر بالبہیمۃ حتی احرقت بالنار وفی الفتاوی الصغری فی الذی یؤکل عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ولا یحرق وعند ابی یوسف لایؤکل ویحرق بالنار کالذی لایؤکل واما الذی لایؤکل یذبح ویحرق بالنار ولا یحرق قبل الذبح ویضمن الفاعل قیمتہ ان کان لغیرہ وفی دیات الفتاوی الصغرٰی قال الصدر الشہید ان کانت البہیمۃ للواطی یقال لہ اذبحہا واحرقہا وان لم یکن لہ یقال لصاحبہا ان یدفعہا الی الواطی بالقیمۃ ثم یذبحہا الواطی ویحرق ان لم یکن ماکولۃ وان کان مما یؤکل یذبح ولا یحرق۔ فتاوٰی بزازیہ میں ہے: فی شرح الطحاوی وطئ بہیمۃ یعزر فان کانت لہ تذبح ولا تؤکل وعن الفاروق رضی اللہ عنہ انہا تحرق وفی الصغرٰی انہا تؤکل عند الامام ولا تحرق وعند الثانی لاتؤکل وتحرق کما اذا کانت مما لایؤکل والذی لایؤکل یحرق ولا یحرق قبل الذبح ویضمن الفاعل ان لغیرہ قیمتہا قال الصدر والاعتماد علی روایۃ شرح الطحاوی وذکر فی المضمرات المختار الاحراق لقطع التحدث۔ تیس آدمیوں کو کھانا کھلانے کا حکم تو ملا کا اپنی طرف سے ہے حکم شریعت نہیں، ہاں بکری کا مالک اگر زید سے قیمت طلب کرتا بکری اسے دے دیتا تو زید کو قیمت دینا ہوتی، بکری دوسری جگہ فروخت ہوگئی اور اس کا گوشت کھایا گیا اس کا گوشت

[1] درمختار باب الوطء ... مطبوعہ مصر [2] ردالمحتار ... مطبوعہ مصر [3] فتاوٰی خلاصہ جلد ۴ ص ۹۵ مطبوعہ ... [4] فتاوٰی بزازیہ برحاشیہ فتاوٰی ہندیہ جلد ۶ ص ... مطبوعہ بیروت

کا فوجی ٹیکس تھا جو کسی قوم سے لڑنے کے بعد لڑائی کا نقصان پورا کرنے کی غرض سے لیا جاتا تھا یا وہ
ایک ایسا اصول تھا جو غیر مسلم اقوام سے محض اس لئے کہ وہ اسلامی حکومت میں ہیں ٹیکس لیا جاتا تھا۔ از
رہِ کرم مالا مال اس مسئلہ کا جواب پوری تفصیل اور دلائل کے ساتھ عنایت فرمایا جاوے اور اگر کوئی کتاب
جس میں جزیے کے متعلق کافی دلائل اور شرح ہوں تو براہ مہربانی اس کا نام بھی تحریر فرمایا جاوے۔ فقط
بینوا توجروا۔

الجواب۔ جزیہ عقوبت علی الکفر ہے کفر پر رہتے ہوئے دار الاسلام میں رہنے پر بے قتل سے چھٹکارے
کا بدلہ ہے کہ یا اسلام لاؤ یا قتل کئے جاؤ گے۔ یا ذلت سے رہو کہ ذلت کے ساتھ حاضر ہو کر جزیہ حاضر کرو،
جو ہر کافر پر واجب ہے مگر مرتد پر اور عربی مشرک بت پرست پر ان سے جزیہ نہ لیا جائے گا اسلام نہ لائیں
تو قتل ہی کئے جائیں گے ان سے قتل ساقط نہ ہوگا اور فقیر جو کسی وجہ سے عمل پر قادر نہیں اور اپاہج مفلوج
لولا لنگڑا بہت بوڑھا جو بالکل عاجز ہو چکا ہے اندھا اور راہب جو لوگوں سے انقطاع رکھتا ہو کسی سے
ملتا جلتا نہ ہو اور بچہ اور غلام اور نساء مگر بنی تغلب کی عورتیں کہ ان پر جزیہ ہے۔ بات یہ ہے کہ جزیہ نہیں
مگر وجہ اسقاط قتل اور فقیر اپاہج وغیرہ مذکورین قتل سے حکماً مامون۔ غلام میں مکاتب مدبر وابن ام الولد
سب داخل ہاں اگر ان مذکورین سے کوئی ذی رائے ہو اپنی رائے سے کافروں کی اعانت کرتا یا مالدار ہو
اپنے مال سے انہیں مدد پہنچاتا ہو تو وہ قتل کیا جائے گا ورنہ اس پر اسقاط قتل کے سبب جزیہ مقرر ہوگا۔

جزیہ دو قسم ہے ایک وہ جو صلح سے وضع کیا جائے۔ یہ من جانب الشرع معین نہیں جتنے پر صلح
واقع ہوگی وہ لیا جائے گا اور اس میں تغیر نہ ہوگا، کمی کر و بیشی نہ ہو سکے گا اور ایک وہ جو بعد غلبہ و فتح مقرر
کیا جائے گا اس کی تین صورتیں حسب حال ناس ہوں گی۔ فقیر مستحق ہو کسی طرح کسب پر قادر ہو اس سے
سال میں بارہ درہم ایک درہم ماہوار اور متوسط الحال سے سال میں ۲۴ درہم ہر مہینہ دو درہم اور غنی مال دار
رئیس پر سال بھر ۴۸ درہم ہر ماہ چار، چاہے سال پر لیا جائے یا ہر ہر ماہ دے دے کہ از کم دس ہزار درہم کا
مالک غنی ہے اور دو سو درہم کا متوسط الحال اور جو کسی چیز کا مالک نہ ہو فقیر ہے۔ یوں ہی وہ جو دو سو درہم سے
کم کا مالک ہو اور جہاں عرف میں دس ہزار درہم سے کم کے مالک کو مکثر کہا جاتا ہو وہاں کے اعتبار سے وہ
ہی مکثر ٹھہرنا چاہئے بعض ائمہ نے اس میں عرف کا اعتبار فرمایا۔

اور جب ظاہر الروایہ میں کوئی تحدید نہیں بیان ہوئی ہے تو رائے امام و سلطان کی جانب تفویض

کرنا چاہیے کہ وہ جیسا ہے اس پر اس کے حسب حال مقرر فرمائے ان اوصاف کا لحاظ آخر سال ہوگا
کہ وہی وقت وجوب ادا ہے اور اہلیت وعدم اہلیت میں وقت وضع معتبر ہوگا اگر مثلاً وقت وضع صبی تھا یا
مجنون تھا بعد وضع الامام اسی سال بالغ ہو گیا مجنون صحیح ہو گیا تو اس پر جزیہ مقرر نہ فرمایا جائے گا آئندہ سال اگر یہ
اہل ہوں گے تو وضع کیا جائے گا۔ مگر فقیر کہ وہ اگر وقت وضع فقیر غیر معتمل تھا پھر موسر ہو گیا تو اس پر وضع فرما دیا
جائے گا اگرچہ ابھی اکثر حول باقی ہے امام ہر سال تجدید وضع فرماتا رہے گا۔ یہ غلط ہے کہ جزیہ فوجی ٹیکس تھا جو لڑائی
کا نقصان پورا کرنے کی غرض سے لیا جاتا تھا۔ جزیہ کے کچھ مسائل تو یہاں ذکر ہوئے انھیں سے روشن کہ وہ ہرگز
فوجی ٹیکس کسی طرح نہیں خاص جزیہ کے متعلق تمام مسائل کی کتاب اردو فارسی میں ہماری نظر میں نہیں۔

درمختار میں فرمایا الموضوع[1] من الجزیة بصلح لا یقدر ولا یغیر تحرزا عن الغدر وما وضع بعد ما قهروا واقروا على املاكهم يقدر في كل سنة على فقير معتمل يقدر على تحصيل النقدين باي وجه كان اثنا عشر درهما في كل شهر درهم وعلى وسط الحال ضعفه في كل شهر درهمان وعلى المكثر ضعفه في كل شهر اربعة دراهم وهذا للتسهيل لا لبيان الوجوب لانه باول الحول ومن ملك عشرة آلاف درهم فصاعدا غني ومن ملك مائتي درهم فصاعدا متوسط ومن ملك ما دون المائتين او لا يملك شيئا فقير قاله الكرخي وهو احسن الاقوال وعليه الاعتماد واعتبر ابو جعفر العرف وهو الاصح ويعتبر وجود هذه الصفات في آخر السنة فتح لانه وقت وجوب الاداء وتوضع على كتابي ومجوسي ولو عربيا ووثني عجمي لجواز استرقاقه فجاز ضرب الجزية عليه لا على وثني عربي لان المعجزة في حقه اظهر فلم يعذر ومرتد فلا يقبل منهما الا الاسلام او السيف ولا صبي وامرأة وعبد ومكاتب ومدبر وابن ام ولد وزمن من شل بعض اعضائه او تعطل قواه فيدخل المفلوج والشيخ العاجز والاعمى وفقير غير معتمل وراهب لا يخالط لانه لا يقتل والجزية لاسقاطه والمعتبر في الاهلية وعدمها وقت الوضع فمن افاق او عتق او بلغ او برئ بعد وضع الامام لم توضع عليه بخلاف الفقير اذا ايسر بعد الوضع حيث توضع عليه لان سقوطها للعجز وقد زال اي والجزية ليست بدلا بكفرهم كما طعن الملاحدة بل انما هي عقوبة لهم على اقامتهم على الكفر فاذا جاز امهالهم للاستدعاء الى الايمان بل دعوتها فيها اولى وقال تعالى حتى يعطوا الجزية عن يد وهم صاغرون۔

ردالمحتار[2] میں ہے۔ قوله لا يقدر ولا يغير اي لا يكون له تقدير من الشارع بل كل ما وقع الصلح

[1] [2] شامی جلد ۳ ص ۲۹۶، ۳ ص ۲۶۹ مطبوعہ بیروت۔

عليه بتعيين ولا بغير بزيادة ولا نقص فوله هو اعتبر ابو جعفر العرف حيث قال ينظر الى العادة كل بلد فى ذلك الا ترى ان صاحب تحسين الكلمة يعد من المكثرين وفى البصرة وبغداد لا يعد مكثرا قوله وهو الاصح صححه فى الولوالجية ايضا قال فى الدر المنتقى والصحيح فى معرفته هو الاعرف فهم كما فى الكرما وهو المختار كما فى الاختيار وذكره القهستانى واعترض فى النهر تبعا للبحر بانه اى التحديد بخمسة كرفى ظاهر الرواية ولا يخفى ان الاول اى اعتبار العرف اقرب لرأى صاحب المذهب واقره فى الشرنبلالية وفى شرح المجمع وغيره ويتفق تفويضه للامام اى كما هو رأى الامام وفى التاترخانية انه الاصح فتبصر اھ يعنى ان رأى الامام ان المقدرات التى لم يرد بها نص لا تثبت بالرأى بل تفوض الى رأى المبتلى قوله لانه لا يقتل الاصل ان الجزية لاسقاط القتل فمن لا يجب قتله لا توضع عليه الجزية الا اذا اعانوا برأى او مال فتجب الجزية قوله لم توضع عليه لان وقت الوجوب اول السنة منذ وضع الامام فان الامام يجدد الوضع عند رأس كل سنة لتغير احوال الهدى ببلوغ الصبى وعتق العبد وغيرهما فاذا احتلم وعتق العبد بعد الوضع فقد مضى وقت الوجوب فلم يكونا اهلا للوجوب قوله بخلاف الفقير اى غير المعتمل اذا ايسر العمل فانها توضع عليه قوله لان سقوطها العجز ولان الفقير اهل لوضع الجزية تكون نحو اعلى اكنه معذورا بالفقر فاذا زال اخذت منه لكن ان بقى من الحول اكثره ونحوه تعالى اعلم۔

مسئلہ ۔ از گیا ڈاک خانہ رفیع گنج محمد عبد الحق ۱۳ جنوری ۱۹۲۲ء مطابق ۱۳ جمادی الاولی ۱۳۴۰ھ

گراموفون جس میں کہ اشعار نعتیہ وغیرہ ہوں اس کا سننا جائز ہے یا نہیں اور گراموفون مزامیر کے اندر داخل ہے یا نہیں؟

الجواب ۔ گراموفون آلات لہو ولعب سے ایک آلہ ہے اور نعت شریف اللہ و رسول کا ذکر جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھر ریکارڈ کے مسالہ میں اسپرٹ ہوتی ہے اسپرٹ شراب ہے گراموفون سے ہرگز ہرگز نہ سنیں خصوصاً اذکار حمد و مصطفٰی جل شانہ وعلیہ التحیۃ والثناء گراموفون میں مزامیر کی آواز بھی ہوتی ہے گراموفون خود مزامیر میں نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از رنگون محلہ لنگی اسٹریٹ ۲۰ سید محمد طیب صاحب ۱۴ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

محرم شریف میں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما کا ذکر شہادت صحیح روایتوں سے مسلمانوں کو سنانے کے لئے محفلیں منعقد کرنا یا حضرات اہلبیت رضی اللہ تعالٰی عنہم کو ایصال ثواب کے لئے

ان کی نیاز دلانا سنی مسلمانوں کے لیے مذہبی رسوم میں سے ہے یا نہیں اور ایک سنی مسلمان اس کو اپنی مذہبی رسم کہہ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ۔ بے شک بے شبہ حضرات امامین سیدین شہیدین حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاک ذکر مبارک کی مجلس متبرکہ اہل سنت کا طریقہ رضیہ و رسم محمودہ مرضیہ ہے محبوبان خدا دینی پیشوایان دین حبیب کبریا علیہ وعلیہم التحیۃ والثنا کا ذکر مسلمانوں کے دین میں ذکر خدا تک سبب کہ مروان خدا خدا نباشند۔ لیکن زخدا جدا نباشند۔ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کا ان محبوبان الٰہی سے علاقہ ان کی ذوات کے لیے نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بزرگان خاص محبوبان اختصاص ہیں ان کا ذکر وہ اسی لئے کرتے ہیں کہ وہ بارگاہ الٰہی کے خاص مقبول بندے ہیں۔ ان کا ذکر باعث رحمت و برکت اور سبب ثواب ہے ان کا ذکر خدا کی عبادت اور خدا چاہے تو سبب نجات از عذاب ہے امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ اور خاص کر یہ ذکر شہادت تو ارشاد الٰہی وذکرھم بایام اللّٰہ[1] کے نیچے داخل اس ذکر سے مسلمانوں کا مقصد اپنے ان اماموں کی دینی عظمت دکھانا حق پر استقامت اور باطل سے نفرت کی ضرورت بتانا فسق و فجور کی عداوت اور اپنے ان دینی پیشواؤں کی محبت کو جن سے ایمان کو قوت پہونچتی ہے اپنے دلوں کو تازہ کرنا اور دین و مذہب پر اپنی جان و مال عزت و آبرو سب کو نثار و قربان کر دینے کا سبق اپنے ان اماموں کے اس اسوۂ حسنہ سے حاصل کرنا اوروں کو ان کی ہدایت کرنا ہے۔

[illegible] بالصواب۔

ان مجالس کی رسم بہترین رسم ہے ان مجالس سے مسلمانوں کے بہت دینی فائدے ہیں مگر وہابی اور دیوبندی محبوبان خدا کے ایسے دشمن ہیں کہ وہ ان کا ذکر بھی سننا نہیں چاہتے بلکہ اتنا بھی نہیں سن سکتے کہ سال بھر میں ایک بار فلاں جگہ ان کا ذکر خیر ہوا اور کیوں نہ جل بھن جائیں کہ جب تک ان کا ذکر مسلمانوں میں رائج رہے گا مسلمانوں کو ان سے محبت رہے گی اور جب تک محبوبان خدا سے مسلمانوں کا علاقہ محبت رہے گا وہ ان کے دام تزویر میں آسانی سے نہ پھنس سکیں گے ان مجالس مبارکہ اور اسی ایصال ثواب کی رسم ایسی ہی رسم ہے جیسے مجلس میلاد مبارک اور گیارھویں شریف کی رسم مسلمانوں میں رائج ہے کون نہیں جانتا کہ یہ دینی و مذہبی مصالح ہیں وہابیوں کے نزدیک جیسے مجلس میلاد شریف وغیرہ ویسے ہی یہ مجالس متبرکہ اصل علت تو وہی محبوبان خدا سے عداوت ہے مگر ہاتھی کے دانت کھانے

[1] سورۂ ابراہیم آیت ۵

سے اور ۱۰ کو دکھانے کے اور ہوتے ہیں۔ گو کئی رسمیں ان ہی میں سے ایک یہ ہے کہ چونکہ یہ رسم ہے لہٰذا
حرام ہے دیوبندیوں کے پیشوا اشرف علی تھانوی کی اصلاح الرسوم دیکھئے۔ عمدہ کھچڑا پکانا اور کچھ کھانا پکا کر
احباب یا مساکین کو دینا اور ان کا ثواب حضرت امام حسین کو بخش دینا اس کی اصل وہی حدیث ہے کہ جو شخص
اس دن میں اپنی عیال پر وسعت دے اللہ تعالیٰ سال بھر تک اس پر وسعت فرماتے ہیں مگر چونکہ اس
میں رسوم کی پابندی کر لی ہے اس کو تہوار قرار دیا ہے اس لئے رسم کے طور پر کرنے سے ممانعت کی جائے
علیٰ ہٰذا شربت پلانا بھی اپنی ذات میں مباح تھا جب پانی پلانے میں ثواب ہے تو شربت میں کیا حرج
تھا مگر وہی رسوم کی پابندی اس میں لگ گئی ہے۔ علیٰ ہٰذا شہادت کا قصہ بیان کرنا یہ بھی فی نفسہ چند
روایات کا ذکر کر دینا ہے فی ذاتہ جائز تھا مگر ۱۰ الخ

انھیں تو رسم سے چڑھ ہے اس سے کچھ بحث نہیں کہ رسم اچھی ہے یا بری ان کے نزدیک رسم ہے
تو بری ہی ہے۔ نہیں انھیں بات وہی ہے کہ محبوبان خدا کی تعظیم ان کا ذکر انھیں ایصال ثواب سے
چڑھ ہے۔ محبوبان الٰہی کو ایصال ثواب ان کا ذکر شریف معاذ اللہ ان کی رسم تو بری ہے بوجہ رسم ہونے
کے حرام ہے مگر اب پیری مریدی کی رسم کہ انقلاب کلیت سے پہلے خشک وہابیوں کے نزدیک تو وہ بھی
شرک تھی مگر اب اس وقت کے وہابی اپنے اسلاف کو احمق سمجھتے ہیں کہ ایسے نفع کی بات کو بے وقوف شرک
و بدعت بتلاتے تھے انھیں ہر وہ بات جس میں وہابی کا مالی فائدہ ہو بالکل حلال ہے انھیں اگر مسلمانوں میں
بجائے کھچڑا پکانے لنگر کرنے شربت یا سبیل لگانے مجالس ذکر میں خرچ کرنے کے یہ رسم ہو جائے کہ
وہ جو روپیہ ان کاموں میں صرف کرتے ہیں وہابیوں کو مدرسہ یا کسی اور چندے کے نام سے دیدیں پھر رسم
نہایت خوب محبوب و مرغوب و مطلوب ٹھہرے گی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از بریلی مسئولہ سکریٹری انجمن اسلامیہ۔ رجب ۱۳۳۸ھ

شب برات کی آتشبازی مسلمانوں کے ہاتھ فروخت کرنا اور خود چھوڑنا اور دوسروں کو چھوڑنے کی
تحریک کرنا اور امداد دینا عملاً امور مذکورۂ بالا کے بارے میں جو شریعت مطہرہ کا حکم ہو وہ مفصل بتلایا جائے
بینوا توجروا۔

الجواب۔ عقل و نقل کا قاعدہ مسلمہ اور ایک پختہ اصل از اصول محکمہ ہے کہ جرم میں کسی طرح کی اعانت
بھی جرم ہے۔ یہاں تک کہ اس میں دل لگانے تماشہ شرکت بھی۔ قاتل ہی ارتکاب قتل پر مجرم نہیں ہر وہ شخص جو

پر شرمندہ و منفعل ہو خدا سے مغفرت چاہے قبور جو منہدم کی ہیں انھیں پھر بنا دے اپنا قبضہ مالکانہ قبرستان سے
اٹھا لے پاخانہ غسل خانہ فوراً فوراً اٹھا لے کرے جہاں نجاست کی ہے اس جگہ کو فوراً فوراً نجاست سے پاک کرے
خالی زبانی توبہ نہ ہوگی۔ نہ مولیٰ سے معافی چاہے مُردوں کو ایصال ثواب کرتا رہے جن کی قبور منہدم کیں جن
کے قبر پہ پاخانہ غسل خانہ وغیرہ بنایا ان مُردوں سے جن کے اعزا و اقربا کی قبور کی توہین کرکے انھیں بھی ایذا پہونچائی
ان سے معافی چاہے خدا سے توفیق دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بخدمت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رفیع الدرجت مؤید الملۃ حضرت مولینا مولوی مصطفےٰ رضا خاں صاحب دام ظلہم

استفتاء۔ (۱) کسی اسلامی رفاہ عام مثلاً کتب خانہ ہسپتال وغیرہ کے لئے چار چار آنہ کی رسیدوں کے ذریعہ
امدادی چندہ حاصل کیا جائے اور حاصل شدہ رقم میں سے نصف چندہ دینے دلوانے کی ایک معینہ تعداد پر بذریعہ
قرعہ تقسیم کر دیا جائے اور چندہ دینے دلوانے کو پیشتر سے معلوم بھی ہو کہ نصف تقسیم کر دیا جائے گا تو کیا عند الشرع اس
میں کچھ قباحت ہے۔

(۲) اگر مذکورہ صورت میں کچھ قباحت ہے تو ایسی حالت میں جب کہ غیر مسلم قومیں اس طرح سرمایا اکٹھا
کرتی ہیں اور مسلمان بھی اس میں حصہ لیتے ہیں نیز مسلمانوں کے رفاہ عام کے کام سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے ناکام
ہوتے رہتے ہیں مسلمانوں کو اس صورت سے فائدہ حاصل کرنا جائز نہ ہوگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ یہ ہرگز جائز نہیں چندہ کا روپیہ چندہ دینے والوں کا ہے یا امانت ہے جس نیک کام کے
لئے انھوں نے دیا ہے دیانت کے ساتھ اسے اس میں صرف کرے اور صرف نہ ہو تو لازم جس جس سے جتنا
جتنا لیا ہے ہر ایک کو اتنا اتنا واپس دے یا ان کی اجازت ہو تو کسی اور جائز کام میں صرف کرے اگر کسی کام کے
لئے چند لوگوں سے چندہ لیا اس میں صرف کرکے کچھ بچ رہا اور کام ختم ہوگیا تو حساب کرکے حصہ رسد واپس دے
اور آگے پیچھے لیا ہے تو جن جن کا روپیہ پورا پورا صرف ہوگیا ان کا پورا صرف ہو لیا جن کا آدھا تہائی چوتھائی
صرف ہوا انھیں آدھا یا دو ثلث یا تین ربع واپس دے۔ اور جس کا بالکل صرف نہ ہو سکا اس کو پورا واپس
کرے صورت مستفسرہ یقیناً ناجائز بلکہ کھلا جوا ہے۔ خدا مسلمانوں کی آنکھیں کھولے نیک کام کرنا چاہتے
ہیں تو وہ بھی بذریعہ حرام۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ نصف چندہ کا روپیہ جو امین کے پاس نیک کام
میں لگانے کے لئے تھا امین اسے اس میں نہ صرف کرنے والا اور بذریعہ قرعہ گیا کا بھیک اور بھیک کا گیا کے
نیچے لگانے والا کون۔

سے نیت ہو ہے اسے نیک کام سمجھا حلال حرام حرام ہے اسے عزیز یہ پوچھتا ہے کہ یہاں اس میں کچھ قباحت ہے
یہ پوچھ کر عین قباحت کی کس قدر عظیم شناعت ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

(۲) ہرگز نہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ غیر مسلم قوم سود کے منافع تبلیغ وغیرہ امور میں جنہیں وہ کار خیر جانتی
ہیں صرف کرتی ہیں یہ پوچھنا ایسا ہی ہے کہ کوئی یہ پوچھے کہ غیر قومیں سود سے جو نفع کماتی ہیں اور مسلمان بھی
اس میں حصہ لیتے ہیں تو کیا مسلمانوں کو جائز نہ ہوگا کہ وہ سود کا روپیہ جمع کر کے دینی کاموں میں صرف کریں اسے
فرمان قرآن کا ارشاد سن۔ لا تتبعوا خطوات الشیطٰن ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ حکیم عبد الستار صاحب عفی عنہ ۲۵ رنومبر ۱۹۳۲ء

مخدومت المکرم ذو المجد والکرم جناب مولوی صاحب تسلیم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج شریف!
بعد سلام مسنون یہ تحریر بغرض تجویز فیصلہ ارسال خدمت ہے کہ بریلی کے دو شخصوں میں اس امر کی بحث ہے کہ زید
کہتا ہے کہ اسلام بسبب اپنی حقانیت اور اخلاقیت کے دنیا میں پھیلا اور بکر کہتا ہے کہ اسلام تلوار سے پھیلا اگر
آج تلوار مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو اسلام روز افزوں ترقی کرے آیا جناب کے نزدیک ان دونوں اسلام شناسوں
کے حق میں کیا فیصلہ ہے اور زید و بکر میں کون صحیح الرائے ہے۔ بینوا توجروا

الجواب۔ اسلام اللہ کا پسندیدہ دین ہے اسلام کی روشن و پاک تعلیم اور اس کے بہتر سے بہتر سچے
اصول نے عاقلوں کو اس کا بندہ بنایا۔ جو ذرا بھی کچھ سمجھ سکتے تھے اور مرض عناد میں گرفتار نہ تھے انہوں نے بصدق
دل نہایت شوق و رغبت سے اس کا کلمہ پڑھا اور جو احمق مرض عناد میں گرفتار تھے باوجودیکہ اس کی حقانیت
ان کے دل پر آشکار ہو چکی تھی جب کسی طرح اسلام کی عزت رسانی سے باز نہ آئے تو اسلام نے اپنے حلقہ بگوشوں
کے ہاتھوں تلوار دی۔ جن کے حق میں اس طریقے سے ہدایت ہونا تھی اور کسی طرح نہ سمجھ سکتے تھے تو وہ اس
ذریعے سے حق سمجھے کہ اگر یہ مذہب حق نہ ہوتا تو اس کے مٹھی بھر آدمی دنیا بھر کو فتح نہ کر لیتے ان کا فساد یوں تلوار
کے گھاٹ اترا اور وہ سچے دل سے اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے۔ اور جن کے حق میں ہدایت نہ تھی وہ یوں بھی
ذلیل ہوئے اگرچہ دل سے اس کی حقانیت کے معترف ہوئے۔ تو یہ غلط ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا اسلام
یقیناً اپنی حقانیت ہی سے پھیلا۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ تلوار کے ڈر سے اسلام قبول کیا ہو تلوار دیکھ کر بھی
جس نے اسلام قبول کیا اس نے اسلام کو حق جان کر ہی قبول کیا۔ اسلام کی تلوار ہی اس کے لئے اسلام کی
حقانیت کا روشن ثبوت بنی۔

لے سورۂ نور آیت ۲۱

زبان کلمات کہتے ہوئے دوسرا بکرا ذبح کرتا اور اس کے خون کو بھی اسی طرح چھوڑ کر [illegible] صلوٰۃ وسلام
کلمات اللھم منک والیک بسم اللہ اللہ اکبر اللھم صل علی سیدنا محمد [illegible]۔

(۲) مذکورہ بکروں اور ان بزرگ کا توڑیا جانا ناجائز ہے یا جائز؟ مدلل بہ دلائل جواب عطا فرمایا جائے
رب العلمین آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

الجواب ۔ (۱) ہرگز نہ چاہیے ظاہر ہے کہ یہ سخت سوء ادب ہے اور اگر باجے بھی ہوں یا اس طرح بجایا جائے کہ گت پیدا ہو فن کے قواعد پر جب تو حرام اشد حرام ہے۔ حرام در حرام ہے۔ وھذا ظاھر من ان یظھر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ بھی نہ چاہیے جھنڈے پر پھول چڑھانا محض بے معنی ہے وہ نہ بجا کر نعت و منقبت پڑھنے کا حکم اوپر گزرا۔ ان پھولوں کو تبرک بنانا اگر یوں نام ہے جھنڈے کی کسی بزرگ کی طرف نسبت ہی کے کیا معنی یہ ایسا ہی ہے جیسے تعزیہ وار تعزیہ نشان کی عظمت حضرت امام عالی مقام کی جانب فرضی نسبت سے کرتے ہیں فرضی نسبت کیا کام کی ہے۔ پھر اگر نسبت فرضی نہ ہو مثلاً کسی پیر کے مرید اس کی خانقاہ کے جھنڈے کی ایسی تعظیم کرتے ہوں اس پر پھول چڑھا کر انہیں لوٹتے ہوں جب بھی کہ یہ غلو ہے اور اللہ عزوجل غلو سے منع فرماتا ہے ارشاد قرآن ہے لا تغلوا فی دینکم محض جھنڈے کا جلوس نکالنا بھی ایسا ہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) ایسا کرنا بھی غلو ہے اور اگر اس ذبح سے مقصود اس مخلوق کی تعظیم بھی ہے اور ظاہر یہی ہوتا ہے کہ راہ میں ذبح کرنا اس کے خون پر قدم رکھواتے ہوئے لے جانا پھر اس منظر کو لوٹ لینا یہ سب اسی طرف نظر اس صورت میں اس کی حرمت میں کیا شبہ ہے کہ اگرچہ اس میں اللہ کے نام سے ذبح کئے مگر اس کا ذبح خالصاً للہ نہ ہوا۔ قدوم امیر یا کسی اور معظم کے قدوم پر جو ذبح کیا جائے اس کا حکم فقہائے کرام نے یہی حرمت فرمایا ہے اگرچہ اللہ ہی کے نام پر ذبح کرے تنویر الابصار و درمختار میں ہے ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من العظماء یحرم لانہ اھل بہ لغیر اللہ۔ تسمیہ کا مجرد خالص ہونا شرط ہے اور اس صورت میں وہ مجرد نہیں اس صورت میں اگرچہ ایسا کرنے والوں پر حکم کفر نہ دیا جائے مگر اس کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں۔

درمختار میں ہے ھل یکفر قولان بزازیۃ وشرح وھبانیۃ قلت وفی صید المنیۃ انہ یکرہ ولا یکفر لانا لا نسیئ الظن بالمسلم انہ یتقرب الی الآدمی بھذا النحر ونحوہ فی شرح الوھبانیۃ عن الذخیرۃ

لہ درمختار جلد ۵ ص ۱۹۶ مطبوعہ بیروت۔ کہ درمختار جلد ۵ ص ۱۹۶ کہ سورۂ نساء آیت ۱۷۱

به من جمع القرآن فقلت كيف تفعلان شيئا لم يفعله النبي صلى الله عليه وسلم فقال ابو بكر هو والله خير فلم ازل اراجعه حتى شرح الله صدري للذي شرح الله له صدر ابي بكر وعمر فتتبعت القرآن اجمعه من الرقاع والاكتاف والعسب اي العصى من الجريد وصدور الرجال حتى وجدت من سورة التوبة آيتين مع خزيمة بن ثابت لم اجدهما مع غيره لقد جاءكم رسول الى آخرها فكانت الصحف التي جمع فيها القرآن عند ابي بكر حتى توفاه الله ثم عند عمر حتى توفاه الله ثم عند حفصة بنت عمر رضي الله عنها۔ والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از بہیڑا پور علاقہ ترائی پوسٹ [illegible] مرسلہ [illegible] حسین صاحب [illegible] ۱۹ اپریل ۶۲ء

مخدوم و محترم بندہ زاد عنایتہ بعد بجا آوری آداب خادمانہ گذارش ہے کہ ایک عرصے سے یہ مسئلہ میرے اور میرے ایک [illegible] دوست کے درمیان زیر بحث ہے کہ آیا قربانی کا گوشت کفار کو دینا جائز ہے یا نہیں لہٰذا حضور سے التجا ہے کہ اس مسئلہ کو حل فرمائیں کہ اس بحث کا خاتمہ ہو جائے۔

الجواب۔ قربانی اللہ عزوجل کے نام پر اراقت دم سے ادا ہو جاتی ہے گوشت کا مالک وہ مختار ہے جو چاہے کرے اپنے صرف میں لائے یا اپنے اعزہ و اقربا احباب کو تقسیم کرے یا سب فقراء و مساکین کو دے دے ہاں مستحب ہے کہ اس کے تین حصہ کرے ایک گھر کے لئے رکھے ایک اعزہ و احباب میں تقسیم کرے ایک فقراء و مساکین کو بانٹے۔ کافر ذمی کے ساتھ برّ و احسان کی اجازت ہے قال تعالیٰ لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم[1]۔ حربی کے ساتھ حرام ہے قال تعالیٰ انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم[2]۔ آج حربی کافر کو قربانی کا گوشت دینا چاہئے نہ کوئی اور شئی ہاں اگر اپنے کسی کافر خادم کو اس کی اجرت میں قربانی کا گوشت دے دے تو حرج نہ ہوگا کہ وہ اس کے اپنے ہی صرف میں آیا یونہی اگر اسے بطور انعام اس امید پر دے کہ یہ مزدور خوش دلی سے کام کرے گا تو بھی حرج نہ ہونا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین حسب ذیل مسائل میں۔

(۱) اعلیٰ حضرت کے معنی کیا ہیں مع دلیل کے بیان کیجئے؟

الجواب۔ اعلیٰ حضرت کے معنی ہیں اعلیٰ بارگاہ والا اور ہمارے عرف میں جو اس کا اطلاق معظم شخص پر ہوتا ہے شائع ہے جیسے معظمین کو حضرت کہا جاتا ہے یونہی جیسے جناب کہا جاتا ہے۔ مگر ہمارے یہاں [illegible] کے

[1] سورۂ ممتحنہ آیت ۸ [2] ایضاً آیت ۹

الجواب۔ مرد کو ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانا گناہ ہے۔ زیور پہننا گناہ ہے کنگنا ہندوؤں کا رسم ہے یہ
سب چیزیں پہلے اتروائیں پھر نکاح پڑھائیں کہ جتنی دیر نکاح میں ہوگی اتنی دیر وہ اور گناہ میں رہے گا اور اگر
میں قدرت ہوتے ہوئے دیر خود گناہ ہے باقی اگر زیور پہنے ہوئے نکاح ہوا تو نکاح ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۷) نقلی کام کا جوتا مرد کو پہننا درست ہے یا نہیں یعنی چاندی سونے کا تار نہ لگا ہو اور اگر چاندی سونے
کا تار لگا ہو تو درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب۔ جھوٹے کام کا استعمال نہ کریں اور وہ سچا بھی جو متفرق ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(۸) سیاہ لباس پہننا درست ہے یعنی سر سے پیر تک سب کپڑے سیاہ ہوں۔

الجواب۔ جائز ہے مگر محرم میں درست نہیں ہے سب کپڑے سیاہ پہننا کوئی ایک آدھ کہ یہ روافض
کا دستور ہے اور ان کے ساتھ تشبہ ممنوع۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۹) جو روچوڑی پہنتے ہیں سدا سہاگ بنتے ہیں ان کا کیا حکم ہے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ ناجائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم! پہننے والے گنہگار ہوتے ہیں مگر بعض اولیاء کہ حکماً ایسا کرتے
ہیں ان کے لئے وہی حکم ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(۱۰) جو شخص برہنہ پڑا رہے اور مجذوب میں شمار کیا جاوے یہ درست ہے اس کے پاس جانا خدمت
کرنا اس کو کامل سمجھنا درست؟

الجواب۔ مجذوب کی کسی ایسی حالت نہیں دیکھی جا سکتی کہ وہ مرفوع القلم ہے دیکھنے والا تو مرفوع
القلم نہیں اسے اس کے ستر پر نگاہ کرنا جائز نہیں۔ ہر کس و ناکس کو مجذوب سمجھ لینا بھی نہ چاہئے اور سچا مجذوب
ہو اس سے بھی دوری رہنا چاہئے کہ اس سے نفع کم اور ضرر زائد پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(۱۱) سونے کی انگوٹھی اس نیت سے پہن کر سفر میں جانا کہ وقت ضرورت کام آوے درست ہے
یا چاندی سونا جیب میں رکھ کر نماز پڑھنا درست ہے؟ بینوا توجروا

الجواب۔ سونے کی انگشتری مرد کے لئے جائز نہیں چاندی کی انگشتری ایک نگ کی نگ جس قدر
بھی قیمتی ہو ساڑھے چار ماشے سے کم کی مرد کو پہننی جائز ہے چاندی سونا جیب میں رکھ کر نماز پڑھنے میں کوئی
حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۲) بزرگوں کی فاتحہ مزار کے سامنے والا افضل ہے یا مزار سے علیحدہ؟ بینوا توجروا

الجواب۔ فاتحہ مستحب ہے چاہے جہاں ہو اور مزار کے پاس اولیٰ اور یہ بھی اچھا ہے کہ قریب مزار
میں قرآن عظیم کی تلاوت بیک کرشمہ دو کار ہوگی۔ فاتحہ کا ایصال ثواب بھی اور وہاں تلاوت قرآن عظیم بھی جس سے
میت کو فرح و سرور اور انس و انبساط ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(۱۳) تاش جو عام طور سے کھیلا جاتا ہے بغیر بازی کے یہ درست ہے یا کس قدر گناہ ہے۔ بینوا توجروا

الجواب۔ تاش کھیلنا حرام ہے سخت گناہ ہے اور اس میں بازی لگانا اور جوا کھیلنا حرام در حرام ہے
سخت شنیع خبیث کام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(۱۴) ہندو کو فاتحہ کی شیرینی دینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب۔ حربی کفار کو نہ فاتحہ کی شیرینی دینی درست نہ غیر فاتحہ کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(۱۵) ہندو اگر شیرینی لائے اور کہے فاتحہ دے دو کسی بزرگ کی یا پیغمبر علیہ السلام کی تو فاتحہ دینا درست
ہے اور فاتحہ دے کر ہندو کو شیرینی دے دی جائے یا مسلمانوں کو تقسیم کر دی جاوے۔

الجواب۔ ہندو سے شیرینی لے کر اپنی کر کے اپنے آپ فاتحہ دے کر اپنی طرف سے تقسیم کردیں واللہ تعالیٰ اعلم
ہندو کی چیز پر فاتحہ نہیں ہو سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(۱۶) عورتوں کو قبرستان میں جانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب۔ نہیں چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(۱۷) بعض کہتے ہیں کہ بیٹی سوئم کے چنے چبانے سے قلب سیاہ ہو جاتا ہے اور میت کی فاتحہ
کا کھانا کھانے سے قلب سیاہ ہو جاتا ہے یہ صحیح ہے یا غلط؟ بینوا توجروا

الجواب۔ غلط ہے ہاں اغنیاء کو کھانا نہیں چاہیے کہ اغنیاء کے قلب میں اس سے قساوت پیدا
ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(۱۸) تہبند پہن کر یعنی تہبند کا سرا پیچھے نہیں گھرسا ہے اس حالت میں قبرستان میں جانا درست ہے
یا نہیں؟

الجواب۔ درست ہے اور تہبند یوں ہی باندھنا چاہیے کہ پیچھے گھرسنا نہیں چاہیے اور یہ تہبند
کے پیچھے سے ستر نہ کھلیں گے جاہلوں میں غلط مشہور ہے کہ گھرسا نہ ہوگا تو وہ ستر کھلے گا واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۹) بزرگوں کے مزار پر چادریں چڑھانا درست ہے یا نہیں اور لفظ چڑھانا استعمال کرنا درست ہے

یا نہیں یا بجائے چڑھانے کے دوسرا لفظ استعمال کیا جاوے جو دوسرا لفظ استعمال کیا جاوے وہ تحریر کر دیجئے

الجواب۔ درست ہے چادر چڑھانا ایسا ہی بولا جاتا ہے جیسے غلاف چڑھانا اگر یہ لفظ نہ بولیں چادر ڈالنا بولیں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ مرسلہ حکیم ان تراب خانصاحب بنگر ضلع سلطانپور قصبہ مکرعہ ۱۱ جمادی الثانیہ ۱۳۳۷ھ

خاندان مداریہ کے سلسلے جاری ہیں یا سوخت ہیں؟ بینوا بالدلیل توجروا

الجواب۔ بے کار سوال کئے جاتے ہیں نماز روزے وغیرہ ضروری مسائل تو پوچھے نہیں جاتے یہ بے کار باتیں دریافت کی جاتی ہیں اور پھر ایک بار نہیں واللہ اعلم کتنی بار یہ سوال آیا ہے لوگ بلا اس سلسلہ میں بیعت کرتے مرید ہوتے ہیں انھیں یہ ثابت نہیں کہ یہ سلسلہ سوخت ہو چکا ہے جن بزرگوں کو اس کی اطلاع ہے انھوں نے ایسا تحریر فرمایا ہے اس میں اس درجہ جاہلوں کو پڑنا کہ ایک دوسرے کا دشمن ہو جائے تکفیر و تفسیق تک نوبت پہونچ جائے ہرگز جائز نہیں جو مداری سلسلہ میں ہوتے ہیں ان سے تعرض نہ کریں کہ اس بے کار بحث کا نتیجہ سوا فساد اور کچھ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ ہمارے یہاں رواج ہے کہ گیارہویں شریف کے فقیروں کا ایک گروہ ہاتھ میں رنگین جھنڈے لئے ہوئے جس کو نشان کہتے ہیں اور لوبان دانی میں لوبان سلگائے ہوئے اور دائرہ (دف) بجاتے اور رقص اور گاتے ہوئے نکلتا ہے اس کا نام ان فقیروں نے راتب رکھا ہے عورتیں اس راتب کی منتیں مانتی ہیں یہ گروہ مسلمانوں کے مختلف محلوں میں گشت کرتا ہے اور دروازوں پر ٹھہرتا ہے اور تھوڑی دیر رقص اور گا کے محلے کی عورتیں کھلی حالت میں بے پردہ ان کے سامنے آتی ہیں پھر اہل خاندان کو کچھ نذرانہ دیا جاتا ہے بعض عورتیں اس راتب کی منتیں بھی مانتی ہیں کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو گیارہویں کے روز میں اپنے مکان پر راتب کراؤں گی وغیرہ لہذا اس طرح راتب پڑھنے یا پڑھانے اس کی منت ماننے کا شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب۔ عورتوں کا نامحرموں کے سامنے بے پردہ ہونا حرام ہے راتب کے وقت ہو یا کسی وقت۔ راتب کا مقصد کیا ہے اور یہ کیا رسم ہے ادھر یہ نہیں ہوتا ہے بہرحال اگر رقص اور گانا جائز نہیں ہوتے اور اس کا کوئی مقصد معقول ہے تو کچھ حرج نہیں مگر دف نہ ہو یا جو گانا ہو وہ سادہ اور بیت ہو سکتی ہے نہ بجایا جائے یہ راتب ہی سے نا بلد ہوں اور نہیں معلوم ہوتا کہ گداگری اور اپنے راتب کے ذریعہ کچھ حاصل کر لینے کا ایک ڈھب ہے تو یہ بھیک کے ڈھنگوں میں سے ایک نیا ڈھنگ ہے اگر ایسا ہے تو سوا محتاج کے اور

گھر میں اس کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

(۲) دوم یہ کہ قبلہ پیر ...... صاحب کا سلسلہ ورس قوالی مع باجا گاجا کے ہوتا تھا جس مکان پر عرس کی محفل
حال آیا تھا وہ پیر صاحب کو بے حجابانہ سجدے کرتے تھے میں نے مجوزہ پیر ...... صاحب سے دریافت
کیا تو فرمانے لگے کہ پیر کو تعظیمی سجدہ جائز ہے میں حیرت میں رہ گیا سجدہ تو بجز خدا کے کسی کو نہ کرنا چاہیے کیا پیر
کو سجدہ کرنا جائز ہے اور ایسا پیر جو پنجوقتی نماز مسجد کی اذان و اقامت سنے اور مسجد میں نہ جائے اور باجا گاجا
کے ساتھ قوالی میں مست رہے اور مرید سجدے کریں ان کو منع نہ کرے ایسے پیر سے مرید ہونا شرعاً جائز ہے
یا نہیں اور اگر اس کی مریدی توڑ دے تو شرعاً کوئی جرم تو نہیں ہے۔ مذکورہ بالا عیبوں والے پیر کا شرعاً کیا حکم ہے؟
بینوا توجروا عند اللہ بغیر حساب۔

الجواب۔ بلا وجہ شرعی جو تارک جماعت و مسجد ہو فاسق ہے۔ مگر جو نماز وہ گھر میں پڑھے گا ہو
جائے گی۔ بے وجہ شرعی ترک جماعت و مسجد کا اس پر الزام ہوگا مگر مسافر کو اسے رخصت ہے بہتر اس
کے لیے بھی حاضری مسجد و جماعت ہے مگر اس پر لازم نہیں۔ خصوصاً مقتدا و پیشوا اصحاب کے لیے ان کا ترک
مسجد و جماعت محض بربنائے سفر ہرگز مناسب نہیں بلا عذر صحیح نامناسب ہے لا صلاۃ لجار المسجد الا فی
المسجد کے معنی یہ نہیں کہ گھر میں جو نماز پڑھی گی وہ نماز ہی نہیں بلکہ یہ کہ وہ صلاۃ کاملہ نہیں۔

صورت مستفسرہ میں جو پیر صاحب نے ترک جماعت و مسجد کی یہ وجہ ظاہر کر دی کہ ان لا مذہبوں کے پیچھے
ہماری نماز نہ ہوگی تو اب اس سوال کے کیا معنی ہیں کہ بے عذر شرعی جو حاضر نہیں ہوتا اگر وہ تو عذر شرعی بتاتے
ہیں اور سوال اس سے متعلق ہے جو بے عذر حاضری ترک کرے رہا ترک صلاۃ تو یہ بہت اشد حرام فسق لازم
ہے۔ یہ اگر ثابت ہو تو نہ عذر سفر یہاں مقبول ہے نہ عذر عدم اہلیت امام۔ بے نمازی سے بیعت ناجائز ہے
اور لاعلمی میں جو ایسے سے بیعت ہو گیا ہو اسے بعد علم دوسرے کسی جامع شرائط سے بیعت چاہیے۔ قوالی مع
مزامیر ہمارے نزدیک ضرور حرام و ناجائز گناہ ہے اور سجدۂ تعظیمی کا بھی ایسا ہی۔ ان دونوں مسئلوں میں بعض
صاحبوں نے اختلاف کیا ہے اگرچہ وہ لائق التفات نہیں۔ مگر اس نے ان مبتلاؤں کو حکم فسق سے بچا لیا ہے
جو ان مخالفین کے قول پر اعتماد کرتے اور جائز سمجھ کر مرتکب ہوتے ہیں اگرچہ شرعاً ان پر اب دوہرا الزام ہے ایک
ارتکاب حرام کا دوسرا اسے جائز سمجھے خلاف قول صحیح جمہور چلنے کا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ہنود وغیرہ کافرین سے اگر کسی مسلمان نے تکلیف کے وقت کچھ قرضہ لیا تھا ادائیگی

کی کوئی صورت نہیں ہوتی اور یہ لوگ کچھ کر بھی نہیں سکتے یعنی کوئی ثبوت نہیں قرض دینے کا تو دعوی دغا بھی نہیں ہو سکتا تو اس صورت میں لیا ہوا قرض نہ دینے کی وجہ سے وہ مسلمان گنہگار ہوگا یا نہیں۔ مولی تعالی کے یہاں یہ کہ مسلمان قرضہ تو ادا کر سکتا ہے مگر جان بوجھ کر نہ ادا کرے کیونکہ وہ کسی طرح وصول نہیں کر سکتے اور اس کی عزت وآبرو پر یقیناً کوئی آفت نہیں ہو سکتی تو ایسی صورت میں یہ مسلمان مال موذی نصیب غازی سمجھ کر نہ ادا کرے تو گناہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب۔ وفائے عہد مسلمان پر فرض ہے، قرض لے کر واپس نہ دینا حرام ہے۔ واللہ تعالی اعلم!

مسئلہ۔ از نواب گنج ضلع بریلی مسئولہ مولوی عبد اللطیف صاحب۔ بتاریخ ۲۴ مارچ ۱۳۳۰ء

(۱) زید کا والد افعال حرام کا ارتکاب کرتا ہے تو زید اس سے بوجہ ارتکاب افعال حرام ناراض رہتا ہے اسی وجہ سے دنیاوی امور میں اس کی اطاعت وفرمانبرداری بھی نہیں کرتا ہے تو کیا اس وجہ سے گناہگار مرتکب عقوق والد ہوا یا نہیں؟

(۲) زید کی والدہ اگر کوئی حکم زید کو دے اور اس حکم کے خلاف اس کا والد حکم دے تو زید کو کس کا حکم ماننا واجب ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ (۱) ضرور۔ جو امر خلاف شرع نہ ہو اس میں باپ کی اطاعت لازم ہے اور نہیں کرتا تو عاق ہے۔ واللہ تعالی اعلم!

(۲) ماں باپ دونوں کی اطاعت لازم ہے اور جہاں دونوں کی نہ ہو سکے وہاں والد کی اطاعت مرجح ہے۔ واللہ تعالی اعلم!

مسئلہ۔ از پادرا گجرات۔ مرسلہ عال بھائی قاسم بھائی۔

ریاست بڑودہ کے اندر مسلمانان بڑودہ راج کانفرنس نامی ایک انجمن واسطے حقوق طلبی وتحفظ اسلام قائم کی ہوئی ہے یہ انجمن بیچ کوئی مذہبی امور کے دخل کرنے کے واسطے نہیں ہے صرف یہاں کے ہنود راجہ وہنود رعایا کے سامنے مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کا کام کرنے والی ہے اس لئے اس میں بلا قید ہر فرقے کے لوگ شامل ہو سکتے ہیں کیا اس انجمن میں سنی حنفی مسلمانوں کو شریک ہونا جائز ہے؟ بینوا توجروا

الجواب۔ اس کانفرنس میں شرکت بجائے تحفظ حقوق اہلسنت بمقابلہ فرق باطلہ وتحفظ حقوق اسلام بمقابلہ اعدائے اسلام ضروری ہے۔ فرق باطلہ کے ساتھ وہ مجالست ناجائز وحرام ہے جو بربنائے محبت وموالات

ہو تنفر ہو جب بے ضرورت وحاجت ومصلحت شرعیہ ہو نہ وہ جو اسے تبلیغ ورد ہو واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ از پیلی بھیت محلہ شیر محمد متصل کوٹھی عبداللطیف خاں صاحب رضوی ٹھیکیدار مرحوم مرسلہ شہزادی بیگم۔ ۲۰ رمحرم ۸۳ھ۔

جو شخص کہ ایک سنت پنجوقتہ نمازی روزہ اور تلاوت کا پابند ہو اور پارسا ہو اور گورنمنٹ گرلس اسکول کی ملازمہ ہو اور غیر مذہب رافضی کو دلی محبت سے تعلیم دے اور آپس میں وہ دونوں استاد شاگرد دلی محبت کا اظہار محبت کے لفظوں میں زبان سے ادا کریں یا تحریر میں لکھیں ان لفظوں میں کہ مجھ کو تم سے قدرتی محبت ہے تمہارا احسان حشر تک مرتے وقت تک نہیں بھولوں گی تم آتی ہو تو مجھ کو تسلی ہوتی ہے نہیں آتی ہو تو صدمہ ہوتا ہے اگر اس شاگرد رافضن کے یہاں کوئی بیمار ہوتا ہے تو اس کی عیادت کو جانا اس کے ذریعے سے سودا کھانے پینے کا منگوانا جائز ہے یا نہیں۔ اس رافضن کو ان بی بی نے بہن بنایا ہے اس کے لئے لفظ ہمشیرہ کا استعمال کیا جاتا ہے یہ بی بی جناب قبلہ وکعبہ اعلیٰ حضرت پیرو مرشد کی مرید ہیں۔

(۲) جب کہ مجبوری سے اپنی گذر اوقات کرنے کے لئے گورنمنٹ کی ملازمت ہے اس میں غیر مذہب رافضی کو اصول کے مطابق تعلیم دینا اور دل میں کراہت کرنا ظاہر وباطن میں دلی محبت کا برتاؤ کرنا کیا ہے بلکہ بے سرسری طور پر دنیا کا برتاؤ برتنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) چاندی کا خلال کرنا جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو کس طرح پر یا کسی غیر مذہب رافضی کے دینے پر اور اس کے کہنے پر کہ جائز ہے استعمال میں لایا جاسکتا ہے جائز ہے یا نہیں؟

(۴) اگر اپنی زندگی میں کوئی اپنی موت حیات کرے تو اپنی زندہ روح پر فاتحہ کا ثواب کس طرح پہونچایا جائے؟

الجواب۔ کسی کافر سے دلی محبت وموالات جائز نہیں خصوصاً مرتد سے۔ رافضیہ مرتدہ ہے اس سے علاقہ محبت وموالات رکھنا تو بہت سخت ہے محض صوری موالات بھی حرام ہے اور جب واقع میں محبت نہیں محض زبانی دعویٰ کیا جاتا ہے تو ایک تو جھوٹ کا گناہ دوسرے بے ضرورت ظاہری محبت وموالات صوری کا گناہ اوڑھا جاتا ہے کہ اس زبانی دعویٰ محبت ودوستی کے لئے وہ برتاؤ ضروری ہیں جن سے محبت کا ثبوت ہو جیسے مریض کی عیادت کو جانا۔ حدیث کا ارشاد تو یہ ہے: وان مرضوا فلا تعودوهم وان ماتوا فلا تشهدوهم
اگر وہ بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو بیمار پرسی کو نہ جاؤ اور اگر مرجائیں تو ان کے جنازے پر نہ جاؤ کفار سے دلی

بہت ہی سخت اشد ہے جس پر قرآن عظیم نے فرمایا انکم اذاً مثلہم[1] کفار سے دلی محبت کرنے والا انہیں کے مثل ہے اور فرمایا لیس من اللہ فی شیء یعنی اسے خدا سے کوئی علاقہ نہیں۔ ان سے اظہار محبت بے ضرورت ومصلحت شرعی حرام ہے۔ یہ کہنا کہ مجھے تم سے قدرتی محبت ہے اگر محبت نہیں ہے تو جھوٹ ہے یوں ہی یہ کہ تم آتی ہو تو مجھے تسلی ہوتی ہے نہیں آتی ہو تو صدمہ ہوتا ہے اسے بہن بنانا اسے ہمیشہ کہنا بلاشبہ گناہ ہے ان سب باتوں سے توبہ و رجوع لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جائز تعلیم میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) چاندی سونے کا خلال ناجائز ہے اگر محض طمع ہو تو جانتا ہے رافضیہ کے جائز بتانے پر عمل کرنا اپنے مذہب کا ترک اور شعار روافض کے مذہب کا باطل تقویٰ ماننا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) اللہ عزوجل کے لئے جو نیک کام کرے تلاوت قرآن عظیم، درود شریف، صدقہ خیرات دینا، ان کا ثواب اسے اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو دے گا جیسے اور کاموں نماز روزے وغیرہ کا ثواب۔ ثواب پہنچانا اس کا کام نہیں۔ ثواب دینا اللہ عزوجل کا کام ہے اس کا کام دعا ہے جیسے دوسرے کے لئے دعا کریں کہ الٰہی اس میرے پڑھے اس کئے کا ثواب نہ میرے عمل کے لائق بلکہ تو اپنے کرم و فضل کے لائق فلاں کی روح کو عطا فرما۔ یوں ہی اپنے لئے دعا کرے کہ مجھے عطا فرما، خدا چاہے گا تو اسے عطا ہوگا۔ روح کسی کی نہیں مرا کرتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: از بمبئی کھوکھا بازار مکان ۲۲ دوسرا مالہ پوسٹ ۳ مرسلہ جناب حافظ سید نور الحق صاحب قاضی برکاتی قادری ۹ محرم الحرام ۳۳ھ

حضور والا دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ایک استفتا حاضر کرتا ہوں اس کی وجہ سے یہاں سخت ہنگامہ ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاکہ آپ کی زوجہ جعدہ نے کیا اس کا ثبوت ہے یہاں علماء کی جماعت میں دو گروہ ہو گئے ہیں ایک وہ جس کے چند افراد کہتے ہیں کہ جعدہ کا زہر دینا ثابت نہیں اس لئے خواہ مخواہ الزام نہیں لگا سکتے اور ثبوت میں سوانح کربلا پیش کرتے ہیں جس میں لکھا ہے کہ یہ روایت غیر معتبر ہے اور اس کی بنا پر امام کے قتل کا الزام جعدہ کے سر نہیں لگا سکتے یہ بھی لکھا ہے کہ تاریخی گروہ کا اس سے بڑھ کر کیا تبرا ہوگا کہ امام کی (قرین) کے ذمہ الزام لگا کر خود گالی دیں اور سنیوں سے دلوائیں ملخصاً۔ دوسرا گروہ جس میں بمبئی کے تمام مولوی خواہ شہادت نامہ پڑھنے والے ہوں یا فاضل سب کہتے ہیں

[1] سورۂ نساء آیت ۱۴۰ ۱۲

کی جائے وہ ائمہ بھی یہ جانتے تھے کہ بے قطعی کسی جرم کی نسبت کسی مسلم کی جانب نہیں کی جاسکتی تھی انھوں نے اس نسبت کو قبول کیا برقرار رکھا خود اپنی تصانیف میں یہ جرم جعدہ سے منسوب کیا ہمارے لئے وہ قدوہ ہیں۔ اب آج تیرہ سو برس بعد ہم اس کی تحقیقات نہیں کر سکتے ہیں کہ کوئی قطعی بات معلوم ہو جب تو نسبت کرنا جائز ہے ورنہ حرام۔ یوں تو یزید ہی کی طرف امام حسن کے قتل کرانے اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر مظالم و قتل و غارت کی نسبت نہ کریں۔ ابن زیاد بدنہاد اور شمر مردود اور نحس ابن سعد اور ان کے ہمراہیان کسی پر کوئی الزام نہ رکھا جائے سب کو یہی کہدیا جائے کہ خارجیوں کا یہ پروپیگنڈا ہے انھوں نے خود قتل کیا اور بادشاہ اور اس کے حکام وعمال سے منسوب کردیا یا کوئی روافض نے خود دھوکے دے کر بلایا اور قتل و غارت کیا اور ان لوگوں سے منسوب کردیا۔ سوانح کربلا میں جو یہ لکھا کہ یہ روایت غیر معتبر ہے اپنا عندیہ لکھا اور یہ لکھا کہ اس کی بنا پر امام کے قتل کا الزام جعدہ کے سر نہیں لگا سکتے یہ بھی اپنا عندیہ ہے اور وہ اسی میں احتیاط تھے۔ یہاں کہ کہ خارجی گروہ کا اس سے پتہ کر کیا تبرا ہو گا آج بہت گراں ہے ہمارے ائمہ وعلماء ہی فرما گئے آگے اپنی تصانیف میں اسی کو ذکر فرمایا یہ خارجیوں کا تبرا ہو تو ان علماء پر (ان کے) عدم اعتبار و قلت تدبر کا الزام ہوگا کہ۔ ہمارے سامنے خارجیوں کی کوئی تصنیف نہیں ہمارے پیش نظر تو ائمہ وعلماء اہل سنت کی تصانیف ہیں جن میں جعدہ ہی کی طرف اسے منسوب کیا ہے اور اس طرح کہ اسی روایت پر اقتصار کیا ہے کوئی دوسرا قول لکھا ہی نہیں۔

صواعق محرقہ امام علامہ ابن حجر الہیتمی دیکھئے وہ لکھتے ہیں۔ وکان سبب موتہ ان زوجتہ جعدۃ بنت الاشعث بن قیس الکندی دس الیہا یزید ان تسمہ ویتزوجہا وبذل لہا مائۃ الف درہم ففعلت فمرض اربعین یوما فلما مات بعثت الی یزید تسألہ الوفاء بما وعدھا فقال لہا انا لم نرضک للحسن افنرضاک لانفسنا[1] تاریخ الخلفاء امام جلال الدین سیوطی میں ہے۔ توفی الحسن رضی اللہ تعالی عنہ بالمدینۃ مسموما سمتہ زوجتہ جعدۃ بنت الاشعث بن قیس دس الیہا یزید بن معاویۃ ان تسمہ فیتزوجہا ففعلت فلما مات الحسن بعثت الی یزید تسألہ الوفاء بما وعدھا فقال انا لم نرضک للحسن افنرضاک لانفسنا[2] سر الشہادتین جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی میں ہے سبب موتہ ان زوجتہ جعدۃ بنت الاشعث بن قیس سمتہ باغواء یزید بن معاویۃ وکان یزید ضمن لہا ان یتزوجہا ففعلت فمرض الحسن رضی اللہ تعالی عنہ اربعین یوما ثم مات فبعثت جعدۃ الی یزید تسألہ الوفاء بما وعدھا فقال انا لم نکن نرضاک للحسن افنرضاک لانفسنا انھوں نے تو اس کے

۱؎ صواعق محرقہ ص۱۳۲ مطبوعہ استنبول ۲؎ تاریخ الخلفاء ص۱۹۲ مطبوعہ اشرفی بکڈپو

بد حال ہیں کما قال تعالیٰ خسر الدنیا والاٰخرۃ ذٰلک ھو الخسران المبین۔ آئینۂ قیامت تصنیف حضرت
مجدد جناب استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں صاحب حسن رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ میں بھی لکھا ہے یہ کتاب اعلیٰ حضرت
قدس سرہٗ کی دیکھی ہوئی اور مجالس میں پڑھے جانے کی اجازت بھی ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ از قلعہ سنگھائی ضلع گمبیر پور کھیری اودھ مرسلہ مولوی جعفر شاہ مؤذن مسجد جامع ۲۱ ربیع الاول ۱۳..ھ
بخدمت شریف جناب مولانا مولوی مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
(۱) ایک مسلمان کے گھر برتنوں میں قوم عیسائی کے ایک پادری نے کھانا کھایا اور پانی پیا مسلمان ان
برتنوں کے استعمال کرنے سے گریز کرتے ہیں اور جس مسلمان کے برتن تھے اس کا حقہ پانی بند کیا ہے لہٰذا
اس صورت میں کیا ہونا چاہئے؟
(۲) حقہ بند کرنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ شریعت میں جائز ہے تو ہم لوگ اس کو ناجائز کرتے ہیں اور
شریعت کو نہیں مانتے لہٰذا اس کی تو ان لوگوں پر کیا ہونا چاہئے؟
(۳) چونکہ اس ضلع کا اکثر حصہ چھوت چھات کے اکثر مسائل سے ناواقف ہے لہٰذا صاف اور مفصل
مطابق شریعت تحریر فرمائیے تاکہ کل علاقہ میں اس مسئلہ سے آگاہی ہو جائے مطابق شرع شریف یہاں کے
مسلمان عمل پیرا ہوں؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ چھوت ہندو مذہب ہے اسلام میں اگرچہ چھوت نہیں مگر کافر سے نفرت اور کنارہ
کشی سنت ہے اور ان کی نجاست باطنی کے سبب ہر مسلمان کا فرض ہے۔ بے ضرورت و مجبوری شرعی یا مصلحت
مقبول شرعی کافر سے ظاہری میل یا ان کی جانب ادنیٰ میل جائز نہیں۔ قال تعالیٰ ولا ترکنوا الی الذین
ظلموا فتمسکم النار۔ اگر وہ شخص واقعی مجبور و معذور تھا اس نے بے مجبوری اس کافر کے ساتھ وہ برتاؤ
کیا تو اس کو معذور سمجھنا چاہئے جب کہ واقعی معذوری نہ ہو اس حالت میں اسے مرتکب معذور سمجھنا
چاہئے اور اگر کوئی مجبوری ذاتی نہ کوئی ایسی غرض و مصلحت ہو جو عند الشرع قابل قبول ہو تو وہ گنہگار ہوا۔
برتن اس کی نجاست باطنی سے نجس نہیں ہو گئے اگر اس کے منہ ہاتھ پاک تھے ان پر کوئی نجاست ظاہری
نہ لگی تھی تو وہ پاک تطییب قلب کے لئے دھوئے جائیں اور اگر نجاست ظاہری لگی تھی مثلاً اس نے
پہلے شراب استعمال کی تھی یا اور بہاں طعام کوئی نجس شئی کھائی پی تو برتن نجس ہو گئے پاک کر لئے جائیں ان
برتنوں کو ضائع کر دینا حرام اور چھوت چھات ہے۔ حقہ پانی بند کرنا یہ سزا جب ہی درست ہے جب وہ شخص

؎ پارہ ۱۲ سورۂ ہود آیت ۱۱۳

مذہب ہے کہ الاصل فی الاشیاء الاباحۃ جب اباحت اصل ہے تو جائز کہنے والے کو کچھ نہیں ہے ناجائز بتانے والا بتائے کہ وہ کہاں سے اور کس دلیل سے اسے ناجائز کہتا ہے کیا قرآن میں کسی طرح اس کی ناجوازی کا بیان ہے یا حدیث نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم میں یا کسی امام مجتہد نے اسے ناجائز بتایا ہے فاتحہ نام ہے کچھ قرآن خوانی درود خوانی کا اور برائے ایصال ثواب کوئی خوردنی یا نوشیدنی یا کسی کام کی کوئی شئی دینے کا اور دعائے ایصال ثواب کا کوئی مسلمان ہے جو قرآن خوانی کو جائز و مستحب نہیں مانتا یوں ہی درود خوانی کون مسلمان ہے جو صدقہ و ہدیہ وصلہ کو مستحب نہیں جانتا ہے کون مسلمان ہے جو دعا کو مستحب نہیں جانتا۔ آحاد سب مستحب ہوں اور مجموع حرام و ناجائز شرک و بدعت یہ نجدیوں کی ہی مت ہے احادیث شریفہ سے یہ بات روز روشن کی طرح آشکار ہے کہ عبادات بدنی اور مالی کا ثواب میت کو پہونچایا جا سکتا ہے۔ اور پہونچتا ہے اور میت اس سے خوش ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے۔ عن انس رضی اللہ تعالی عنہ انہ سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ انا نتصدق عن موتانا ونحج عنہم وندعو لہم فہل یصل ذالک الیہم فقال نعم انہ لیصل ویفرحون بہ کما یفرح احدکم بالطبق اذا اہدی الیہ۔ دوسری حدیث میں ہے۔ عن علی رضی اللہ تعالی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال من مر علی المقابر فقرا قل ہو اللہ احد احدی عشرۃ مرۃ ثم وہب اجرہا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات۔

ہمارے علماء نے اسی بنا پر تصریح فرمائی کہ انسان اپنے عمل کا ثواب غیر کو پہونچا سکتا ہے اہل سنت کا یہی مذہب ہے۔ وہ عمل نماز ہو یا روزہ یا حج ہو یا صدقہ ہو یا قراءۃ قرآن یا اذکار یا ان کے سوا انواع بر ہے اور وہ میت کو پہونچتا ہے اور اسے نفع دیتا ہے مثلاً امام زیلعی سے مراقی الفلاح علامہ طحطاوی میں ہے۔ فللانسان ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ عند اہل السنۃ والجماعۃ صلاۃ کان او صوما او حجا او صدقۃ او قراءۃ القرآن او الاذکار او غیر ذالک من انواع البر ویصل ذالک الی المیت وینفعہ۔ فاتحہ میں قراءت قرآن و اذکار و دعا اور صدقات وغیرہ انواع بر کے سوا اور کیا ہے جس کے سبب اس کی حرمت و شرک و بدعت کا قول کیا جاتا ہے۔ علامہ طحطاوی کی عبارت سے معلوم ہوا کہ اہل سنت تو اسے جائز ہی سمجھتے ہیں کہ آدمی نیک کام کرے اور اس کا ثواب دوسروں کو پہونچائے تو جو اسے نہیں مانتا وہ یقیناً اہل سنت کا خلاف کرتا ہے۔

وہ حدیث جو سوال میں مذکور ہے میری نظر میں ثابت نہیں۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ۔ از محلہ اعظم نگر ... صاحب قریشی۔

لے مراقی الفلاح ص۳۴۲ ۔ ایضاً ... ص۳۴۳

زید منت مانتا ہے کہ اگر میرا لڑکا آٹھ سال کا ہو گیا یا فلاں کام ہو جائے تو مدار صاحب یا فلاں بزرگ کا مرغا چڑھاؤں گا اب منت کی تاریخ سے بچے کے سر پر چوٹی رکھتا ہے جب میعاد مہینا آتی ہے تو زید ایک مرغا لے کر مدار صاحب کے میلے میں جاتا ہے اور بچے کی چوٹی منڈواتا ہے اور مرغا ایک مسلمان سے ذبح کرا کے فقراء میں تقسیم کرتا ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا یہ قول کہ مدار صاحب کا مرغا چڑھاؤں گا از روئے شرع شریف کیسا ہے اور اس مرغے کے گوشت کا کیا حکم ہے اور چوٹی جو اہل ہنود کا شعار ہے اس کا چھوڑنا کیسا ہے؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔ زید کہتا ہے کہ یہ سب امور بدعت قبیحہ ہے سخت گناہ ہے۔ اور کہتا ہے کہ کسی کے نام کا جانور چھوڑنا ہر کتاب میں حرام لکھا ہے۔

جواب۔ چوٹی لڑکے کے سر پہ رکھنا ناجائز ہے اور لڑکی کے سر پہ بھی ایسی چوٹی ناجائز ہے جو ہنود کی چوٹیا ہو۔ مرغا چڑھاؤں گا یہ لفظ بھی برا ہے اس لفظ سے احتراز کریں۔ اس منت میں کوئی حرج نہیں کہ اگر ایسا ہو تو میں حضرت سیدی مدار سیدنا مدار قدس سرہ یا فلاں بزرگ کی نذر و نیاز کروں گا حضرت کے مزار پر حاضر کروں گا۔ یہ جو چڑھاؤں گا اس کا مطلب یہی ہے مگر یہ لفظ برا تھا اس لئے اس سے روکا گیا۔
ان منتوں نذروں کی حقیقت یہ ہے کہ یہ خدام مزارات پر صدقے جاتے ہیں۔ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں حضرت سیدی امام عارف عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی فرماتے ہیں۔ ومن هذا القبيل زيارة القبور والتبرك بضرائح الاولياء والصالحين والنذر لهم بتعليق ذلك على حصول شفاء او قدوم غائب فانه مجاز عن الصدقة على الخادمين لقبورهم كما قال الفقهاء فيمن دفع الزكوٰة لفقير وسماها قرضا صح لان العبرة بالمعنى لا باللفظ وكذلك الصدقة على الغنى هبة والهبة للفقير صدقة وقد صرح الشيخ ابن حجر الهيتمى المكى من ائمة الشافعية فى فتاواه عن هذا النذر للولى الميت اذا قصد به الناذر قربة اخرى كاولاد الولى الميت او خلفائه او اطعام الفقراء الذين عند قبره مع النذر وجب صرفه فيما قصده الناذر الى اخره وبسطه من الكلام وغالب الناس فى هذا الزمان يقصدون ذلك فيحمل الكلام عليه ولا ينبغى ان يظن بالعوام اعتقاد ما قال بعضهم من ائمة المسلمين۔[1]

کسی جانور کی اولیاء کی جانب نسبت کرنے سے اس میں حرمت سرایت نہیں کر جاتی اس نسبت کا حاصل تو اتنا ہی ہے کہ یہ جانور اللہ کے نام پر ذبح کر کے اس کے گوشت پر ان کی فاتحہ ہوگی جیسے شادی وغیرہ تقریبات کے لئے جانور پال لیا جاتا ہے اور وقت پر اللہ کے نام پر قربان کر کے اس کا گوشت اس تقریب

[1] حدیقہ ندیہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۱ مطبوعہ استنبول

ہر وہ امر جس میں امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کوئی قول مروی نہ ہو تا قیامت تک مضطرب ہی رہے گا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ سے حکایت ہوا کہ وہ بعض مسائل میں مضطرب حیران و پریشان ہوتے اور فرمایا کرتے ہر وہ مسئلہ جس میں ہمارے شیخ کا کوئی قول نہیں ہمارا اس میں یہی حال ہے۔ اس جگہ بھی یہ امام ابو یوسف یا امام کے اصحاب سے کوئی صاحب جو فرمائیں وہ بھی امام ہی کا ارشاد ہے کہ یہ جو کچھ فرماتے ہیں آخر انھیں اصول و قواعد سے جن پر امام اعظم کے مذہب کی بنا ہے یہ حادثہ اگر امام اعظم کے عہد میں حدوث پاتا امام کے حضور پیش ہوتا انھیں اصول سے امام کا بھی ہی ارشاد ہوتا۔

قول دو طرح کا ہوتا ہے صوری و ضروری، صوری وہ جو منقول منقول ہو، ضروری وہ جس کا قائل نصًا قائل نہیں لیکن ضمنًا ضرور قائل ہے جیسے کوئی اپنے خدام کو کسی شخص صالح کے اکرام کا حکم دے اور بار بار تکرار اس سے کہے کہ ان کی تعظیم کیا کرو اور تعظیم فاسق سے انھیں روکے کہ کسی فاسق کی تعظیم کبھی ہرگز نہ کرنا پھر وہی شخص جو صالح تھا معاذ اللہ فاسق ہو گیا تو خدام پر اس کی تعظیم ان کے آقا کے اس ممانعت عامہ سے ممنوع ہے اگرچہ ان کے آقا نے اس شخص کے اکرام پر نص کی تھی اور یہاں اس کے ترک تعظیم پر نص نہیں خدام پر اس عام ممانعت کی بنا پر اس خاص کی ترک تعظیم لازم اگر وہ باوجود اس ممانعت کے اس کی تعظیم کریں گے اپنے آقا کی اطاعت نہیں۔ نافرمانی کریں گے۔ خدام اس ممانعت کی بنا پر اس کا اکرام و تعظیم نہ کریں تو کون عاقل ہے جو یہ کہے گا کہ اس کے خدام نے اس کی نافرمانی کی۔ ظاہر ہوا کہ قول وہی نہیں جو منقول ہو نصًا بلکہ قول وہ بھی ہے جو ضمنی ہو۔

العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ[1] میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں القول قولان صوری وضروری فالصوری ھو المقول المنقول والضروری مالم یقلہ القائل نصا بالخصوص لکنہ قائل بہ فی ضمن العموم الحاکم ضرورۃ بان لو تکلم فی ھذا الخصوص لتکلم کذا ثم ربما یخالف الحکم الضروری الحکم الصوری وحینئذ یقضی علیہ الضروری حتی ان الاخذ بالصوری یعد مخالفۃ للقائل والعدول عنہ الی الضروری موافقۃ او اتباعا لہ کان کان زید صالحا فامر عمرو خدامہ باکرامہ نصا جھارا وکرر ذلک علیھم مرارا وقد کان قال لھم ایاکم ان تکرموا فاسقا ابدا فبعد زمان فسق زید وعلانیتہ فان اکرمہ بعد بعد اسہ عملا بنصہ المکرر المنفی لکانوا عاصین وان ترکوا الاکرام لکانوا مطیعین۔ اس تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ ایسے حوادث جن میں امام کا کوئی قول منقول نہیں۔ حضرت امام ابو یوسف یا کسی اور امام اصحاب امام الائمہ کا قول

[1] فتاوی رضویہ جلد اول ص ۳۶۵ مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی

قائلا بها او معولا عليها فاذا كان على ... اكثر فعل الامر ثم حدث بعد ذلك الضرورات علمنا قطعا ان لو حدث على عهده لكان قوله على مقتضاه لا على خلافه وسوغنا العمل حينئذ بقوله المبني ولا نخلو المنقول عنه هو العمل بقوله لا الجمود على المأثور من لفظه وقد عد في العقود مسائل كثيرة من هذا الجنس ثم قال بعد ان كثير نحو ما في الاشباه ثم قال فهذه كلها قد تغيرت احكامها لتغير الزمان اما للضرورة واما للعرف واما لقرائن الاحوال قال وكل ذلك غير خارج عن المذهب لان صاحب المذهب لو كان في هذا الزمان لقال بها ولو حدث هذا التغير في زمانه لم ينص على خلافها قال وهذا الذي جرأ المجتهدين في المذهب واهل النظر الصحيح من المتاخرين على مخالفة المنصوص عليه من صاحب المذهب في كتب ظاهر الرواية بناء على ما كان في زمنه كما مر تصريحهم به الخ

اقول بل ربما يقع نظيره لعصر نص الشارع صلى الله تعالى عليه وسلم فقد قال صلى الله تعالى عليه وسلم اذا استأذنت احدكم امرأته الى المسجد فلا يمنعها وفي لفظ لا تمنعوا اماء الله مساجد الله۔ وقد امر صلى الله تعالى عليه وسلم باخراج الحيض وذوات الخدور يوم العيدين فيشهدن جماعة المسلمين ودعوتهم وتعتزل الحيض المصلى قالت امرأة يا رسول الله احدانا ليس لها جلباب قال صلى الله تعالى عليه وسلم لتلبسها صاحبتها من جلبابها ومع ذلك نهى الائمة الشواب مطلقا والعجائز نهارا ثم عمموا النهي عملا بقوله صلى الله تعالى عليه وسلم المضموني المستفاد من قول ام المؤمنين الصديقة رضي الله تعالى عنها لو ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم رأى من النساء ما رأينا لمنعهن من المسجد كما منعت بنو اسرائيل نساءها۔

پھر خود یہی مسئلہ خروج نساء الی المساجد دیکھئے اب مذہب یہی ہے کہ مطلقاً عورتوں کا خروج ممنوع ہے جوان ہوں یا عجائز جماعت سے نماز کے لئے حاضر ہونا چاہیں اگرچہ جمعہ کی یا عید کی یا وعظ کے مجمع میں حالانکہ صاحبین عجائز کے لئے حضور مطلقاً مباح فرماتے تھے اور امام غیر ظہر و عصر و جمعہ میں ان کا حضور جائز رکھتے تھے کون عاقل کہہ سکتا ہے کہ یہ امام و صاحبین کے خلاف ہے ان کا مذہب اب بھی اباحت حضور نساء ہے اور ان علماء کا مذہب وہ ہے جو امام کا مذہب نہیں بلکہ علماء نے جو کہا وہ امام ہی کا قول ہے انہیں کے قول سے ماخوذ ہے۔ علائی نے تنویر[1] میں فرمایا۔ قال فی التنویر والدر ویکرہ حضورھن الجماعۃ ولو لجمعۃ وعید ووعظ (مطلقا) ولو عجوزا لیلا (علی المذہب) المفتی بہ لفساد الزمان واستثنی الکمال بحثا العجائز

[1] فتاوٰی رضویہ جلد ۱ ص ۳۸۹ مطبوعہ رضا اکیڈمی

کے لئے تیار رہنا اور سامان رکھنا مسلمانوں کا دین ہے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور خدا کی راہ میں کوشش کرنا آہ مسلمانوں نے جہاں اپنے اور فرائض چھوڑے وہاں یہ بھی۔ جو بمجبوری چھوٹے تھے وہ تو چھوٹے ہی تھے سخت افسوس کی بات یہ ہے کہ اپنے اختیار سے بھی چھوڑ بیٹھے ہیں کہ مسلمان ہیں جو نماز نہیں پڑھتے روزہ نہیں رکھتے زکوٰۃ نہیں دیتے حج نہیں کرتے داڑھی سنت ہی نہیں شعار دین ہے کہ مسلمان آج مونڈتے کترتے ہیں قرآن عظیم کا ارشاد ہے واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم۔ یہ خدا کی رحمت ہے کہ اس نے کسی خاص چیز کا رکھنا فرض نہ فرمایا۔ قوت کی چیز رکھنے کی قدرت ہو اس کے رکھنے کا حکم فرمایا تلوار رکھنا اگر شعار نہیں ہے تو ہر ممکن قوۃ جس کی استطاعت ہو اس کا رکھنا تو قرآن عظیم وحدیث نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم سے ثابت ہے اس کا تو دینی حکم ہے خاص کر رمی (تیر وکمان گولی بندوق سے ہوتی ہے حدیث میں ہے الا ان القوۃ الرمی الا ان القوۃ الرمی الا ان القوۃ الرمی۔

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں شیخ علامہ عبد الحق دہلوی قدس سرہ حدیث عقبہ بن عامر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو علی المنبر یقول الا ان القوۃ الرمی الحدیث کے نیچے لکھتے ہیں گفت شنیدم آں حضرت را وحالانکہ آں حضرت بر منبر بود گفت وی می خواند ایں آیت را۔ واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ۔ وآمادہ سازید مر جنگ کافران را آنچہ توانید از قوت ونیز وی گفت مکرر ساخت ایں کلام را۔ الا ان القوۃ الرمی الا ان القوۃ الرمی الا ان القوۃ الرمی۔ واگاہ باشید مراد بقوت درین آیت کہ امر کردہ اند باعداد آں تیر اندازی ست چنانکہ گفت سہ بار۔ رواہ مسلم۔ وزمخشری وبیضاوی تفسیر کردہ اند قوت را بہر چہ قوت یافتہ شود بآں در حرب وبیضاوی گفتہ شاید کہ تخصیص آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمی را بآنکہ بیشتر بودن اوست اقوی۔ دوسری حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ستفتح علیکم الروم ویکفیکم اللہ فلا یعجز احدکم ان یلھو باسھمہ۔ اشعۃ اللمعات میں زیر حدیث مذکور ہے یعنی عاجز نباید یکے از شما بازی کردن بتیرہائے خود یعنی عادت کنید شما بہ تیر اندازی و بیاموزید آں را و اہتمام نمائید بشان آں ونباید کہ ترک کنید تیر اندازی را واختیار آں را و مداومت نمائید برآں بعد از فتح نیز ہر چند مستغنی شوید کہ احتیاج بہ تیر اندازی دائم است الخ مختصرا۔

اس حدیث میں تو فتح روم ہی کا ذکر ہے کوئی کہنے والا کہے کہ شارح حدیث نے عادت بتائی

لہ سورۂ انفال آیت ٦٠ ۔ اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص ٣٩٢ مطبوعہ سکھر پاکستان ۔ مسلم مشکوٰۃ ص ٣٣٦

سیدنا عبداللہ والد ماجد حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس نور کریم کے فیض حسن و جمال کے سبب بہت زنان قریش عاشق تھیں ہر ایک کی دلی آرزو تھی کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے دام میں پھانسے راہ میں بیٹھی آپ کا انتظار کیا کرتی تھیں مگر نور محمدی علیہ الصلاۃ والسلام کی برکت سے آپ ان میں سے کسی کے دام تزویر میں نہ آئے اور گناہ سے محفوظ رہے کما فی مدارج النبوۃ للشیخ المحقق عبدالحق محدث الدہلوی قدس سرہ تو ایسا ہونا کوئی تعجب خیز نہیں ممکن ہے ایسا ہوا ہو میرے سامنے جو چند کتابیں آئیں ان میں نے ان میں نہ پایا اس سے یہ لازم نہیں کہ یہ من گھڑت ہو جو لوگ لکھتے ہیں انھوں نے کسی معتبر کتاب میں پایا ہوگا ان کی جانب بدگمانی کی بجائے کہ گڑھ کر لکھ دیا کہ عدم وجدان وجدان عدم نہیں ہاں ہم اس وقت تک اسے بیان بھی نہ کریں گے جب تک معتبر کتاب میں نہ پائیں ماحصل یہ کہ ہم نہ اس کا اقرار کرتے ہیں جب تک کسی معتبر کتاب سے نہ پائیں اور نہ انکار کہ مسلمان لکھتے ہیں اور ایسا ہونا ممکن تو ان کی جانب بدگمانی نہیں کر سکتے کہ دل سے گڑھ کر لکھ دی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از نیا بازار دوکان تقدالحسن سوداگر مسئولہ محمد فاروق صاحب ۴ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ متصل مسجد سنہری شاہ۔

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندوستان کے کفار کیا حربی کفار میں ہیں؟

الجواب ہاں یہ سب حربی کافر ہیں اور آج ہی نہیں جب کہ سلطنت اسلامیہ یہاں نہیں رہی بلکہ اس وقت بھی حربی ہی تھے جب کہ سلطنت مغلیہ تھی حضرت عارف باللہ ملا احمد جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ استاذ سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنی تفسیر[1] میں فرماتے ہیں انظروا یا ایہا المؤمنون ہل فی ہذا الزمان ذمی و تکفروا یا ایہا المسلمون ان ہم الا حربی وما یعقلہا الا العالمون وقد طال الکلام فی تحقیق الذمی والحربی الا ان التمیز بین الحق والباطل بعض مشایخنا رحمہم اللہ تعالیٰ فی بعض رسائلہ فلعل العدان شئت وقد ذکر فی حقیقۃ الاعظم انہ لا کلام الا مزید علیہ فلیرجع الیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) وہابی غیر مقلد دیوبندی، قادیانی، رافضی شیعہ وغیرہم معاملات میں ایک درجہ میں ہیں یا کچھ فرق ہے ان کے ساتھ رسم رکھنا کھانا پینا ان کا حقہ پینا کیسا ہے جو لوگ ان سے ایسے معاملات رکھتے ہیں ان کا حقہ پینا ان کے یہاں کھانا پینا کیسا ہے اگر ان سے قطع تعلق کرنے میں ان کی شرارتوں سے مبتلائے مصیبت ہونے کا ڈر ہو جس کا تحمل نہ ہو سکے تو کیا کرے؟

[1] تفسیرات احمدیہ ص۳۰۰ مطبوعہ کریمی

یبدء علی الرجل الفاسق المعلن ای المظہر لفسقہ اعانۃ لہ و تعظیما فی فجورہ۔

بے ضرورت و حاجت ہرگز جائز نہیں یہاں تک کہ اگر کسی کافر یا مبتدع کو سنی مسلمان سمجھ کر سلام کیا پھر اس کا کافر یا مبتدع ہونا معلوم ہوا تو کہہ دے کہ میں اپنے سلام سے باز آیا کافروں مبتدعوں کی تحقیر کے لیے اسی میں ہے: ویسترد السلام من ظن انہ مسلم فظہر انہ ذمی او مبتدع بقول استرجعت سلامی تحقیرا لہم۔ فتاوٰی بزازیہ میں ہے: فی تعلیلہ لا باس برد سلام اہل الذمۃ ولا ینقص عن اہل الذمۃ الا اذا کانت تحتاج الیہ فلا باس بہا ایضا ولکن یکرہ مصافحتہم۔ پھر بھی انھیں بدمذہبوں سے میل جول کی ممانعت کی تبلیغ اس انداز سے کرتے رہیں کہ وہ برانگیختہ ہو کر جوش غضب میں آکر انھیں کسی مصیبت میں نہ پھانس دیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) اِن عند الضرورۃ الملجئۃ ایسا کرسکتا ہے کہ اس وقت وہ حکم خود اس کے مذہب کا حکم ہے کما بیناہ فی فتاوانا بحمد اللہ تعالٰی وہو ولی حسن التوفیق۔ وہو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: (۱) خارج مسجد ایک درخت مولسری کا ہے اس کا ایک حصہ مسجد کی فصیل پر سایہ کیے ہوئے ہے جس کے سائے میں نمازی بیٹھ کر وضو کرتے ہیں دو شخص اس درخت کو کاٹنا چاہتے ہیں باقی اہل محلہ درخت کے کاٹے جانے کے خلاف ہیں جب اہل محلہ نے درخت کاٹنے سے روکا تو ایک شخص بولا کہ مسجد میں درخت کا ہونا جائز نہیں اہل محلہ نے کہا کہ اعلٰی حضرت امام اہل سنت کی مسجد میں بھی درخت ہے تو اس شخص نے جواب دیا کہ اس کا گناہ مولوی صاحب کے ذمہ ہے وہ بھگتیں گے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جس درخت کے سایہ میں نمازیوں کو فائدہ پہنچتا ہے اور کسی قسم کی کسی محلہ والوں کو تکلیف نہیں اس درخت کا کاٹنے والا ازروئے شرع شریف کس جرم کا مرتکب ہے۔

(۲) کسی عالم کو اہل سنت والجماعت کہلانے والا خصوصا امام اہل سنت کی توہین کرنے والا ان کو گنہگار بتانے والا ازروئے شرع کیسا ہے مسلمانوں کو اس سے بات چیت سلام و کلام جائز ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا۔

الجواب: اس درخت کے کاٹنے کا انھیں کوئی اختیار نہیں وہ درخت خارج مسجد ہے اگر مسجد میں ہوتا تو جب بھی انھیں اختیار نہ ہوتا خصوصا اس صورت میں کہ وہ اہل محلہ ناخوش ہیں اور اس درخت سے منفعت بھی ہے۔ مسجد میں بھی بوجہ منفعت مسلمین بعد مسجدیت درخت بونا مکروہ ہے۔ ہندیہ میں ہے

۱؎ درمختار ... مطبع مجتبائی دہلی ۲؎ فتاوٰی بزازیہ ... ۳؎ ... مطبع ...

سے لگا دیں یہاں قاضی کہاں یہاں علم علماء بلد کی صحیح العقیدہ غیر فاسق قائم مقام والی ہے اس کی اجازت سے یہ تعزیر کی جا سکتی ہے جس کی اصلاح ہو جائے اور واپس کرنے پر پھر اس کے بگڑ جانے کا اندیشہ نہ ہو تو بعد اصلاح اسے اس کی رقم واپس دے دی جائے اور اس کے بگڑنے اور تعزیر کی حدیث ہی جانے کا اندیشہ ہو اس کی رقم کسی نیک کام میں صرف کر دی جائے اگر اس سے اجازت سے لی جائے تو اچھا ہے اور اگر وہ اجازت نہ دے تو بھی اس کی طرف سے کسی نیک کام میں لگا دی جائے کہ اسے ثواب پہنچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ لڑکیاں جو کپڑے کی گڑیاں آدمی اور عورت کی شکل بنا کر کھیلتی ہیں تو یہ جائز ہے یا نہیں زید کہتا ہے کہ جب تصویر کا بنانا ناجائز ہے تو گڑیوں کا کھیلنا بھی ناجائز ہونا اور یہ بھی ثبوت ہے کہ بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بچپن میں گڑیاں کھیلتی تھیں۔

الجواب۔ تصویر کشی بے شک ناجائز ہے۔ بنی ہوئی گڑیا جس کے ناک کان کچھ نہیں ہوتا محض کالے ڈورے سے کچھ نشان کر دیے جاتے ہیں ان سے کھیلنے میں بچوں کے لئے حرج نہیں جیسا کہ حدیث ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از محلہ قروان ہسنور سید محمد شاہ صاحب ۸ رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ

حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحب زادہ تین تھے یا چار اور ان کے اسماء مبارکہ کیا کیا ہیں؟

الجواب۔ اس بارہ میں روایات بہت مختلف ہیں ان چھ اولاد پر سب کا اتفاق ہے حضرت سیدنا قاسم و سیدنا ابراہیم اور چار صاحبزادیاں حضرت زینب اور حضرت رقیہ و حضرت ام کلثوم و حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا و عنہن صاحبزادے کسی روایت سے تین اور کسی روایت سے تین سے زائد بھی معلوم ہوتے ہیں۔ قاسم عبد اللہ طیب طاہر مطہر۔ فتاویٰ حدیثیہ[1] میں ہے سئل رضی اللہ عنہ عن عدد اولادہ الکرام صلی اللہ علیہ وعلیہم افضل الصلاۃ والسلام فاجاب بقولہ المتفق علیہ منہم ستۃ ذکران القاسم وابراہیم واربع بنات زینب ورقیۃ وام کلثوم وفاطمۃ وہؤلاء الاربع عاش ... صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واختلف فیما سوی ہؤلاء الستۃ فضم الیہم ابن اسحاق الطیب والطاہر فتکون ثمانیۃ ... والزبیر ... صغیرا بمکۃ کما قال ...

[1] فتاوی حدیثیہ ص ۱۳۱ مطبوعہ مصر

الا وفیہ فی صدرہ ثم کلمھم من ناحیۃ البیت لا یدرون من ھو ان غسلوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ ثیابہ فقاموا فغسلوہ وعلیہ قمیصہ یصبون الماء فوق القمیص ویدلکونہ بالقمیص رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ واصلہ فی ابی داؤد عن عائشۃ وابن سلم عن بریدۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از پیری ضلع بریلی مرسلہ مستری عبدالشکور ۲۲ رمضان سنہ [illegible]ھ

(۱) فاتحہ مروجہ سنت ہے نیز فاتحہ کو سنت کہتا ہے اس کا کہنا ٹھیک ہے یا نہیں، بروئے شرع فاتحہ کیا ہے؟

(۲) اگر کوئی شخص تمام عمر باوجود قدرت کے اپنے اجداد و آبا کی و اولیائے کرام کی جناب غوث اعظم کی گیارھویں محفل میلاد اقدس نہ کرایا ہو اور تمام عمر یا رسول اللہ نہ کہے تو تمام امور مذکورہ کے نہ کرنے سے کفر و اسلام کا سوال پیدا ہوتا ہے یا نہیں، وہ شخص منکر صوم و صلاۃ امر و نہی کا پابند و متبع سنت ہے؟

(۳) مزار پر چادر چڑھانے کا کیا ثواب ہے اور اس سے صاحب مزار کو کیا فائدہ پہنچتا ہے؟

الجواب: ایصال ثواب سنت ہے صدقہ کرنا سنت ہے قرآن عظیم کی تلاوت برائے ایصال ثواب سنت ہے دعا سنت ہے فاتحہ میں اور کیا ہوتا ہے، ہاں تعیین عرفی ہے شرعی نہیں اور اس کی غرض صحیح ہے۔ فتاوٰی عزیزیہ میں ہے[1]: ایں طعن مبنی ست بر جہل از احوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ را ہیچ کس فرض نمی داند آرے زیارت و تبرک بقبور صالحین و امداد ایشاں باہداء ثواب و تلاوت قرآن و دعائے خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن و خوب است باجماع علماء و تعیین روز عرس برائے آنست کہ آں روز مذکر انتقال ایشاں می باشد از دار العمل بدار الثواب والا ہر روز کہ ایں عمل واقع شود موجب فلاح و نجات ست و خلف را لازم ست کہ سلف خود را بایں نوع بر و احسان نماید چنانچہ در احادیث مذکور است کہ ولد صالح یدعو لہ و تلاوت قرآن و اہداء ثواب و اجابت قرار دادن مبنی بر کمال بلاغت و افراط جہل ست، اسی میں ہے در منثور سیوطی مرقوم ست[2]: عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یأتی احدا کل عام فاذا تفوّہ الشعب سلم علی قبور الشہداء فقال سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ واخرج ابن جریر عن محمد بن ابراہیم قال کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یأتی قبور الشہداء علی راس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار وابوبکر وعمر وعثمان

۱؎ فتاوٰی عزیزیہ جلد اول صفحہ ۔ ۲؎ در منثور جلد ۴ صفحہ مطبوعہ بیروت

کار ثواب ہے اور مستحب و مستحسن ہے کہ نصیحت و خیر خواہی مسلمین ہے صاحب مزار کو چادر کی حاجت نہیں مگر اتنا ضرور ہے کہ جب امتیاز قبور عوام سے ہوگا تو وہاں لوگ حاضری دیں گے اور ایصال ثواب کا خاص اہتمام کریں گے یوں ہی گذرتے ہوئے نہ چلے جائیں گے شامی میں ہے[1] الا قصد به التعظيم في عيون العامة حتى لا يحتقروا صاحب القبر ولجلب الخشوع والادب للغافلين الزائرين فهو جائز لان الاعمال بالنيات وان كان بدعة فهو كقولهم بعد طواف الوداع يرجع القهقرى حتى يخرج من المسجد اجلالا للبيت حتى قال في منهاج السالكين انه ليس فيه سنة مروية ولا اثر محكي وقد فعله اصحابنا اھ

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: از قصبہ بکھیرا ضلع بستی عبد الحامد قادری اشرفی ۲۴ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ

(۱) میلاد شریف میں قیام کرنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

(۲) سامنے کھانا یا شیرینی وغیرہ رکھ کر فاتحہ کرنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

الجواب: (۱) قیام مجلس میلاد جائز و مندوب و مستحسن ہے اور اس زمانہ میں کہ اس کا انکار وہابیت کا شعار ہے قیام کرنا متاکد ہے تفصیل اگر منظور ہو تو رسالہ مبارکہ اقامۃ القیامہ تصنیف لطیف اعلیٰ حضرت سیدنا الوالد الماجد مجدد المأۃ الحاضرۃ قدس سرہ ملاحظہ کریں واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جائز ہے فتاویٰ عزیزیہ حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی قدس سرہ میں ہے "فاتحہ بر شیرینی یا طعام نمودہ تقسیم در میان حاضران نمایند ایں قسم معمول در زمانہ پیغمبر خدا و خلفائے راشدین نہ بود اگر کسے ایں طور کند باک نیست زیرا کہ دریں قسم قبح نیست بلکہ فائدہ احیاء و اموات را حاصل می شود" اسی میں ہے "آنچہ طعام و شیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پختہ بخورانند مضائقہ نیست جائز است و اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شود اغنیا را ہم خوردن ازاں جائز است" اھ زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو رسالہ مبارکہ [illegible] الفاتحہ تصنیف شریف اعلیٰ حضرت قدس سرہ مطالعہ کریں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: زید کا قول ہے کہ شراب تھوڑی مقدار اتنی کہ حد سکر کو نہ پہنچے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا پینا جائز و حلال ہے یہ صحیح ہے یا نہیں اگر نہیں تو مع حوالہ کتب جواب عنایت ہو

بینوا توجروا

الجواب: زید کا قول حضرت سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر افترا ہے اس پر جہل آن

[1] شامی جلد ۵ ص ۲۴۲ مطبوعہ مصر

فیھا الطمع یعنی بعد ما صارت خمرا الا ترفع حرمتھا بالطبع ولکن یجاز تخلیلھا عندنا خلافا للشافعی۔

مسئلہ۔ از میرٹھ مستفتی مولوی محمد حسین صاحب موجد طلسمی پریس ۴ شوال المکرم ۱۳۲۵ھ

مستورات کو اپنے پیر و مرشد قبلہ سے پردہ کرنا چاہئے یا ان کے سامنے آنا چاہئے اگر بزرگان دین کا معمول بھی کچھ ارشاد ہو تو بہتر ہے بینوا توجروا۔

الجواب۔ عورت پر ہر غیر محرم سے پردہ فرض ہے۔ پیر استاد محرم نہیں ہیں نہ بعض اجنبی سے بزرگان دین میں وہ پردہ کو لازم ہی جانتے ہیں۔ شرعًا جانب سے پردہ لازم۔ ملا علی قاری کی مسلک متقسط میں ہے فرماتے ہیں ستر الوجہ عن الاجانب واجب علی المرأۃ۔ جو عورتیں خود بے پردہ پھرتی ہیں ان کو ہدایت کرنا پیر کا کام ہے اگر وہ پردہ نہ کریں خود سامنے آئیں اور ان کی طرف دوسری نگاہ قصدی نہ ڈالی جائے تو اس پر الزام نہیں۔ بزرگان دین عورت کی آواز کو بھی عورت سمجھتے ہیں اور اس کی آواز بھی سننا جائز نہیں جانتے۔ سیر الاولیاء شریف میں ہے گفت اگر امامی در نماز باشد و جماعت در عقب او ستادہ شوند و دراں جماعت عورات ہم باشند پس اگر امام را سہو افتد مردان را باید کہ اگر کسے بر وے تسبیح اعلام دہد بگوید سبحان اللہ وآن زنے واقف شود و چگونہ امام را آگاہ نماید سبحان اللہ نگوید زیرا کہ شاید آواز شنودن نباید بلکہ پشت دست بر کف دست زند و کف دست بر کف دست نزند کہ بلہو ماند۔

یعنی حضور نظام الملۃ والدین سلطان المشائخ نے فرمایا کہ اگر جماعت ہو رہی ہو اس جماعت میں عورتیں بھی ہوں اور امام کو سہو ہو۔ مردوں سے کوئی امام کو سہو سے تسبیح کہہ کر مطلع کرے اور اگر عورت سہو پر وقوف پائے تو وہ تسبیح نہ کہے کہ عورت کی آواز سننا جائز نہیں وہ کیا کرے کس طرح سے اعلام سہو کرے دو پشت دست کف دست پر مارے تالی نہ بجائے کہ تالی لہو لعب میں بجائی جاتی ہے۔ پردہ کا حکم شرع ہے اور بزرگ کا کوئی قدم شرع سے ہٹ نہیں سکتا اس کی بزرگی باقی رہنے کے لئے ضروری ہے اتباع شریعت علی وجہ الکمال۔ اور پیروی سنن بروجہ کافی۔ تو بزرگوں کا معمول پوچھنا ایک زائد سوال ہے۔ بزرگوں کا معمول اتباع شرع جب ٹھہرا اور پردہ کا حکم حکم شرعی تو خود ظاہر کہ بزرگوں کا معمول پردہ رہا اور رہے گا۔

بعض اولیائے کرام کے مرید جو خود بھی مدرجہ ولایت پر فائز تھے ایک نہایت حسین جمیل خوبصورت پر نظر پڑی جو بے پردہ جا رہی تھی ساتھ ہی اسی آن میں اس کا جنتی ہونا مکشوف ہوا آپ نے دوسری نظر

کہ اس بے ہودہ مخالفت پر قرآن عظیم سے شفا حاصل کرنے سے روکیں ایسے لوگ سخت بدنصیب ہیں
والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از مقام سیدپا ناک منڈی بیلو ضلع شاہ آباد ڈاکخانہ مسئولہ حکیم بشیر الدین احمد صاحب۔

(۱) زید سیدنا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اوفروا اللحٰی وانہکوا الشوارب پر عامل نہیں ہے یعنی اس کی داڑھی بالکل منڈی ہوئی اور مونچھیں بے حد بڑی بڑی؟

(۲) بظاہر تارک الصلوٰۃ ہے یعنی اس صورت میں کہ جماعت ہو رہی ہے اور وہ جماعت میں بالکل شریک نہیں ہوتا؟

(۳) دعویٰ عشق و محبت اللہ و رسول بھی ہے اور اپنے آپ کو مخمور الست سمجھتا ہے۔

(۴) پیری مریدی کا سلسلہ دونوں پر جاری رکھتا ہے مگر بظاہر معتقدین کے سامنے اپنی خاکساری ان لفظوں میں ظاہر کرتا ہے کہ بھائی ہم داڑھی منڈے ہیں اور مونچھیں بھی بڑی بڑی ہیں تم لوگ کیوں کر مرید ہو مگر لوگ اپنی عقیدت سے مجبور ہو کر مرید ہوتے ہیں تو کیا ایسا شخص کا مذکورہ بالا فعل از روئے شریعت و طریقت جائز و روا ہے؟

(۵) ایسے پیر پر شرعاً کیا حکم صادر ہوتا ہے اور بیعت شرعاً روا و جائز ہے اگر ناجائز ہے تو ایسی صورت میں مریدوں کو کیا کرنا چاہیے جواب ارسال فرما کر ماجور ہوں۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ داڑھی حد شرع سے کم رکھنے والا فاسق و فاجر ہے یونہی بے عذر شرعی تارک جماعت فاسق مستحق اہانت ہے اس کی تعظیم حرام ہے غنیہ و غیرہ کتب معتمدہ میں ہے لو قدموا فاسقا یاثمون لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اہانتہ شرعا۔ شرائط پیری سے یہ بھی ہے کہ فاسق معلن نہ ہو ایسے شخص سے بیعت جائز نہیں مریدوں کو کسی سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق ایسے شخص سے جو اپنی ضرورت کے مسائل جانتا اور بے مدد غیرے کتاب سے نکال سکتا ہو، جس کا سلسلہ متصل اور صاحب اجازت ہو، بیعت ہونا چاہیے۔

حضرت میر سید عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ السامی سبع سنابل شریف[1] میں فرماتے ہیں "اے برادر پیری و مریدی رسمی و عادی بیش نماندہ است و آن رسم و عادت نیز چنین بی چند شرائطی نیست کہ آن شرائط اصل پیری و مریدی و درست بیعت اما نخست از شرائط پیری یکے آن ست کہ پیر مسلک صحیح داشتہ باشد

[1] سبع سنابل شریف ص۳۵ مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، غنیۃ المستملی ص۵۱۳ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص۲۴۰

وارشاد فرمودہ است واز ہفتاد و دو گروہ احتراز واجتناب نمودہ وآن یک گروہ قوی باشند کہ بر کتاب و
سنت واجماع صحابہ پیروی کنانند۔ مرید چون پیر را بایں ہر سہ شرائط موصوف یابد بیعت با او کند کہ جائز و
مستحسن ست واگر پیر از ایں ہر سہ شرائط یکے مفقود بود بیعت با او جائز نباشد واگر کسے از سبب نادانی با
او بیعت کردہ باشد باید کہ از ان بیعت بگردد۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از بمبئی بھنڈی بازار سانکا منزل مرسلہ حکیم مولوی سید فضل رحیم مولوی محسن صاحبان [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم۔ زید وعمرو وبکر تین حقیقی بھائی ہیں ان تینوں کے
والد کثیر جائداد چھوڑ کر مرے ہیں جو بڑے بیٹے کے دخل وتصرف میں تھی عمرو منجھلے بھائی کو روپیہ لینے کی ضرورت تھی
چنانچہ عمرو نے اپنے بڑے بھائی سے کہا مجھے مبلغ تین سو پچاس روپیہ کی ضرورت ہے آپ میرے والد کی
جائداد میں سے دیجئے اور وقت تقسیم ترکہ پدری کے تین سو پچاس روپیہ وضع کر لیجئے۔ زید نے مبلغ تین سو پچاس
روپیہ یہ کہہ کر دے کہ میں تمہیں قرض دیتا ہوں تم ادا کر دینا حالانکہ وہ تین سو پچاس روپیہ جو عمرو کو دیے تھے
عمرو کے والد ہی کی جائداد کے تھے اور جائداد ہنوز تقسیم بھی نہیں ہوئی تھی اس کے باوجود بھی عمرو نے زید کے
منجھلے بھائی سے زید نے بجائے تین سو پچاس روپیہ کے پانچ سو روپیہ لے لئے اور تین سو پچاس روپیہ
کی رسید زید نے انہیں گواہوں کے سامنے جن کے روبرو زید نے عمرو کو تین سو پچاس روپیہ دیے تھے یہ
کہہ کر پھاڑ ڈالی کہ اب میرا قرض عمرو کے ذمہ ایک حبہ بھی نہیں رہا لیکن زید نے اپنے چھوٹے بھائی بکر کے
نام اپنے روزنامچہ میں بامر تاکید وصیت لکھ دی کہ میرے مرنے کے بعد مبلغ تین سو پچاس روپیہ جو میرے
منجھلے بھائی نے مجھ سے قرض لئے ہیں وہ تم یعنی بکر ان سے یعنی عمرو سے لے کر میرے بچوں کو دے دینا۔
اول تو یہ کہ عمرو نے ادا کردی حالانکہ ادا کرنا لازم نہیں تھا چونکہ عمرو کے باپ کی جائداد میں
سے روپیہ زید نے عمرو کو دیا تھا دوسرے روزنامچہ میں کسی کی گواہی نہیں ہے ---- تیسرے روزنامچہ
شرعاً معتبر نہیں ان امور کے علاوہ زید کو انتقال کئے ہوئے بیس سال کا عرصہ گزر گیا کبھی زید کے بڑے
لڑکے یا لڑکوں نے جن کے قبضہ میں ان کے باپ کا جملہ مال ومتاع اسباب وغیرہ ہے اپنے چچا عمرو سے
نہیں کہا کہ تمہارے ذمہ ہمارے باپ زید کا اتنا روپیہ واجب الادا ہے پھر ایک مرتبہ زید کے لڑکے نے
اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے اصرار کیا اپنے منجھلے چچا عمرو سے مبلغ چار سو روپیہ قرض لئے اس وقت
بھی زید کے بڑے لڑکے نے عمرو سے یہ نہیں کہا کہ اس کے باپ کے لئے تھے روپیہ اس پر باقی ہے جب زید

پیر کا تصور کرنا اس میں حرج نہیں بال کاندھوں تک ہوں تو حرج نہیں اس سے زائد ہوں تو زائد ہونا ناجائز ہے سلام نہ کرنا برا ہے سلام کا جواب واجب ہے اس کا ترک بے وجہ شرعی گناہ ہے باجہ بجانا اور اس پر گانا حرام حرام ہے ایسے شخص سے میل جول ربط احتیاطاً ناجائز جب تک وہ توبہ نہ کرے۔ اس کے ناجائز امور کے مرتکب ہونے سے جو واقف ہوں اور پھر اس سے ملیں وہ گنہگار ہیں اور جو اس کے ہمنوا ہیں وہ اسی رسی میں گرفتار۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از شہر کہنہ آزاد مکان مصطفےٰ علی خاں بریلی

(۱) کسی شخص کی جائداد پر قرضہ سودی ہے تو اس شکل میں اس جائداد کی آمدنی کا روپیہ خواہ خود کھائے یا اولاد کھلائے یا خدا کی راہ پر دے اس کا کچھ ثواب ہے یا نہیں اور اس کا نذر و نیاز وغیرہ قبول ہوگا یا نہیں؟

(۲) امام ضامن باندھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) اگر کوئی شخص اپنا تیجا اور چالیسواں کا کھانا کر چکے تو دوسرے شخص کی فاتحہ کا کھانا کھا سکتا ہے یا نہیں؟

(۴) لوگ زیارتوں پر جاتے ہیں اور دین و دنیا کی باتوں کے لئے دعا مانگتے ہیں خواجہ صاحب یا اور کسی کی زیارت پر اس صورت میں ان کی مراد پوری ہو جاتی ہیں۔ تو ایسی صورت میں دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں یا منانا ماننا جائز ہے یا نہیں یا خود نیاز دلوانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ سودی قرض لینا دینا حرام ہے نہ اصل کا ادا کرنا لازم ہوتا جتنا دے سکے دے جتنی کی ادا پر قادر ہو اتنا بے وجہ شرعی (نہ دینا) گناہ و حرام و ظلم ہے حدیث میں فرمایا مطل الغنی ظلم اپنے اور اس کے ذمہ جن کا نفقہ ہے وہ تو مصارف ضروریہ ہیں خدا کی راہ میں دینا یہی ہے قرض اور فرض ادا کرے قرض ادا نہ کرے اور فقیر کو دے دے یہ نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) امام ضامن کا روپیہ کپڑے میں باندھا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ شخص بفضلہ تعالیٰ بخیر و خوبی واپس آئے گا تو حضرت کی فاتحہ دلائی جائے گی اس میں حرج نہیں اور اگر سونے چاندی کا تعویذ سا بنا کر باندھے تو پہننا ناجائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) کھا سکتا ہے۔

(۴) اللہ عزوجل سے دعا بوسیلہ بزرگان مانگنے میں کچھ حرج نہیں اور یہی ہوتا ہے بزرگوں سے بھی

زید یقین نہ لایا۔ چونکہ بکر نے بھائی زید کو پیشتر سے یقین دلا کر ذہن نشین کرا دیا تھا کہ بھاوج مجھ پر جھوٹا الزام لگاتی ہے کہ بھائی بھائی جدا ہو جائیں چونکہ میرا رہنا اسے ناگوار گذرتا ہے۔ غیر لوگ خوب جانتے ہیں کہ بکر کا چال چلن قابل اطمینان نہیں اور وہ زید کی آنکھوں میں پردہ ڈالے ہوئے ہے اور اس آڑ میں اپنے ناجائز ارادہ میں کامیاب ہونا چاہتا ہے زید کی زوجہ قسمیہ حلفیہ شوہر سے اس کی خراب باتوں کا اظہار کرتی ہے مگر شوہر اپنے بھائی کی محبت میں یقین نہیں کرتا اور جواب دیتا ہے کہ تجھ کو چھوڑ دوں گا تجھ کو طلاق دے دوں گا مگر بھائی کو نہ چھوڑوں گا بلکہ کوشش کرتا ہے کہ ان حرکات پر بھی زوجہ بھائی سے مل کر رہے اور اسے ناراض نہ کرے۔ ایسے شخص کے ہمراہ کھانا پینا و دعا سلام امام بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب - جب تک وہ شخص اس بے ہودہ کام سے کہ اگر ایسا وہ کرتا تو کچھ حرج نہ تھا توبہ نہ کرے نیز اس سے کہ وہ اپنی عورت کے ساتھ اپنے بھائی کی خلوت پر تو کم از کم راضی ہے اور کسی بات کا اگر اسے یقین نہیں ہوتا عورت کو جھوٹا بتاتا بھائی کو سچا جانتا ہے تو اتنا تو ہے کہ وہ بھائی کے ساتھ عورت کی تنہائی کو روا رکھتا ہے اور جب تک وہ اپنی عورت کا بھائی سے پردہ نہ کروائے اس سے مسلمان ترک تعلق کریں اسے امام نہ بنائیں اس کے پیچھے نماز سے احتراز کریں۔ عورت پر غیر محرم سے پردہ لازم ہے۔ دیور، جیٹھ، بہنوئی، خالو، پھوپھا وغیرہ کے بھائی سب غیر محرم ہیں۔ شوہر کے بھائی سے پردہ کرے۔ اگر شوہر اس پر مجبور کرے کہ وہ اس کے بھائی کے سامنے اس سے پردہ نہ کرے تو اس میں اس کی اطاعت نہ کرے۔ اس کا شوہر تو اس خلاف شرع کہنے سے اشد گنہگار مستحق نار ہوگا ہی عورت بھی گنہگار ہوگی اگر اس کے کہنے سے ایسا کرے گی۔ وہ اگر مجبور کرے تو اپنے محارم سے کسی کے یہاں جہاں امن ملے چلی جائے جب تک شوہر اس کا عہد نہ کرے کہ وہ اسے اپنے بھائی کے سامنے ہونے پر مجبور نہ کرے۔

یہ غلط بات ہمارے اطراف میں مشہور ہے کہ عورت بے اجازت شوہر گھر سے نکلے تو نکاح سے نکل جاتی ہے۔ غیر محرم کے یہاں بعض اوقات جن میں اجازت شرعیہ ہو ان کے سوا عورت کو جانا گناہ ہوتا ہے اگرچہ شوہر اجازت دے۔ شوہر اجازت دے گا تو وہ بھی گنہگار ہوگا مگر نکاح سے کسی گناہ کے سبب نہیں نکلتی۔ اس وقت کہ مکان میں اس کی عصمت پر حملہ ہو چکا تھا اور بمشکل وہ اس سے اپنی عصمت بچا سکی تھی اور اس وقت اس مکان میں میسر نہ تھی اس کو اپنی عزت اپنی آبرو پر اندیشہ تھا جبکہ عورت کا خطرہ تھا اس کی جگہ جا تو آئی وہاں چلی گئی اگرچہ غیر محرم کے یہاں جا رہے سکی۔ [illegible]

اشباہ والنظائر ص ۱۱۲

رکیں تو میں جا بند کر دوں گا لیکن اس کے بھی خلاف کرتا ہے اور کہتا ہے خواب میں حضور نے فرمایا ہے
کہ عورتیں جہاں جائیں جانے دو کیوں روکتے ہو لہٰذا ہم اہل سنت والجماعت حنفی ہیں ہم آپ سے اس
کا فتویٰ قرآن حدیث اور فقہ حنفی کی سند سے طلب کرتے ہیں آپ فقہ حنفی کی عبارتیں مہربانی کر کے نقل
فرمادیں تاکہ آج کل کے علماء کی ذاتی رائے سے بچ کر فقہ حنفی کے اور امام ابو حنیفہ کے مقلد ہو جائیں اور
کبھی کبھی نوجوان لڑکیاں بھی وہاں بلند آواز سے نعتیں پڑھتی ہیں مہربانی فرما کر ہر ایک جزئیہ کا حدیث قرآن
و فقہ سے جواب عنایت فرمادیں۔

الجواب۔ نفسِ ذکر خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باعث نزول رحمت ہے
و دافع زحمت ہے مرد ذکر سے انس پاتا اور وحشت دفع ہوتی ہے میلاد مبارک میں ذکر الٰہی و ذکر حضور پر نور
رسالت پناہی ہوتا ہے اس طرح وہاں عورتوں کی شرکت نہ چاہیے مگر اس سے وہ فعل ناجائز نہیں کہ خود اس
کو روکا جائے۔ کوئی اچھا کام پہلے نہ ہوا اب شروع کیا جائے اس سے وہ برا نہیں ہو سکتا اچھا کام جب ہوگا
اچھا ہی ہوگا حدیث من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ الخ[1] اس سے یہ امر ظاہر ہوا اور اصل کا عوارض سے بدل
دینا بالکل واضح و باہر کیا مساجد میں جمعہ کو اگر کسی دن عورتیں آئیں اور اپنی بے حیائی اختیار کر
مردوں کے ساتھ کھڑی ہوں دو عالم سے مردوں کے ہجوم میں آ گھس جائیں تو ان کی اس ناجائز حرکت
سے مسجد ہی کو غیر آباد کر دیا جائے گا اور جمعہ کو ناجائز ٹھہرایا جائے گا جہاں جمعہ ہوتا ہے وہاں کے
جمعہ کو نہیں آج کسی مسجد میں نیا جمعہ قائم ہوا اسی کو نہیں۔ عورتوں کو وہاں حاضری سے خصوصاً اس
بے حیائی کے ساتھ اس سے روکا جائے۔ وہ عورتیں اور جو اس بے حیائی سے راضی ہوں سب
گنہگار حرام کار مستحق نار ہیں۔

میلاد مبارک کی نسبت وہ حکم لکھا گیا ہے جو اوپر مذکور ہوا میلاد مبارک کا نام کر کے وہاں بجائے
میلاد مبارک عشقیہ اشعار گانا اور نوجوان عورتوں کے جذبات کو ابھارنا مقصود ہو تو اس کے حرام ہونے
میں کیا کلام وہ شخص نہایت بد کام ہے جس نے ایسا کیا کہ منع کا کام ہے اگر کسی منع کو بھی عوام کہہ
یہی کہتے ہیں اس سے بظاہر اس کا مقصود کسی نفس کو نہیں بلکہ شہر کا ہے اور ان لوگوں پر جو میلاد مقدس
کو اس حیلہ سے روکتے ہیں پھر بھی اسے ایسا کہنا چاہیے تھا اس کا انداز کلام بہت برا ہے۔ میلاد مبارک اگر
وہ حسن نیت سے کرتا ہے تو عورتوں کی بے پردگی کو روکے اس طرح کی بے حیائی سے انہیں شرکت سے

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۳۳

اور نبیہ کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب ایسا شخص جو وہابیوں سے میل جول رکھتا ہے اتنا ہی نہیں بلکہ ان کے پاس بیٹھ کر ان کی ہاں میں ہاں ملاتا ہے اس سے ہرگز میلاد مبارک نہ پڑھوائیں اسے واعظ مسلمین نہ بنائیں یہ روایت میں نے کہیں نہ دیکھی جو بیان کرتا ہے وہ کس کتاب معتبر کی بیان کرتا ہے ثبوت پیش کرے اگر کسی معتبر کتاب کی روایت یہ ہو بھی جب بھی اس سے اس کا اگر یہ مطلب ہو کہ نسب نبوی قطعاً غیر نافع ہے تو یہ مطلب مردود ہے حدیث میں ہے ما بال اقوام یزعمون ان قرابتی لا تنفع کل سبب ونسب ینقطع یوم القیامۃ الا نسبی وسببی فانھا موصولۃ فی الدنیا والآخرۃ۔ اس کے سوا اور بھی احادیث ہیں اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا نسب کریم تو حضور کا نسب کریم ہے حضور کے صدقے میں اوروں کے نسب بھی نافع ہوتے ہیں خود قرآن عظیم سے نفع نسب کا حال معلوم انبیاء اولیاء سے نسبت نسبی ہو یا سببی وہ نافع ہوتی ہے اور اس کا انکار نہ کرے گا مگر وہابی ایک آنکھ کھولتا ہے اور ایسی حدیثیں دیکھ لیتا ہے جو تفاخر بالانساب کے رد کی ہیں اور دوسری بند کر لیتا ہے حدیث میں جہاں یہ فرمایا ہے یا بنی ہاشم لا یاتین الناس یوم القیامۃ بالآخرۃ یحملونھا علی ظہورھم وتأتون بالدنیا علی ظہورکم لا اغنی عنکم من اللہ شیئاً یہاں تک کہ حضرت سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خطاب خاص فرمایا یا فاطمۃ بنت محمد یا صفیۃ بنت عبد المطلب یا بنی عبد المطلب لا املک لکم من اللہ شیئاً غیر ان لکم رحما سأبلھا ببلالھا۔

وہابی ایک ہی پوری نہیں کھولتا کہ پوری کھولتا تو اسے یہ نظر آتا غیر ان لکم رحما سأبلھا ببلالھا حضور مقام تخویف اپنے اہل بیت کو خشیت الٰہی اور تقویٰ طاعت پر ابھارنے کے لئے ایسا ارشاد فرماتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ نسب محض ضائع ہے اس سے کوئی نفع نہیں امام ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ[1] میں فرماتے ہیں تنبیہ علم مما ذکر فی ھذہ الاحادیث عظیم نفع الانتساب الیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم ولا ینافیہ ما فی الاحادیث الاخر من حث لاھل بیتہ علی خشیۃ اللہ واتقائہ وطاعتہ وان القرب الیہ یوم القیامۃ انما ھو بالتقویٰ ووجہ عدم المنافاۃ کما قالہ المحب الطبری وغیرہ من العلماء انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم لا یملک لاحد شیئاً لا نفعا ولا ضرا لکن اللہ عز وجل یملکہ نفع اقاربہ بل وجمیع امتہ بالشفاعۃ العامۃ والخاصۃ فھو لا یملک الا ما یملکہ لہ مولاہ

[1] صواعق محرقہ ص ۱۵۰ و ص ۱۵۱ مطبوعہ استنبول

مسئلہ: شہادت نامہ، جنگ نامہ، نور نامہ، داستان امیر حمزہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: شہادت نامہ اگر اس میں تمام تر صحیح روایات ہوں اس کا پڑھنا اچھا ہے جیسے آئینۂ قیامت اور جو غلط و باطل روایات پر مشتمل ہو اس کو پڑھنا سخت برا اور ناجائز ہے۔ جنگ نامہ، نور نامہ دیکھا نہیں وہ اگر غلط روایات افترا آت پر مشتمل ہوں تو ان کا حکم بھی یہی ہے کہ ان کا پڑھنا جائز نہیں۔ داستان امیر حمزہ جیسی تمام کتب دیباچۂ افترا و طوفان محض دروغ بے فروغ ہے اور اتنا ہی نہیں بلکہ اس کا مصنف رافضی تھا اس میں بعض صحابۂ کرام پر تبرا ہے اس کا پڑھنا حرام حرام حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: از امتیاز رسول مالک کیرانہ جیوت ٹریڈنگ آئی ٹی آئی ریلی مورخہ ۲۰ رجب المرجب ۱۴۰۸ھ

زید ایک شخص سنی مسلمان ہے جو ٹائی باندھتا ہے جس کے چار بھائی بھی ٹائی لگاتے ہیں جو برسرِ روزگار ہیں اس کے بھائی بھی برسرِ روزگار ہیں زید کی شادی ہوئی ہے وہ اس وقت ٹائی نہیں باندھتا ہے لیکن اس کے بھائیوں کے ٹائی لگی ہوئی ہے ایک عالمِ دین جو کہتے ہیں کہ ٹائی باندھنا کفر ہے زید کی شادی میں شرکت کرتے ہیں کھانا وغیرہ بھی کھاتے ہیں اور اس نے نہ صرف نکاح بھی پڑھایا جب کہ اس کے چاروں بھائی ٹائی باندھ کر نکاح میں شریک ہوئے تھے اب زید کے یہاں کھانا کھانا حرام ہے یا نہیں اور اس عالمِ دین نے یہ جانتے ہوئے کہ ٹائی باندھنا کفر ہے نکاح پڑھایا اور شادی میں شرکت کی اور کھانا وغیرہ بھی کھایا شریعت کی رو سے اس عالم پر کیا حکم ہے؟ تفصیل سے آگاہ کیجئے۔

الجواب: ٹائی لگانا اشد حرام ہے وہ شدید گندہ بدکام ہے نہایت بدکام ہے وہ شعار نصاریٰ ہے فرمان رب العزت ذوالجلال والاکرام ہے۔ ٹائی نصاریٰ کے یہاں ان کے عقیدۂ باطلہ میں یادگار ہے حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سولی دیے جانے کی اور سارے نصاریٰ کا فدیہ ہو جانے کی۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ ہر نصرانی یونہی گلے میں ڈالے رہتا ہے ہر قوم میں۔ نشان صلیب لٹکاتا ہے جسے کراس مارک کہتا ہے۔ ٹائی کی طرح یہ کراس مارک بھی رد قرآن ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ کہ قرآن فرماتا ہے[1] وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ یہودیوں نے عیسیٰ مسیح کو نہ قتل کیا نہ سولی دی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وعلیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آل سیدنا ومولانا محمد وصحبہ وبارک وسلم۔ مگر یہاں اس حقیقت سے ناواقف ہیں ہو سکتا ہے محض ایک وضع جانتے ہیں اس سے ناواقف اس کے لگانے پر کافر نہ کہا جائے گا۔ کثرت قول یا فعل وہ بات ہے اور مرتکب کو کافر ٹھہرانا اشد ہے۔ واللہ تعالیٰ ہوالہادی وہو اعلم اعلم۔

[1] سورۂ نساء آیت ۱۵۷

شبہ زید کافر ہو گیا اور جن مسلمانوں نے سوانگ دیکھا کیا ان کے نکاح خارج ہو گئے۔ اور جن مسلمانوں نے
سوانگ دیکھا اور رات بھر ہنسی سے پیٹ پھلائے اور بعد اختتام سوانگ یہ بھی کہا کہ رات وہ نقل ایسی اتاری
اور وہ کام ایسا کھیلا تو اس طرح دیکھنے اور کہنے والے مسلمانوں کا ایمان درست رہا یا نہیں۔ جواب مرحمت فرمایا
جائے۔ بینوا توجروا

الجواب۔ سوانگ یا کوئی تماشا کرنا اس کا دیکھنا اس سے لذت حاصل کرنا اس کی تعریف کرنا حرام حرام
حرام ہے۔ سوانگ کرنے والے اگر کفر کرتے ہوں۔ کلمات کفر بکتے ہوں۔ تو اس صورت میں جو اس سے راضی
ہوا اس کی عورت اس کے نکاح سے خارج اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے تجدید اسلام کرے اور عورت
سے پھر سے نکاح کرے وہ سب لوگ جنہوں نے سوانگ دیکھا اس کی تعریف کی اشد گنہگار مستحق
نار ہوئے اور تحسین قول و فعل کفر کی ہو تو ان کا بھی حکم ہے کہ پھر سے مسلمان ہوں اور پھر سے نکاح جدید کریں
واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سوگ منانے کو مفتی شرع نے بتایا حرام ہے زید کہتا ہے
کہ جب ذکر شہادت ہوتا ہے تو لوگ روتے ہیں یہ کیونکر ہو کیا سکوت کے عالم میں سننا چاہئے نہ خوشی کرے
درست حکم فرمایا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ سوگ منانا حرام ہے اور ذکر شہادت میں رقت طاری ہونا اور بات ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ عربی اور اردو کی مقدس کتابیں ہوں کاغذ پر جو لکھا ہو ادب کے خیال سے جلا کر ان کی راکھ کسی گوشہ
میں جہاں پیر نہ جاتے ہوں وہاں دفن کر دیں تو گناہ تو نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب۔ کچھ گناہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ محرم میں یہ مشہور کر رکھا ہے کہ صرف امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز ہونی چاہئے
اور کسی کی نہیں۔ اور ہرے کپڑے پہننا چاہئے اور روٹی کا بسکٹ کا لنگر اوپر سے لٹانا چاہئے اور تعزیہ جس
میں سرخ اور ہرے گوٹے رنگ کے پڑے ہوتے ہیں اس کو گھر میں رکھنا چاہئے اور عطر وغیرہ لگانا چاہئے
اور جو شربت تیر رنگ گھر میں ہو تو نذر کرنا چاہئے اور کام کاج چھوڑ دینا چاہئے۔ حکم فرمایا جائے کہ مذکورہ بالا کام
درست ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب۔ یہ سب باتیں غلط ہیں۔ محرم میں سوگ کے اختراع علامت ہیں اور کرنے والوں پر توبہ لازم واللہ تعالیٰ اعلم

کے لئے یہ کتاب ہے وہ حکیموں اور ڈاکٹروں کو علاج کرنا ہوگا جب تو اپنے اور اپنے مریضوں کے لئے ڈاکٹروں حکیموں
کو شافی الامراض ودافع الکربات سمجھ کر رجوع کرتا ہے۔ اور کسی کو ان کے پاس جانے سے نہیں روکتا مگر وہ زید کے
سے اس وقت کچھ نہ کہہ سکا اگر زید کا ایسا کہنا مصلحت تھا تو اس کا الزام نہیں مندرجہ کی مصلحت تھا اور ہندہ کا تو
پورا کیا بہرحال اس نے اپنا فرض ادا کر دیا اور جو کچھ کہا ٹھیک کہا جزاہ اللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ چراغ کی بتی سنبھال کر دیوار سے یا طاق کے ستون وغیرہ سے پونچھنا!

(۲) ایک چراغ سے دوسرا چراغ ملا کر روشن کرنا!

(۳) سرس کی لکڑی کی کوئی چیز استعمال کرنا جیسے اس کی لکڑی کے چوکھٹ کو اترنا؟

(۴) دیوالی دھوکے دنوں جادو سے بچنے کے لئے سرس کی لکڑی یا ٹہنی دروازے پر لگانا یہ مذکورہ بالا امور شرعاً درست ہیں یا نہیں؟

الجواب۔ طاق کے دیوار کو صاف رکھنا چاہیے کسی شئی سے انھیں ملوث کرنا برا ہے اور ناپاک چیز سے ملوث کرنا حرام ہے۔ تیل اگر پاک ہے تو انگلی پاک رہی۔ ناپاک ہے تو انگلی ناپاک ہو گئی۔ صاف کرنے سے پاک نہ ہو گی۔ اسے پانی سے پاک کریں۔ ایک چراغ سے دوسرا چراغ ملا کر روشن کرنے میں کچھ حرج نہیں۔ سرس کی لکڑی کی چیز استعمال کرنے میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں۔ جادو سے بچنے کو اگر لکڑی سرس کی مفید ہو تو اسے لٹکا سکتے ہیں مگر اس کے لٹکانے میں مشابہت ہنود نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ (۱) خدا و رسول کے مسئلے کو پنچ بھائی نہیں مانتے ان پنچ بھائیوں کے لئے حکم شریعت کیا ہے؟

(۲) ایک شخص سے چندہ جبریہ لیا جاتا ہے تحفت کے لئے کئی مرتبہ جبریہ کیا اس شخص نے غصہ میں آکر کہا چندے کے نام سے لو جو شخص چندہ جبریہ لیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ امام حسین کو گالی دی گویا قرآن دکھایا اور وہ شخص یہ کہتا ہے کہ میں نے قرآن نہیں دکھایا اس شخص پر تہمت رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا و رسول سے اور پنچوں سے معافی مانگو وہ شخص خدا و رسول سے ہر وقت معافی مانگتا رہتا ہے اور ان شخص پر جھوٹا تہمت رکھتے ہیں ان شخصوں کی کوئی گواہی نہیں دیتا کہ ہمارے سامنے گالی دی یا قرآن دکھایا گویا سننے والے ہیں۔ وہ سب پنچ کہتے ہیں کہ دعا و سلام چھوڑ دو۔ ان شخصوں کے بارے میں حکم شریعت کیا ہے جو جھوٹی تہمت رکھتے ہیں؟

الجواب۔ جو جبریہ چندہ لیتا ہے گناہ کرتا ہے۔ جو تہمت رکھتا ہے شدید گناہ کرتا ہے۔ جو ناحق مسلمان

رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ یہ لوگ ان صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے متعلق بھی یہی اوہام پکاتے جن پر توبہ فرض ہوتی انھوں نے توبہ کی یا صحابی ہی کے ساتھ حسن ظن لازم ہے، انھیں کے ساتھ بدگمانی حرام ہے اور مسلمانوں کے ساتھ بدگمانی حلال ہے وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَابَزُوْا۔ کسی مسلم کی طرف کسی گناہ کی نسبت بے ثبوت صحیح شرعی نہیں کی جاسکتی۔ دل کا حال یہ کیسے جان گئے ہیں کہ انھوں نے یہ بناوٹی توبہ امامت کے لئے کی ہے حقیقی توبہ نہیں کی اخلاص نہیں، یہ تو لوگوں پر توبہ کا دروازہ بند کرنا ہے پھر کوئی مسلمان ہونے آئے تو یہ اسے دھکا دے دیں گے کہ یہ تو فلاں غرض سے اسلام لانا ظاہر کرنا چاہتا ہے یہ مسلمان نہیں کیا جاسکتا، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ **فقیر مصطفٰی رضا قادری غفرلہ ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۰ھ**

نوٹ:۔ یہ فتویٰ کتاب فیصلہ مقدسہ شرعیہ قرآنیہ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ **محمد ابرار احمد امجدی مرتب**

کتاب الوصایا

وصیت کا بیان

مسئلہ:۔ مسئولہ محمود الرحمٰن عرف خان نبیرہ عنایت محمد خان غوری فیروز پرنٹنگ ورکس آباد ۱۰ ذی القعدہ ۸۰ھ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ مندرجہ ذیل وصیت نامہ از روئے شرع مقدس درست ہے یا نہیں اگر نہیں تو قرآن وسنت کی روشنی میں کیسے ہو۔ تمہ (فرضی) اگر بڑا لڑکا ۲۸ برس کا ہو اور تقاضہ وقت سے زیادہ امیر اور اس کے چھوٹے بھائی ایک دل آزردہ ہو گیارہ دلانے کے ہوں باپ کے پاس فقط سو روپے ہوں ان کا شرعی حصہ کیا ہوگا؟

نقل وصیت نامہ۔ منکہ حبیب اللہ ...... کا ہوں میں اپنی کامل عقل وہوش کو برقرار رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل وصیت نامہ تحریر کرتا ہوں تاکہ اگر اچانک کسی وجہ سے میری موت واقع ہو جائے تو میرے بعد میرے لوگوں میں کسی قسم کے جھگڑے نہ ہوں خدا کے فضل سے میرے تین لڑکے ہیں۔

اول لطف اللہ جس کی عمر اس وقت تقریباً ۲۸ سال ہے اور اس کی والدہ بہ تقدیر الٰہی مر چکی ہے

یوصی بہا اودین غیر مضار (الی قولہ) وذلک الفوز العظیم ۔ تیسری حدیث میں فرمایا من قطع میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ یوم القیامۃ ۔ جو اپنے وارث کی میراث قطع کرے گا اللہ تعالٰی روز قیامت اس کی میراث جنت سے قطع فرمادے گا۔ رواہ البغوی فی المشکوٰۃ وابن ماجۃ فی سننہ عن انس والبیہقی فی شعب الایمان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما لمعات میں زیر حدیث اول فرمایا لما نزلت آیۃ المواریث نسخت الوصیۃ ۔ ابن ماجہ میں سیدنا ابوہریرہ سے یہ روایت ہے قال صلی اللہ علیہ وسلم ان الرجل لیعمل بعمل اھل الخیر سبعین سنۃ فاذا اوصی حاف فی وصیتہ فیختم لہ بشر عملہ فیدخل النار وان الرجل لیعمل بعمل اھل الشر سبعین سنۃ فیعدل فی وصیتہ فیختم لہ بخیر عملہ فیدخل الجنۃ قال ابوہریرۃ واقرؤا ان شئتم تلک حدود اللہ (الی قولہ) عذاب مھین ۔

۲ جو کچھ اس کا متروکہ ہے کہ وہ لطف اللہ اور اس کے دونوں بھائیوں سب کا حصہ مساوی ہے اور یہ وصیت ناجائز، ہاں اگر خود ہی لطف اللہ بھائیوں کے حق میں چھوڑ دے باپ کی مرضی کے موافق کرے تو اسے اختیار ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: شرعی طور پر والدین کی وصیت کو پورا کرنا کہاں تک لازمی و ضروری ہے جس میں کسی کا نقصان کسی قسم کا بھی نہ ہو اور وہ وصیت بھی جائز ہو۔

الجواب: ہر وصیت کا پورا کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کتاب المیراث

وراثت کا بیان

مسئلہ: از بہارس علاقہ ملتان پور مرسلہ حاجی اشرف الدین جلال الدین صاحبان [illegible]

زید نے انتقال کیا اور چار بیٹے چھوڑے عمرو، بکر، خالد، شمس۔ چاروں فرزند آپس میں مل کر کاروبار تجارت کرتے تھے اور ایک ساتھ کھاتے پیتے تھے، ازاں بعد خالد نے انتقال کیا ایک بیوی اور ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑی۔ چند روز بعد بکر کا انتقال ہوگیا اور دو لڑکے چھوڑے، اس کے بعد عمرو نے دو

۱ مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۶ ، ۲ کنز العمال جلد ۲۲ ص ۱۹۵ مطبوعہ حیدر آباد

زینب منکوحہ نے اپنے ذاتی مال سے مبلغ ایک ہزار روپے بلا شرط اپنے شوہر زید کو دیے اور یہ کہا کہ یہ تم
لے لو اور یہ تمہاری کھیتی میں لگے گی تمہیں اختیار ہے چنانچہ زید نے وہ رقم لے لی اور تقریباً دو سال بعد زید نے
ایک تجارت شروع کی جس میں اپنے چند روپے کے ساتھ یہ روپیہ لگا دیے آٹھ ماہ تک کاروبار کرنے کے بعد
دوکان میں آگ لگ گئی جس سے بہت نقصان ہوا چنانچہ زید کا فرم تقریباً آٹھ ہزار روپیہ کا مقروض ہو گیا لیکن زید نے
پھر دوبارہ سے قرض لے کر تجارت شروع کی اور محنت کر کے تھوڑے عرصہ میں بازار کا کل قرضہ ادا کر دیا لہذا
اب تک وہ فرم کا مالک ہے اب زینب منکوحہ کا انتقال ہو گیا اور ورثہ میں صرف ماں اور شوہر ہے
ماں کا مطالبہ ہے کہ متوفیہ نے جو روپیہ زید کو دیا تھا اس پر شرعاً میرا بھی حصہ ہے لہذا دریافت طلب
امر یہ ہے کہ متوفیہ اس رقم کی مالک تھی یا نہیں اس طرح بلا شرط دے دینے سے ہبہ ہو سکتا ہے: جیسا اللہ
آگ لگنے کے بعد کچھ حق رہتا ہے یا نہیں؟

الجواب: عورت نے اگر روپیہ بہ نیت ہبہ دیا تھا تو وہ زید کا ہو گیا اور اگر بطور قرض دیا تھا تو زید اس کا
مقروض ہے عورت کے انتقال کے بعد اس کے ورثہ کا ہے جس میں زید بھی ہے عورت جب مر چکی ہے
اس کا بیان ہو نہیں سکتا جس سے معلوم ہو اس نے کس نیت سے دیا دونوں باتیں ممکن ہوا کرتی ہیں اکثر
بیبیاں اپنے شوہر کو روپیہ پیسہ دے دیتی ہیں اور قرضاً بھی بلکہ تجارت کے لئے بھی جس میں شوہر بطور مضارب
ہوتا ہے یا شرکت کا رکن عورت نے جس نیت سے وہ روپیہ دیا ہو اس کے آثار ظاہر ہوں گے اس عرصہ
میں مرحومہ نے کبھی اس روپیہ کی بات کہا ہو اس سے اس کی نیت کا حال معلوم ہو اس نیت کی بنا پر حکم
ہو گا اگر ماحول خاموشی ہی رہی تو اس صورت میں ظاہر یہی ہے کہ اس نے ہبہ کیا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: از شیخ گنج نرائی اللہ بخش صاحب ۱۹ شعبان

زید نے جب کہ حج کو جانے کا ارادہ کیا تو اس نے اپنی جائداد کا انتظام اس طرح کیا لڑکیوں کو حصہ
نہیں دیا صرف جائداد تین لڑکوں کے نام تقسیم کر دی اور بیوی کو اس کا حق مہر کے عوض جائداد کا مالک بنایا لڑکیوں کو اس
خیال سے محروم کیا کہ اگر حج کو جانے سے واپس نہیں آیا یا میری زندگی نے وفا نہیں کی تو قانون شرع محمدی
سے لڑکیوں کو بھی حصہ پہنچ جائے گا اور میرے لڑکوں اور بیوی کو کچھ اختلاف ہوا تو ہماری مہربان گورنمنٹ کے قانون کی
رو سے جیسے کہ قانون اسلام کی رعایت نہیں ہے محروم رہیں گے اور پھر لڑکیوں کے بجائے کچھ نہ ہو گا اس
خیال سے جائداد کو تقسیم کرنے والا کس سزائے شرعی کا مرتکب ہے یا جائز مستحق جس جزا اور سزا کا مستحق ہے صاف

چاہتا ہے کہ باپ معاف کردے اور دل سے راضی ہوجائے باپ کے ساتھ گستاخی کو ہلکا نہ جانے۔
سخت قہر اور عظیم وزر کی بات ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ گستاخی تو بہت سخت ہے محض نافرمانی جس سے
انہیں ایذا ہو وہ بھی عقوق ہے اور عقوق حرام و کبیرہ ہے حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام
الا انبئکم باکبر الکبائر ۳ بار کہا کیا تمہیں سب کبیروں سے بڑے کبیرہ کی خبر نہ دوں صحابہ کی عرض پر فرمایا
الاشراک باللہ وعقوق الوالدین اللہ کا شریک کرنا اور ماں باپ کو ستانا۔ عقوق والدین جنت سے
محرومی کا باعث ہے اور بالکل محرومی کا سبب ہوسکتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ عقوق والدین کی نحوست سے
خوف کرنا چاہیے کہ کلمۂ اسلام پر خاتمہ نصیب نہ ہو یا معاذ اللہ ایمان تک پر موت سے محروم رہے۔

عقوق والدین لعنت کا سبب ہے حدیث میں ہے۔ ثلٰثۃ لا یدخلون الجنۃ العاق لوالدیہ
والدیوث والرجلۃ النساء۔ عقوق والدین ایسی خبیث ہولناک شے ہے کہ شرک کے بعد اسی کو فرمایا۔
عقوق والدین ایسا شنیع کام ہے کہ حدیث میں دیوثی سے بھی پہلے اس کو ذکر فرمایا دیوثی سے بھی بدتر ٹھہرا
عقوق والدین ایسی بلا ہے کہ اس کے ساتھ نہ فرض قبول نہ نفل حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ ملعون من عق والدیہ ملعون من عق والدیہ ملعون
من عق والدیہ ماں باپ کے ساتھ گستاخی ملعون کا کام ہے حدیث میں ہے۔ لعن اللہ من سب والدیہ
ماں باپ کا حق ماننا ان کا شکر گزار رہنا ایسا فرض ہے کہ اسے قرآن عظیم نے اللہ عزوجل کے حق کے بعد
ہی ذکر فرمایا کہ فرمایا ان اشکر لی ولوالدیک[1] ماں باپ کو کوئی ایذا دینا تو کیا انہیں اف کہنا بھی حرام ہے
قرآن عظیم کا ارشاد ہے ولا تقل لہما اف[2] وہ شخص اگر توبہ نہ کرے مسلمان اس سے میل جول رہنا بند نشست
برخاست سلام کلام چھوڑ دیں یہاں تک کہ وہ توبہ کرے اور اپنے اس شدید جرم نافرمانی ایذا رسانی گستاخی کی
معافی والد سے چاہے۔ والد تو والد ہے کسی مسلمان کو ناحق ستانا اللہ کو ایذا دینا اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا دینا ہے کما فی الحدیث۔

مگر جب تک وہ مسلمان ہے اس وقت تک یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ اپنے والد کا وارث بعد والد نہ ہو
وارث بنانا والد کا کام نہیں کہ وہ جسے لکھ جائے وہ وارث ہو اور جس کو لکھ دے کہ یہ وارث نہ ہو وہ وارث
نہ ہو عاق نامہ لکھ دینا لغو ہے عاق کرنے سے عاق نہیں ہوسکتا عاق تو وہ خود بنتا ہے یعنی عاق کرے یا نہ کرے
عاق نامہ لکھے یا نہ لکھے اگر عاق کو یہ عاق نہ سمجھے نہ لکھے تو اس کی غلط فہمی ہے اس کا عقوق نہ جائے گا

[1] سورۂ لقمان آیت ۱۴، [2] سورۂ اسرائیل آیت ۲۳، [3] کنز العمال جلد ۸ ص

یونہی اگر غیر عاق کو عاق لکھ دے یا کہہ دے تو اس کے کہنے سے وہ عاق نہ ہوجائے گا جو عاق ہے وہ اس عقوق کی بنا پر وراثت سے محروم نہ ہوگا اور وہ گناہ کرتا ہے تو اس کے گناہ سے اس کے والد کو گناہ کی اجازت نہ ہوجائے گی میراث وارث سے بھاگنا گناہ ہے بعض علماء نے تو اسے کبیرہ فرمایا حدیث شریف میں ہے من فرّ من میراث وارثہ قطع اللّٰہ میراثہ من الجنۃ یوم القیٰمۃ[1] تیسیر شرح جامع صغیر میں اس حدیث کے تحت فرمایا۔ افاد ان حرمان الوارث حرام وعدّہ بعضہم من الکبائر واللّٰہ تعالیٰ اعلم

[1] ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص۲۶۶

اس میں اختلاف ہے ہمارے امام اعظم و امام محمد و امام زفر و حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک واجب اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایک روایت میں وجوب ثابت۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ وَجَدَ سَعَةً وَلَمْ یُضَحِّ فَلَا یَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا[1] (یعنی) جو وسعت رکھتا ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہرگز ہماری عیدگاہ کے پاس نہ آئے۔ یہی وہ حدیث ہے جس سے امام اعظم وغیرہ ائمہ مذکورین نے وجوب کا حکم فرمایا اور ایک روایت میں امام محمد و امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح اسے سنت مؤکدہ فرماتے ہیں۔ قوی قول اول ہی پر ہے اور وہی مختار للفتویٰ و متون کا مسئلہ ہے ہدایہ میں فرمایا الاضحیۃ واجبۃ علی کل حر مسلم مقیم موسر فی یوم الاضحی اما الوجوب فقول ابی حنیفۃ ومحمد وزفر والحسن واحدی الروایتین عن ابی یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ وعنہ انہا سنۃ وھو قول الشافعی وذکر الطحاوی ان علی قول ابی حنیفۃ واجبۃ وعلی قول ابی یوسف ومحمد سنۃ مؤکدۃ ووجہ الوجوب قولہ علیہ السلام من وجد سعۃ ولم یضح فلا یقربن مصلانا ومثل ھذا الوعید لا یلحق بترک غیر الواجب[2] ملتقطاً۔

یعنی قربانی ہر آزاد مسلمان مقیم صاحب نصاب پر یوم اضحیٰ میں کرنا واجب ہے۔ وجوب امام اعظم و امام محمد و امام زفر و حسن کا قول ہے۔ اور ایک روایت میں امام ابو یوسف سے بھی یہی ہے کہ واجب ہے۔ اور دوسری روایت میں ان سے یہ ہے کہ سنت مؤکدہ ہے اور یہی قول امام شافعی کا ہے اور امام طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے قول پر واجب ہے اور امام ابو یوسف و امام محمد کے قول پر سنت مؤکدہ۔ وجوب کی دلیل قول پاک حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مَنْ وَجَدَ سَعَةً وَلَمْ یُضَحِّ فَلَا یَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا ہے کہ اس وعید ترک غیر واجب پر نہیں فرمائی جاتی۔

نیز اگر سنت ہی رکھیں تو بھی ترک کرنا اور کرانا سخت گناہ اور اصرار سے فسق اور ہرچہ باد بادا کہنا مستحق عذاب نار و مصداق مَنْ تَرَکَ شَیْئًا کُتِبَ تَنَقُّصًا (؟) و کما قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوتا ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس نے (معاذ اللہ) میری سنت ترک کی وہ میری شفاعت نہ پائے گا اعاذنا اللہ من ترکہا و رزقنا شفاعۃ حبیبہ المصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ______ قربانی ادا کرنی ہے وہ روپیہ فقرا کو یا کپڑے وغیرہ میں دینے سے ادا نہ ہوگی۔ درمختار میں ہے فتجب التضحیۃ ای اراقۃ الدم من النعم عملاً لا اعتقاداً[3] یہاں تک کہ اگر قربانی کا جانور بے ذبح کیے تصدق کر دیا قربانی ادا نہ ہوئی واجب ذمہ پر رہا اور اگر ذبح کر کے اپنے صرف میں لے آیا فقرا کو کچھ نہ دیا قربانی ہوگئی واجب سر سے اتر گیا۔ ہاں مستحب یہ ہے کہ بعد ذبح اس کا

سلہ ابن ماجہ صفحہ ۲۲۲ سلہ ہدایہ آخرین صفحہ ۴۲۲ سلہ درمختار مع شامی جلد پنجم صفحہ ۲۲۲ کوئٹہ

زکوٰۃ کا حکم کیسے صحیح ہوسکتا ہے واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ الفقیر عبدہ المذنب مصطفٰی رضا

القادری النوری عفرلہ

۲۸ ذی الحجہ ۱۳۴۰ھ

الاجوبۃ کلہا صحیحۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔ فقیر ابوالعلا محمد امجد علی اعظمی عفی عنہ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ فقیر عبدالرحمٰن عفی عنہ

اصاب من اجاب۔ فقیر حسنین رضا قادری نوری بریلوی

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ محمد حشمت علی غفرلہ بریلوی

الاجوبۃ کلہا صحیحۃ۔ فقیر عبیدالرضا محمد حشمت علی قادری رضوی لکھنوی غفرلہ القوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب صواب والمجیب مثاب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ فقیر اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی مارہروی عفی عنہ ولہ

الاجوبۃ کلہا صحیحۃ ومجیبہا مصیب۔ فقیر عبدالرضا محمد طاہر الرضوی السہسرامی غفرلہ اللہ الصمد

ہذہ الجوابات کلہا صحیحۃ ومجیبہا مصیب۔ حررہ العبد الفقیر ابوسراج عبدالحق رضوی عفی عنہ تلمیذ مولانا الفاضل

اوانا المولوی محمد وصی احمد غفرلہ اللہ العلی۔

فی الواقع مسائل مستفسرہ میں حضرت فاضل جلیل عالم نبیل مدظلہم العالی نے جو تحقیق انیق فرمائی ہے وہ تمام ان بحثوں کو ختم کرتی ہے جن پر دور حاضر میں کلام کیا جاتا ہے جوابات صحیح وصواب ہیں۔ فللہ در المجیب فقط

فقیر محمد اسمٰعیل غفرلہ الکبری طبیب ریاست بہاول پور۔

جوابات صحیح ہیں۔ عمر نعیمی

۷۸۶۔ جزی اللہ القریب المجیب الفاضل المجیب اللبیب خیر الجزاء وبثیب ثلث علماء فیما افاد و

اصاب فیما اجاد واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

العبد المعتصم بحبل اللہ المتین

محمد نعیم الدین عفاعنہ المعین

مسئلہ۔ اس وقت کثرت سے لوگ ایسے ہیں جو امامت سے خارج ہیں کہ ان کے فعل ناجائز چشم دید مع شاہدین دکھا دیئے گئے۔ مگر یہ لوگ نہ امامت کو چھوڑتے ہیں اور نہ فعل ناجائز سے توبہ کرتے ہیں تو اس پر زید ایسے اماموں کے پیچھے نماز باجماعت نہیں پڑھتا۔ تو عمرو و بکر وغیرہ کہتے ہیں کہ ہم جماعت کا ثواب کیوں چھوڑیں کہ ناجائز کام کرنے والے اماموں کی کثرت ہے۔ اور زید کہتا ہے کہ کچھ نہیں ہم تو ایسے خارج الشرع اماموں کے پیچھے نماز جماعت جمعہ بھی نہ پڑھیں گے۔ مطابق امام مقبول شرع دور ملے ہم نہ جاسکیں تو ہم جمعہ کی نماز کے ظہر کی ادا کر لیتے ہیں۔ تو کیا اس صورت میں زید گنہگار ہوتا ہے؟ اور عمرو و بکر وغیرہ کے اقوال صحیح ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ یہ نہیں کہ امام معصوم ہو۔ امام فاسق معلن نہ ہو۔ فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور جمعہ کی نماز تنہا بے جماعت ہو ہی نہیں سکتی۔ اس کا امام اگر فاسق معلن بھی ہو اور کسی غیر فاسق معلن کے پیچھے نماز جمعہ نہ مل سکے تو اسی فاسق معلن کے پیچھے نماز پڑھنا لازم، جمعہ کا ترک حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

سیف الجبار علی کفر زمیندار

القسورۃ علی ادوار الحمر الکفرۃ

۴۳ ـــــــــــ ۱۳ھ

ظفر علی رمۃ من کفر

۲۵ ـــ ۱۹ء

ترجمہ

حضرت مولانا محمد حنیف خاں صاحب رضوی بریلوی

صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف

عرض مترجم

سیدی و مرشدی حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز کا یہ فتویٰ اب سے تقریباً پچاس سال قبل انجمن حزب الاحناف لاہور کی جانب سے طبع ہوا تھا۔ بعدہٗ ایسا نایاب ہوا کہ اس کتاب کا تذکرہ سرکار مفتی اعظم ہند کی تصانیف میں اب تک کسی مقام پر میری نظر سے نہیں گزرا بلکہ آج سے ۳۰ سال حضرت علامہ حسین الدین صاحب قدس سرہٗ امروہوی علیہ الرحمہ کی نظر سے تقریباً تین سال قبل جب پہلی مرتبہ گزرا تو انھوں نے مجھ سے بھی فرمایا کہ میں نے بھی اب تک حضرت کا یہ رسالہ نہیں دیکھا تھا۔ حالانکہ حضور مفتی اعظم ہند کی صحبت میں میرا ایک طویل عرصہ تک بریلی شریف میں قیام پذیر رہا ہے۔

مجھے بھی یہ رسالہ مطبوعہ تو نہیں مل سکا البتہ محب محترم فاضل جلیل حضرت مولانا سید شاہد علی صاحب رضوی رام پوری شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ رام پور نے فوٹو اسٹیٹ نسخہ مرحمت فرمایا جس پر ان کا شکر گزار ہوں۔ رسالہ اپنی کتابت و طباعت کے اعتبار سے قدیم طرز پر تھا آیات و احادیث اور دیگر عربی عبارات کا ترجمہ بھی نہیں تھا۔ میں نے اس کو نقل کیا اور پھر تمام عربی عبارات کا ترجمہ بھی کیا۔ آیات کا ترجمہ تو کنز الایمان سے ہی نقل کیا اور دیگر عبارات کا ترجمہ خود کیا۔ اس طرح ترتیب جدید کے ساتھ یہ قارئین کرام ہے اب جہاں کوئی خامی دیکھیں وہ اس حقیر سراپا تقصیر کی جانب منسوب کرتے ہوئے مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اسے درست کیا جائے۔ حضرت کا قلم اس سے پاک ہے۔ چند آیات کا ترجمہ حضرت نے خود فرمایا ہے اس لئے ہر جگہ کنز الایمان سے مطابقت بھی ضروری نہیں۔

مولیٰ تعالیٰ میری اس خدمت کو قبول فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

۹ صفر المظفر ۱۴۲۰ھ

تمہید حمید

[illegible] — حضرت مولانا مولوی سید ابو البرکات سید احمد صاحب سنی حنفی قادری رضوی نوری

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہل انجمن کی خواہش پر دوستہ فتویٰ تکفیر زمیندار مع تصدیقات جماہیر علمائے ہندوستان و پنجاب و سندھ وکراچی وغیرہ نقل مطابق اصل رسالہ کی صورت میں ہدیہ ناظرین کرام کرتے ہیں۔ اب وہ لوگ جو آفتاب حق و ہدایت سے چشم بصیرت کی آنکھیں بند کر کے بلا تامل کہہ دیا کرتے ہیں کہ بریلی اور [illegible] ملا ہوئے مسلمانوں پر کفر کے فتوے گھڑتے ہیں ان کے پاس کفر کی مشین ہے سب کو کافر بنا دیتے ہیں۔ آنکھیں کھولیں اور چشم بصیرت و نور ایمان سے اس رسالہ مبارکہ کو بنظر انصاف ملاحظہ کریں کہ یہ صرف علمائے بریلی اور حضرت مخدوم العلماء مدظلہ العالی ہی تکفیر فرماتے ہیں یا تمام ہندوستان و پنجاب اور سندھ کے سنی و حنفی علمائے کرام۔

آخر میں اپنے خالص و مخلص ناواقف بھولے بھالے مسلمان بھائیوں سے باادب التجا کرتا ہوں کہ وہ ایک دفعہ اول سے آخر تک حرف بحرف بنظر انصاف اس رسالہ کو ملاحظہ فرمائیں۔ دوسروں کو سنائیں متردّدین کو دکھائیں حق پسندی اور انصاف کو کام میں لائیں۔ اللہ و رسول و قرآن کی عظمت و حرمت کو سامنے رکھ کر اپنے ایمان سے تمیز لیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ حق واضح اور عیاں ہے۔ بحمد اللہ اپنے فرض سے سبکدوش ہونے اظہار حق و ابطال باطل کر دیا اتمام حجت ہو چکی خواہ آپ لوگ خوش ہوں یا ناخوش اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشنودی مطلوب ہے۔ محض ابتغاء لوجہ اللہ و نصحاً للمسلمین شائع کیا جاتا ہے۔ حسد و عناد و کینہ خود بینی مکابرہ و مباحثہ جنگ و جدل سے اس کا تعلق نہیں۔ یہاں اتنا ضرور ہے الحمد سچ و حق بات کڑوی لگتی ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

دکھتی ہوئی آنکھوں کو برا لگتا ہے سورج
بیمار زبانوں کو برا لگتا ہے پانی

(محمد بخش ابو البرکات)

مجاہد بلسپوری بقلم خود۔

جواب صحیح ہے۔ غلام محمد رامپوری مدرس مدرسہ ارشاد العلوم رامپور۔

ابتداءً اشعار مندرجہ سوال کفریات پر مشتمل ہیں جس کے کہنے والے کو کافر کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہے یہ اشعار کفر اور کہنے والا کافر بلاشک ہے۔ العبد محمد عمران حسین احمدی المجددی النقشبندی عفی عنہ ناظم مدرسہ ارشاد العلوم ریاست رامپور محلہ چاہ شور۔

الجواب صحیح والمجیب نجیح مصیب ومثاب۔ محمد عبد الغنی غفرلہ المدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور ہند۔

بے شک یہ اشعار کفریہ اور قائل و قائل ان اشعار کا کافر ہے کتبہ بقلمہ وقالہ بفمہ العبد المذنب ابو البرکات سید احمد غفرلہ الاحد۔

فتوٰی

حضرت والا برکت با عزت علامہ زمان مفتی دوراں مولوی محمد ابراہیم صاحب قادری مدرس اول دار العلوم شمس العلوم بدایوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فقہائے کرام علیہم الرحمہ نے فرمایا کہ جو شخص خدائے تعالٰی کو (معاذ اللہ) ایسے وصفوں سے متصف کرے کہ اس کے لائق نہ ہوں یا خدائے تعالٰی کو جاہل عاجز ٹھہرائے یا اس کے کسی نام کے ساتھ تمسخر کرے اور اسی طرح ایسے قول کہے (جو تعریفاً اور تعظیماً نہ ہوں) اگرچہ کہنے والا اسے کفر نہ جانے اور اس کا اعتقاد نہ کرے وہ شرعاً محض ایسے قول کی بنا پر کافر ہو جاتا ہے۔

فتاوٰی عالمگیری میں ہے۔

یکفر اذا وصف اللہ تعالٰی بما لا یلیق بہ او سخر باسم من اسمائہ [illegible]

جو اللہ تعالٰی کو کسی ایسے وصف سے متصف کرے جو اس کے لائق نہیں وہ کافر ہے یا اس کا مذاق اڑائے یا اللہ کے کسی نام کا مذاق اڑائے [illegible]

ـــه فتاوٰی عالمگیری [illegible] جلد دوم ص۲۵۸ مطبوعہ بیروت

ان بھائیوں کو ذلیل سمجھے تو کیا ایسا ہی برتاؤ فرمائے، جو شخص کسی کو اپنے سے ذلیل سمجھتا ہے اس سے ایسا ہی برتاؤ کرتا ہے، مگر یہ کہ خدا بچائے ایمان دے۔ آمین۔

فقیر ابوالفتح عبیدالرضا
محمد حشمت علی قادری رضوی لکھنوی غفرلہ ولوالدیہ ربہ القوی

الجواب صحیح۔ فقیر محمد علی قادری، حامدی، آنولوی غفرلہ

مسئلہ۔ از محمد خان برادر جیون سینبیں ڈاکخانہ خاص گونڈہ

موضع سسینباں کلاں ضلع گونڈہ کی مسجد کا منبر بہت مختصر اونچا تھا ایک سنی عالم نے نماز جمعہ کے بعد کرسی منگوایا اور اس پر بیٹھ کر فضائل نبویہ اور احکام شرعیہ بیان کئے حضرات طلب یہ امر ہے کہ محراب و منبر کے پاس کرسی پر بیٹھ کر تقریر کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ کیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام یا ائمہ دین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں سے کسی سے ثابت ہے کہ مسجد کے اندر کرسی پر بیٹھ کر تقریر کی ہو اور کوئی صندلی نما کرسی بجز منبر کے اس کرسی پر بیٹھنا محراب و منبر کے احترام کے خلاف ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ منبر اینٹ چونے کا ہو یا لکڑی کا تخت ہو یا کرسی۔ منبر اس پر بیٹھنا یا کھڑا ہونا ہے تاکہ پورے مجمع تک آواز پہنچے اور پورا مجمع اسے سنے اور تقریر ذکر بھی اس سے حاصل ہوتی ہے۔ پہلے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے منبر نہ تھا پھر منبر بنایا گیا۔ کرسی پر بیٹھنا منبر و محراب کی توہین نہیں جیسے خود منبر جو مسجد کے لئے بنا ہوا ہے اس پر کھڑا ہونا یا بیٹھنا محراب کے احترام کے خلاف نہیں۔ کرسی نہ ہو تو کوئی تخت بچھا لیا یا تخت ہوتا اس پر کرسی رکھی جاتی، اس میں منبر اور محراب کے احترام کے کیا خلاف ہوتا؟ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد حسن عفی عنہ
عبدہ رفضل الحق وصولہ الکریم

مسئلہ۔ مرسلہ جناب محمد نظام الدین صاحب قادری برکاتی نوری رضوی محلہ کمان والا شیخ پالا پیر شہر سورت۔

(۱) مزامیر یعنی ڈھول طبلہ سارنگی وغیرہ کے ساتھ قوالی سننا جائز ہے یا ناجائز؟ زید کہتا ہے کہ صوفیوں کو مزامیر کے ساتھ سننا جائز ہے اور بکر کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین و ملت مولینا شاہ احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب احکام شریعت حصہ اول صفحہ ۲۲ و ۲۳ پر مزامیر کے ساتھ قوالی کو حرام لکھا ہے اور حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب فوائد الفواد شریف کی ... لہٰذا مزامیر کے

اگر صاحبِ وجد کا میلان جانبِ حق اکثر و بیشتر ہے اسے مباح ہے اور اگر میل بمجاز زائد ہے تو اسے مکروہ ہے اور جو بالکل مجاز کی طرف مائل ہو تو اس کے لئے حرام اور جو بالکلیہ جانبِ حق مائل اور مجاز سے یکسر منقطع اس کے لئے حلال ہے۔ بعض متصوّفہ خصوصاً مریدانِ سلسلۂ عالیہ چشتیہ نے یہ ظلم ڈھایا اور نیا ستم برپا کیا ہے کہ زبردستی مزامیر کے جواز کا باطل دعوٰی کر لیا ہے اور ستم بالائے ستم یہ کہ جو چشتی ہو جائے اسے مزامیر حلال۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ گویا چشتیوں کی شریعت اور ہے اور سلاسل کی شریعت اور، والعیاذ باللہ تعالٰی۔

اس لئے مناسب کہ ہم حضور پُرنور سیدنا سلطان المشائخ نظام الحق والشریعۃ والطریقۃ والدین محبوبِ الٰہی قدس سرہ العزیز کے ملفوظات کریمہ سیر الاولیاء سے جس کے جامع حضور کے مرید و خلیفہ حضرت میر خورد مولانا محمد کرمانی قدس سرہ النورانی ہیں، یہ ثبوت حرمت پیش کریں، اس وقت اگر وطن سے دور اور کتب سے مجبور نہ ہوتا تو اور بھی بعض سادات حضرات چشت سے ثبوت پیش کر سکتا۔ خصوصاً لطائف اشرفی مگر منصف کے لئے یہی کافی اور ہٹ دھرم کو دفتر بھی ناوافی۔ حضور سلطان المشائخ سیر الاولیاء میں فرماتے ہیں۔

سماع بر چہار قسم است حلال و حرام و مکروہ و مباح۔ اگر صاحبِ وجد را میل بسوئے حق بیشتر است آن مباح است۔ و اگر میل بمجاز بیشتر است مکروہ است و اگر میل بکلی بطرف مجاز است آن حرام است۔ و اگر میل بکلی بطرف حق است آن حلال است۔

اس کے بعد اس پر تفریع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ می باید کہ صاحب ایں کار حلال و حرام و مکروہ و مباح بشناسد۔

پھر فرماتے ہیں کہ اباحت سماع کے لئے چند چیزیں درکار مسمِع، مستمِع، مسموع و آلۂ سماع۔ یعنی قوال پورا مرد ہو امرد نہ ہو عورت نہ ہو، سننے والا یادِ خدا سے غافل نہ ہو، مسموع وہ چیز ہو گائی جائے فحش و مسخری نہ ہو اور آلۂ سماع مزامیر جیسے چنگ و رباب وغیرہ اس سے مجلس پاک ہو۔

ارشاد فرماتے ہیں چند چیز می باید تا سماع مباح شود مسمِع و مسموع و آلۂ سماع۔ یعنی گوئندہ مرد تمام باشد کودک نباشد و عورت نباشد و مستمِع آنکہ می شنود از یادِ حق خالی نباشد و مسموع آنچہ بگویند فحش و مسخرگی نباشد و آلۂ سماع مزامیر است چوں چنگ و رباب و مثل آں می باید کہ درمیان نباشد ایں چنیں سماع حلال است و سماع صوفیہ کہ مقصود است چہ حرام باشد۔

صوفیوں کو خصوصاً چشتیوں کو حلّت مزامیر کی باطل دستاویز دینے والے آنکھیں پھاڑ کر دیکھیں کہ

ان سے کہا یہ کیا ہوا یہ مجمع تھا جہاں مزامیر تھے تم نے سماع کیسے سنا اور کیوں کر رقص کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم سماع میں ایسے مستغرق تھے کہ ہمیں خبر ہی نہیں تھی کہ یہاں مزامیر ہیں یا نہیں۔ حضور سلطان المشائخ نے ارشاد فرمایا یہ جواب کچھ نہیں کیونکہ یہ عذر اگر قبول ہو تو تمام معصیتوں پر یہی کہہ سکتے ہیں۔

یعنی کوئی شراب پئے اور کہہ دے کہ مجھے خبر ہی نہ تھی کہ یہ شراب ہے یا شربت یا کسی کے ساتھ زنا کرے اور کہہ دے میں تو ایسا از خود رفتہ تھا کہ معلوم ہی نہ کر سکا کہ یہ کیا ہے یا بیوی۔ ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم

نیز اسی سیر الاولیاء میں ہے کہ حضور سلطان المشائخ کی مجلس شریف میں کسی نے حضور سے عرض کی کہ فلاں موضع میں اس وقت حضور کے مریدوں کا مجمع ہے۔ اس میں مزامیر و محرمات ہیں۔ فرمایا میں منع کر چکا ہوں کہ مزامیر و محرمات درمیان نہ ہوں۔ انہوں نے اچھا نہیں کیا اور اس باب میں بہت غلو فرمایا یہاں تک کہ ارشاد کیا کہ اگر جماعت بھی ہو اور جماعت میں عورتیں بھی ہوں اور امام کو سہو ہو تو مردان تسبیح کہہ کر امام کو سہو سے آگاہ کریں اور اگر عورت سہو پر واقف پائے تو وہ تسبیح نہ کہے کہ اس کی آواز غیر مردوں کو سننا جائز نہیں۔ پشت دست کف دست پر مارے اور ہتھیلی پر ہتھیلی نہ مارے کہ تالی ملاہی سے ہے۔ یہاں تک ملاہی و امثال ملاہی سے پرہیز وارد ہے تو سماع میں بطریق اولی ملاہی سے پرہیز ہونا چاہیے۔ جب دستک میں اس قدر احتیاط ہے تو سماع میں مزامیر بطریق اولی ممنوع ہیں۔

عبارت سیر الاولیاء یہ ہے۔ در مجلس حضرت سلطان المشائخ شخصے تقریر کرد کہ اکنوں در موضع فلاں یاراں شما جمع کردہ اند و مزامیر و محرمات درمیان است حضرت سلطان المشائخ فرمود کہ من منع کردہ ام کہ مزامیر و محرمات درمیان نباشد ہر چہ کردہ اند نیکو نکردہ اند۔ درین باب بسیار غلو کرد تا بحدے کہ گفت کہ اگر امامے در نماز سہو شود کہ رجوع او ستری شوند مرداں جماعت و محرمات ہم باشند پس اگر امام را سہو افتد مردانے کہ اقتدا کردہ باشند ایشاں تسبیح امام دہند بگویند سبحان اللہ۔ و چہ کنند و پشت بر کف دست زنند و کف دست بر کف دست نزنند کہ بلہو ملتفت ماند این اندیت از ملاہی و امثال آں۔ چوں ایں جا ممنوع آمدہ است پس در سماع مزامیر بطریق اولی منع ست۔

آنکھیں کھول کر دیکھو تم کہاں جا رہے ہو

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی — کیں راہ کہ تو می روی بترکستان ست

کیا اب بھی مزامیر کے سہارے آگ لگاتے جاؤ گے۔ کیا اب بھی دیکھے بے وقت کی راگنی الاپے جاؤ گے۔
حضور سلطان المشائخ کے فرمان ذیشان کے آگے سر تسلیم جھکاؤ اور اپنے غلط عمل پہ پشیمان ہو اور توبہ

کیا حضور نے مزامیر کو ناجائز حرام ممنوع و معصیت نہ فرمایا کیا حضور نے ان کا معصیت ہونا غیر صوفیہ کے ساتھ خاص فرمایا کیا خود صوفیہ کے لئے بار بار نہ فرمایا کہ میں منع کر چکا ہوں، انھوں نے بُرا کیا نامشروع کام کیا معصیت کی۔ پھر اب اب وہ کون سے صوفی ہیں جو حضور سلطان المشائخ کے مریدوں سے بھی آگے ہیں اور جن کو بھی کوئی علی الاطلاق یہ کہنا کہ صوفیوں کے لئے مزامیر حلال ہیں کیونکر حلال ہوگا۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ہاں جو مکلف نہیں یا مضطر ہیں ان کے احکام ہمیشہ مکلف و مختار سے جدا ہیں۔ احکام اضطرار اور ہیں، احکام اختیار اور۔ وہ ایک مزامیر کیا ہر حرام میں متحد ہیں۔ پھر کیا کوئی یوں کہہ سکتا ہے کہ سور کا گوشت حلال ہے حالانکہ خود قرآن عظیم میں مضطر کا استثناء فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ[1] موجود ہے۔ غیر مکلف پر تو احکام شرعیہ کا اجرا ہی نہیں کہ عقل شرط تکلیف ہے اور وہ اس میں مفقود ہے۔ یا مضطر اسے اسی وقت اور اتنے ہی کی جس سے وہ مقصد عظیم ہے مقصود ہو سکے رخصت ہے، بعض اجلہ اکابر جو چنگ سنتے تھے اسے کبیرہ فرماتے ہیں۔

اسی سیر الاولیاء میں ہے۔ مولٰینا برہان الدین غریب را با وجود کمال صلاحیت ہم بودہ است چنانکہ بار ہا گفتے کہ خدائے عزوجل مرا از ہیچ کبیرہ و زنا نامہ پر سیاہ نکردہ حضرت سلطان المشائخ تبسم کردہ فرمودند کہ ایں ہم گفتنی گر یکے کبیرہ او در رسید کہ آں کبیرہ کدام است گفت سماع با چنگ کہ چنگ بسیار شنیدہ ام۔

یہ مولانا برہان الدین غریب ان اکابر سے ہیں جن کے فضل کے شاہد عدل حضور سلطان المشائخ قدس سرہٗ ہیں اور جن کے عالم عصر ہونے اور ایسے عظیم و جلیل ہونے کی پیش گوئی حضور امام العصر برہان الملۃ والدین امام صاحب ہدایہ مرغینانی قدس سرہ النورانی نے فرمائی کہ شاہان زمان ان کے در پر حاضر ہوں گے اور بار نہ پائیں گے۔

اسی سیر الاولیاء میں ہے۔ سخن در بزرگی مولٰینا برہان الدین غریب افتاد فرمود کہ برہان الدین حکایت کرد کہ من خورد بودم بقیاس پنج شش سالہ کہ روزے بر سر پدر خود در راہے می رفتم، مولٰینا برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ پیدا شد پدر من از بعید تماشائی کرد و در کوچہ دیگر رفت۔ مرا بجائے گذاشت، چوں کوچہ مولانا برہان الدین نزدیک رسید من پیش رفتم و سلام کردم۔ وے در من تیز دید ایں سخن تیز گفت کہ من دریں کودک نور علم می بینم من ایں سخن شنیدم پیش کتب با دعا شدم۔ مولٰینا برہان الدین بر زبان مبارک ایں لفظ را مکرر کرد خدائے تعالٰی چنیں می گوید کہ ایں کودک در وقت خود عالم عصر خواہد شد۔ مولٰینا برہان الدین می گوید کہ من ایں سخن شنیدم و ہم چناں من روش می کردم تا بر مولٰینا برہان الدین مرغینانی فرمود کہ خدائے تعالٰی مرا چنیں می گوید کہ ایں کودک چناں بزرگ شود کہ پادشاہاں بر در او بیایند و بار نیابند۔

[1] سورۃ بقرہ آیت ۱۷۳

ایسے عالی مرتبت جلیل القدر بزرگ علامۂ روزگار باوجود اس کے خود استماع فرماتے مگر اسے کبیرہ ہی فرماتے
ان کے یہ کلمات طیبہ کہ "مثلاً حرف حل مزامیر کبیرہ شود ابد پرپید" اس کا اعلان کر رہے ہیں کہ وہ ایسے حال میں ایسا
کہ زیر قلم تعلیق ہی نہیں۔ نیز آگے ان کا یہ ارشاد کہ "ایں ساعت ہم بشنوم اگر باشد" اس کے بعد بھی بے وقت کی
وہی شہنائی ہے کہ صوفیوں کو تو ایسے حال ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ والحمد للہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم
واحکم۔

فوائد الفواد شریف ملفوظات حضور سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبارت دیکھ کر بھی جس کی یہ حالت ہے تو ایسے شخص سے کیا امید کہ سیر الاولیاء شریف کی یہ عبارت دیکھ کر اپنی غلطی تسلیم کرے گا۔ مگر مولیٰ عزوجل کے فضل و کرم سے ہر آن امید ہے:

اسے فضل کرتے نہیں لگتی بار — نہ ہو اس سے مایوس امیدوار

شاید اب وقت ہدایت آگیا ہو اور یہ ثواب اس فقیر کے حصہ کا ہو۔ واللہ عندہ حسن الثواب والیہ المرجع والمآب وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) وہ خود بے ایمان ہے جو حکم شرع کو بے ایمانی اور اس پر عامل کو بے ایمان بتاتا ہے۔ بے شک ہر غیر محرم سے پردہ فرض ہے جس کا اللہ و رسول نے حکم فرمایا جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ بے شک پیر مرید کا محرم نہیں ہو جاتا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر امت کا پیر کون ہوگا وہ یقیناً ابو الروح ہوتا ہے اگر پیر ہونے سے آدمی محرم ہو جایا کرتا تو چاہئے تھا کہ نبی سے اس کی امت سے کسی عورت کا نکاح نہ ہو سکتا حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کون پیر ہوگا۔ پھر حضور نے اپنی امتی بی بیوں سے نکاح فرمایا یا نہیں؟ کیا معاذ اللہ جن کے محرم تھے ان سے نکاح فرمایا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سبع سنابل شریف میں حضرت قطب ہدایت و مرکز دائرہ ولایت سند المحققین سید العلماء العاملین میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں۔ "باید دانست کہ در جہاں نہ چوں مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیرے پیدا شدہ نہ چوں ابوبکر مریدے ہویدا گشت رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا۔"

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرید ہوئے تو حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مرید کی بیٹی۔ ان جہال بے خرد کے نزدیک معاذ اللہ پوتی۔ اور پوتی سے نکاح حرام۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اللہ تعالیٰ جہل بدبلا سے محفوظ رکھے۔ احمق لفظ منہ سے نکال دیتے ہیں اور اس کے نتیجہ کا لحاظ نہیں کرتے فقیر

اس مسئلہ پر مزید تفصیل کرتا اگر ضرورت سمجھتا، مگر چونکہ "السواد الاعظم" میں اس کا کافی جواب چھپ چکا ہے اس لئے اسی پر اقتصار کرتا ہے سمجھنے والا اسی سے سمجھ سکتا ہے اور بدعقل بے سمجھے کے لئے دفتر بے کار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جہاں تک فقیر سمجھتا ہے وہ یہ ہے کہ بیعت جب ایک جامع شروط کے ہاتھ پر کرے۔ پھر دوسرے کے ہاتھ پر نہیں کر سکتا کہ جو ایک کے ہاتھ بک چکا اس کا غلام ہو چکا جب تک آزاد نہ ہو غلامی نکال نہ دے دوسرا اس سے بیعت نہیں لے سکتا۔ یہ دوسرے کے ہاتھ بک نہیں سکتا۔ پریشان نظر دربدر پھرتا اور ذلیل و خوار ہوگا۔ در در رستا اور کہیں سے فیضیاب نہیں ہو سکتا۔ جو کسی کے ہاتھ پر بیعت کرے اور پھر پریشان نظری کرے وہ دھوبی کا کتا ہے۔ نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ اور جو ایک کا ہو رہے وہ ضرور فیض یاب ہوتا ہے۔ اگر پیر جامع شروط ہو اگرچہ اسے فیض نہ ہو کہ اس سلسلہ میں جو صاحب فیض ہوگا اس کی اس پر نظر کرم ہوگی اور وہ اس پر فیض ڈالے گا۔ بعض اکابر کے ملفوظات اس کے شاہد ہیں۔ **طالب فیض [illegible] اور [illegible] سلاسل [illegible] ہے۔**

خود اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ باوجودیکہ قادری تھے اور سلاسل سے بھی فیض یاب تھے چشتی، سہروردی، نقشبندی وغیرہ سلاسل کی بھی حضور پر نور کو اجازت تھی۔ یہ اجازت کیا فیض نہیں۔ مگر یک در گیر و محکم گیر پر عمل کرنے والے انہیں بظاہر کہیں سے لے رہے ہیں کہ سکتے ہیں کہ مجھے اسی در سے طلب ہے جس سے بیعت منتسب ہوں۔ ملفوظات اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ میں آپ نے تین قلندروں کی حکایت ملاحظہ فرمائی ہوگی جو خدمت حضور پر نور سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ایک مردار ئیل کھا کر حاضر ہوئے تھے اگر وہ اپنے مریدی کہتے ہیں فیض یقیناً حضور سلطان المشائخ سے پایا۔ مگر پیر کے قربان ہو رہے ہیں۔ کیوں کہ اگر پیر کی نظر کرم ہوتی تو حضرت سلطان المشائخ کیوں نظر کرم فرماتے اور فیض عطا کرتے۔ یہ ہے یک در گیر و محکم گیر۔ حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کا مطلب تو واضح ہے کہ جو اس سلسلہ عالیہ کو ترک کرے اور دوسرا سلسلہ اپنا کے بیعت اختیار کرے اور حضرت مکی بن مسافر کے ارشاد میں غالباً بیعت سے مراد بیعت ارادت نہیں بلکہ یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ کوئی طالب فیض کے لئے آئے میں ہر ایک کو فیض عطا کرتا ہوں۔ مگر جو قادری ہو کہ سرکار کو چھوڑ کر میرے پاس کون آتا ہے۔ یا یہ کہ کسی سلسلے کا مرید اپنی بیعت توڑ کر آئے تو میں اس سے بیعت لے لیتا ہوں۔ مگر قادری کی بیعت نہیں کرتا کہ وہ پریشان نظر نہیں ہوتے کہ وہ جانتے ہیں کہ حضور غوث اعظم ہمارے ہیں اور میں تمہارا والی ہوں اور کے مرید پھر پریشان نظر ہوتے ہیں وہ اپنے پیر پر کامل اعتقاد اور پورا اعتقاد نہیں رکھتے۔ وہ اگر بیعت توڑ کر آئے

ہیں تو میں بیعت لے لیا ہوں۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفےٰ رضا القادری غفرلہ

- صح الجواب۔ خادم العلم و العلماء محمد حسنین رضا خاں
- ذالک کذالک محمد اسمٰعیل محمود آبادی حنفی ریاست جلال آباد ضلع فرخ آباد
- لقد اصاب المجیب۔ رحم الٰہی قادری رضوی۔ غفرلہ
- مصطفےٰ رضا قادری آل الرحمٰن محمد عرف ابو البرکات محی الدین جیلانی
- الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم فقیر ابرار حسن صدیقی تلہری عفی اللہ تعالیٰ عن ذنبہ الجلی والخفی
- اصاب المجیب والمجاد عبد العزیز عفی عنہ قادری رضوی مدرس مدرسہ اہلسنت
- احسن المجیب فقیر سردار علی عفی عنہ
- الجواب صحیح ابو الظفر محمد نور الہدیٰ عفی عنہ
- الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم فقیر احسان علی مظفرپوری مدرسہ منظر اسلام ۹ ذوالقعدہ سنہ ۳۶ھ